تاریخ اسلام

برائے طلبا بی۔اے

DATA ENTERED

از

شیخ محمد رفیق۔ایم۔اے
اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور
سید مسعود حیدر بخاری۔ایم۔اے
شعبہ تاریخ گورنمنٹ کالج ساہیوال

376 فریدہ ★

سٹینڈرڈ بک ہاؤس۔اردو بازار لاہور

732

ایڈیشن ۱۹۷۵ء

قیمت .... ۱۲ روپے

کتابت .... فضل الہیٰ کیلانی

ناشر .... چوہدری امجد اقبال

Marfat.com

انتساب

ان سعید روحوں کے نام
جو تاریخ کے دور میں
طاغوتی طاقتوں سے برسرِ پیکار رہتی ہیں۔

اور

کفر و ضلالت میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو
نورِ مصطفویؐ سے فیض یاب کرنے کیلئے
مضطرب رہتی ہیں

★

Marfat.com

(حیدری [illegible])

حرفِ آغاز

روئے زمین پر انسان کو آئے ہزاروں لاکھوں صدیاں بیت گئیں۔ اس دوران میں جو کچھ ماضی کے انسان نے سوچا، اختیار کیا اور جس طرح زندگی بسر کی سب تاریخ کا موضوع ہے، لیکن ماضی بعید کی یہ داستان نہ تو از خود کہیں کسی لوح پر کندہ تھی اور نہ ہی خود بخود ترتیب و تحریر کی شکل میں ہم تک پہنچی۔ مورخین اور محققین نے ماضی بعید کے اس گھٹا ٹوپ اندھیرے میں داخل ہو کر ماضی انسان کی داستان حیات کی ٹوٹی ہوئی کڑیوں کو باہم جوڑ کر نوع انسان کی اس میراث کو ہم تک ایک مربوط اور مدون شکل میں منتقل کیا، اسی مربوط اور دلچسپ داستان کا نام تاریخ ہے۔

تاریخ ہمیشہ سے پند و موعظت اور عبرت کا سرچشمہ رہی ہے۔ قومی تعمیر، حب وطن اور تعمیر کردار کے ضمن میں بھی تاریخ کی اہمیت سے انکار نہیں کیا جا سکتا۔ خوش قسمتی سے پنجاب یونیورسٹی نے امسال بی۔ اے کے طلبا کے لیے تاریخ اسلام کا ایک پرچہ بطور نصاب کے مقرر کیا ہے۔ تاریخ اسلام کا یہ حصہ سرورِ کونین محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر عہد بنو امیہ پر مشتمل ہے۔ یوں تو تاریخ کے اوراق بڑے بڑے انسانوں کے کارناموں اور قوموں کی ترقی و زوال کے حالات سے پر ہیں، لیکن نوعِ انسانی کی تاریخ کا کوئی حصہ اس سے پہلے ایسا نہیں گزرا جس نے ماضی اور حال کے انسان کے افکار، اعمال اور زندگیوں کو اس طرح متاثر کیا ہو جیسے تاریخ اسلام کے اس زریں دور نے جو عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ پر مشتمل ہے۔ ظہور اسلام سے پہلے کا یہ دور قرآن پاک کے الفاظ میں ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ بِمَا كَسَبَتْ أَيْدِي النَّاسِ لِيُذِيقَهُمْ بَعْضَ الَّذِي عَمِلُوا لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ۝ (الروم۔ ۴۱) وہ خوفناک بحران کا ایک عالمگیر دور تھا جس کے اندھیاروں میں محسن انسانیت کی مشعل یکایک ابھرتی ہے اور وقت کے تمدنی بحران کی تاریکیوں کا سینہ چیر کر ہر طرف اجالا پھیلا دیتی ہے۔ تاریخ کا یہ دور بمقابلہ ماضی کے مختلف ادوار کے روزِ روشن میں اپنی تمام تر جزئیات اور تفصیلات کے ساتھ تحریر کیا گیا۔ اس میں نہ کہیں ابہام ہے اور نہ ربط و تسلسل کی کمی۔ یہ وجد آفریں دور ہر لحاظ سے کامل ہے اور یہی طلبائے تاریخ اسلام کے لیے ہمیشہ سے خصوصی موضوع رہا ہے۔ اس دور کی حقیقتوں بالخصوص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات طیبہ کی نقاب کشائی تمام و کمال حد تک کسی شخص کے لیے بھی ممکن نہیں۔ یہ ایک حقیر کوشش

Marfat.com

ہے۔ جسے نذرانہ عقیدت کہا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا۔

اپنی بے بضاعتی کے باوجود ہم نے بہر حال اپنے تئیں پوری کوشش کی ہے کہ ایک نصابی کتب کے لیے جن خصوصیات کی ضرورت ہے وہ یہ کتاب پوری کرنے پر قادر ہو۔ جمع مواد ترتیب مضامین جرح وتنقید اور اسلوب نگارش میں اس بات کا خصوصی التزام برتا گیا ہے کہ کتاب ہر طرح کے ذہن کے قاری کو متاثر کر سکے۔ طلبا کی امتحانی ضروریات کو بطور خاص مدِنظر رکھا گیا ہے۔ ہم نے یہ پوری کوشش کی ہے کہ کتاب علمی اور کتابت کی غلطیوں سے پاک ہو۔ لیکن پھر بھی کسی کوشش کو حرفِ آخر قرار نہیں دیا جا سکتا۔ لہذا احباب اور قارئین سے درخواست ہے کہ وہ ہمیں اپنی آراء اور مفید تجاویز سے آگاہ کریں تاکہ اگر کہیں مزید ردوبدل یا اضافہ کی ضرورت محسوس ہو تو اسے پورا کیا جا سکے۔

ہم اپنے تمام دوست واحباب کے ممنون ہیں کہ جنہوں نے ہماری اس سلسلہ کی پہلی کوشش کو نہ صرف بنظرِ استحسان دیکھا۔ بلکہ انہیں اپنے حلقہ اثر اور طلبا میں مقبول بنا کر ہماری حوصلہ افزائی کی۔

مؤلفین

۲ رمضان المبارک ۱۳۹۰ھ

۲ نومبر ۱۹۷۰ء

Marfat.com

ترتیب

باب	نفسِ مضمون	صفحہ
۱	ازمنۂ قدیم کی تہذیبیں	۱
۲	عرب قبل از اسلام	۲۴
۳	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی	۳۴
۴	نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی	۵۸
۵	عہدِ رسالتمآب پر ایک نظر	۱۱۴
۶	خلافت صدیقِ اکبرؓ	۱۳۱
۷	خلافت فاروقِ اعظمؓ	۱۵۸
۸	خلافت حضرت عثمان غنیؓ	۱۶۷
۹	خلافت حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ	۲۱۶
۱۰	خلافت راشدہ پر ایک نظر	۲۳۱
	عہدِ بنو امیہ	
۱۱	حضرت امیر معاویہ	۲۵۱
۱۲	یزید اوّل اور حادثۂ کربلا	۲۶۷
۱۳	معاویہ ثانی اور مروان	۲۸۱
۱۴	عبداللہ ابن زبیرؓ	۲۸۵
۱۵	عبدالملک بن مروان	۲۹۳
۱۶	ولید اوّل بن عبدالملک	۳۰۷
۱۷	سلیمان بن عبدالملک	۳۲۸
۱۸	حضرت عمر بن عبدالعزیز	۳۳۲
۱۹	یزید ثانی اور ہشام	۳۴۹
۲۰	مروان ثانی اور عباسی تحریک	۳۶۵
۲۱	عہدِ بنو امیہ پر ایک نظر	۳۷۵

Marfat.com

Marfat.com

باب ۱

ازمنہ قدیم کی تہذیبیں

(ا) بابل اور آشور کی تہذیب

دجلہ و فرات کی وادی اس زمانے میں تہذیب کا گہوارہ تھی جب کہ مصر کے علاوہ باقی دنیا میں ابھی تک تہذیب نے جنم نہ لیا تھا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ۵ ہزار سال پہلے اس وادی میں سومری آ کر آباد ہو گئے۔ یہ لوگ چینی و تاتاری نسلوں سے متعلق تھے۔ انہوں نے سب سے پہلے اکاد کا شہر آباد کیے اور اس کے بعد کئی ایک چھوٹے چھوٹے قصبات اور بھی آباد ہو گئے۔ تقریباً ہر قصبہ میں ایک الگ حکومت ہوتی تھی۔ اس طرح سومریوں کی کم و بیش بارہ شہری ریاستیں CITY STATES تھیں۔ سنہ ۴۰۰۰ ق۔م میں سامی نسل بھی اس زرخیز وادی میں وارد ہوئی تو ان دونوں نسلوں کے درمیان تصادم ہونے لگا۔ یہاں تک کہ صرف دو حکومتیں قائم رہ گئیں۔ سنہ ۲۴۵۰ ق۔م کے قریب جنوبی ریاست کے بادشاہ ان شک کوشنا نے شمالی ریاست کو فتح کر لیا۔ یہی شخص بابل کا پہلا بادشاہ تھا۔ سومری اس قدیم شہر کو "نن تر کی" یعنی مقام حیات کہہ کر پکارا کرتے تھے۔ سامیوں نے اسے باب ایلو (یعنی باب اللہ) کہا اور آہستہ آہستہ بابل کہا جانے لگا۔ اس شہر کے کھنڈرات بغداد کے قریب ہیں۔

مختصر سیاسی تاریخ

اس وادی کا پہلا قابل ذکر بادشاہ سارگن اول تھا۔ جس کا زمانہ قریباً سنہ ۲۸۰۰ ق م بتایا جاتا ہے۔ سارگن نے مالی کی حیثیت سے زندگی کا آغاز کیا لیکن ترقی کر کے مسند حکومت پر قابض ہو گیا۔ اور اس نے بہت سی فتوحات بھی حاصل کیں۔ تاہم اس کی وفات کے چند سال بعد سامی نسل کے لوگ سومریوں کے ہاتھوں مغلوب ہو گئے اور مرکز حکومت اکاد منتقل ہو گیا۔ سنہ ۲۳۰۰ ق م کے قریب قوم عاد نے عرب سے اٹھ کر بابل، آشور، مصر اور کنعان پر قبضہ کر لیا۔ عاد کے زمانے میں بابل کو از سر نو عروج حاصل ہوا۔ عاد کے زوال کے بعد حکومت پھر سامیوں کے ہاتھوں میں منتقل ہو گئی۔ جس کا پہلا بادشاہ "سمو آبی" تھا۔ تاہم اس کی سلطنت بہت چھوٹی سی تھی۔ وادی دجلہ و فرات میں سومری اور سامی قومیں آپس میں لڑتی رہتی تھیں۔

حضرت ابراہیم کا زمانہ

سنہ ۲۲۵۰ ق م کے لگ بھگ ایک اور حکومت نے بہت اہمیت اختیار کر لی تھی۔ وہ عور کی عیلامی سلطنت تھی۔ عیلامی سامی نسل ہی کی ایک شاخ تھے۔ جو ایران کے شہر "سوسا" سے آئے تھے اور بت پرست تھے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی سلطنت کے دارالحکومت عور میں پیدا ہوئے۔ اور اسی خاندان کے ایک بادشاہ خدیر لگمیر KHUDER LAGMER

Marfat.com

یا ضحاک تازی کے سامنے انہوں نے دعوتِ حق پیش کی۔ اسی نے آپ کو آگ میں ڈلوایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو بچا لیا۔ یہ بادشاہ تاریخ میں نمرود کے نام سے مشہور ہوا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام عیلامی قوم کی اصلاح سے مایوس ہو گئے۔ تو کنعان (فلسطین) کی طرف چلے گئے۔ جہاں سے وہ مصر روانہ ہو گئے۔

اس خاندان کی حکومت زیادہ دیر تک قائم نہ رہی۔ اور اللہ تعالیٰ نے سامی نسل کے دوسرے بادشاہ حمورابی کے ہاتھوں جو کہ بابل پر قابض تھا۔ ان پر عذاب نازل کیا اور انہیں محکوم ہو کر رہنا پڑا۔ حمورابی نے جو قوانین رائج کیے۔ ان سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے متاثر تھا۔ حمورابی کا بیٹا اپنے باپ کی عظیم سلطنت سنبھالنے کی صلاحیت نہ رکھتا تھا۔ اس لیے ایرانی النسل کاسی (KASSITES) بابل پر قابض ہو گئے۔

اشور کی برتری کا دور

دجلہ و فرات کی اس زرخیز وادی کے شمالی حصے میں ایک قدیم شہری ریاست اشور (ASSYRIA) کے نام سے موجود تھی۔ سنہ ۱۱ ق م کے قریب اس ریاست نے بھی ترقی کی۔ اور آہستہ آہستہ آشوری سلطنت ایک وسیع و عریض سلطنت بن گئی۔ اشور نیذر پال (ASSHUR NAZERPAL) نے سنہ ۸۶۰-۸۲۴ ق م میں اس سلطنت کو کافی وسیع کیا۔ اس زمانے میں اس کا سب سے اہم شہر نینوا تھا۔ شال مانے سار HALQMA NESAR وہ بادشاہ ہے جس کے عہدہ میں حضرت یونس علیہ السلام تبلیغ دین کے لیے نینوا آئے اور قید کیے گئے۔ یہ بادشاہ سنہ ۸۶۰ ق م سے سنہ ۸۲۴ ق م تک حکمران رہا۔ سنہ ۷۴۰ ق م کے قریب اس حکومت نے بابل بھی فتح کر لیا۔ اس ریاست کا سب سے بڑا بادشاہ سارگن دوم تھا۔ جو سنہ ۷۲۲ ق م میں نینوا کا بادشاہ بنا۔ اس نے بنی اسرائیل پر حملہ کر کے ان کے دس قبائل کو اپنے گھروں سے اجاڑ کر دوسرے علاقوں میں آباد کیا۔ اور مغرب کی طرف سلطنت کو بہت وسیع کیا۔ اشور بنی پال (ASSHUR BANIPAL) نے سنہ ۶۶۸ ق م سے سنہ ۶۲۶ ق م تک حکومت کی۔ اس نے ایران سے مصر و شام تک اور آرمینیا سے شمالی عرب تک حکومت کی اور وہ عظیم لائبریری جو نینوا کے کھنڈرات سے برآمد ہوئی ہے۔ بھی تیار کروائی۔

اشور کی یہ سلطنت تقریباً چھ صدیوں تک مشرقی مہذب دنیا پر قابض رہی۔ بالآخر مصر نے بغاوت کر دی شام بھی الگ ہو گیا۔ بابل میں بھی بغاوت ہو گئی۔ اور وادی کا مرکز اقتدار پھر جنوب میں منتقل ہو گیا۔ نینوا شہر نو وارد قوموں نے فتح کر لیا اور سنہ [illegible] ق م کے قریب جب یونانیوں کا یہاں سے گذر ہوا تو یہ ملبے کا ایک ڈھیر تھا اور لوگ اس کا نام تک نہ جانتے تھے۔ اس کے کھنڈرات موصل کے قریب ہیں۔ اور اشور کا علاقہ اب کردستان کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔

بابل کی نشاۃ ثانیہ

نیبو پولے سار (NABOPOLASSAR) نے جو اشوری حکومت کی طرف سے بابل کا گورنر تھا۔ سنہ ۶۲۵ ق م میں خود مختاری کا اعلان کر کے بابل کو بھ

Marfat.com

سے حکومت کا مرکز بنا ڈالا۔ اشوری حکومت کے کھنڈرات پر بابل والوں نے پھر سے ایک عظیم سلطنت کی بنیاد رکھی۔ اس نئی حکومت کا دوسرا بادشاہ بخت نصر (NEBUCHAD NEZZAR II) وہی بادشاہ ہے جس نے یروشلم پر حملہ کیا اور شہر کو تخت وتاراج کر کے ہیکل سلیمانی کو جلا کر خاکستر کر دیا۔ اس اہم واقعہ کی وجہ سے اس کو مشرق میں کافی شہرت حاصل ہوئی۔ اس نے بابل کو عروس البلاد بنا ڈالا جس کی تفصیل آگے آئے گی۔ بابل کا دوسرا دور اقتدار بہت مختصر ثابت ہوا اور بخت نصر کے بیٹے نابد (AHAMIDUS) کے زمانے میں ایرانی بادشاہ کیخسرو نے ۵۲۸ ق۔م میں بابل کو فتح کر لیا۔ یہ وہی بادشاہ ہے جس کو مولانا ابوالکلام آزاد نے ذوالقرنین قرار دیا ہے۔

معاشرت بابل کے سومری زراعت سے واقف تھے۔ کھیتوں کو پانی دے کر باقاعدہ فصلیں کاشت کرتے تھے۔ مویشی، بھیڑیں اور بکریاں بھی پالتے تھے۔ بار برداری کے لیے گدھے بھی پالے جاتے تھے۔ تاہم گھوڑا پالنے کا رواج نہ تھا۔ یہ لوگ مٹی کے گھر بناتے تھے۔ اور یہی کچی آبادیاں آہستہ آہستہ شہروں میں تبدیل ہو گئیں۔ عور کا شہر جو حضرت ابراہیم کی جائے ولادت ہے بھی اسی طریقہ سے وجود میں آیا تھا۔ یہاں کے باشندے عیلامی (AMORITES) تھے۔ بابل اور آشور کے لوگ اینٹ کے استعمال سے واقف ہو گئے تھے۔ لیکن وہ پتھروں سے گھر بنانا نہیں جانتے تھے۔ وہ مٹی کے برتن بھی بناتے تھے اور ایک دلچسپ پہلو یہ ہے۔ کہ وہ مٹی کی پلیٹوں پر لکھ کر انہیں پکا لیتے تھے۔ اور اس طریقہ کو وہ باہمی خط وکتابت کے لیے استعمال کرتے تھے۔

آشور کے لوگوں نے اگرچہ بابل کو فتح کر لیا تھا۔ لیکن تہذیب وتمدن میں وہ بابل ہی کے پیروکار تھے۔ اور ان کے رہنے سہنے کے انداز، ان کا فن تعمیر، ان کا سرمایہ علم وسائنس سب کچھ بابل ہی سے مستعار لیا گیا تھا۔ البتہ نسل کے اعتبار سے وہ اہل بابل سے مختلف تھے۔ ایچ۔ جی ویلز (H.G. WELLS) کی تحقیق کے مطابق ان کی ناک لمبی، ہونٹ موٹے اور داڑھی اور سر کے بال لمبے اور چھلے دار ہوتے تھے۔ وہ لمبی ٹوپی اور چغوں سے بھی پہچانے جا سکتے تھے، اہل بابل سے زیادہ جنگجو واقع ہوئے تھے، فتح حاصل کرنے کے بعد مفتوحین پر شدید مظالم ڈھاتے تھے۔ وہ ان کے ناک اور کان کاٹ دیتے، انہیں تکلیف دے دے کر قتل کرتے، بسا اوقات وہ اپنے دشمن کو زندہ لٹا کر اس کو درمیان سے چیر دیتے یا زندہ آگ میں جلا دیتے، یا اس کی آنکھیں نکال دیتے۔ یہ مظالم وہ بہت وسیع پیمانے پر ڈھاتے تھے۔ اور اسے اپنی شجاعت کی دلیل قرار دیتے تھے۔ آشوریوں کی اس بربریت کا ایک یہ فائدہ ضرور ہوا کہ انہوں نے ایک وسیع وعریض سلطنت قائم کی اور ان کی تہذیب دور دور تک پھیلی۔

دجلہ وفرات کی وادی کے رہنے والے معاشرتی طور پر کئی ایک طبقوں میں منقسم تھے، شہری آبادی کی طرز بود و باش دیہاتی آبادی سے مختلف تھی۔ شہروں میں بابل، عور اور نینوا کے شہر قابل ذکر ہیں۔ بابل سومری

قوت کا مرکز تھا، عوریں عیلامی (Amorites) آباد تھے۔ عیلامی سامی النسل بتائے جاتے ہیں۔

حضرت ابراہیم اور مشہور بادشاہ حمورابی بھی اسی نسل سے متعلق تھے۔ ان لوگوں نے نپور (NIPPUR) دورنگی، بیر اور شرلیا کے شہر بھی آباد کیے تھے۔ حمورابی کے بسائے ہوئے شہروں میں سپارا خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ نینوا آشوری قوت کا مرکز تھا۔ یہ وہی شہر ہے جہاں حضرت یونسؑ دعوت حق کے فریضہ کو سر انجام دینے گئے۔

شہری آبادی مزید کئی ایک طبقات میں منقسم تھی۔ سب سے اونچا طبقہ پجاریوں، حکومت کے اعلیٰ عہدیداروں اور فوجی افسروں پر مشتمل تھا، اور عمیلو کہلاتا تھا۔ درمیانے طبقے میں تاجر، زمیندار اور صنعت کار شامل تھے اور اسے مشکینو کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ اور غلاموں پر مشتمل تیسرا طبقہ اردو کہلاتا تھا۔

مذہب "زمانہ تاریخ کے سب سے پہلے مندر اور سب سے پہلے پجاری بادشاہ اسی سرزمین میں پیدا ہوئے"۔ دجلہ و فرات کی وادی کے باشندے خدا کے قائل تھے۔ لیکن مشرکانہ عقائد رکھتے تھے، وہ مظاہر قدرت کی پوجا کرتے تھے۔ تمام شہروں کے دیوتا الگ الگ تھے۔ سب سے بڑا دیوتا "ای" تھا، جو عموماً مچھلی نما ہوتا تھا۔ سامی زیادہ تر "ای" کے بیٹے "مردوک" کے پجاری تھے۔ ایک اور بااثر دیوتا "اینو" تھا۔ بہت سے لوگ "شمس" یعنی سورج کی بھی پوجا کرتے تھے۔ دوسرے اجرام فلکی کی بھی پوجا ہوتی تھی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں "ننار" سب سے بڑا دیوتا تھا۔ جو چاند کا اوتار مانا جاتا تھا۔ یہ بت "ن گل" کے معبد میں رکھا ہوا ہوتا تھا اور روزانہ کنواری لڑکی اس کے نام پر پجاریوں کے ہاتھوں اپنی عصمت خراب کرواتی تھی اور اس کو بہت بڑی عبادت سمجھا جاتا تھا۔ ستارہ پرستی کے مذہب نے انہیں سیاروں کی حرکات و سکنات کا مطالعہ کرنے کی طرف متوجہ کیا۔ جس سے ان کے نزدیک ان کی زندگی متاثر ہوتی تھی۔ چنانچہ بابل میں سات منازل پر مشتمل برج بابل سات سیاروں کے سعید و منحوس اثرات کا حساب رکھنے ہی کے لیے بنایا گیا تھا۔ اہل بابل اور آشور ان گنت بری روحوں کے وجود کے بھی قائل تھے جو ان کو ہر وقت تنگ کرنے کے درپے رہتی تھیں۔ ان کے برے اثرات سے بچنے کے لیے وہ مختلف تعویز ٹوٹکے استعمال کرتے تھے۔ چنانچہ توہم پرستی نے اس کاروبار کو بام عروج پر پہنچا دیا تھا۔

دجلہ و فرات کی تہذیب میں عبادت کا تصور بھی موجود تھا۔ ان کے یہاں عبادت کا جزو اعظم تھا۔ وہ دن میں تین بار کرنا کر عبادت کرتے تھے۔ صبح طلوع آفتاب سے پہلے دوپہر کو عین زوال کے وقت اور شام کو آفتاب ڈوبنے سے ذرا پہلے وہ قطبی ستارہ کی طرف منہ کر کے دعائیں کیا کرتے تھے، روزہ بھی وہ رکھتے تھے۔ مگر ان کے یہاں روزے کا مفہوم صرف یہ تھا کہ جانور ذبح نہ کیے جائیں اور گوشت نہ کھایا جائے۔ باقی غذائیں وہ خوب کھاتے تھے اور دن بھر آرام کرتے تھے، وہ نیکی اور بدی کے درمیان امتیاز بھی کرتے تھے۔ ان کا عقیدہ تھا کہ برائی کرنے پر آسمان کے دیوتا ناراض ہو جاتے ہیں۔ اور دنیا پر بیماری اور قحط نازل ہوتا ہے

Marfat.com

اس لیے وہ برائی سے اجتناب کرتے تھے۔ اور کسی بری حرکت کا ارتکاب کرنے کے بعد آسمانی دیوتاؤں سے دعائیں مانگتے تاکہ وہ ان پر عذاب نازل نہ کریں۔

اس دور میں مضبوط حکومتوں کے قیام کی وجہ بھی لوگوں کے مذہبی تصورات ہی ہیں۔ آسمانی دیوتاؤں کو غیر معمولی اہمیت حاصل ہونے ہی عیار حکمرانوں نے اپنے آپ کو ان کے ساتھ وابستہ کر لیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے زمانے میں بادشاہ کو "ننار" دیوتا کا نائب سمجھا جاتا تھا اور اس لحاظ سے خود بادشاہ بھی ایک بہت بڑا دیوتا تھا۔ عوام کو یہ تصور دیا گیا تھا کہ بادشاہ کو اقتدار اس لیے حاصل ہوا ہے۔ کہ ننار نے عملاً امور دنیا اس کے حوالے کر دیے ہیں۔ نمرود کا دعویٰ خدائی اسی بنیاد پر تھا۔ اور عوام اس کی اطاعت کرنا مذہبی فریضہ سمجھتے تھے۔ اس عقیدہ کے بادشاہوں کو وسیع اختیارات کا مالک بنا دیا اور مضبوط حکومتوں کے قیام کے لیے فضا سازگار کر دی۔

حمورابی کا قانون ۱۹۰۱-۲ء میں سوسہ کی کھدائی کے دوران ½۷ فٹ لمبا اور ۲ فٹ چوڑا ایک پتھر برآمد ہوا جس پر حمورابی کا مجموعہ قوانین درج تھا۔ مورخین کا خیال ہے کہ شاید دنیا کی تاریخ میں قدیم ترین مجموعہ قوانین ہے مرتب شکل میں نافذ کیا گیا تھا۔ اس کی کل دفعات ۲۸۲ بتائی جاتی ہیں۔ جن میں سے ۳۵ کسی عیلامی بادشاہ نے مٹا دی تھیں۔ اس پتھر سے نہ صرف حمورابی کے قوانین ملتے ہیں۔ بلکہ اس کے عہد کے تصور بادشاہت پر بھی روشنی پڑتی ہے اور پتہ چلتا ہے کہ بادشاہی اختیارات کی سند دیوتاؤں کی رضا ہوتی تھی۔ اور بادشاہ عوام کی فلاح و بہبود کے کام کو اپنی ذمہ داری سمجھتا تھا۔ لیکن اس ذمہ داری کے لیے وہ صرف دیوتاؤں ہی کے سامنے جوابدہ تھا چنانچہ کتبہ حمورابی کے رفاہی کاموں کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ اور ان تمام نیکیوں کو دیوتاؤں کی رضا موجب قرار دیتا ہے۔

حمورابی کے قوانین میں کمہار، درزی، معمار، ملاح اور ڈاکٹر کی کم سے کم اجرت مقرر کر دی گئی تھی اور بیگار کو سختی سے منع کر دیا گیا تھا۔ میاں بیوی اور آقا و غلام کے باہمی حقوق و فرائض متعین کیے گئے تھے۔ تاجروں کی حدود اور باغبانوں اور گڈریوں کے فرائض و حقوق بھی متعین کیے گئے تھے۔ غرضیکہ ہر طبقہ کے حقوق حفاظت کی جاتی تھی۔ زنا اور بے حیائی کے لیے سخت ترین قوانین موجود تھے۔ بدکار مرد اور عورت دونوں کو پانی میں ڈبو دیا جاتا تھا۔ ایک پجاری عورت اگر شراب کی دکان پر چلی جائے تو اسے زندہ جلا دیا جاتا تھا۔ اس مجموعہ قانون کی بہت سی دفعات توریت کے ساتھ مشابہت رکھتی ہیں۔ اس لیے مولانا سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے کہ حمورابی حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت سے کم سے کم متاثر ضرور تھا۔

طرز تحریر اور علم و ادب اہل بابل ۳۰۰۰ ق۔م میں بھی لکھنا جانتے تھے۔ ان کے پاس کاغذ نہ تھا۔ لیکن وہ مٹی کی سلوں پر کتابیں تک مرتب کرتے تھے۔ ان کا طرز تحریر نہایت پیچیدہ تھا وہ ۳۰۰ سے ۵۰۰ تک حروف تہجی استعمال کرتے تھے۔ ان کے حروف مخروطی شکل کی لکیروں کو خاص

Marfat.com

ترتیب میں جوڑنے سے بنتے تھے۔ اس "پیکانی خط" کا ایک نمونہ حسب ذیل ہے۔

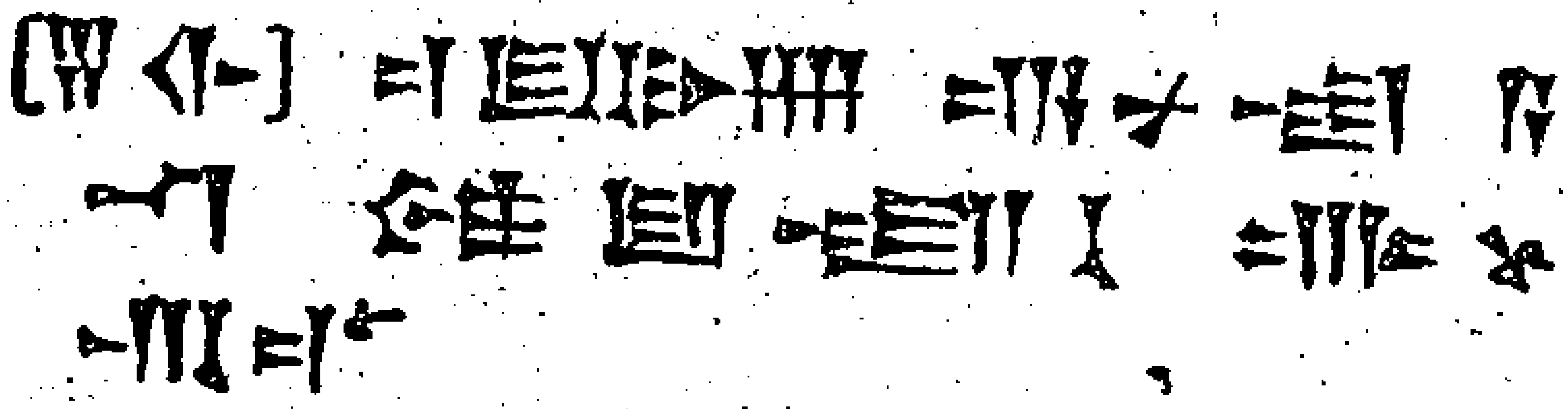

بابل میں علم وادب کی سربراہی مذہبی طبقہ کرتا تھا چنانچہ شاعری میں دیوتاؤں کی شان میں نعتیں اور رزمیہ نظمیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ اگرچہ عشقیہ غزلیں لکھی جاتی تھیں۔ لیکن مذہبی طبقہ انہیں غیر اخلاقی قرار دے کر ان پر قدغن لگانے کی کوشش کرتا رہتا تھا۔ تاہم موسیقی شاہی دربار کا لازمہ بن چکی تھی۔ اس لیے اس صنف کو مکمل طور پر ختم کرنا ان کے بس سے باہر تھا۔ نثر میں تخلیق کائنات، نظام کائنات انسان کا مقصد زندگی اور اسی نوع کے دقیق مسائل موضوع بحث رہے۔

فنون اور سائنسی معلومات

اہل بابل پکی اینٹ کا استعمال سیکھ گئے تھے۔ نپور (NIPPUR) کا مینار اور برج بابل ان کے فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ ہیں وہ عمارت کو مضبوط بنانے کے لیے لکڑی بھی دیواروں میں چنتے تھے۔ ان کی تعمیر کردہ عمارات سادہ اور مضبوط ہوتی تھیں اب تک کوئی ایسا نشان نہیں ملا جس سے معلوم ہو کہ وہ دیواروں پر نقش ونگار بھی کرتے تھے۔ اپنے مشرکانہ عقائد کی وجہ سے فن بت تراشی میں وہ ماہر تھے، دیوتاؤں کے علاوہ عظیم بادشاہوں کے بت بھی بناتے تھے۔ پرندوں اور جانوروں کے بت محض خوبصورتی کے لیے بنائے جاتے تھے، فن مصوری میں بھی وہ مہارت رکھتے تھے۔ ان کے یہاں مہریں بھی بنائی جاتی تھیں، جو نہ صرف سرکاری فرامین جاری کرنے کے لیے استعمال ہوتی تھیں بلکہ اعزاز کے طور پر امراء کو بھی دی جاتی تھیں، مہر یافتہ امراء کو خاص اختیارات حاصل ہوتے تھے۔

علم فلکیات میں ان کی دلچسپی مذہبی وجوہات سے تھی، ۲۲۵ فٹ بلند برج بابل جو سات منازل پر مشتمل تھا سیاروں کی حرکات وسکنات کا مطالعہ کرنے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس برج کے مختلف منازل مختلف سیاروں کے نام پر تھیں اور ان کے رنگ بھی مختلف تھے اہل بابل نے ستاروں اور سیاروں کے درمیان امتیاز کر کے زمانہ وسیع کر دیا تھا۔ انہوں نے گرہن کے حسابات لگا لیے تھے۔ دھوپ گھڑی کی ایجاد ان کا ایک اور کارنامہ ہے انہوں نے وقت کی اکائیاں مقرر کیں اور سیکنڈ، منٹ گھنٹے، دن، مہینے اور سال کے تقرر کا وہی حساب مقرر کیا جو آج تک چل رہا ہے۔ ہفتہ سات دنوں پر مشتمل اس لیے قرار دیا گیا تھا کہ ان کے نزدیک سات ستارے باری باری اپنے اثرات چھوڑتے تھے۔ انہوں نے لمبائی اور وزن کی اکائیاں بھی بنائیں جو موجودہ اعشاری نظام سے مشابہ تھیں۔ وہ علم ریاضی کے مبادیات سے بھی واقف تھے۔ موسیقی کے آلات بھی انہوں نے ایجاد کر لیے تھے۔

Marfat.com

الفضہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے ہزاروں سال پیشتر دجلہ و فرات کی وادی مہذب اور ترقی یافتہ شمار ہوتی تھی۔

(ب) یہودیت

بنی اسرائیل بنی اسرائیل حضرت نوح کے بیٹے سام کی نسل سے تھے، ان کے جد امجد حضرت ابراہیم علیہ السلام تھے جو ۲۱۶۰ ق م کے قریب عور میں پیدا ہوئے جو دجلہ و فرات کی وادی کا سیاسی مرکز تھا، ان کی قوم بت پرست تھی اور ان کا باپ بت گر تھا، انہوں نے توحید کی دعوت پورے زور سے پیش کی لیکن نمرود نے دلائل سے بات سننے کی بجائے آپ کو آگ میں ڈالنے کا حکم دیا خداوند قدوس کے حکم سے آگ نے آپؑ کو کوئی نقصان نہ پہنچایا اور آپ اس قوم کی اصلاح سے مایوس ہو کر فلسطین جا آباد ہوئے۔ حضرت ابراہیمؑ کے دو بیٹے تھے حضرت اسمٰعیلؑ اور حضرت اسحاقؑ، حضرت اسمٰعیلؑ کو خدا کے حکم سے عرب میں آباد کیا گیا اور خانہ کعبہ کی خدمت ان کے سپرد ہوئی قریش بلکہ انہی کی اولاد سے تھے حضرت اسحاقؑ فلسطین ہی میں رہے ان کے بیٹے حضرت یعقوبؑ کا لقب اسرائیل تھا بنی اسرائیل دراصل انہی کی اولاد تھے ان کے بڑے لڑکے یہودہ کے نام سے لوگ یہودی بھی کہلائے۔

ورود مصر بنی اسرائیل کے مصر میں وارد ہونے کا سبب یہ ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے حسد کی وجہ سے باپ سے جدا کر دیا اور وہ غلام کی حیثیت سے بکتے بکاتے مصر پہنچے مصر میں خدا کے عطا کردہ علم تعبیر کی وجہ سے ان کو سلطنت کا مختار کل بننے کا موقع ملا۔ ان کے زمانہ اقتدار میں مصر اور بلاد عرب و فلسطین میں زبردست قحط پڑا۔ لیکن آپ نے خدائی ہدایات کے مطابق غلہ کا کافی سٹاک جمع کر رکھا تھا اس سے نہ صرف مصری عوام کو قحط سے بچایا گیا بلکہ فلسطین و عرب کے بھوکے عوام بھی مستفید ہوئے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کو جب معلوم ہوا کہ مصر کا 'عزیز' ان کا وہ چہیتا فرزند ہے جو کبھی ان سے جدا کر دیا گیا تھا تو وہ اہل و عیال سمیت مصر چلے گئے اور حضرت یوسف علیہ السلام کے ایما پر وہیں آباد ہو گئے۔ اس دور اقتدار میں بنی اسرائیل خوب پھلے پھولے حضرت یوسف علیہ السلام نے عام مصریوں کو بھی دین حق قبول کرنے پر آمادہ کر لیا تھا اس لیے ان کی بھی ایک کثیر تعداد بنی اسرائیل ہی میں جذب ہو گئی۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا دور جب تک عربی النسل بادشاہ تخت مصر پر متمکن رہے بنی اسرائیل کو عزت و اقتدار حاصل رہا۔ لیکن قبطی النسل عوام میں قوم پرستی کی تحریک پیدا ہو گئی اور بالآخر انہوں نے حکومت کا تختہ الٹ کر قبطی حکومت کی بنیاد ڈالی فراعنہ مصر نے نہ صرف عربوں کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا بلکہ اسرائیل کو بھی ملیا میٹ کر دینے کی پالیسی پر عمل کیا۔

چنانچہ اسرائیلیوں سے بیگار لیا جاتا تھا ان کو ادنیٰ خدمات کے لیے وقف کر دیا گیا تھا وہ معاشرے کا سب سے نچلا طبقہ سمجھے جانے لگے تھے اس پر بھی فراعنہ کا جوشِ انتقام ٹھنڈا نہ ہوا تو انہوں نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل کے لڑکے قتل کر دیے جائیں اور لڑکیاں زندہ رکھی جائیں تاکہ آہستہ آہستہ اسرائیلی نسل ختم ہو جائے اور قبطی نسل غالب آجائے یہ وہ حالات تھے جن میں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو مبعوث فرمایا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو دینِ حق کی دعوت دی لیکن اس نے آپ کے معجزات کو جادو قرار دیا اور جادوگروں کو آپ کا مقابلہ کرنے کے لیے بلایا جب خود جادوگروں نے آپ کے نبی برحق ہونے کا اقرار کیا۔ تو اس نے تشدد شروع کر دیا یہاں تک کہ خداوند تبارک و تعالیٰ نے اسے مع لاؤ لشکر کے غرقِ دریا کر دیا اور حضرت موسیٰؑ ۶ لاکھ بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے میں کامیاب ہو گئے یہ واقعہ ۱۳۹۱ء ق م کا بیان کیا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل کو فلسطین فتح کرنے کا حکم دیا لیکن ان کی نافرمانی اور کج بحثی کی سزا انہیں یہ ملی کہ وہ چالیس سال تک دشتِ تیہہ کی خاک چھانتے رہے اور فلسطین فتح نہ کر سکے۔

دورِ اقتدار

جب خداوند کی طرف سے سزا کا عرصہ ختم ہو گیا، دورِ غلامی کے یہودی فوت ہو گئے اور نئی نسل پیدا ہوئی جو ان سے زیادہ جرأت مند اور باطل سے کم متاثر تھی تو حضرت یوشعؑ کی قیادت میں انہوں نے فلسطین فتح کر لیا چونکہ ان میں اتحاد کا فقدان تھا۔ اس لیے انہوں نے ملک کو بارہ قبائل میں تقسیم کر لیا قریباً پانچ صدیوں تک حضرت یوشعؑ کے خلفا جو قاضی کہلاتے تھے بنو اسرائیل پر حکومت کرتے رہے۔ اس دوران میں وہ اہلِ کنعان سے برسرِ پیکار رہے لیکن جب ان سے شکست کھاتے تھے۔ تو دل برداشتہ ہو کر دینِ حق ہی سے انکار کر ڈالتے تھے بالآخر انہوں نے حضرت سموئیل سے مطالبہ کیا کہ ان کا بھی کوئی بادشاہ مقرر کر دیا جائے۔ آپ نے حکمِ ربانی سے ۱۰۵۰ء ق م میں طالوت کو بادشاہ مقرر فرما دیا طالوت نے جو جسمانی قوت اور ذہنی صلاحیتوں میں ممتاز تھا اسرائیل کے پرانے دشمنوں کو مار بھگایا اور حضرت داؤد علیہ السلام نے بہت بڑے دشمن جالوت کو قتل کر دیا اس سے خوش ہو کر طالوت نے آپ کو اپنا داماد بنا لیا طالوت کے بعد تختِ حکومت حضرت داؤد ہی کے حوالے ہوا۔ جو پیغمبر بھی تھے اور بادشاہ بھی آپ کا عرصہ حکومت ۱۰۰۴ء ق م سے ۹۶۵ء ق م تک ہے آپ نے اپنے عہدِ حکومت میں یروشلم کی ازسرِ نو تعمیر کی اور سلطنت کو ترقی دے کر دشمنوں کو مرعوب کر دیا۔

بنی اسرائیل کا دورِ کمال حضرت سلیمانؑ کا عہدِ حکومت ہے آپ حضرت داؤد کے صاحبزادے اور پیغمبر بادشاہ تھے خدا تعالیٰ نے آپ کو پرندوں، جانوروں اور جنوں پر بھی کنٹرول دیا تھا۔ آپ جانوروں سے باتیں بھی کر لیتے تھے بیت المقدس اور قلعہ سلیمانی کی تعمیر آپ کے وہ کارنامے ہیں جن کی وجہ سے تمام الہامی مذاہب کے پیروکار آپ کو تا قیامت یاد رکھیں گے "تابوت سکینہ" جس میں تورات کی تختیاں رکھی ہوئی تھیں،

Marfat.com

بیت المقدس میں رکھ دیا گیا۔ آپ کا رعب وجلال اس حد تک تھا کہ ملکہ سبا نے یمن سے خود آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کیا اور بادشاہ مصر نے اپنی لڑکی کی شادی آپ سے کر کے اچھے تعلقات قائم کرنے کی کوشش کی آپ نے ۹۲۶ء ق م میں وفات پائی۔

دورِ زوال حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد بنو اسرائیل اپنا اتحاد قائم نہ رکھ سکے اور ریاست دو حصوں میں منقسم ہو گئی، سرحد شام سے بحیرہ لوط تک کا علاقہ اسرائیل کہلایا اور اس کے جنوب میں یہودیہ (جوڈیا) کی ریاست قائم ہو گئی جس میں یروشلم کا شہر بھی شامل تھا۔ یہودی جلد ہی دین حق کو فراموش کر کے شرک کا شکار ہو گئے اسرائیل میں گمراہی نسبتاً تیزی سے پھیلی نتیجۃً ۷۲۱ء ق م میں آشور کے بادشاہ سارگن دوم نے اس ریاست پر حملہ کیا اور یہاں سے دس فرقوں کو گرفتار کر کے عراق لے گیا یہی وہ دس فرقے ہیں جنہیں یہودی روایات میں دس گم شدہ قومیں قرار دیا جاتا ہے۔ یہودیہ کی سلطنت کچھ دیر مزید قائم رہی یہاں تک کہ ۵۸۶ء ق م میں بخت نصر شاہ بابل نے یہودیوں کی اس ریاست پر حملہ کیا اس نے مسجد بیت المقدس کو برباد کر دیا تین سرداروں اور دس ہزار عوام کو بابل لے گیا جہاں یہ پچاس سال تک اسیر رہے۔ بالآخر ۵۳۶ء ق م میں ایران کے بادشاہ کیخسرو نے بابل فتح کیا تو یہ یہودی قید سے رہا ہوئے۔

اس کے بعد یہودی کبھی بھی آزاد ریاست قائم نہ کر سکے جلد ہی یونانیوں نے سکندر اعظم کی قیادت میں ان پر حملہ کیا اور انہیں اپنا محکوم بنا لیا اس کے بعد مصریوں کی باری آئی اور وہ ان کے آقا بنے انہوں نے یہودی قوت کے خاتمے کے لیے ایک لاکھ یہودیوں کو فلسطین سے نکال کر مصر میں آباد کیا مصریوں کے بعد شامیوں کا اقتدار فلسطین پر قائم ہو گیا اور شام کے بادشاہ انیٹوکس نے ۱۶۸ء ق م میں ۴۰ ہزار یہودیوں کو قتل کیا اور بہت سوں کو غلام بنا لیا۔ ۱۶۷ء ق م میں یہودیوں نے بغاوت کی تو شامیوں نے سبت کے دن جو یہودیوں کا مقدس دن تھا قتل عام کیا اور یروشلم کو آگ لگا دی اور بیت المقدس کو مندر میں تبدیل کر دیا گیا۔

تاہم یہودیوں نے رومیوں کی شہ پر شامیوں سے آزادی حاصل کر لی لیکن رومیوں کے باجگذار کی حیثیت سے رہنے لگے ۴ء ق م میں آخری یہودی بادشاہ فوت ہو گیا چند سال تک بدنظمی رہی اور ۶ء میں اس کو باقاعدہ رومی سلطنت کا ایک صوبہ قرار دیا گیا اسی دوران میں حضرت عیسٰی علیہ السلام کی ولادت ہوئی اور انہوں نے اپنی دعوت پیش کی جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

یہودیوں کے مذہبی اعتقادات بنی اسرائیل وہ بدبخت قوم ہے جس میں بے شمار پیغمبر مبعوث ہوئے لیکن اس نے اپنی کجروی سے ہمیشہ راہ ہدایت سے روگردانی کی تاہم پیغمبروں کے تواتر کی وجہ سے ان کے مذہبی عقائد مسلمانوں سے ملتے جلتے ہیں اگرچہ اب انہوں نے ان میں تحریف کر لی ہوئی ہے وہ خدائے واحد کو مانتے ہیں الہامی کتابوں پر بھی وہ ایمان رکھتے ہیں روزِ

آخرت بھی ان کے عقائد میں شامل ہے۔ فرشتوں پر بھی ایمان رکھتے ہیں نمازیں ان کے یہاں تین ہیں جن میں سے صبح کی نماز وہ خاص لباس میں ملبوس ہو کر پڑھتے ہیں۔ ہفتے کا دن ان کے لیے خاص تقدس کا حامل ہے روزہ کا تصور بھی ان کے ہاں موجود ہے۔ اجتماعیت کا تصور بھی ان کے مذہبی معتقدات میں شامل ہے۔ ملکی قوانین کے بارے میں بھی ان کے پاس ہدایات موجود ہیں، غرضیکہ اپنی اصل کے اعتبار سے وہ اسلام ہی کا پرانا ایڈیشن ہے۔

اخلاقی و مذہبی تنزل اس قوم کی کا المیہ یہ ہے کہ یہ ہمیشہ سے کج روی کا شکار رہی ہے۔ پیغمبروں کی تعلیمات کو سمجھ کر ان پر نیک نیتی سے عمل کرنے کی بجائے انہوں نے قیل و قال اور کیڑے نکالنے کا طریقہ اختیار کیا۔ حضرت موسیٰؑ کے عہد میں ان پر بے شمار نعمتیں نازل ہوئیں۔ لیکن انہوں نے من وسلویٰ کی بجائے مسور کی دال اور پیاز و لہسن کا مطالبہ کیا، حضرت موسیٰ خدا تعالیٰ سے ہدایات لینے کوہ طور پر گئے تو انہوں نے بچھڑے کی پوجا شروع کردی۔ فلسطین فتح کرنے کا وقت آیا تو انہوں نے کہا اے موسیٰ تم اور تمہارا خدا دونوں لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں —— خدا کی بجائے بتوں کی پوجا کی خواہش ان میں ہمیشہ بنتی رہی کتاب اللہ کو نظر انداز کرنے کا یہ حال تھا کہ جب بخت نصر شاہ بابل نے بیت المقدس پر حملہ کیا تو یہ توریت کی تختیوں کو پہچانتے تک نہ تھے ان کے مذہبی سربراہ ہمیشہ حسب خواہش کتاب اللہ میں تحریف کرتے رہے انہوں نے کبھی بھی خدائی احکام لوگوں کے سامنے بیان نہ کیے جب یہ توریت کو ضائع کر بیٹھے تو حضرت عزیر علیہ السلام نے خدائی علم کی بنیاد پر اس کو دوبارہ لکھ کر انہیں دے دیا۔ اس بنا پر انہوں نے انہیں خدا کا بیٹا قرار دے دیا۔ یہودیوں کا عقیدہ ہے کہ وہ خدا کے چہیتے ہیں۔ اور اول تو قیامت کے دن ان سے حساب لیا ہی نہیں جائے گا اور اگر ایسا ہوا بھی تو دوزخ کی آگ چند روز سے زیادہ انہیں نہیں چھوئے گی انہیں ہمیشہ گمراہی کی طرف لے جاتا رہا۔ جو عملی گمراہیاں ان میں پیدا ہوئیں ان کا جواز پیدا کرنے کے لیے انہوں نے پیغمبروں کی طرف وہی کمزوریاں منسوب کرنی شروع کردیں الغرض انہوں نے پورے دین حق کو اپنی خواہشات کے مطابق بدل ڈالا۔ اور اسے رسوم و رواج کا ایک پیچیدہ مجموعہ بنا کر رکھ دیا۔ دین حق کے ساتھ یہ سلوک کرنے کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ ان پر خدا کا غضب نازل ہوا۔ اور وہ دنیا میں ذلیل ترین قوم بنا ڈالے گئے۔

باایں ہمہ انسانی تہذیب و تمدن کی ترقی میں بنی اسرائیل کے پیغمبروں نے بہت اہم حصہ لیا ہے اور تاریخ انسانی اس قوم کی تاریخ کے بغیر ناقص رہ جاتی ہے۔

(ج) عیسائیت

حضرت عیسیٰ علیہ السلام عیسائیت حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے نام سے منسوب ہے حضرت

Marfat.com

عیسیٰ علیہ السلام سنہ ۴ ق م میں یروشلم کے ایک نواحی گاؤں میں پیدا ہوئے آپ کی ولادت ایک معجزہ تھی کیونکہ آپ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے یہودیوں نے اسی وجہ سے آپ کی والدہ محترمہ حضرت مریمؑ پر تہمت لگائی اور آپ کو نعوذ باللہ زنا کا نتیجہ قرار دیا اللہ تعالیٰ نے حضرت مریمؑ کو حکم دیا کہ جب لوگ حضرت عیسیٰؑ کی پیدائش کے بارے میں سوال کریں تو تم صرف یہ کہہ دو کہ یہ بچہ خود سب کچھ بتائے گا چنانچہ جب حضرت مریمؑ سے استفسار کیا گیا تو اللہ تعالیٰ کے حکم سے یہ نوزائیدہ بچہ خود بول پڑا کہ میں "مسیح ابن مریم ہوں اور خدا کی طرف سے کتاب اور ہدایت دے کر تمہاری طرف بھیجا گیا ہوں" اس پر طعنہ زنوں کی زبانیں بند ہو گئیں۔ توریت میں آپ کے اسی طرح ظہور کی پیشین گوئی موجود تھی اس کے باوجود یہودی اپنی پرانی عادت کے مطابق آپ کے بھی دشمن بن گئے چنانچہ حضرت مریمؑ کو آپ کی حفاظت کے لیے کسی محفوظ مقام پر چلے جانا پڑا۔

تیس سال کی عمر میں آپ نے لوگوں کو قبول حق کی دعوت دی۔ یہودی نافرمانی کے عادی ہو چکے تھے۔ انہوں نے آپ کی شدید مخالفت کی، بالخصوص ان کے مذہبی سربراہوں نے آپ کو ہر طرح سے ناکام بنانے کی کوشش کی، چنانچہ آپ ان سے مایوس ہو کر غربا (حواریوں) کی طرف متوجہ ہوئے اور انہیں حق کی طرف بلایا اور ان میں سے بہت سے ان پر ایمان لے آئے۔ لیکن یہودی علماء نے آپ کو حکومتِ وقت کا باغی اور خطرناک قرار دے کر گرفتار کروایا اور رومی گورنر سے آپ کو صلیب پر چڑھانے کی سفارش کی ان مذہبی پروہتوں کی بدطینتی کی انتہا کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ آپ کے ساتھ ایک مشہور ڈاکو کو بھی صلیب کا حکم سنایا گیا تھا۔ رومی گورنر نے کسی مذہبی تہوار کی خوشی میں دونوں میں سے ایک کو رہا کر دینے کا ارادہ کیا تو یہودی علما نے ڈاکو کو رہا کرنے اور آپ کو صلیب پر چڑھا دینے کا مشورہ دیا۔ قرآن پاک کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اٹھا لیا۔ اور وہ یہودیوں کے ہاتھوں قتل نہیں ہوئے۔ خود عیسائی روایات بھی کسی ایک بیان پر متفق نہیں ہیں۔

اناجیل

موجودہ عیسائیت کی بنیاد بائبل یا انجیل مقدس پر ہے۔ انجیل حضرت عیسیٰؑ کے زمانے کے کافی دیر بعد لکھی گئی اور چونکہ چار مختلف اشخاص نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے اقوال کو جمع کیا اس لیے اناجیل کی تعداد بھی چار ہی ہے جو ایک دوسری سے کافی حد تک مختلف ہیں۔ مرقس کی انجیل جو سب سے پہلے تحریر کی گئی وہ سنہ ۶۵ء کے بعد کی تصنیف ہے۔ اس کے آخر کی بارہ آیات کا اضافہ دوسری صدی عیسوی میں ہوا ہے۔ متی کی انجیل سنہ ۸۰ء اور سنہ ۱۰۰ء کے درمیان کسی وقت تصنیف ہوئی اس کے ماخذ وہیں حضرت عیسیٰ کے ایک حواری متی کی کچھ روایات اور مرقس کی انجیل تیسری انجیل ایک یونانی عیسائی لوقا کے نام سے موسوم ہے۔ پہلی صدی عیسوی کے اواخر میں اس کی تصنیف ہوئی۔ اس میں یونانی طرز فکر کی جھلکیاں اس کے مصنف کے غیر یہودی ہونے کی وجہ سے ہیں۔ یوحنا کی انجیل غالباً سب سے آخر میں

Marfat.com

تصنیف ہوئی ہے۔

ان اناجیل کے بارے میں یہ بات قابل ذکر ہے کہ ان میں صرف الہامی کلام ہی بیان نہیں ہوا ہے بلکہ حضرت عیسٰی کے اقوال ان کی سیرت اور مصنفین کے تبصرے ساتھ ساتھ چلتے ہیں اور ان مختلف اجزائے ترکیبی کے درمیان امتیاز کا کوئی ذریعہ نہیں ہے نیز حضرت عیسٰی علیہ السلام کے اقوال بھی بالمعنی روایت کیے گئے ہیں جن میں سمجھنے والے کے فہم اور یادداشت کی وجہ سے ردوبدل کا کافی امکان ہے نیز اکثر اناجیل عبرانی زبان کی بجائے لاطینی میں لکھی گئیں اس لیے ان کے مطالب محفوظ طریقے سے دوسری زبان میں منتقل نہ ہو سکے۔ بایں ہمہ یہ اناجیل بھی مختلف زبانوں میں تحریف کا شکار ہوتی رہیں یہاں تک کہ آج مختلف فرقوں کی اناجیل ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

اصول

عیسائیت کی بنیاد عام طور پر پہاڑی کے وعظ پر رکھی جاتی ہے اخوت و محبت اور نرمی و نرم دلی کے جو تصورات اس میں بیان کیے گئے اس کے پیش نظر اس کا ایک اقتباس ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

"تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت لیکن میں تم سے کہتا ہوں کہ تم شریر کا مقابلہ نہ کرو بلکہ جو کوئی تیرے داہنے گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے اور جو کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کرتہ لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لینے دے اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے تو اس کے ساتھ دو کوس چلا جا..... تم سن چکے ہو کہ کہا گیا تھا کہ اپنے پڑوسی سے محبت رکھو اور اپنے دشمن سے عداوت مگر میں کہتا ہوں کہ اپنے دشمن سے محبت رکھو۔ جو تم پر لعنت کریں ان کے لیے برکت چاہو، جو تم سے نفرت کریں ان سے اچھا سلوک کرو جو تمہیں ذلیل کریں اور تمہیں ستائیں ان کے لیے دعا مانگو" (متی ۵ : ۳۸ - ۴۴)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نے نرمی، برداشت، عفو اور تحمل کا درس دیا ہے اور مظلومیت کی زندگی پر رضامندی کی ترغیب دی ہے۔ بعض دوسری روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسٰیؑ نے ترک دنیا کو نجات کا واحد ذریعہ قرار دیا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ:

"میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ دولت مند کا آسمان کی بادشاہت میں داخل ہونا مشکل ہے۔ اور پھر تم سے کہتا ہوں کہ اونٹ کا سوئی کے ناکے سے نکل جانا آسان ہے بہ نسبت اس کے کہ دولت مند خدا کی بادشاہت میں داخل ہو" (متی ۱۹ : ۲۳ - ۲۴)

عیسائیت میں دین اور دنیا کو ایک دوسرے سے بالکل الگ کیا گیا ہے اور دونوں کے درمیان اتصال ناممکن العمل قرار دیا گیا ہے۔ عیسائیت کا اپنا کوئی ضابطہ حیات نہیں ہے محض کچھ اخلاقی اصول ہیں جو دے دیے گئے ہیں دراصل واقعہ یہ ہے کہ حضرت عیسٰیؑ کو تمام دنیا اور تمام اقوام کے لیے نہیں بلکہ صرف یہود کے

Marfat.com

لیے پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا، چونکہ ان کے پاس ضابطہ قانون و معاشرت توریت کی شکل میں موجود تھا۔ صرف اخلاقیات کے بارے میں ان میں کمزوریاں تھیں اس لیے حضرت عیسیٰ نے تکمیل اخلاق پر زور دیا حضرت عیسیٰ نے خود واضح کر دیا تھا کہ "یہ نہ سمجھو کہ میں تورات کو منسوخ کرنے آیا ہوں بلکہ پورا کرنے آیا ہوں۔ (متی ۵: ۱۷)

حضرت عیسیٰؑ کی تعلیمات میں نرمی و درگزر کی جو تعلیم ملتی ہے وہ بظاہر اسلام کے تصور جہاد سے متصادم ہے۔ لیکن ذرا غور سے دیکھا جائے تو یہ حقیقت منکشف ہو جائے گی کہ حضرت عیسیٰؑ کے پاس اتنی قوت جمع کبھی نہیں ہوئی تھی کہ وہ مسلح مدافعت کر سکیں، چنانچہ جس طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں مسلمانوں کو جہاد کی بجائے درگزر کی ترغیب دی اسی طرح حضرت عیسیٰؑ نے اپنے پیروکاروں کو نرمی کا درس دیا جس کو روایات کے مبالغے نے رہبانیت کی شکل دے دی۔

سینٹ پال کی تعلیمات

مسیحیت کی وسیع اشاعت میں سینٹ پال کی کوششوں کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہے۔ وہ مسیحؑ کی زندگی میں آپ کا مخالف تھا بلکہ آپ کے چھ برس بعد تک بھی وہ عیسائیت کا مخالف رہا پھر یکایک مسیحیت کی طرف راغب ہو گیا اور اس نے عیسائیت کے اصولوں میں حسب خواہش تحریف کر کے ان کی اشاعت عام کی اس نے حضرت عیسیٰؑ کی صحبت سے فیض حاصل نہ کیا تھا اس لیے اس نے مسیحیت کو حضرت موسیٰؑ کی شریعت سے الگ کر ڈالا عیسائی مذہب جو کہ صرف یہود کے لیے نازل ہوا تھا اور دراصل حضرت موسیٰ کی شریعت کی تکمیل کے لیے آیا تھا تمام اقوام کے لیے قرار دیا گیا چنانچہ غیر اسرائیلی اقوام شریعت موسوی کی پیروی کیے بغیر عیسائی مذہب میں شامل ہو گئیں۔ سینٹ پال نے یہودیوں کے لیے بھی شریعت کی پیروی غیر ضروری قرار دی اور انہیں شریعت کی غلامی سے نکلنے پر اکسایا۔ نتیجۃً عیسائیت ہی کو جو دراصل چند اخلاقی اصولوں کا مجموعہ تھی نظام حیات قرار دیا گیا عیسائیت نے ترک دنیا، صلح و آشتی اور ظلم کو برداشت کرنے کی تعلیم دی تھی کسی ریاست کا نظام چلانا ناممکن تھا عیسائی دنیاوی معاملات کو سنبھالنے پر مجبور تھے۔ چنانچہ انہوں نے دنیاوی معاملات کو سراسر گناہ قرار دے کر عقیدہ "کفارہ" ایجاد کیا اور اعلان کیا کہ خداوند نے اپنے بیٹے کو صلیب پر چڑھا کر سب عیسائیوں کے گناہوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔ اس لیے تمام عیسائی دنیا میں جو کچھ بھی کریں ان کے لیے بخشش لازمی ہے۔

پال کا نہ وہ تھا جب حضرت عیسیٰ کے مخلص حواریوں کا ایک گروہ ابھی تک تبلیغ دین کر رہا تھا انہوں نے پال کی ان تحریفات کی مخالفت کی لیکن پال اور اس کے شاگردوں نے ان کی تکفیر کر دی اور عددی اکثریت کی وجہ سے اپنے مسالک کو غالب کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ اس سلسلے میں پطرس (Peter) جیسا مخلص حواری بھی ان کے عتاب سے نہ بچ سکا۔

عقیدہ تثلیث

عقیدہ تثلیث کی ابتدا پال کے اس عقیدہ سے ہوئی کہ حضرت مسیح ابن اللہ ہیں اور واقعہ رفع کے وقت فعل رفع کے ذریعہ سے یسوع پورے اختیارات کے

Marfat.com

ساتھ ابن اللہ کے مرتبہ پر اعلانیہ فائز کیا گیا، تاہم وہ مسیح کو قطعی طور پر اللہ کہنے سے باز رہا۔ ۳۲۵ء کی کونسل میں الوہیت مسیح پر زبردست بحث ہوئی اور بالآخر سرکاری طور پر مسیح کی الوہیت کو تسلیم کر لیا گیا اس کونسل میں روح القدس کو بھی اللہ کا درجہ دیا گیا بعض گروہوں نے اس عقیدہ کو ماننے سے انکار کر دیا لیکن سرکاری سرپرستی اور قوت کے استعمال کے ذریعے سے فرقہ تثلیثیہ غالب آیا اس فرقہ کے اصول دین کا ترجمہ حسب ذیل ہے:۔

"ہم ایمان لائے ایک خدا قدرت والے باپ پر جو ظاہر اور پوشیدہ چیزوں کا خالق ہے اور ایک رب یسوع مسیح ابن اللہ پر جو باپ کا اکلوتا بیٹا ہے۔ عین ذات ہے، عین خدا ہے۔ مولود ہے، مخلوق نہیں باپ اور اس کا ایک جوہر ہے۔ اس کی وساطت سے تخلیق اشیاء ظہور میں آئی یعنی جو کچھ آسمان و زمین میں ہے ہم انسانوں کی نجات کے واسطے اس کا نزول و حلول ہوا، اور وہ انسان بن کر آیا۔ بتلائے بلا ہوا، و تیسرے دن پھر اٹھ کر کھڑا ہوا اور آسمان پر چڑھ گیا اور اب زندوں اور مردوں کا انصاف کرنے پھر آئے گا اور روح القدس پر۔"

جارج ولیم ناکس مصنف مضمون عیسائیت انسائیکلو پیڈیا برٹانیکا کے تبصرے کے مطابق "عقیدہ تثلیث کا فکری سانچہ یونانی ہے اور یہودی تعلیمات اس کے اندر ڈھالی گئی ہیں۔"

عیسائیوں نے تین خداؤں پر ہی اکتفا نہ کی بلکہ حضرت مریمؑ کو بھی خدا کا درجہ دے دیا چنانچہ تیسری صدی عیسوی کے آخری دور میں مصر کے بعض عیسائی علماء نے حضرت مریمؑ کے لیے "مادر خدا" کے الفاظ استعمال کرنے شروع کر دیے، کچھ دیر تک سرکاری کلیسا نے ایسے لوگوں کو فاسد العقیدہ قرار دیا لیکن ۴۳۱ء کی کونسل میں کلیسا کے نمائندوں نے حضرت مریمؑ کو "مادر خدا" تسلیم کر لیا اور "مادر خدا" کی پرستش عیسائی عوام میں اس حد تک مقبول ہوئی کہ ان کے بت کلیساؤں میں رکھے گئے اور ان کی حمایت و سرپرستی کو سب سے بڑا ذریعہ اعتماد سمجھا جانے لگا چنانچہ قیصر جسٹینین حضرت مریم کو اپنی سلطنت کا حامی و ناصر سمجھتا تھا اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمعصر قیصر ہرقل نے اپنے جھنڈے پر مادر خدا کی تصویر بنا رکھی تھی اور اسے یقین تھا کہ اس تصویر کی برکت سے یہ جھنڈا کبھی سرنگوں نہ ہوگا۔

مسیحیت کی تاریخ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں صرف چند آدمی ان پر ایمان لائے تھے لیکن ان کے باہمت معتقدین نے تبلیغ کا کام جاری رکھا اس سلسلہ میں مشہور حواری سینٹ پیٹرس (بطرس) کی خدمات خاص طور پر قابل ذکر ہیں تاہم جب تک مسیحیت کی تعلیم خالص رہی مادہ پرست یہودی اس سے اجتناب کرتے رہے لیکن جب سینٹ پال نے مخالفت کی روش ترک کر کے عیسائیت کی تبلیغ کا بیڑا اٹھایا تو لوگوں نے تیزی سے اس مذہب کو قبول کرنا شروع کر دیا پال نے شریعت کی حدود کو ساقط کر ڈالا اور مسیحی عقائد کو مجرد قبول کرنا ہی نجات کے لیے کافی قرار دے دیا مادہ پرست یہودی جو شریعت موسوی

کی حدود کو ناپسند کرتے تھے اس کی طرف راغب ہونے لگے لیکن اشاعت مسیحیت کی زیادہ رفتار یہودی قوموں میں تھی جن پر شریعت کی تمام پابندیاں ختم کردی گئیں تھیں چنانچہ ۶۰ء تک ہزاروں لوگ اس مذہب میں شامل ہوچکے تھے اور اس کے اثرات یونان، روم، شام اور فلسطین کے طول و عرض تک پھیل چکے تھے۔

ابتدائی دور میں عیسائیوں کو بھی طرح طرح کی مشکلات سے واسطہ پیش آیا ۶۴ء میں نیرو نے ان پر الزامات لگا کر ان کا صفایا کرنے کا ارادہ کیا اور سینکڑوں عیسائی مصلوب ہوئے یا زندہ جلا دیے گئے بہت سے زندہ گرفتار ہوئے اور روم کے اکھاڑوں میں وحشیانہ کھیلوں کا تختہ مشق بنائے گئے ۷۰ء میں ٹیٹوس TITUS کے زیر قیادت بیت المقدس پر چڑھائی کی گئی اور ۹۷ ہزار عیسائی مختلف طریقوں سے لقمۂ اجل بنے، غرضیکہ حکومت وقت کا یہ عتاب عیسائیوں پر اس وقت تک جاری رہا جب تک قیصر قسطنطین اعظم نے خود اس مذہب کو قبول نہیں کر لیا ۳۰۳ء میں نیکومیڈیا کے مرکزی کلیسا کو پیوند خاک کر دیا گیا اور مقدس کتابیں جلا دی گئیں ۳۰۴ء میں ہر وہ شخص واجب القتل قرار پایا جو عیسائی مذہب پر اصرار کرے انہیں دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا جاتا تھا ان کی بوٹیاں کاٹ کاٹ کر ان کے جسم پر نمک اور سرکہ لگایا جاتا تھا اس طویل دور ابتلا میں عیسائیوں نے کبھی اپنے دفاع کے لیے جنگ کی راہ اختیار نہ کی کیونکہ انہیں مظلومیت پر صبر کرنے کی تلقین کی گئی تھی اور جہاد کا تصور ان کے مذہب سے مفقود تھا حیرت کی بات یہ ہے کہ اس نازک دور میں خود عیسائی باہمی اختلافات کا شکار ہو رہے تھے نسلی بنیادوں پر یہودی و غیر یہودی (جنٹائل) ایک دوسرے سے نفرت کرتے تھے مذہبی بنیادوں پر وہ پال کے حامی (ناصرین) اور پال کے مخالفین (ابیانی اور ناسٹک) گروہوں میں بٹے ہوئے تھے۔ غیر یہودی (جنٹائلز) عیسائی ہونے کے باوجود اپنے آباؤ اجداد کے عقائد میں سے بعض کو اپنے سینے سے چمٹائے ہوئے تھے اور مصائب کا دور جہاں عام تحریکوں کو متحد کرتا ہے اس تحریک کو انتشار کا شکار کرتا جا رہا تھا۔

قسطنطین اعظم نے عیسائی مذہب قبول کیا تو یہ سرکاری مذہب بن گیا۔ اب اس مذہب کے پیروکار اہنسا کے قائل نہ تھے انہوں نے بت پرستوں پر شدید مظالم ڈھائے۔ ان کی عبادت گاہیں مسمار کر دیں ان کے علمی مراکز تباہ کر ڈالے اور مذہبی احتسابی عدالتیں (INQUISITION COURTS) قائم کیں جنہوں نے ہر کافر کو قتل کیا اور تلوار کے زور سے اپنے مذہب کو منوایا ان عدالتوں سے جو سزائیں سنائی جاتی تھیں ان میں زندہ جلا دینا، زبان کاٹ ڈالنا، مرے ہوئے شخص کی ہڈیاں نکال کر پھینک دینا اور عضو عضو کاٹ کر قتل کرنا بھی شامل تھا۔ صرف سپین میں تین لاکھ چالیس ہزار آدمی قتل کیے گئے ان میں سے ۳۲ ہزار کو زندہ آگ میں جلایا گیا خود عیسائی جو سرکاری عقائد سے انحراف کرتے تھے کافر قرار دے دیے جاتے تھے اور ایسی ہی وحشیانہ سزاؤں کے مستحق قرار پاتے تھے۔ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور تک عیسائیوں کا یہی دور چل رہا تھا اور وہ حکومت کے نشے میں بدمست اپنے مخالفین کو نشانہ ظلم و ستم بنا رہے تھے عرب کے یہودی دراصل اسی ظلم و ستم سے

Marfat.com

بھاگ کر یہاں آکر آباد ہوئے تھے اور اپنی کتب کی پیشین گوئی کے مطابق کسی نجات دہندہ کے منتظر تھے۔

بعد کے ادوار میں کلیسا مختلف حصوں میں بٹ گیا، مشرقی کلیسا جو مرکزیت اور پاپائیت کا قائل نہ تھا مختلف کلیساؤں پر مشتمل تھا اور جزیرہ نما بلقان یونان اور روس میں مقبول تھا، مغربی کلیسا رومن کیتھولک اور پروٹسٹنٹ کیمپوں میں بٹ گیا آسٹریا، فرانس اور جرمنی کے ایک حصے میں کیتھولک اکثریت میں تھے اور انگلستان ہالینڈ اور شمالی جرمنی میں پروٹسٹنٹ مذہب نے مقبولیت حاصل کر لی پروٹسٹنٹ مذہب مزید کئی ایک فرقوں میں منقسم تھا قومی چرچ بعض اوقات بین بین کی راہ اختیار کرتے تھے صنعتی انقلاب اور سائنسی ترقی کے بعد مغرب کے لوگوں نے مذہب سے بیزاری کا اظہار شروع کر دیا ہے اور اب عملاً وہ مذہبی اصولوں کو نظر انداز کر کے چلتے ہیں اگرچہ "کفارہ کا عقیدہ" اب بھی ان کو جنت کی گارنٹی دیتا ہے۔

(د) بازنطینی حکومت

قسطنطنیہ ۳۲۷ء میں قیصر روم قسطنطین اعظم نے خلیج باسفورس کے سنگھم پر نیا دار الخلافہ تعمیر کروایا جس کا نام نیا روم (NOVA ROMA) رکھا گیا تاہم یہ نام شہرت نہ پا سکا اور قیصر کے نام پر اس شہر کو قسطنطنیہ CONSTANTINOPLE کہا جانے لگا ۳۹۵ء تک سلطنت روم کے دار الخلافے سمجھے جاتے تھے لیکن جب قیصر تھیوڈسیس (THEODOSIUS) نے اپنی سلطنت اپنے بیٹوں میں تقسیم کر دی اور "نیا روم" مشرقی رومی حکومت کا پایۂ تخت قرار پایا تو بازنطینی حکومت کی بنیاد رکھی گئی اس سلطنت کا نام قدیم یونانی شہر بازنطیم BAZANTIUM کے نام سے منسوب ہے جس کی جگہ قسطنطنیہ کا نیا شہر آباد کیا گیا۔

سیاسی حالات بازنطینی حکومت "ایک مطلق العنان شہنشاہیت تھی جس کے گرد تربیت یافتہ نوکر شاہی نے گھیرا ڈال رکھا تھا" قیصر کلی اختیارات کا مالک تھا وہ چاہتا تو چشم زدن میں کسی شخص کی گردن تن سے جدا کروا دیتا اس کی ناراضگی کے نتیجہ کے طور پر بہت سے لوگ زندہ آگ میں جلا دیے جاتے یا ان کے اعضا کٹوا کر انہیں قتل کیا جاتا۔ بایں ہمہ وہ اس چیز کا مدعی تھا کہ وہ خدا کی طرف سے حکمران ہے اور اس کی رعایا اس کے سامنے سجدہ کرتی اس کے ان تمام اختیارات کو کلیسا کی طرف سے سند جواز حاصل تھی۔

بازنطینی حکومت کی تاریخ انتشار اور خانہ جنگی کی ایک لمبی تاریخ ہے ایک ہزار سال کے عرصہ میں اس ریاست میں ۶۵ مرتبہ انقلاب آیا اور کم و بیش ساٹھ بادشاہ مقتول ہوئے اور تین نے خودکشی کر کے جان دی۔ مضبوط آمریت کے نیچے کچلے ہوئے عوام کسی بھی سیاسی طالع آزما کے ساتھ مل کر بغاوت کر دیتے تھے اور بسا اوقات یہ بغاوت کامیاب ہو جاتی تھی۔ تاہم ان انقلابات سے حکومت کی روایات اور سسٹم میں

Marfat.com

کوئی تبدیلی واقع نہیں ہوئی صرف خاندان حکومت بدل جاتے تھے۔ یہاں کا مشہور بادشاہ جسٹنین (JUSTINIAN) ہے جس نے ۵۲۷ء سے ۵۶۵ء تک حکومت کی اور اپنی ملکہ تھیوڈورا THEODORA اور جرنیل بلیسیرس (BELISARIUS) کی مدد سے داخلی و خارجی خطرات کا کامیابی سے مقابلہ کیا اور اپنی حکومت کو شمالی افریقہ، اٹلی اور جنوب مشرقی سپین تک وسعت دی اور ملک کے اندر کے باغی عناصر کو سختی سے دبا دیا۔ اس نے رومن قوانین کو بھی مدون کر کے شائع کیا جن سے آج تک مہذب دنیا استفادہ کرتی ہے۔

اس حکومت کو تاریخ عالم میں اس وجہ سے اہمیت حاصل ہے کہ اس نے یورپ کو قریباً ایک ہزار سال تک ایشیائی حملوں سے بچائے رکھا نیز مغرب سے گوتھوں اور دیگر وحشی قوموں کے حملوں کے خلاف کامیاب دفاع کیا گوتھوں نے کئی بار اس سلطنت کو تاخت و تاراج کرنے کی کوشش کی لیکن ہر مرتبہ وہ اٹلی کی طرف متوجہ ہو جاتے رہے اور یہ سلطنت محفوظ رہی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں یہاں کے حکمران مارلیس کو ایک شخص فوکاس نے بڑی بے رحمی سے قتل کر دیا اور اس کے تمام خاندان کو تہ تیغ کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ خسرو پرویز شاہ ایران جو رومی حکومت پر حملہ کرنے کے لیے صرف بہانہ چاہتا تھا۔ مارلیس کا انتقام لینے کے بہانے اس سلطنت پر حملہ آور ہو گیا اور مصر اور شمالی افریقہ پر قبضہ کر کے عین قسطنطنیہ کے سامنے جا پہنچا اسی دوران میں یونانی نسل کے ہرقل نے فوکاس کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا۔ وہ کچھ دیر تک پرویز کی فوجوں سے شکست کھاتا رہا۔ لیکن آخر کار اس نے ایرانی سلطنت پر اچانک حملہ کر دیا اور پرویز کو شکست ہو گئی۔ اسی ہرقل کو مسلمانوں کے ہاتھوں ہزیمت ہوئی تھی اور اسے شام خالی کرنا پڑا تھا مسلمانوں کے خلاف اس سلطنت کا تصادم بہت طویل ثابت ہوا۔ اور مسلمان بتدریج رومیوں کی تمام ایشیائی مقبوضات پر قبضہ کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ آخر کار عثمانی ترکوں نے ۱۴۵۳ء میں قسطنطنیہ پر قبضہ کر کے اس حکومت کا خاتمہ کر ڈالا۔

معیشت بازنطینی حکومت مسلسل خارجی حملوں اور داخلی بغاوتوں کے باوجود اتنا لمبا عرصہ اس لیے قائم رہی کہ اس کی معیشت بہت مضبوط تھی۔ جب تمام دنیا میں اجناس کے باہمی تبادلہ سے تجارت ہوتی تھی اس سلطنت میں درہم و دینار رائج تھے۔ مسلمانوں کو بھی ابتدائی دور میں رومی سکے ہی استعمال کرنے پڑے تھے ملک کی عام معاشی حالت بھی بہت اچھی تھی اس کی وجہ یہ تھی کہ قدیم زمانے میں مشرق و مغرب کے درمیان تمام تجارت اسی حکومت کے ذریعے سے ہوتی تھی۔ مشرق کی مصنوعات اور زرعی پیداوار پہلے قسطنطنیہ یا مصر پہنچتی تھی۔ اور پھر یہیں سے یورپ کو مہیا کی جاتی تھی۔ اس کی وجہ سے یہاں پر ایک مضبوط تاجر طبقہ پیدا ہو چکا تھا جس پر ٹیکس حکومت کا بہت بڑا ذریعہ آمدن تھا۔ خود بازنطینی حکومت میں بھی مشرقی تہذیبوں کے زیر اثر صنعت کافی ترقی کر گئی تھی۔ اگرچہ حکومت کی غیر معمولی مداخلت

Marfat.com

کی وجہ سے صنعت اس مقام پر نہ پہنچ سکی تھی جس پر مشرقی ممالک میں پہنچی ہوئی تھی۔ مشرقی رومی حکومت کی زرعی پیداوار بھی کافی تھی اور یہ ملک معاشی طور پر خوشحال ترین ممالک میں شمار ہوتا تھا۔

مذہب

قسطنطین اعظم کے زمانے سے روم کی حکومت کا مذہب عیسائیت تھا۔ مشرقی رومی حکومت بھی اسی مذہب سے متعلق تھی لیکن یہاں کے کلیسا میں کچھ اختلاف رہتا تھا۔ یہاں کے پادری روم کے پوپ سے زیادہ قدامت پسند واقع ہوئے تھے۔ پوپ لیو سوم نے جب اصلاح کلیسا کی طرف توجہ دی اور کلیسا سے بت ہٹانے کا حکم دیا تو قسطنطنیہ کے لاٹ پادری نے اس کے خلاف شدید احتجاج کیا چنانچہ مشرقی علاقوں میں کلیساؤں میں بتوں اور تصویروں کی اجازت دے دی گئی۔ اس کے باوجود پوپ اور قسطنطنیہ کے کلیسا کے درمیان رقابت بڑھتی رہی۔ قسطنطنیہ کے پادریوں کو دارالحکومت میں رہنے کی وجہ سے جو سیاسی اقتدار حاصل تھا وہ انہیں پوپ کی اطاعت کے خلاف ابھارتا تھا۔ بالآخر ۱۰۵۴ء میں عیسائی کلیسا دو حصوں میں بٹ گیا اور قسطنطنیہ کے لاٹ پادری نے مشرقی کلیسا کی علیحدگی کا اعلان کر دیا۔

قسطنطنیہ میں شہنشاہیت اور کلیسا کی ملی بھگت قائم تھی۔ اہل کلیسا بادشاہی اختیارات کو مذہبی سند دیتے تھے اور اس کے عوض بادشاہ نے انہیں وسیع اختیارات دے رکھے تھے وہ عوام سے ٹیکس وصول کرتے تھے اور بڑی بڑی مذہبی جاگیریں بنا رہے تھے عوام جاہل اور توہم پرست تھے اور اہل کلیسا ان کی کمزوریوں کو دور کرنے کی بجائے ان سے ناجائز فائدہ اٹھا رہے تھے تعویز ٹوٹکوں کا وسیع کاروبار پادریوں کے ہاتھ میں تھا چڑھاووں کی آمدنی اس کے علاوہ تھی نوبت یہاں تک پہنچ چکی تھی کہ جب قیصر ہرقل کو خسرو پرویز شاہ ایران کا مقابلہ کرنے کے لیے پیسے کی ضرورت پیش آئی تو اس نے کلیسا سے قرض کی درخواست کی اور قسطنطنیہ کے لاٹ پادری نے سود پر یہ قرض دے دیا جس سے فوج بھرتی کر کے قیصر نے کسریٰ کا مقابلہ کیا۔

معاشرت

بازنطینی دور میں عوام اور خواص کے درمیان بہت بعد تھا۔ قیصر کو اتنا بلند خیال کیا جاتا تھا کہ عام آدمی اس کی زیارت تک نہ کر سکتا تھا۔ شاہی افسران اور کلیسا کے پادری اونچے طبقے میں شمار کیے جاتے تھے اور عوام کے حقوق ان کے ہاتھوں بری طرح پامال ہو رہے تھے۔ ان پر ہر طرح کے ٹیکس لگائے جاتے تھے اور معمولی سا شاہی عتاب یا اس کے درباریوں کی ناراضگی ان کی جان لینے کے لیے کافی ہوتی تھی۔ خود عوام توہم پرست تھے اور تعویذ ٹوٹکوں اور بھوت پریت میں ایمان رکھتے تھے۔ مذہبی طبقہ ان کی ان کمزوریوں سے خوب ناجائز فائدہ اٹھاتا تھا۔ قسطنطنیہ میں گروہ بندیاں بھی موجود تھیں جسٹنین تک کے عہد میں "بلیو" (BLUE) اور "گرین" (GREEN) کے درمیان تصادم ہوتا رہتا تھا اور اسے سختی سے اس سرکشی کو ختم کرنا پڑا تھا۔

عورت کو معاشرے میں کھلونے کی حیثیت حاصل تھی۔ جب بادشاہ شادی کرنا چاہتا تو ملک کی تمام خوبصورت عورتیں اس کے سامنے پیش ہوتیں اور وہ جس سے چاہتا شادی کر لیتا۔ دولت کی فراوانی اور ملوکانہ شاہی

Marfat.com

کے وسیع اختیارات کی وجہ سے اوپر کے طبقہ میں عیاشی بہت زیادہ تھی اور بیچاری عورت کو ہر جگہ دل بہلانا پڑتا تھا۔ تاہم بعض خواتین نے اپنے غیر معمولی اثر ورسوخ کی وجہ سے بلند مقام بھی حاصل کیا مثلاً جسٹینین کی ملکہ تھیوڈورا بہت ہی با اثر تھی اور قیصر بالعموم اس کے مشوروں کو مان لیتا تھا۔

علوم وفنون بازنطینی حکومت پرانے یونانی علوم کی امین تھی۔ قسطنطنیہ میں یونانی علوم کا بیش قیمت ذخیرہ موجود تھا رومن علوم بھی یہاں موجود تھے اور مشرقی علوم کا بھی کچھ حصہ یہاں پہنچا تھا لیکن چونکہ معاشرے کا مزاج یونانی تھا زبان اور رسم الخط کے اعتبار سے یہ لوگ پوری طرح سے یونانی ہو چکے تھے اس لیے یونانی علوم کو فوقیت حاصل تھی مسلمانوں نے یہ علوم حاصل کرنے کے لیے قسطنطنیہ ہی سے کتب منگوائی تھیں اور عباسی دار الترجمہ کے ذریعے یہ کتب مسلمانوں تک پہنچی تھیں آخری دور میں یہ علوم لائبریریوں میں بند ہو کر رہ گئے تھے اور جب ترکوں نے قسطنطنیہ پر قبضہ کیا تو یونانی علوم کو ایک مرتبہ پھر یورپ میں اشاعت ملی۔

بازنطینی فن تعمیر کافی ترقی یافتہ تھا۔ اس سلسلے میں بازنطینی معاشرہ روم کا خوشہ چین تھا۔ مخصوص عیسائی طرز تعمیر قسطنطنیہ ہی کی عمارات سے دیکھا جا سکتا ہے۔ صوفیہ (SOPHIA) کا کلیسا اس کا ایک واضح نمونہ ہے، اس کی ابتدائی تعمیر قسطنطین اعظم ہی کے ہاتھوں ہوئی تھی لیکن خانہ جنگی کے دوران اس کی عمارت کو نقصان پہنچا تو جسٹینین نے از سر نو تعمیر کروایا۔ اور اس کے اوپر ایک بہت بڑی صلیب نصب کروائی جس کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ یہ وہی صلیب ہے جس پر حضرت عیسیٰؑ کو چڑھایا گیا تھا۔ گرجا کی دیواروں پر سونے کا خول چڑھایا گیا تھا۔ شیشے کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے بھی دیواروں میں لگائے گئے تھے چنانچہ جب سورج کی شعاعیں ان پر پڑتی تھیں تو ان کی چمک سے عجیب منظر پیدا ہوتا تھا ان ٹکڑوں پر بھی مختلف قسم کی تصاویر بنی ہوئی تھیں۔

شاہی محلات اور اعلیٰ سرکاری افسروں کے مکانات بھی فن تعمیر کا اعلیٰ نمونہ تھے محلات میں باغات لگائے جاتے تھے دیواروں پر نقش ونگار کیا جاتا تھا جنگوں اور کھیلوں کے مقابلوں کی تصاویر بنائی جاتیں اور محض خوبصورتی کے لیے جانوروں اور پرندوں کی تصاویر بنائی جاتی تھیں۔ الغرض پینٹنگ کا فن خاصہ ترقی یافتہ تھا۔ موسیقی کا فن بھی نقطہ کمال کو پہنچا ہوا تھا کیونکہ گانا شاہی محفل کا لازمی جزو تھا عیاش بلند طبقہ بھی اس کے بغیر نہ رہ سکتا تھا۔ اس لیے اس کی ترقی بھی ناگزیر تھی، القصہ بازنطینی حکومت قدیم تہذیب کی امین تھی اور یورپ کے تاریک دور میں سب سے زیادہ ترقی یافتہ تھی۔

(۳) زرتشتی مذہب

آغاز ایران کے اس مذہب کا آغاز زرتشت نے کیا جس کے زمانہ ظہور کے بارے میں اختلاف

ہے۔ اس مذہب کے پیروکار یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کا "پیغمبر" ۶۶۰ ق م کے قریب ظہور پذیر ہوا تھا لیکن مورخین کے اندازے کے مطابق اس کی تاریخ پیدائش ۶۰۰ ق م کے قریب بیٹھتی ہے اس مذہب کی مقدس کتاب "اوستا" ہے جو پہلی صدی عیسوی میں مرتب کی گئی بعد کے ادوار میں اس کی تفسیر بھی لکھی گئی جو ژند کے نام سے موسوم ہے۔

عقائد زرتشت کے متعلق عام خیال یہ ہے کہ وہ ایک پیغمبر تھا جس نے توحید، آخرت اور نیکی و بدی کے تصورات دیئے تھے لیکن بعد کے ادوار میں اس کے پیروکاروں نے مشرکانہ تصورات اپنا لیے، اس کی جو تعلیمات ہم تک پہنچی ہیں ان کے مطابق کائنات میں دو قوتیں ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہیں، نیکی کی قوت، ہرمزد (مزدا) کی جو صفات بیان کی گئی ہیں وہ خدا کے تصور سے بہت مشابہ ہیں ان کے نزدیک ہرمزد خالق ہے، حسن کامل ہے، غالب اور حکیم ہے، کامل و اکمل ہے، عظیم و احسن ہے اور سب لوگوں کا پروردگار ہے۔ اس کے مقابلے کی قوت "اہرمن" تاریکی، بدی، عیاری اور بدکرداری کا دیوتا ہے اور دونوں کے درمیان اس کائنات میں ایک جنگ بپا ہے۔ قریب قریب یہی تصور دوسرے الہامی مذاہب نے شیطان کا دیا ہے۔ فرق صرف یہ ہے کہ دوسرے مذاہب دونوں کو برابر کی قوت نہیں مانتے۔

آخرت کا ایک تصور بھی اس مذہب میں موجود ہے۔ "اوستا" کی پیشین گوئی ہے کہ ایک وقت آئے گا جب اہرمن، اور ہرمزد، کے درمیان شدید جنگ ہو گی اور اس جنگ میں نیکی کا خدا "ہرمزد" فتح حاصل کرے گا اور اس کے بعد یوم حساب قائم ہوگا۔ اور اہرمن کے ساتھیوں کو جہنم میں ڈالا جائے گا اور نیک لوگوں کو فردوس، میں جگہ دی جائے گی۔ لفظ فردوس ایران کی پرانی روایات ہی سے لیا گیا ہے۔

بنیادی اصول "ژند اوستا" یعنی زرتشتی کتاب کی تفسیر زندگی کے کچھ اصول بھی دیتی ہے جن میں سے تین بہت اہم ہیں۔ ۱۔ راست خیالی۔ ۲۔ راست گفتاری۔ ۳۔ راست کرداری۔ ان تین اصولوں کے علاوہ یہ مذہب بادشاہت کا ایک تصور بھی پیش کرتا ہے۔ جس کے ذریعے بادشاہوں کو عدل و انصاف، رحم اور رعایا کی حفاظت کی طرف راغب کیا گیا ہے۔

دیوتاؤں کی پرستش دوسرے مذاہب کی طرح زرتشتی مذہب کے پیشواؤں نے بھی غیر معمولی اہمیت حاصل کر لی تھی، عبا، چادر، ٹپکے اور اونچی ٹوپی سے مزین دیلوس یہ گروہ اس حد تک اہمیت اختیار کر گیا تھا کہ بعض اوقات خود بادشاہ ایران کے خلاف مقدمہ کی سماعت کا حق سب سے بڑے موبد کو دیا جاتا تھا۔ اسی غیر معمولی اہمیت کے نتیجے کے طور پر اس گروہ نے بہت سی بری رسومات اور غلط عقائد رائج کرنے شروع کر دیئے تھے چنانچہ بابل کی فتح کے بعد زرتشتیوں نے بھی اجرام فلکی کی پوجا شروع کر دی۔ سورج دیوتا سب سے بڑا دیوتا قرار پایا اور اہرمن اور مزدا، دونوں کا مقام اس سے کم تر ہو گیا۔ چاند اور ستاروں کی پوجا بھی ہونے لگی۔ اسی زمانے میں یہ تصور بہت مقبول ہوا کہ کائنات، آگ، پانی، مٹی اور ہوا سے بنی ہے۔ اس لیے یہ عناصر بھی قابل پرستش

Marfat.com

اربابئے۔ لیکن سب سے زیادہ جس دیوتا کو اہمیت حاصل ہوئی وہ آگ تھی اس مذہب کے پیروکار آگ کے تقدس کے قائل تھے چنانچہ نیکی کے خدا کے سامنے ہر وقت آگ جلائی جاتی تھی ـــــ ملک کے طول و عرض میں آتشکدے بنائے گئے۔ جن میں سے بڑے آتشکدے وہ تھے جن میں چوبیس گھنٹے آگ جلتی رہتی تھی ان مشرکانہ عقائد کے ساتھ اخلاقی تنزل بھی ناگزیر تھا۔

ساسانی حکومت

تاریخ ساسانی حکومت کا بانی اردشیر تھا، جو ساسان کا پوتا تھا اس نے باپ کی مخالفت کے باوجود کرمان کے تخت پر قبضہ کر لیا اور رقابت کے خوف سے اپنے بھائیوں کو قتل کر ڈالا، اس نے بابل پر بھی قبضہ کر لیا اور پارتھی بادشاہ اردوان کو شکست دے کر تمام ایران کا مالک بن بیٹھا۔ اس طرح ساسانی خاندان کی بنیاد پڑی۔

اس خاندان کے مشہور بادشاہ شاپور اول (۲۴۱ء تا ۲۷۲ء) شاپور ثانی (۳۰۹ء تا ۳۷۹ء) بہرام گور (۴۲۳ء تا ۴۴۸ء) نوشیروان عادل (۵۳۱ء تا ۵۷۹ء) اور خسرو پرویز (۵۸۹ء تا ۶۲۷ء) تھے ساسانی خاندان عالمی قیادت کے سلسلے میں بازنطینیوں کا رقیب تھا اس لیے دونوں حکومتوں کے درمیان کشمکش مستقل طور پر جاری رہی۔ شاپور اول نے رومیوں کو کئی مرتبہ شکست دی شاپور ثانی بھی کافی حد تک غالب رہا۔ بہرام گور کو شکست کھا کر صلح کرنی پڑی نوشیروان بائیس سال تک مسلسل رومیوں کے خلاف لڑتا رہا بالآخر ۵۶۲ء میں رومیوں کو صلح کرنی پڑی ۵۷۲ء میں ایک مرتبہ پھر تصادم ہوا۔ اور قیصر جسٹنین کو شکست کھانا پڑی، نوشیروان کا داخلی انتظام بھی بہت اچھا تھا عدل و انصاف میں اس کا نام ضرب المثل بن چکا تھا۔ نوشیروان کا بیٹا ہرمز قابل حکمران نہ تھا اس کے جرنیل بہرام نے اسے قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا۔ لیکن ہرمز کے بیٹے خسرو پرویز نے اس سے تخت چھین لیا اور اسے قتل کر ڈالا خسرو پرویز نے رومیوں کو شکست فاش دی اور مصر و شام اس سے چھین لیے لیکن قیصر ہرقل نے عقب سے حملہ کر کے اس کی قوت توڑ ڈالی اور وہ خود اپنی فوج کے ہاتھوں مقتول ہوا یہ وہی بادشاہ ہے جس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نامہ مبارک چاک کیا تھا اور آپؐ نے اس کی سلطنت کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جانے کی پیشین گوئی فرمائی تھی۔ اس کی موت کے بعد اس کی سلطنت تیزی سے روبہ تنزل ہو گئی، اس کے بیٹے شیرویہ نے جو بہت کمزور حکمران تھا اپنے تمام بھائیوں کو قتل کروا ڈالا۔ لیکن خود اس کی عمر نے بھی وفا نہ کی اور صرف ایک سال بعد اس کی موت واقع ہو گئی۔ اس کے بعد اس کی بیٹیاں پوران دخت اور آرزمی دخت یکے بعد دیگرے حکمران بنیں لیکن ان سے حکومت سنبھالی نہ گئی۔ آنحضرت صلعم نے اسی پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ اس ملک کے دن گنے گئے جس پر عورت حکمران بنا دی گئی، مسلمانوں سے تصادم ہوا

Marfat.com

تو ساسانی معاشرے کا اندرونی خلا کھل کر سامنے آگیا اور جنگ قادسیہ ۶۳۶ء نے ایران کی کمر توڑ کر رکھ دی ۶۴۲ء میں جنگ نہاوند نے اس حکومت کا باقاعدہ خاتمہ کر ڈالا۔

مذہب

ساسانی خاندان کے تمام بادشاہ زرتشت کے مذہب کے معتقد تھے نوشیروان کے باپ قباد کے زمانے میں مزدک نے اپنے نئے مذہب کا پرچار کیا شہنشاہیت کے جبڑوں میں پسے ہوئے بھوکے عوام میں سے ایک گروہ اس کا معتقد ہو گیا اس کے اصول موجودہ اشتراکیت سے ملتے جلتے تھے۔ تاہم قباد نے اس مذہب کو کچل ڈالا اور زرتشتی مذہب حسب سابق ملک کا سرکاری مذہب رہا اس مذہب کے معتقدات اور اصول و رسومات اوپر تحریر کی جا چکی ہیں صرف اتنے اضافے کی ضرورت ہے کہ آتشکدے سرکاری اہتمام میں چلتے تھے اور موبدوں کو شاہی دربار میں بہت بلند مقام حاصل تھا بادشاہ کو اہل مذہب دیوتا قرار دیتے تھے اور اس کے سامنے سجدہ بھی کیا جاتا تھا۔

شہنشاہیت کے متعلق نظریہ

ساسانی بادشاہ اپنے آپ کو عوام سے بہت بلند خیال کرتے تھے اور اہل مذہب کی طرف سے ان کی حکومت کو جو جواز دیا گیا تھا اس کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو دنیا میں کسی کے سامنے جوابدہ نہیں سمجھتے تھے بعض اوقات تو وہ دعویٰ خدائی تک جا پہنچتے تھے مثلاً خسرو پرویز نے جب قیصر ہرقل کو شکست دی اور اس نے صلح کی درخواست کی تو خسرو نے جواب میں لکھا۔

"سب خداؤں سے بڑے خدا، تمام روئے زمان کے مالک خسرو کی طرف سے اس کے کمینہ اور بے شعور بندے ہرقل کے نام"

"تو کہتا ہے کہ تجھے اپنے رب پر بھروسہ ہے کیوں نہ تیرے رب نے یروشلم کو میرے ہاتھ سے بچا لیا"

ساسانی شہنشاہ کسریٰ کہلاتے تھے اور عوام سے بہت کم ملتے تھے، صرف چند مقدس دنوں میں وہ عوام کی شکایات سنتے تھے، لیکن اس کے لیے بھی یہ طریقہ مقرر تھا کہ سائل بادشاہ کے سامنے جاتے ہی سجدہ ریز ہو جاتا تھا اور اس وقت تک سر نہ اٹھاتا تھا جب تک بادشاہ خود اسے ایسا کرنے کا حکم نہ دے سر اٹھانے کے بعد وہ شہنشاہ کی تعریف کے پل باندھتا اور پھر بادشاہ سے اجازت ملنے پر اپنی عرض نہایت عاجزی سے پیش کرتا۔ شاہی دربار میں بادشاہ کا تخت پردے میں ہوتا تھا اس کے اوپر سونے چاندی کا بنا ہوا بہت بڑا تاج زنجیر کے ذریعے چھت سے لٹک رہا ہوتا تھا، بادشاہ تخت پر بیٹھ کر تاج پہن لیتا تو پردہ اٹھایا جاتا، تاج اتنا وزنی تھا کہ بادشاہ کے لیے اس کا بوجھ ناقابل برداشت ہوتا اگر اسے چھت سے باندھ کر نہ رکھا جاتا اور اس میں اتنے ہیرے جواہرات جڑے ہوئے ہوتے تھے کہ ان کی چمک سے لوگوں کی آنکھیں چندھیا جاتی تھیں یہ سب ٹھاٹھ عوام کو مرعوب کرنے کے لیے تھے۔ اس کے

Marfat.com

وجود بادشاہ کو ہر وقت جان کا خطرہ لگا رہتا تھا۔ چنانچہ بادشاہ کے سونے کے لیے کم و بیش چالیس کمروں میں بستر لگائے جاتے تھے اور کوئی نہیں جانتا تھا کہ بادشاہ کس بستر پر سوئے گا۔ جب بادشاہ شکار پر جاتا تو ہزاروں ملازمین اور محافظ دائیں بائیں ہوتے اور بادشاہ کو اس طرح گھیر لیا جاتا تاکہ باہر سے کوئی شخص حملہ نہ کر سکے۔

ایران کی شہنشاہیت بھی بازنطینی حکومت کی طرح نوکر شاہی اور مذہبی پیشواؤں کے بل بوتے پر چلتی تھی آتش پرستی کے محافظ شہنشاہ کو اس مذہب کے پیشواؤں کی حمایت حاصل ہونا لازمی تھا، ملازمین اور وزراء کے ذریعے عوام سے معاملہ کیا جاتا تھا اس لیے اعلیٰ سرکاری ملازمین کا طبقہ بہت اہمیت اختیار کر چکا تھا۔ تاریخ میں جب بھی حکمرانوں نے عوام کی خود نگہداشت کرنے کی بجائے انہیں درمیانی واسطوں کے ذریعے دبایا ہے عوام کی زبوں حالی کی انتہا نہیں رہی۔ چنانچہ اہل ایران بھی شہنشاہیت نوکر شاہی اور مذہبی پیشوائی کے ہاتھوں بری طرح تنگ تھے اور انتہائی مظلومیت کی زندگی بسر کر رہے تھے نوشیروان کی صفتِ عدل کو اسی لیے زیادہ شہرت حاصل ہوئی ہے کہ ایران میں صدیوں سے عدل و انصاف کا تصور ہی ناپید تھا اور اس نے ساسانی ہونے کے باوجود اس کو قائم کر کے دکھایا۔

جشن نوروز ساسانی شہنشاہوں کے ہاں نوروز کے جشن کو بے انتہا اہمیت حاصل تھی موسم بہار کی خوشی میں یہ جشن چھ روز تک منایا جاتا تھا پہلے پانچ روز ہر خاص و عام اس خوشی میں شریک ہو سکتا تھا ان دنوں میں لنگر خانے جاری کیے جاتے اور بادشاہ دل کھول کر خیرات کرتا انہی دنوں میں ممالکِ ماتحت کا مالیہ اس کے سامنے پیش کیا جاتا اور دربار عام منعقد ہوتا جس میں عوام کو شکایات پیش کرنے کی اجازت بخشی جاتی۔ اس جشن کو مذہبی تقدس بھی حاصل ہو گیا تھا اس لیے عوام اپنے طور پر اس کو مناتے اور ایک دوسرے کی دعوتیں کرتے خیرات کرتے۔ چھٹا روز صرف بادشاہ اور خواص کے جشن کے لیے مخصوص تھا۔ یہ رسم ایران کی نشاۃ ثانیہ کے بعد پھر سے جاری کی گئی اور شاہان مغلیہ نے بھی اسے اختیار کیا۔

معاشرتی حالات ایران کی معاشرت کے دو پہلو خاص طور پر نمایاں ہیں عوام اور خواص کا بُعد توہم پرستی، آمریت، نوکر شاہی اور مذہبی اجارہ داری کی ملی بھگت نے عوام کو بہت ہی پست معیار پر پہنچا رکھا تھا اور چوری ڈاکہ یا اس طرح کی کسی حادثے کی صورت میں ان کا کوئی پرسانِ حال نہ ہوتا تھا ایں ہمہ عیش و عشرت میں غرق شہنشاہ کے خلاف علم بغاوت بلند کرنا مذہبًا گناہ تھا توہم پرستی کا یہ عالم تھا کہ بادشاہ خود نجومیوں کے مشورے کے بغیر کوئی قدم نہ اٹھاتے تھے۔ اور عوام بھی تعویز ٹوٹکوں پر انحصار رکھتے تھے۔ بادشاہ کے خاص مشیروں میں نجومی پیچھے اور شعرا شامل تھے، صرف عقلمند قسم کے بادشاہوں نے دانا وزراء کی خدمات حاصل کیں۔

Marfat.com

باب ۲

عرب قبل از اسلام

جغرافیائی حالات

"جغرافیہ تمام تاریخی علم کی بنیاد ہوتی ہے" اس لیے ملک عرب کے تاریخی پس منظر کا مطالعہ کرتے ہوئے سب سے پہلے ہمیں اس ملک کے جغرافیائی حالات اور تاریخ پر اُن کے اثرات کا سرسری مطالعہ کرنا چاہیے۔

ملک عرب ایک جزیرہ نما ہے جس کے جنوب میں بحیرہ عرب مشرق میں خلیج فارس اور بحیرہ عمان شمال میں ملک شام اور مغرب میں بحیرہ قلزم ہے۔ اس کا رقبہ گیارہ لاکھ ۸۶ ہزار ۲ سو مربع میل اور آبادی ۱۴ ملین ہے۔ "جزیرہ عرب دنیا کا سب سے بڑا جزیرہ نما ہے۔" جغرافیہ دانوں کا خیال ہے کہ یہ ملک کسی زمانے میں اُس وسطی صحرا کا حصہ تھا جس کو وادی نیل، خلیجوں اور سمندروں نے اب جگہ جگہ سے کاٹ دیا ہے اور اُس کے اجزا صحرائے اعظم، صحرائے گوبی اور ایران کے وسطی صحرا کے نام سے موسوم ہیں۔[1] پورا ملک بحیثیت مجموعی ایک خشک علاقہ ہے جہاں کبھی کبھار کی بارش (مون سون) کی وجہ سے زندگی ممکن ہوئی ہے۔

جغرافیائی خدوخال

جزیرہ نما عرب کے جغرافیہ کے سلسلے میں "النفوذ" کا ریگستان سب سے پہلے قابل ذکر ہے۔ جس نے اس کو عملاً شمال سے بالکل منقطع کر دیا ہے اسی لیے خود عرب اُسے جزیرۃ العرب کہتے ہیں اس دشوار گزار صحرا میں بادِ صموم ریت کے ٹیلوں کو ایک جگہ سے دوسری جگہ منتقل کرتی رہتی ہے۔ ساحلی علاقہ کے ساتھ سمندر اور پہاڑی سلسلہ کے درمیان تیس چالیس میل چوڑا میدانی علاقہ "التہامہ" کہلاتا ہے۔ جس میں حجاز و یمن کے مختلف علاقے شامل ہیں تو ساحل سمندر کے قریب ہونے کی وجہ سے یہاں پانی مل جاتا ہے اسی لیے یہاں سے تجارتی قافلے گزر سکتے ہیں قدیم عرب کی معیشت میں اس کو اس وجہ سے بہت اہمیت حاصل تھی۔ "الدَّھنا" نجد سے حضر موت تک پھیلا ہوا وسیع صحرا ہے جس کے ایک حصے کو "ربع الخالی" یعنی عرب کا چوتھائی خالی حصہ بھی کہتے ہیں۔ یہ صحرا بھی خشک و بنجر ہے کہیں کہیں روئیدگی کی وجہ سے صرف بدوی زندگی کے لیے موزوں ہے۔ عرب کے پہاڑوں میں سے بعض آتش فشاں بھی رہے ہیں جن کے لاوے سے بننے والی چٹانوں کی وجہ سے جزیرہ نما عرب میں ناہموار سطوح مرتفع وسیع پیمانے پر پیدا ہوئی ہیں۔ جن کو "حرّات" کا نام دیا جاتا ہے۔ یہ حرّات ملک میں زرخیز مٹی فراہم کرنے کا موجب بھی بنے ہیں وسیع صحرائی میدان میں جہاں کہیں محدود پیمانے پر پانی مل جاتا ہے اور روئیدگی ممکن ہوتی ہے اُسے عرب "درہ" کہہ کر

---

[1] تمدن عرب THE ARABS P.K HITTI P-7

تھے۔ قبائل کے لیے ان دروں کی اہمیت بہت زیادہ ہوتی تھی۔ یہ درّے بالعموم اُن برساتی نالوں کی گزرگاہوں کے پاس پائے جاتے ہیں، جن کو "سیل" کہا جاتا ہے اور جن کی گزرگاہوں کو "وادی" کا نام دیا جاتا ہے ان وادیوں میں کنواں کھود کر پانی نکالا جا سکتا ہے عرب کی پوری زرخیزی انہی وادیوں میں ہی دیکھی جا سکتی ہے۔

علاقائی تقسیم جزیرۃ العرب کا سب سے زیادہ زرخیز خطہ "یمن" رہا ہے جو حجاز کے جنوب میں واقع ہے اور بحیرہ قلزم بحیرہ عرب کی لہریں اُس کے ساحل سے ٹکراتی ہیں اس کے پہاڑوں کے درمیان وسیع و شاداب وادیاں ہیں جہاں قہوہ، نیل، کھجور، سبزیاں اور پھل پیدا ہوتے ہیں۔ آب و ہوا معتدل ہے۔ بہار اور خزاں میں بارش بھی ہوتی ہے۔ پیداوار کی بہتات کی وجہ سے مادی لحاظ سے یہ عرب کا سب سے زیادہ ترقی یافتہ علاقہ رہا ہے۔ قوم "سبا" کا مسکن یہی صوبہ تھا[1] جس نے آبپاشی کے لیے مختلف بند بنائے تھے جن میں ایک "مارب" کا بند تھا اس قوم کی نافرمانی کی وجہ سے جب اس قوم پر عذاب آیا تو یہی بند ٹوٹ گیا تھا اور قوم سبا عظیم سیلاب کی وجہ سے عرب کے طول و عرض میں منتشر ہو گئی تھی[2] اس علاقہ کی خوشحالی کا شہرہ دور دور تک تھا۔ یورپ میں اس کی مصنوعات بہت مقبول تھیں۔ ملٹن کے پیراڈائز لاسٹ[3] میں جس انداز میں اس علاقہ کا ذکر کیا ہے۔ اس سے اس علاقہ کی معاشی و تجارتی ترقی کا اندازہ کیا جا سکتا ہے۔ یمن کے شمال میں عسیر اور نجران کی وادیاں ہیں جو زرخیزی کے اعتبار سے یمن سے مشابہ ہیں۔ حجاز ملک عرب کا وہ حصہ ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے نور ہدایت کی شمع فروزاں کرنے کے لیے منتخب کیا اس کا مرکزی شہر مکہ معظمہ ہے۔ "جس کی بے آب و گیاہ چٹانوں پر سورج اپنی پوری تیزی سے چمکتا ہے۔ خشک وادیوں میں جو تھوڑی بہت روئیدگی ہوتی ہے۔ وہ گلّوں کے لیے ناکافی ہے۔ خشک ندیوں کی تہ اس ملک کی سب سے بڑی طبعی خصوصیت ہے اس خشک اور سوکھے ہوئے علاقے کے مشرق میں سرسبز اور لہلہاتے ہوئے کھیتوں اور سایہ دار درختوں کا ایک علاقہ ہے جہاں سیب، انجیر، انار، ناشپاتی اور انگور کثرت سے پیدا ہوتے ہیں یہ طائف ہے"[3] اس خطہ کا ایک اہم شہر یثرب تھا۔ جس کی آب و ہوا کہ جس کو وادیٔ "غَیْرِ ذِیْ زَرْعٍ" کہہ کر پکارا گیا ہے سے بہتر ہے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے بعد اپنا مسکن بنایا اور وہ "مدینۃ النبی" (اور بعد میں مدینہ) کہلایا۔ یہ شہر اُس ساحلی گزرگاہ کے بہت قریب واقع ہے جس سے مکہ و طائف کے لوگ شام کے ساتھ تجارت کرتے تھے۔ حجاز میں بدر، احد، بیر معونہ، حدیبیہ اور خیبر کی وادیاں بھی قابل ذکر ہیں۔ ملک عرب کا ایک اہم حصہ نجد ہے۔ جو حجاز کی سطوح مرتفع سے مشرق اور صحرا کے مغرب میں ایک درمیانی خطہ ہے جس میں آج کل سعودی حکومت کا صدر مقام "الریاض" واقع ہے۔ اس کے ساتھ حضرموت ایک وسیع گھاٹی ہے جس میں وادیوں کا ایک جال بچھا ہوا ہے۔ صحرائے الدھنا کے مشرق میں عمان اور ساحلی علاقے واقع ہیں جہاں آج کل تیل نکل رہا ہے۔

---

[1] تفہیم القرآن، تفسیر سورہ سبا [2] نجلہ عزالدین، عرب دنیا صـ۱۳ [3] سید امیر علی صـ۱۱

Marfat.com

تاریخ پر اثرات عرب کے جغرافیائی حالات نے تاریخ پر درج ذیل گہرے اثرات چھوڑے ہیں۔

۱۔ اس وسیع صحرا نے عرب باشندوں میں وہ عظیم صلاحیتیں پروان چڑھائیں جو بعد میں اسلام کے فروغ میں استعمال ہوئیں وہ جفاکش، بہادر اور سادہ مزاج تھے اور تہذیب کی برائیوں (عیاشی و کاہلی نے) انہیں ابھی خراب نہیں کیا تھا۔

۲۔ عرب کے جغرافیائی حالات نے عرب عوام کا اتحاد ناممکن بنا دیا تھا اس لیے اسلام کے ظہور کے وقت یہاں کوئی متحدہ حکومت موجود نہ تھی۔ بلکہ قبائلی نظام رائج تھا۔

۳۔ زراعت کے پسماندہ ہونے کی وجہ سے تجارت پر زور دیا گیا اور وادیوں اور ساحلی گزرگاہ التہامہ نے اس سلسلے میں عرب باشندوں کی حوصلہ افزائی کی۔

۴۔ صحرا کی تند و تیز آب و ہوا اور بے آب و گیاہ زمین نے جو تلخیاں عربوں کی زندگی میں رکھ دی تھیں عربوں نے بدوی زندگی اختیار کر کے ان کا مقابلہ کیا تھا۔ بالکل اسی طرح جیسے صنعتی انقلاب کے بعد انگلستان کے دیہاتیوں نے صنعتی شہروں کا رخ کیا۔ عرب بدوی ایک "ڈرنے" سے دوسرے "ورنے" کی طرف چلتے رہتے تھے۔

۵۔ عرب کے زرخیز نہ ہونے کی وجہ سے ایران و روم نے اس کو اپنی غلامی میں لینے کی ضرورت محسوس نہ کی اور اس طرح عرب کی جمہوری روایات برقرار رہیں۔ برعکس ان ملکوں کے جو صدیوں تک شہنشاہت کے بوجھ تلے پس کر بالآخر شاہ پسند ہو گئے۔ ظہور اسلام کے وقت یہ آزاد ریاست روم و ایران کے درمیان ایک بفر سٹیٹ تھی۔

۶۔ یمن کی زرخیزی کی وجہ سے اس ملک کی تاریخ پر یہ اثر پڑا کہ اس حصہ پر کبھی حبشہ و روم نے قابض ہونے کی کوشش کی اور کبھی ایران نے اپنا تسلط جمایا گویا یمن کی تاریخ باقی عرب سے مختلف رہی۔

۷۔ یمن کی زرخیزی و مادی ترقی کی وجہ سے اہل یمن نے شمالی عرب میں اپنا اثر و نفوذ قائم کرنے کی کوشش کی اس سے شمالی عربوں (بنو عدنان) اور جنوبی عربوں (بنو قحطان) کے درمیان وہ کشمکش شروع ہو گئی۔ جو تاریخ اسلام کے ایک لمبے دور پر بھی اثر انداز ہوئی نیز ابرہہ کا خانہ کعبہ پر حملہ اسی وجہ سے تھا۔

۸۔ مدینہ کے ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ تجارتی گزرگاہ پر واقع ہونے کا نتیجہ یہ نکلا کہ قریش مدینہ کی اسلامی حکومت کے خلاف اپنی جدوجہد میں بری طرح ناکام ہو گئے۔

سیاسی حالات

سیاسی آزادی جزیرۃ العرب میں اگرچہ کوئی مرکزی حکومت نہ تھی اس کے باوجود وہ بیرونی حملوں کی دستبرد سے محفوظ رہتا تھا اور بالفرض کوئی حملہ آور یہاں کے باشندوں

پر غلبہ پا بھی لیتا تو وہ اس بے آب و گیاہ علاقے میں مستقل حکومت قائم کرنا ضروری نہ سمجھتا تھا اس ملک کے ایک طرف رومی (بازنطینی) حکومت تھی اور دوسری طرف ساسانی سلطنت۔ دونوں ایک دوسرے کے خلاف لڑتی رہتی تھیں لیکن عرب پر دونوں میں سے کسی کا بھی قبضہ نہ تھا شاہ ایران اپنے آپ کو اس علاقہ کا حاکم سمجھتا تھا لیکن اس کا یہ تصور اس بنیاد پر تھا کہ اس کے دادا نے ایک مرتبہ ملک عرب پر کامیاب حملہ کیا تھا۔

ملک عرب کے بعض حصے ایسے بھی تھے جہاں غیر ملکی اثر و رسوخ موجود تھا مثلاً یمن کا علاقہ سرسبز و شاداب ہے اس لیے اس پر کبھی حبشہ کا قبضہ ہوا کرتا تھا اور کبھی ایران کا، بنو غسان کی شامی حکومت رومیوں کے زیر اثر تھی اور رومی حکومت کے ساتھ اس کا دفاعی معاہدہ موجود تھا مذہبی طور پر بھی یہ ریاست عیسائی ہو چکی تھی۔ سرحد عراق کے پاس حیرہ کی عرب ریاست ایرانیوں کے زیر اثر آچکی تھی اور وہاں پارسی (زرتشتی) مذہب پھیل گیا تھا تاہم ان چھوٹی چھوٹی ریاستوں کی حیثیت ایران و روم کے درمیان بفر سٹیٹ کی ہوتی تھی اور ملک عرب بحیثیت مجموعی دونوں میں سے کسی کا غلام نہ تھا۔

قبائلی نظام آنحضرت صلعم کی بعثت سے پہلے عرب میں سیاسی اتحاد نام کو نہ تھا اس سرزمین میں مختلف قبائل آباد تھے جو ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار رہتے تھے نسلی بنیادوں پر ان قبائل کے دو گروپ تھے شمال میں آباد ہونے والے قبائل عدنانی قبائل کہلاتے تھے اور جنوب میں قحطانی قبائل آباد تھے تاہم جنوب کے قبائل میں سے بہت سے ایسے تھے جو ترک وطن کر کے ملک کے مختلف حصوں میں چلے گئے تھے مثلاً شام کے بنو غسان اور حیرہ کے لخمی۔ یہ نسل کے اعتبار سے یمنی یعنی قحطانی قبائل میں سے ہی تھے۔

عدنانی و قحطانی قبائل میں نسلی بنیادوں پر تصادم رہتا تھا یمنی یا قحطانی قبائل زیادہ مالدار تھے اور زرخیز علاقوں کے مالک ہونے کی وجہ سے عرب کی قیادت کے مدعی تھے برعکس اس کے بنو عدنان حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے سلسلۂ نسب ملنے کی وجہ سے خانہ کعبہ کے متولی تھے اور عرب میں مرکزی حیثیت انہی میں سے چند قبائل کو حاصل تھی یہ نسلی تصادم کئی مرتبہ خونریز جنگوں کا باعث بن چکا تھا یمن میں عیسائی مذہب کافی پھیل چکا تھا۔ اس لیے بت پرست شمال سے انہیں مذہبی طور پر بھی بُعد محسوس ہوتا تھا، ابرہہ نے خانہ کعبہ کو مسمار کرنے کی جو مذموم کوشش کی تھی اس کی تہہ میں نسلی رقابت اور مذہبی اختلاف ہی کے جذبات کارفرما تھے، یہ قبائلی جنگیں صرف نسلی بنیادوں ہی پر نہیں ہوتی تھیں بلکہ ہم نسل قبائل بھی آپس میں الجھتے رہتے تھے دراصل اکھڑ مزاج ہونے کی وجہ سے عرب کسی چھوٹی سی بات پر برہم ہو جاتے تھے اور اس کو پورے قبیلے کے وقار کا مسئلہ بنا کر دوسرے قبیلے کے خلاف اعلان جنگ کر دیتے تھے بسا اوقات یہ جنگیں صدیوں تک جاری رہتی تھیں مثال کے طور پر بنو تغلب اور بنو بکر میں دو صدیوں تک جنگ ہوتی رہی۔

قبائل کا سیاسی نظام نیم جمہوری تھا قبیلہ کا شیخ منتخب ہوتا تھا۔ اور عام افراد اس کی قابلیت، شجاعت اور فہم و فراست کے علاوہ سالخوردہ سردار سے اس کی قرابت داری کا بھی لحاظ رکھتے تھے ایک دفعہ جب شیخ منتخب

Marfat.com

ہو جاتا تو تمام لوگ اس کی اطاعت کرتے لیکن وہ فیصلے کرنے سے پہلے قبیلے کے بااثر لوگوں سے مشورہ لے لیتا۔ اسی پس منظر کی وجہ سے اسلام کا جمہوری اور شورائی نظام بڑی آسانی سے اہل عرب کی سمجھ میں آگیا۔

مکہ کی شہری ریاست

ملک عرب میں شہروں کی آبادی صحرائی بدوؤں سے زیادہ ترقی یافتہ تھی لیکن مکہ کے شہر کا نظام تو نہایت ہی منظم تھا مختلف شعبے مختلف قبائل میں تقسیم کیے گئے تھے شعبوں کی تقسیم کا ایک خاکہ درج ذیل ہے:۔

بنو ہاشم :۔ خانہ کعبہ کا انتظام اور حاجیوں کے خورد و نوش کا انتظام، آب زم زم اور دیگر چشموں پر کنٹرول۔ (رفادہ و سقایہ) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاندان تھا۔

بنی امیہ :۔ جنگ میں قریش کی قیادت اور قومی نشان کی علمبرداری۔ (لوا)

بنی عدی :۔ سفارت اور دوسرے ملکوں سے صلح کی گفت و شنید۔ (سفارت) حضرت عمرؓ اسی خاندان سے متعلق تھے۔

بنی مخزوم :۔ فوجی کیمپ کا انتظام اور سوار دستے کی قیادت۔ (ولید بن مغیرہ، خالد بن ولیدؓ اسی خاندان سے متعلق تھے)۔

بنی عبدالدار :۔ عدالت اور قومی جلسہ گاہ کا انتظام، بیت اللہ کی کلید برداری۔

بنی اسد :۔ قومی مشاورت کا اہتمام

بنی تمیم :۔ جرمانہ مالی تاوان اور بیت المال کی نگہداشت

بنی سہم :۔ مقدمات کا فیصلہ، چڑھاوؤں کا انتظام و انصرام

بنی نوفل :۔ غریب حاجیوں کی اعانت

بنو جمح :۔ بتوں کی مرضی دریافت کرنے والے تیروں کا انتظام

شعبہ جات کی تقسیم سے صاف ظاہر ہے کہ سب سے اونچے مذہبی مناصب بنو ہاشم کے پاس تھے۔ اور سب سے بلند فوجی منصب پر بنو امیہ کا قبضہ تھا، ان دونوں قبائل میں دو ایک پشتوں سے رقابت کے جذبات پیدا ہو گئے تھے اور ان جذبات نے بنو امیہ کو قبول اسلام سے کافی دیر تک روکے رکھا اور وہ اسلام کے خلاف جنگوں میں فوجی قیادت کرتے رہے

معاشرتی حالات

طبقاتی تقسیم

معاشرتی اعتبار سے عرب تین طبقات میں منقسم تھے غلام ان کے علاوہ تھے۔ (۱) حضری عرب وہ تھے جو شہروں میں آباد تھے اور مستقل طور پر شہروں ہی میں سکونت پذیر تھے۔ یہ لوگ زراعت و تجارت سے روزی کماتے تھے لیکن ان کی تعداد بہت تھوڑی تھی۔

Marfat.com

ب ۔ بدوی عرب کی اکثر آبادی بدوی قبائل پر مشتمل تھی جو خانہ بدوشی کی زندگی بسر کرتے تھے اور جہاں کہیں چراگاہ نظر آتی وہیں ڈیرے ڈال دیتے جب اس چراگاہ میں ان کے جانوروں کے لیے خوراک ختم ہوجاتی تو وہ وہاں سے کسی دوسری جگہ کا رخ کرتے ان کی جائیداد اور ذریعہ معاش سبھی کچھ جانور تھے جن کی کھال لباس بنتی اور جن کا دودھ اور گوشت خوراک ہوتا۔ بدوی عرب آتے جاتے قافلوں کو لوٹ لیتے تھے اور یہ ان کے ہاں بہادری کا کام سمجھا جاتا تھا۔ جو قبائل ڈاکہ کے ذریعے روزی کماتے تھے وہ اس بات پر فخر کیا کرتے تھے۔

ج ۔ غلاموں کا طبقہ: معاشرے کا سب سے نچلا طبقہ غلاموں کا طبقہ تھا جو بدوی و حضری عربوں کے ساتھ خادم کی حیثیت سے رہتا تھا۔ غلاموں میں عرب اور غیر عرب سبھی شامل تھے عرب جنگ میں مغلوب ہوجانے کی وجہ سے یا مقروض ہونے کی وجہ سے غلام بن جاتے تھے اور غیر عرب بکتے بکاتے سرزمین عرب میں پہنچ جاتے تھے ان کی باقاعدہ خرید و فروخت ہوتی رہتی تھی مالک کو یہ حق حاصل تھا کہ وہ غلام پر جس طرح چاہے ظلم ڈھائے اور اگر چاہے تو اسے جان سے بھی مار ڈالے معمولی سے قصور پر غلاموں کو اتنی سخت سزا دی جاتی تھی کہ انسانیت کی روح کانپ اٹھتی تھی۔ غلام کا بیٹا غلام ہوتا تھا، لونڈیاں بھی ظلم و ستم کا نشانہ بنتی تھیں اور ان سے پیشہ بھی کروایا جاتا تھا ناچ گانے جاننے والی لونڈی کی قیمت نسبتاً زیادہ ہوتی تھی۔ غرضیکہ غلاموں اور لونڈیوں کی جان مال، آبرو، اولاد سب کچھ ان کے آقا ہی کی ملکیت تھی۔

سماجی برائیاں

شاید ہی کوئی ایسی برائی ہو جو عربوں میں پائی نہ جاتی تھی زنا کے وہ عادی تھے شراب اتنی پیتے تھے کہ ہر گھر میخانہ بنا ہوا تھا۔ شراب پی کر واہی تباہی بکنا عربوں کا عام دستور تھا شادیوں کی تعداد پر کوئی پابندی نہ تھی کوئی شخص جتنی عورتیں چاہے رکھ لیتا تھا باپ کے مرنے کے بعد اس کی بیویاں اس کے بیٹوں میں تقسیم ہوجاتی تھیں ان کے ہاں دو حقیقی بہنوں سے ایک ہی مرد کا نکاح بھی جائز تھا۔ جوا نہایت شریفانہ تفریح تھی اور جوا کھیلنے والے اپنا گھر بار حتیٰ کہ بیویاں تک داؤ پر لگا دیتے تھے یہودیوں نے سود خواری کی بری لت بھی انہیں ڈال دی تھی، سود در سود سے مقروض دیوالیہ ہوجاتا تھا اس کے بعد اسے غلام بنا لیا جاتا تھا چوری اور ڈاکہ بہادری کی علامت سمجھے جاتے تھے اگر کسی عرب کو کوئی لڑکی پسند آجاتی تو اس کے حسن کی تعریف میں نہایت فحش شعر کہتا۔ اور بر سر عام اس کی تشہیر کرتا ایسے اشعار میں عورت کے ایک ایک عضو کی تعریف کی جاتی تھی غالباً اسی بے عزتی سے بچنے کے لیے لڑکیوں کو زندہ درگور کرنے کا رواج پیدا ہوگیا تھا۔ ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے اعتراف کیا تھا کہ میں نے آٹھ لڑکیاں اپنے ہاتھ سے زندہ دفن کی ہیں۔

عربوں کی ایک اور برائی بے رحمی تھی، وہ جانوروں کو درختوں سے باندھ کر ان پر تیر اندازی کی مشق کرتے تھے حاملہ عورتوں کے پیٹ چاک کر دیتے مجرموں کو نہایت وحشیانہ سزائیں دی جاتی تھیں، جنگی

قیدیوں کا ایک ایک عضو کاٹ کر انہیں قتل کیا جاتا تھا مقتولین کے ناک کان کاٹ لیے جاتے تھے زیادہ بڑے دشمن کا کلیجہ نکال کر چبایا جاتا تھا اور اس کی کھوپڑی میں شراب ڈال کر پی جاتی تھی[1] علیٰ ہذا القیاس انسانی یا حیوانی جان کا احترام بالکل ختم ہو کر رہ گیا تھا عربوں میں بے حیائی بھی عام تھی۔ مادر زاد ننگے خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور کھلے میدان میں بالکل ننگے بیٹھ کر نہاتے اور اس پر وہ کوئی شرم و حیا بھی محسوس نہ کرتے عرب میں وحشت و جہالت بھی عام تھی حرام و حلال کی تمیز نہ تھی، زندہ جانور کا کوئی حصہ کاٹ لیتے اور اسے کھا جاتے۔ جانور کو ڈنڈوں سے ہلاک کر کے کھا جاتے، درندوں کا پھاڑا ہوا جانور کھانے میں بھی کوئی عار محسوس نہ کرتے تھے۔ یہاں تک کہ چھپکلی اور گدھے کا گوشت بھی کھایا جاتا۔ جما ہوا خون چھریوں سے کاٹ کر کھانا تو گویا ایک عام سی بات تھی۔

معاشرتی خوبیاں

عربوں کی مندرجہ بالا برائیاں تصویر کا صرف ایک رخ ہیں اور چونکہ برائی ان کی طبیعت کا غالب پہلو تھا اس لیے بالعموم اسی کا ذکر کیا جاتا ہے۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ عربوں میں خوبیاں بھی پائی جاتی تھیں۔ عرب آزادی و حریت کے متوالے تھے، انہیں غلام بنانا ممکن نہ تھا اور غیرت و حمیت قومی کی وجہ سے اپنی آزادی کے لیے جان کی بازی لگا سکتے تھے، وہ شجاع و بہادر تھے، وہ ڈاکہ ڈال لیتے تھے لیکن انتہا درجے کے مہمان نواز تھے، وہ دشمنی مول لے سکتے تھے لیکن عیاری و مکاری انہیں نہیں آتی تھی، حق گوئی و بیباکی ان کا شیوا تھا وہ عزم کے راسخ اور دھن کے پکے تھے، شدت کی آب و ہوا میں پلنے کی وجہ سے ان میں بے پناہ قوت کار موجود تھی اس لحاظ سے بحیثیت مجموعی دیکھا جائے وہ اپنے زمانے کی مہذب دنیا —— روم و ایران —— کے عوام سے بہت اونچے تھے عربوں کی ایک اور خوبی ان کی عربی زبان تھی وہ اپنے آپ کو فصیح اللسان گردانتے تھے اور غیر عرب اقوام کو عجمی یعنی گونگے قرار دیتے تھے ان کے ہاں ادبی محفلیں منعقد ہوتی تھیں، قومی میلوں پر شاعر اپنے کلام پیش کرتے تھے جنگوں میں عوام کو اکسانے کے لیے شعر سے مدد لی جاتی تھی ان کی زبان کی باریکیاں مشکل سے مشکل مطالب کو ادا کرنے کے لیے نہایت موزوں الفاظ مہیا کر دیتی تھی عربوں کو اللہ تعالیٰ نے ذہن رسا اور قوت حافظہ سے بھی نوازا تھا، غالباً انہی خوبیوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے سرزمین عرب کو مرکز ہدایت بنانے کے لیے منتخب فرمایا تھا۔

مذہبی حالات

عرب حضرت ابراہیمؑ کے دیئے ہوئے مسلک توحید سے ہٹ چکے تھے اور ان میں مشرکانہ عقائد اور دیگر مذاہب نے کافی مقبولیت حاصل کر لی تھی۔ ان میں توہم پرستی بھی جڑ پکڑ چکی تھی۔ وہ بات بات سے

---

[1] سیرۃ النبی ج ۴م ۔۔

نیک و بد شگون لیتے تھے اور برے شگون سے بچنے کے لیے کاہنوں کی خدمات حاصل کرتے تھے اس طرح کاہنوں کا تعویذ ٹوٹکے کا کاروبار خوب چمکا ہوا تھا وہ بھوت پریت پر بھی ایمان رکھتے تھے ان کے ہاں بہت سی دلچسپ رسومات رائج تھیں مثلاً بارش نہ ہو رہی ہو تو وہ ایک گائے کی دم میں سوکھی گھاس اور جھاڑیاں باندھ کر اسے کسی پہاڑی پر لے جاتے تھے اور وہاں اس گھاس کو آگ لگا کر گائے کو چھوڑ دیتے تھے۔ بیچاری گائے آگ کی وجہ سے ادھر ادھر بھاگتی تھی تو وہ سمجھتے تھے کہ بجلی کو اس کی طرف دیکھ کر رشک آئے گا۔ اور وہ بادلوں کو لے کر آموجود ہو گی اور بارش برسائے گی۔ ان کے یہاں جو مذاہب رائج تھے وہ حسب ذیل تھے۔

بت پرستی عرب کا سب سے بڑا مذہب بت پرستی تھا خانہ خدا میں بھی سینکڑوں بت رکھے ہوئے تھے ہر دن کا بت الگ ہوتا تھا ان چھوٹے چھوٹے بتوں کے علاوہ قبائل کے اپنے اپنے بت بھی تھے قبیلہ ہذیل والے سواع کی پوجا کرتے تھے مذحج اور جرش والوں کا بت یغوث تھا خیوان والے یعوق کے پرستار تھے بنو کلب ود کے عابد تھے نسر بنو حمیر کا معبود تھا کنواری دوشیزائیں دوار کے سامنے اپنی حاجات پیش کرتی تھیں سب سے اہم بت لات، منات، عزیٰ اور ہبل تھے لات بنو ثقیف کا بت تھا اور طائف میں نصب تھا منات اوس و خزرج کا بت تھا اور مکہ و مدینہ کے درمیان نصب تھا اہل مدینہ کے نزدیک حج کی تکمیل اس وقت تک نہیں ہوتی تھی جب تک کہ اس کی پوجا نہ کی جائے عزیٰ بنو سلیم اور بنو غطفان کا بت تھا لات، منات اور عزیٰ کے متعلق کفار کا عقیدہ تھا کہ یہ اللہ میاں کی بیٹیاں ہیں اسی وجہ سے ان دیویوں کی پوجا تمام عرب میں کی جاتی تھی۔ ان سب بتوں سے بڑا ہبل تھا جس کو خانہ کعبہ کی چھت پر نصب کیا گیا تھا۔ ان مشہور بتوں کے علاوہ نہ جانے کتنے ایسے تھے کہ جو زندگی کے مختلف شعبوں کے انچارج سمجھے جاتے تھے۔

یہودیت عرب میں دوسرا اہم مذہب یہودیت تھا حجاز میں علم اور دولت کے لحاظ سے انہیں عربوں پر فضیلت حاصل تھی توریت کے علم کی وجہ سے یہ اپنے آپ کو عربوں سے مذہبی طور پر بلند تر خیال کرتے تھے ان کا عقیدہ یہ تھا کہ وہ اللہ میاں کے چہیتے ہیں اور دوزخ کی آگ انہیں چند روز سے زیادہ نہیں چھوئے گی۔ یہ عربوں کو "اُمّی" یعنی جاہل کہتے تھے اور ان کے نزدیک اُمیوں کے ساتھ دھوکا فریب اور ظلم کر لینا بالکل جائز تھا سود خواری ان کا خاص شعار تھا توریت میں حسب ضرورت تحریف کر لیتے تھے اور مذہبی موشگافیاں کرنے میں انہیں کمال حاصل تھا اپنی پوری دنیا پرستی کے باوجود مدینہ اور اس کے اردگرد کے علاقوں میں وہ نیکی اور خدائی علوم کے اجارہ دار سمجھے جاتے تھے عرب میں ان کے آباد ہونے کی وجہ یہ تھی کہ یہ اس علاقہ سے اپنے نجات دہندہ کے ظہور کے منتظر تھے۔

عیسائیت روم کی عیسائی حکومت کے زیر اثر شامی عرب عیسائی ہو گئے ہوئے تھے بنو غسان کی عیسائی ریاست روم کی سرحد کے ساتھ ہی موجود تھی یمن میں بھی حبشہ کی عیسائی حکومت

کے اثرات پہنچے ہوئے تھے۔ اور انہی دو علاقوں سے کچھ عیسائی اندرون ملک میں بھی پھیل گئے تھے اس زمانے کے عیسائی حضرت عیسیٰؑ کے مذہب کی بجائے سینٹ پال کے مذہب کے قائل تھے وہ تثلیث کے علاوہ "مادر خدا" کی الوہیت کے بھی قائل تھے ان کا عقیدہ تھا کہ خدا نے اپنے بیٹے کی قربانی دے کر تمام عیسائیوں کا کفارہ ادا کر دیا ہے گویا اب انہیں گناہ کی کھلی چھٹی تھی صرف پادری کے سامنے اقرار جرم ضروری تھا۔ بایں ہمہ یہودیوں سے ان کی اخلاقی حالت بہتر تھی اور عرب میں بسنے والے عیسائیوں میں قبول حق کی صلاحیت بھی زیادہ تھی۔

ستارہ پرستی عرب میں کچھ لوگ ایسے بھی تھے جو ستارہ پرست تھے غالباً ان کا یہ مذہب وادی دجلہ و فرات کی قدیم تہذیبوں کی باقیات میں سے تھا ان کو صابی یعنی بے دین کہہ کر پکارا جاتا تھا۔

آتش پرستی ایران و عراق کی سرحد کے پاس آباد عرب قبائل زرتشتی مذہب سے متاثر ہوئے تھے۔ اور اہل ایران کی طرح نیکی اور بدی کے خداؤں کے قائل تھے۔ یہ لوگ عملاً آتش پرستی کرتے تھے اور آگ ہی کو سب سے بڑا دیوتا مانتے تھے حیرہ کی ریاست اسی مذہب کے عربوں کے قبضے میں تھی۔

دہریت عرب میں ایک قلیل تعداد ایسے لوگوں کی بھی موجود تھی جنہوں نے مشرکانہ عقائد کو ماننے سے انکار کر دیا تھا ان کا ذہن لا الٰہ تک تو جا پہنچا تھا لیکن وہ الا اللّٰہ تک نہیں پہنچ سکے تھے یہ لوگ مذہبی توہمات کے مخالف تھے لیکن خود تشکیک کا شکار ہونے کی وجہ سے لوگوں میں کوئی خاطر خواہ تبدیلی نہ لا سکے تھے۔

مسلک توحید قدیم عرب میں خال خال ایسے لوگ بھی نظر آتے ہیں جو اپنی فطرت سلیم اور قلبی بصیرت کی بدولت توحید خالص تک پہنچنے میں بھی کامیاب ہو گئے تھے وہ بتوں کے قائل نہ تھے یہودیوں، نصرانیوں اور مجوسیوں کی تعلیمات بھی ان کے لیے اپنے اندر کوئی کشش نہ رکھتی تھیں ان کی عقل کہتی تھی کہ اس کائنات کا خالق و مالک ایک ہے۔ لیکن اس کی صفات کیا ہیں اس کی ہدایات کیا ہیں اور اس کو ماننے کے تقاضے کیا ہیں؟ یہ وہ سوالات تھے جن پر وہ صرف سوچ سکتے تھے رسالت کی رہنمائی کے بغیر کسی نتیجہ پر پہنچنا ان کے لیے مشکل تھا تاہم ایسے لوگ جہاں کہیں ہوتے تھے معاشرے میں صلاحیتوں اور ذاتی قابلیت کے اعتبار سے بہت بلند ہوتے تھے اس کے باوجود مشرکانہ سوسائٹی انہیں صابی یا بے دین ہی قرار دیتی تھی اور انہیں برداشت کرنے کو تیار نہ تھی۔

معاشی حالات

معاشی لحاظ سے عرب میں امرا، متوسط اور غربا سبھی قسم کے لوگ موجود تھے چونکہ عرب کی

یمن بنجر اور بے آب و گیاہ ہے اس لیے غربا کی تعداد زیادہ تھی ان لوگوں کو بہت امیر سمجھا جاتا تھا جو کسی باغ یا نخلستان کے مالک ہوں یا تاجر ہوں ایران و روم کی حکومتوں کے وفادار عربوں کے پاس بھی دولت نسبتاً زیادہ تھی کیونکہ انہیں ملازمتیں وغیرہ مل جاتی تھیں یا ان ملکوں کی خوشحالی سے فائدہ اٹھانے کا موقع مل جاتا تھا عرب کے عام پیشے زراعت، تجارت اور گلہ بانی تھے۔

تجارت مکہ و طائف کے لوگ بالعموم تاجر تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پردادا ہاشم نے قیصر روم، کسریٰ ایران، نجاشی حبشہ اور اقیال یمن سے منشور تجارت حاصل کر لیے تھے کہ ان ممالک کو بے کھٹکے کاروان لایا اور لے جایا کریں چنانچہ قریش کے تجارتی قافلے مکہ سے عراق، عمان، فلسطین و شام، مصر، حبشہ اور یمن جاتے رہتے تھے۔ اور مذہبی سیادت کی وجہ سے ان کے تجارتی قافلے ڈاکہ و رہزنی سے محفوظ رہتے۔ بلکہ دوسرے قبائل کو بھی بعض اوقات بعض علاقوں سے گزرنے کے لیے ان سے لائیسنس لینے پڑتے تھے۔

زراعت عرب "وادی غیر ذی ذرع" (بے آب و گیاہ) تھی تاہم کہیں کہیں پانی مل جاتا تو کھیتی باڑی ممکن تھی بالعموم بڑے بڑے شہر ایسی ہی جگہوں پر بستے تھے، مکہ میں تو ایسی صورت نہیں تھی لیکن طائف و یثرب میں زراعت بھی ہوتی تھی جنوب میں یمن کی خوشحالی کی وجہ بھی زراعت کی ترقی تھی۔

گلہ بانی عرب کا سب سے اہم پیشہ گلہ بانی تھا۔ شہری عرب بھی اسے اختیار کیے ہوئے تھے لیکن بدوی عربوں کا تو یہ واحد جائز پیشہ تھا۔

بدوی عرب گلہ بانی کے علاوہ لوٹ مار اور ڈاکہ سے بھی آمدنی حاصل کرتے تھے اور اسے وہ شجاعت و بہادری قرار دیتے۔ بایں ہمہ شہری عرب بدویوں سے زیادہ مالدار تھے نیز یمن کی زرخیزی نے قحطانی قبائل کو عدنانی قبائل سے زیادہ خوشحال بنا دیا تھا۔

امتحانی سوالات

۱۔ عربوں کے جاہلانہ معتقدات بیان کیجئے اور ان کے اندر جو مذاہب رائج تھے ان کا جائزہ لیجئے۔

۲۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے عرب کے سیاسی، معاشرتی اور مذہبی حالات بیان کیجئے۔

باب ۳

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی

ولادت باسعادت اور خاندان

جس وقت پوری دنیا ظلمت کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں بھٹک رہی تھی رب کائنات نے اپنے بھٹکے ہوئے بندوں کو نور ہدایت پہنچانے کے لیے سرزمین عرب کا انتخاب کیا اور اس کے مرکزی شہر مکہ کے معزز ترین قبیلہ قریش کے خانوادہ بنو ہاشم میں اپنے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا فرمایا قریش حضرت ابراہیمؑ کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد سے تھے۔ خانوادہ بنو ہاشم خانہ کعبہ کا متولی تھا اور حاجیوں کے طعام و قیام کے انتظام سعادت بھی اسے ہی حاصل تھی۔ اس کے سردار عبدالمطلب تھے۔ ان کے بیٹے عبداللہ کی شادی قبیلہ بنو زہرہ کے سردار وہب بن عبد مناف کی لڑکی آمنہ سے ہوئی۔ شادی سے چند ماہ بعد عبداللہ انتقال کر گئے اس وقت حضرت آمنہ امید سے تھیں آپ سسرال ہی میں رہیں۔ اور اللہ تعالیٰ نے آپ کو ۹ ربیع الاول سنہ ۱ عام الفیل بمطابق ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء[1] بروز پیر صبح کے وقت ایک فرزند عطا فرمایا۔ عبدالمطلب کو جب پوتے کی پیدائش کی اطلاع ملی تو اُن کی خوشی کی انتہا نہ تھی۔ خوشی خوشی بچے کو اٹھا کر خانہ کعبہ لے گئے جناب باری میں دعا کی اور بچے کا نام محمدؐ رکھا اسی بچے کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کی تاریکیوں کو ختم کرنے کے لیے بھیجا تھا۔ اور قیامت تک کے لوگوں کے لیے ہادی برحق اور رہبر مقرر فرمایا تھا آپ کی والدہ محترمہ حضرت آمنہ کو پہلے ہی خواب میں اس بچے کی پیدائش کی بشارت مل چکی تھی اور فرشتے نے یہ بھی کہہ دیا تھا کہ اس بچے کا نام "احمد" رکھا جائے ——— آپؐ کے والد عبداللہ آپ کی پیدائش سے چند ماہ پہلے ہی انتقال کر چکے تھے اس لیے آپ کی پرورش کی ذمہ داری آپ کے دادا عبدالمطلب پر تھی، جو خانہ کعبہ کے متولی اور مکہ کے قائد کی حیثیت رکھتے تھے آپ کی والدہ ماجدہ حضرت آمنہ قبیلہ بنو زہرہ کے سردار وہب کی بیٹی تھیں اس طرح اللہ تعالیٰ کے آخری نبی ہر لحاظ سے شریف النسب تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بچپن

عرب کے رواج کے مطابق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو چھ ماہ کی عمر میں رضاعت کے لیے ایک دایہ حلیمہ کے سپرد کر دیا گیا۔ جو قبیلہ بنو ہوازن کی ایک شاخ بنو سعد سے متعلق تھیں اس رواج کا

---

[1] بعض کتب تاریخ میں تاریخ ۲۰۔ اپریل لکھی ہوئی ہے لیکن شمسی کیلنڈر کے مطابق ۲۰ اپریل کو ہفتہ کا دن تھا۔ اس لیے یہ صحیح نہیں ہے۔

مقصد بچوں کو فصیح اللسان بنانا اور اُن میں عربی تمدن کو برقرار رکھنا تھا آپ کے بچپن کے جو واقعات آپ کو آپ کے رضاعی بھائی کو یاد تھے ان سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزول مسعود کی برکت سے مائی حلیمہ کی چھاتیاں دودھ سے بھر گئیں۔ ان کے جانوروں نے دودھ زیادہ دینا شروع کر دیا۔ آپ نے صرف اسی پستان سے دودھ پیا جو کہ مائی حلیمہ نے سب سے پہلے آپ کے منہ میں ڈالا۔ دوسرا پستان مستقل طور پر اپنے رضاعی بھائی حمزہ کے لیے چھوڑ دیا۔[1] دو سال کے بعد حلیمہ آپ کو مکہ واپس لائیں لیکن اس وقت مکہ میں وبا پھیلی ہوئی تھی اس لیے آپ کی والدہ ماجدہ نے دایہ حلیمہ کے اصرار پر آپ کو واپس بھیج دیا چنانچہ آپ نے ابتدائی پانچ برس صحرا ہی میں بسر کیے۔ اس عرصہ میں آپ نے گلہ بانی بھی کی۔

چھ سال کی عمر میں آپ کی والدہ آپ کو ساتھ لے کر آپ کے والد کی قبر کی زیارت کے لیے گئیں آپ اور آپ کی والدہ کا قیام کچھ دیر یثرب میں بھی رہا۔ جہاں آپ نے پیراکی سیکھی اس کے بعد آپ ابوا میں ٹھہرے جہاں آپ کے ننھیال کا قبیلہ رہتا تھا اور یہیں آپ کی والدہ ماجدہ کا انتقال ہو گیا اب آپ کی پرورش کی تمام ذمہ داری آپ کے دادا عبدالمطلب کے کندھوں پر تھی انہیں آپؐ کے والد عبداللہ سے بھی بے پناہ محبت تھی۔ اور آپ سے بھی اُن کی محبت شیفتگی کی حد تک پہنچی ہوئی تھی حتی الامکان وہ آپؐ کو اپنے آپ سے جدا نہیں ہونے دیتے تھے لیکن خدا کی حکمت کہ عبدالمطلب کی عمر نے بھی وفا نہ کی اور صرف دو سال بعد وہ بھی وفات پا گئے۔ اب اس آٹھ سالہ "درِ یتیم" کی پرورش اس کے چچا ابوطالب کے سپرد ہوئی ابوطالب بھی آپ کو بے حد عزیز رکھتے تھے ان کا ذریعہ معاش تجارت تھا وہ تجارتی سفر میں اپنے اس عزیز بھتیجے کو ساتھ ہی رکھتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے اُن کی معیت میں شام کا تجارتی سفر کیا۔

حربِ فجار میں شرکت

آپ کی جوانی کے دور کے اہم واقعات میں سے سب سے پہلے ایک جنگ میں شرکت قابل ذکر ہے جو حرام مہینوں (جن میں جنگ کرنا دین ابراہیمی اور اسلام کی رو سے ممنوع ہے) میں لڑی گئی اور اس لیے فاجروں کی جنگ یا حربِ فجار کے نام سے معروف ہے اس جنگ میں قریش اور بنو قیس ایک دوسرے کے خلاف لڑے چونکہ قریش حق پر تھے اس لیے آپؐ نے ان کا ساتھ دیا لیکن اس جنگ میں آپ نے تلوار کسی پر نہ اٹھائی اور ذاتی حیثیت سے حرام مہینوں کا احترام قائم رکھا۔

تجارت

جوانی میں آپ نے ذریعہ معاش کے طور پر اپنے خاندانی پیشہ تجارت کو اختیار فرمایا سرمایہ پاس نہیں تھا لیکن اس نیک طینت نوجوان کے لیے سرمایہ کی کمی نہ تھی، مکہ کے متمول افراد اس شریف النفس نوجوان کے بلند کردار سے متاثر تھے اس وجہ سے انہوں نے حصے پر سرمایہ مہیا کر دیا اور آپؐ

---

[1] سیرت ابن ہشام [2] رسول اکرم کی سیاسی زندگی از ڈاکٹر حمید اللہ

Marfat.com

نے اس سے تجارت کی۔ آپ کی دیانتداری اور معاملہ کی پاکیزگی کی وجہ سے آپ کو "تاجر امین" کا لقب دیا گیا، سائب اور قیس بن سائب مخزومی دونوں نے آپ کو سرمایہ مہیا کیا لیکن ان میں سے کسی کو کبھی حضور صلعم سے کوئی شکایت پیدا نہ ہوئی۔ حضرت خدیجہؓ مکہ کی ایک شریف النسب متمول خاتون تھیں۔ انہوں نے بھی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تجارت میں شرکت کی پیش کش کی۔ اور منافع میں عام لوگوں سے زیادہ حصہ دینے کا وعدہ کیا۔ چنانچہ آپؐ ان کا مال لے کر شام گئے۔ تجارت میں وعدہ خلافی عام ہوتی ہے اور اس کو تاجر طبقہ اتنا بڑا عیب بھی نہیں سمجھتا لیکن آنحضرتؐ کے اس دور کا ایک واقعہ آپ کے ایفائے عہد پر اب تک گواہ ہے ایک شخص نے آپ سے کوئی معاملہ طے کیا اور اس کے بعد کہا کہ آپ یہیں ٹھہریں میں ابھی آتا ہوں لیکن وہ گھر جا کر وعدہ بھول گیا، تیسرے روز اچانک اس کا اسی جگہ سے گزر ہوا تو یہ تاجر امینؐ وہیں کھڑا تھا، اس شخص کو یہ دیکھ کر سخت ندامت ہوئی۔

شادی

تجارت ہی کے سلسلے میں آپ نے شام کا سفر کیا تھا اس سفر میں تجارتی مال حضرت خدیجہؓ کا تھا جنہوں نے اپنے ایک غلام میسرہ کو آپ کے ساتھ بھیجا تھا، اس سفر میں میسرہ آپ کے حسن اخلاق، پاکیزہ کردار اور امانت و دیانت سے اس حد تک متاثر ہوا کہ اس نے حضرت خدیجہؓ کو آپ کے سفر کے واقعات سنائے اور آپ کی بے حد تعریف کی۔ اس سفر میں حضور صلعم نے "کم منافع اور زیادہ بکری" کے اصول پر کئی مرتبہ مال خریدا اور کئی مرتبہ بیچا تھا۔ اس لیے منافع پہلے سے کئی گنا آیا تھا۔ آپ مال بیچنے سے پہلے گاہک کے سامنے اس کے تمام نقائص بھی گنواتے تھے اس لیے مارکیٹ میں غیر معمولی اعتبار حاصل کر لیا تھا اس کے علاوہ میسرہ نے بہت سے معجزات کا بھی ذکر کیا جو اس نے راستے میں دیکھے تھے۔ ان چیزوں سے حضرت خدیجہؓ اس حد تک متاثر ہوئیں کہ انہوں نے آپ سے شادی کی درخواست کی آپ نے اپنے چچا ابوطالب کی اجازت سے اس کو منظور کر لیا اور ابوطالب نے آپ کا نکاح پڑھا دیا۔ اس وقت آپؐ کی عمر ۲۵ سال اور حضرت خدیجہؓ کی عمر ۴۰ سال تھی۔

نبی اکرم صلعم کی زندگی کا یہ پہلو بہت پرکشش ہے کہ آپ نے پچیس برس تک اپنی جوانی کو بالکل بے داغ رکھا اور اس ماحول میں جہاں عشق بازی اور بدکاری پر فخر کیا جاتا تھا آپ کا طرز عمل نہایت ممتاز تھا۔ ۲۵ سال کی عمر میں شادی بھی کی تو مکہ کی نوعمر اور شوخ لڑکیوں میں سے رشتہ منتخب کرنے کی بجائے ۴۰ سال کی ایک ایسی بیوہ کو اپنا رفیقہ حیات بنایا جس کو شرف نسب اور ذاتی سیرت و کردار کے لحاظ سے امتیاز حاصل تھا۔

حلف الفضول

عرب کے قبائلی نظام میں جاہلانہ رسوم و عادات نے سرزمین عرب کا سکون برہم کر ڈالا تھا۔ حجاز بھی جو تمام عربوں کا مذہبی مرکز تھا ڈاکہ زنی کی وارداتوں سے محفوظ نہیں رہا تھا حرب فجار نے تمام سنجیدہ لوگوں کو اس اہم مسئلہ پر سوچنے پر آمادہ کر دیا تھا لہذا بعض قریش

Marfat.com

اس کا نام حلف الفضول رکھا گیا کیونکہ اس معاہدے میں فضل نام کے
بہت سے لوگوں نے شرکت کی تھی ۲۷ یعنی فضل نام لوگوں کا معاہدہ۔

سرداروں نے جن میں آپ کے چچا زبیر پیش پیش تھے مختلف قبائل کو باہمی امن و سکون کے معاہدہ پر دستخط کرنے پر آمادہ کر لیا اس معاہدہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی شریک ہوئے اس کی رو سے بنو زہرہ بنو تمیم اور قریش نے عہد کیا کہ ملک میں امن و امان برقرار رکھا جائے گا مسافروں کی حفاظت کی جائے گی غریبوں کی امداد کی جائے گی اور مظلوموں کی داد رسی کی جائے گی اس معاہدہ نے سرزمین حجاز میں امن و سکون بحال کروایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نزول اسلام کے بعد بھی فرمایا کرتے تھے کہ اگر آج بھی اس قسم کا معاہدہ ہو تو میں اس میں شرکت کے لیے تیار ہوں۔

فراست کا مظاہرہ آنحضرت کے زمانہ میں خانہ کعبہ کی عمارت کو خستہ ہو جانے کی وجہ سے از سر نو تعمیر کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ جب حجر اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو تمام قبائل اس سعادت کو حاصل کرنے کے خواہاں تھے۔ چنانچہ ان کے درمیان تنازعہ اس حد تک طول پکڑ گیا کہ تلواریں کھنچ گئیں اور قریب تھا کہ خون کی ہولی کھیلی جائے جبکہ ایک معمر بزرگ ابوامیہ بن مغیرہ نے یہ تجویز پیش کی کہ کسی کو حکم مان لیا جائے چنانچہ طے پایا کہ اگلے دن سویرے جو سب سے پہلے مسجد حرام میں داخل ہو وہ حکم مان لیا جائے اور اس کے فیصلے کو سب قبائل مانیں خوش قسمتی سے اگلے دن سب سے پہلے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم حرم میں داخل ہوئے تو قبائلی شیوخ نے بالاتفاق کہا کہ "امین" آ گیا ہم سب اس کے فیصلے پر رضامند ہیں" چنانچہ آپ نے سب کی جذبات کی نزاکت کا احساس کرتے ہوئے ایک نہایت ہی حکیمانہ فیصلہ فرمایا۔ آپ نے ایک چادر بچھائی اور حجر اسود کو اٹھا کر اس پر رکھ دیا، اس کے بعد آپ نے تمام قبائلی سرداروں سے کہا کہ وہ اس چادر کو پکڑ کر اٹھائیں اور اس مقام کی طرف لے چلیں جہاں اس کو نصب کرنا درکار تھا، وہاں پہنچ کر آپ نے پتھر کو اٹھایا اور اس کی جگہ پر نصب کر دیا۔ اس طرح تمام قبائل کو سعادت میں سے حصہ مل گیا اور قتل و غارت کا خطرہ ٹل گیا۔

بعثت اللہ تعالیٰ نے چالیس برس تک اپنے نبی کو مکہ کے ماحول میں رکھ کر ان کی اخلاقی برتری تمام لوگوں سے تسلیم کروائی تو اعلائے کلمۃ الحق کی ذمہ داری انہیں سونپ دی گئی۔ آپ کی طبیعت شرک کی طرف تو کبھی بھی مائل نہ ہوتی تھی لیکن خدا کی طرف سے نور ہدایت پھیلانے کا حکم ابھی نازل نہ ہوا تھا اس کا آغاز اس طرح سے ہوا کہ آپ کو مکہ کے معاشرے سے طبیعت اچاٹ ہوتی ہوئی نظر آئی اور آپ نے غار حرا میں غور و فکر کے لیے جانا شروع کر دیا۔ آپ ہر سال ایک ماہ تک غار حرا میں مقیم رہتے تھے جو مسکین آپ کے پاس آتا اس کو کھانا کھلاتے اور جب مہینہ پورا ہو جاتا تو پہلے خانہ کعبہ کا طواف کرتے اور پھر گھر تشریف لاتے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نبوت کی تمہید اس طرح باندھی گئی کہ آپ کو سچے خواب آنے لگے جو خواب رات کو نظر آتا وہ صبح حقیقت کی دنیا میں سچا ثابت ہوتا۔

جب آپ کا سن مبارک چالیس سال کو پہنچا تو ایک دن آپ حسب معمول غار حرا میں یاد الٰہی میں مصروف

Marfat.com

تھے کہ اچانک حضرت جبرائیل نمودار ہوئے۔ اور آپ سے کہا "پڑھ" آپ نے پوچھا "میں کیا پڑھوں؟" اس پر حضرت جبرائیل نے آپ کو اپنے ساتھ لگا کر اتنے زور سے بھینچا کہ آپ نے سمجھا کہ دم نکل جائے گا۔ اس کے بعد پھر کہا "پڑھ" اور آپ کو یہ آیت پڑھائی: اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ o اِقْرَاْ وَ رَبُّکَ الْاَکْرَمُ o الَّذِیْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ o عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ یَعْلَمْ (پڑھ اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا انسان کو خون منجمد سے۔ پڑھ اور تیرا رب وہ برتر ہستی ہے جس نے قلم کے ساتھ علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا وہ علم نہ رکھتا تھا) تھوڑی دیر بعد حضرت جبرائیل غائب ہو گئے آپ کے لیے یہ ایک بالکل عجیب واقعہ تھا۔ آپؐ گھر واپس تشریف لائے اور لیٹ گئے حضرت خدیجہؓ سے فرمایا کہ میرے اوپر کپڑا ڈال دو۔ حضرت خدیجہ کے پرسش احوال پر آپ نے سارا واقعہ سنایا اور فرمایا کہ "میں ایسے واقعات دیکھتا ہوں کہ مجھے اپنی جان کا ڈر ہو گیا ہے۔" حضرت خدیجہؓ نے تسلی دی اور کہا کہ "آپ اقرباء پر شفقت فرماتے ہیں۔ بیواؤں یتیموں اور بے کسوں کی دستگیری کرتے ہیں، مہمان نوازی فرماتے ہیں اور مصیبت زدوں سے ہمدردی کرتے ہیں خدا آپ کو کبھی تکلیف میں نہیں ڈالے گا۔" آپ کو ذرا سکون ہوا تو وہ آپ کو ساتھ لے کر اپنے چچازاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ ورقہ بن نوفل ان لوگوں میں سے تھے جو شروع ہی سے عرب کے مذہب بت پرستی سے سخت متنفر تھے اور دین حق کی تلاش میں کئی جگہ گھومے پھرے تھے اور بالآخر عیسائی ہو گئے تھے انہوں نے توریت وانجیل کا کافی علم حاصل کیا تھا اور وہ بشارتیں بھی پڑھی تھیں جو نبی آخر الزماں کے متعلق ان کتب میں موجود تھیں۔ انہوں نے سارا واقعہ سن کر جواب دیا "یہ وہ ناموس ہے جو موسیٰ علیہ السلام پر اترا تھا۔ کاش میں اس وقت تک زندہ رہتا جب آپ کی قوم آپ کو نکال دے گی اس وقت آپ کی مدد کرتا یہ کہہ کر ورقہ نے حضور کے سر مبارک کو بوسہ دیا۔

خفیہ دعوت کا دور

درج بالا واقعہ کے بعد حضرت جبرائیل کا نزول اکثر ہونے لگا اور آپ نے اپنے فرائض کو خفیہ خفیہ سر انجام دینا شروع کر دیا۔ سب سے پہلے آنحضرت صلعم پر وہ لوگ ایمان لائے جو آپ کے سب سے زیادہ قریب تھے۔ آپؐ کی اہلیہ حضرت خدیجہؓ سب سے پہلے مسلمان ہوئیں۔ آپ کے عزیز دوست ابوبکرؓ اور آپ کے غلام زیدؓ بن حارث اس کے بعد مشرف با سلام ہوئے۔ بچوں میں سے حضرت علیؓ بن ابوطالب سب سے پہلے اسلام لائے۔ حضرت ابوبکرؓ نے بھی اپنے حلقہ میں دین حق کی اشاعت شروع کر دی، ان کی کوششوں سے حضرت عثمانؓ بن عفان، زبیرؓ بن عوام عبدالرحمٰن بن عوف، سعدؓ بن وقاص اور طلحہؓ بن عبداللہ اسلام لائے، مومنین کی مشترکہ کوششوں سے عمارؓ بن یاسر، خبابؓ، ارقمؓ، سعیدؓ بن زید، عبداللہ بن مسعودؓ، عثمان بن مظعونؓ اور ان کے دونوں بھائی قدامہؓ اور عبداللہ، ابوسلمہؓ، خبابؓ، ابوعبیدہؓ اور صہیبؓ رومی اسلام کی صفوں میں شامل ہوئے۔

اس دور میں نماز چھپ کر پہاڑ کی گھاٹیوں میں ادا کی جاتی تھی۔ اس کے باوجود نئے دین کی شہرت

Marfat.com

تک پہنچ گئی تھی چنانچہ حضرت ابوذر غفاریؓ جو بہت دیر سے متلاشئ حق تھے۔ مکہ میں حاضر خدمت ہو کر مشرف باسلام ہوئے سرداران قریش تاحال اس نئی تحریک کا نوٹس نہیں لے رہے تھے۔ ابھی خانہ کعبہ کے متولیوں میں سے کوئی اسلام نہیں لایا تھا سیاسی اقتدار کے مالک بھی ابھی تک اس دین کی طرف متوجہ نہیں ہوئے تھے۔ اسلام کو قبول کرنے والوں میں نادار، نوجوان اور غلام شامل تھے۔ اس لیے روسائے مکہ ابھی تک اسے بچوں کا کھیل قرار دے رہے تھے ان کا یہ بھی خیال تھا کہ لات منات اور عزیٰ اپنے باغیوں کو خود ہی سزا دیں گے۔

دعوت عام

تین سال کے بعد حکم ربانی پہنچا: فَاصْدَعْ بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِکِیْنَ (آپ کو جو حکم دیا گیا ہے اس سے حق و باطل کا فرق بیان کرو اور مشرکین کی کوئی پرواہ نہ کرو) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے لیے یہ ترکیب اختیار کی کہ کوہ صفا پر چڑھ کر تمام قریش کو اس انداز سے پکارا جیسے خطرے کے وقت لوگوں کو جمع کیا جاتا تھا۔ جب سب لوگ جمع ہو گئے تو آپ نے باواز بلند پوچھا "اگر میں یہ کہوں کہ اس پہاڑی کے پیچھے سے ایک حملہ آور فوج چلی آ رہی ہے تو کیا تم مجھ پر اعتماد کرو گے؟" سب لوگوں نے بیک زبان جواب دیا۔ "ہاں کیوں نہیں، ہم نے تم کو ہمیشہ سچ بولتے پایا ہے"۔ اپنی صداقت کا اس طرح اعتراف کروا لینے کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ تو پھر میں یہ کہتا ہوں کہ خدا پر ایمان لے آؤ ورنہ تم پر سخت عذاب نازل ہو گا۔ اس پر قریشی سردار سخت برہم ہوئے خاص کر آپ کا چچا ابولہب سخت طیش میں آیا اور آپ کو سخت سست کہتا ہوا واپس لوٹا۔

ابھی تک جمود نہیں ٹوٹا تھا اور قریشی لیڈروں نے دعوت حق پر سنجیدگی سے غور نہیں کیا تھا۔ اس لیے آنحضرت صلعم نے خاندان عبدالمطلب کو ایک مرتبہ پھر جھنجھوڑنے کا فیصلہ کر لیا سارے خاندان کو کھانے کی دعوت دی گئی اور ضیافت کے خاتمے پر آنحضرت صلعم نے ایک مختصر تقریر کی جس میں فرمایا کہ میں ایک ایسا پیغام لے کر آیا ہوں جو دین اور دنیا دونوں کا کفیل ہے اس مہم میں میرا کون ساتھ دیتا ہے؟ لیکن سارے خاندان میں سے صرف ایک تیرہ سالہ بچہ ——— حضرت علیؓ مرتضیٰ ——— ساتھ دینے پر آمادہ ہوا۔

قریش کی مخالفت

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم چاہتے تھے کہ لوگ انقلابی دعوت کی صحیح اہمیت کو محسوس کریں۔ اس کے لیے پہلی دونوں تدابیر پوری طرح کارگر ثابت نہ ہوئی تھیں۔ اس لیے آپ نے ایک دن خانہ کعبہ میں کھڑے ہو کر توحید کا اعلان کیا۔ بتوں کی موجودگی میں ان کی توہین مشرکین قریش کے لیے ناقابل برداشت تھی فوراً انہوں نے آنحضرتؐ کو گھیر لیا۔ حارثؓ بن ابی آپ کو بچانے کے لیے دوڑے تو وہ ان کی ننگی تلواروں کی نظر ہو گئے۔ اسلام کی سربلندی کے لیے پہلی جانی قربانی حارثؓ ہی نے دی تھی۔ حضرت حارثؓ کی شہادت سے معاملہ وقتی طور پر ٹل گیا۔ لیکن قریش نے دور تشدد کا افتتاح کر دیا تھا۔

Marfat.com

عبرت کی بات ہے کہ خانہ کعبہ جس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خدائے واحد ہی کی پرستش کے لیے کی تھی آج وہاں توحید کا اعلان کرنے پر تلواریں نکل آئی تھیں۔ اسی جرم کی پاداش میں آنحضرت صلعم کو تنگ کرنے کے باقاعدہ منصوبے بنائے جاتے تھے۔ آپ کے خلاف پروپیگنڈہ کیا جاتا تھا۔ آپ کو صابی (بے دین) اور مجنوں (پاگل) قرار دیا جاتا تھا۔ بہرحال اب جمود ٹوٹ چکا تھا۔ ہر شخص بذات خود اس دعوت پر غور کرکے کوئی نہ کوئی رائے قائم کرنے پر مجبور تھا۔ آنحضرت صلعم نے چالیس برس سے زیادہ اسی قوم میں بسر کیے تھے لوگ آپ کے پاکیزہ اخلاق، اعلیٰ فراست اور بلند کردار سے واقف تھے سلیم الفطرت لوگ سمجھتے تھے کہ صرف صابی قرار دے کر ان کی دعوت کو مسترد نہیں کیا جا سکتا اور نہ ہی ایسے ذہین و فطین شخص کو مجنوں قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس لیے بہت سے لوگ اسلام کی طرف کھنچتے چلے گئے جو حلقہ بگوش اسلام ہوتا تھا وہ تمام مصیبتیں جھیلتا تھا لیکن اسلام سے منحرف نہیں ہوتا تھا اس پر مشرکین نے پروپیگنڈا شروع کر دیا کہ آپ نعوذ باللہ جادوگر ہیں حالانکہ کسی جادوگر نے کبھی سماجی اصلاح یا سیاسی انقلاب کے لیے کوئی تحریک چلائی ہے؟ قرآن پاک کا بلند ادبی معیار فصیح اللسان عربوں کو اپنی طرف کھینچتا تھا تو قریش اسے شاعری قرار دے دیتے تھے۔ پرانی امتوں کا انجام بتا کر جھٹلانے والوں کو تنبیہ کی جاتی تھی تو یہ لوگ اعتراض کرتے تھے کہ قرآن میں پرانے زمانے کے قصوں کے سوا اور کیا دھرا ہے؟ لیکن کلام الٰہی اپنا اعجاز مسلسل دکھا رہا تھا قریش پروپیگنڈے کے جو ہتھیار استعمال کرتے تھے خود ان پر مطمئن نہ تھے اس لیے "صادق و امین"، فصیح و بلیغ عربی میں جو دعوت حق دے رہا تھا وہ ایک انقلابی تحریک تھی جس کو ریت کے بند سے روکا نہیں جا سکتا تھا۔

اس سلسلے میں قریش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی ایذائیں پہنچانے سے بھی باز نہیں آتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک کافر نے آنحضرتؐ کے گلے میں چادر ڈال کر بل دینے شروع کر دیئے یہاں تک کہ آپ گر پڑے۔ حضرت ابوبکرؓ ساتھ تھے یہ دیکھ کر تلملا اٹھے اور پکار کر کہا "کیا تم ایسے شخص کو قتل کرتے ہو جو یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے" حضرت ابوبکرؓ کی آنکھوں سے آنسو نکل آئے تھے۔ قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ دیا اور خانہ کعبہ سے چلے گئے۔ ایک مرتبہ جب آپ خانہ کعبہ میں اپنے رب کے حضور میں سجدہ ریز تھے کفار نے اونٹ کی اوجھ لاکر آپ پر ڈال دی ابولہب کی بیوی آپ کے راستے میں کانٹے بچھایا کرتی، الغرض دعوت حق کو دبانے کے لیے غنڈہ گردی کا ہتھیار کھل کر استعمال کیا گیا لیکن ان ہتھکنڈوں سے بھی حق کا راستہ نہ روکا جا سکا۔

عزم و ثبات کا مظاہرہ

قریشی سردار "رحمٰن" کے ذکر سے اس حد تک چڑ گئے تھے کہ اگر ان کا بس چلتا تو وہ (نعوذ باللہ) حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کر ڈالتے لیکن قبیلہ بنو ہاشم آپ کی پشت پر تھا اور اس کا سردار ابوطالب آپ کا محافظ تھا اس لیے سرداران قریش

Marfat.com

نے ابوطالب کے پاس خطوط بھیجنے شروع کیئے جو یہ مطالبہ کرتے تھے کہ "تمہارا بھتیجا ہمارے معبودوں کو برا کہتا ہے۔ ہمارے مذہب کی مذمت کرتا ہے۔ ہمارے بزرگوں کو نا سمجھ قرار دیتا ہے۔ اس لیے یا تو تم درمیان سے ہٹ جاؤ ورنہ پھر میدان میں آؤ کہ ہم تم فیصلہ کر لیں"۔ اس الٹی میٹم کی وجہ سے ابوطالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلایا اور کہا "بیٹا! چچا پر نا قابل برداشت بوجھ نہ ڈال اور اپنی قوم کی مخالفت چھوڑ دے"۔ ابوطالب کا سہارا اچھنتا ہوا نظر آ رہا تھا۔ لیکن داعی حق کے لیے اللہ کا سہارا کافی تھا۔ جواب میں فرمایا: "چچا جان! خدا کی قسم اگر یہ لوگ میرے ایک ہاتھ پہ آفتاب اور دوسرے پر ماہتاب لاکر رکھ دیں تو بھی میں اس فریضہ سے دستکش نہیں ہوں گا تا آنکہ میں کامیاب ہوں یا اسی راہ میں میری جان کام آجائے"۔ یہ جواب سن کر ابوطالب اس حد تک متاثر ہوئے کہ انہوں نے کہا "بیٹا جو تمہارے دل میں آئے کرو میں کسی حالت میں تمہارا ساتھ نہیں چھوڑ سکتا"۔

ابوطالب کے رویہ سے مایوس سرداران قریش نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو لالچ سے توڑنے کی کوشش کی۔ اور اپنے ایک سردار عتبہ کو آپ کے پاس بھیجا۔ عتبہ نے جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا: "اے بھتیجے تم جانتے ہو کہ ہمارا تمہارا قومی تعلق ہے۔ اور تم یہ بھی دیکھتے ہو کہ تم اپنی قوم کے پاس ایسی چیز لائے ہو۔ جس سے تم نے اس میں انتشار پیدا کر دیا ہے۔ تم نے ان کے باپ دادا کو جاہل اور کافر بتایا ہے۔ ان کے دین میں عیب نکالے۔ پس میں چند باتیں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں شائد کوئی بات آپ کی سمجھ میں آ جائے"۔ "تم نے یہ جو دعوئ نبوت کیا ہے اس سے تمہارا مقصد کیا ہے۔ یہ کہ تم مالدار ہو جاؤ یا سب کے سردار بن جاؤ یا سلطنت حاصل کرنے کا ارادہ ہے۔ اگر مال مطلوب ہے تو ہم اتنا مال تمہیں دے سکتے ہیں کہ تم امیر ہو جاؤ، ہم تمہیں سردار قوم بھی بنا سکتے ہیں، ہم تمہارے لیے سلطنت بھی حاصل کر سکتے ہیں۔ اگر تمہیں آسیب کی کوئی شکایت ہے تو ہم طبیب کو بلا کر اپنے خرچ پر علاج کروا سکتے ہیں"۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہیں جو کچھ کہنا تھا کہہ چکے تو اب میری بات سنو اس کے بعد آپ نے اسے سورہ حم سجدہ کی چند آیات سنائیں جس سے وہ اس حد تک متاثر ہوا کہ گردن لٹکائے ہوئے واپس آیا سرداران قریش اس کے بدلے ہوئے انداز سے متفکر ہو گئے اور اس سے طرح طرح کے سوالات کرنے لگے۔ اس نے صرف اتنا کہا کہ "محمد جو کلام پیش کرتے ہیں وہ نہ سحر ہے نہ کہانت نہ شاعری وہ کچھ اور ہی شے ہے اس سے بہتر کلام آج تک میرے کانوں نے نہیں سنا میری رائے ہیں تم ان کو ان کی حالت پر چھوڑ دو اگر وہ کامیاب ہوئے تو ان کی ملک تمہاری ملک ہو گی اور ناکام ہوئے تو تم سستے چھوٹے"۔ لیکن مخالفت نے انہیں اندھا کر دیا تھا۔ انہوں نے کہا "اے ابوالولید! خدا کی قسم اس نے تم پر جادو کر دیا ہے"۔

قریش کی مخالفت کی وجوہات

قریش کی طرف سے داعیان اسلام پر مظالم کی داستان مکمل کرنے سے پہلے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان

Marfat.com

اسباب کا جائزہ لیا جائے جو ان کو مخالفت پر اکسا رہے تھے۔

۱۔ بت پرستی کی مخالفت:- قریش کی مخالفت کی اولین وجہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے بت پرستی کی مخالفت تھی۔ خانہ کعبہ کے اندر جو سینکڑوں بت رکھے ہوئے تھے ان میں سے بعض قریش کے آباؤ اجداد کے بت تھے۔ بعض خدا کے فرشتوں کی نمائندگی کرتے تھے اور بعض اجرام فلکی کی قریش کے عقیدہ کے مطابق یہ بت خدا کے پاس ان کے سفارشی تھے اور ان کے بغیر خدا تک پہنچ ناممکن تھی اس لیے عملاً ان کے اچھے برے کا اختیار انہیں ہی حاصل تھا جب داعی اسلام نے خدائے واحد کی طرف انہیں بلایا اور ان بتوں کو بے کار محض قرار دیا تو وہ سخت برہم ہوئے۔

۲۔ غلط رسوم و رواج پر تنقید:- ان کی مشرکانہ رسوم نہایت مضحکہ خیز تھیں۔ ان کے ہاں بعض جانوروں کا نر حلال اور مادہ حرام ہوتی تھی۔ بعض جانور مردوں کے لیے حلال اور عورتوں کے لیے حرام تھے، ان کے سوتیلی مائیں باپ کی وفات پر وراثت میں تقسیم کر لی جاتی تھیں حج کی رسوم میں ننگے ہو کر طواف کرنا اور سیٹیاں بجانا بھی شامل تھا۔ نیا مذہب ان تمام مضحکہ خیز چیزوں کو ہدف تنقید بناتا تھا اس لیے وہ اس کی مخالفت کرتے تھا۔

۳۔ نسلی تفاخر:- قریش مکہ کے لیے سب سے بڑی الجھن یہ تھی کہ جس مذہب پر انہوں نے باپ دادا کو پایا تھا اس کو غلط مان لینے سے ان کے آباؤ اجداد گمراہ قرار پاتے تھے اور وہ اس حقیقت کو تسلیم کرنے کے لیے تیار نہ تھے کیونکہ وہ اپنے آباؤ اجداد پر بے جا فخر کرنے کے عادی تھے۔

۴۔ اخلاقی پستی:- دین حق کی طرف سے ان کی اخلاقی پستی پر جو چوٹیں پڑتی تھیں وہ بھی قریش کو مخالفت پر ابھارنے کا باعث بنیں چنانچہ عرب کا مشہور شاعر عشیٰ ابن قیس جب قبول اسلام کے لیے مکہ آیا تو قریشیوں نے اسے سمجھایا کہ محمدؐ تو شراب اور زنا کو حرام ٹھہراتا ہے۔ یہ سن کر اس کا ارادہ متزلزل ہو گیا۔

۵۔ چڑھاووں کی آمدن:- بت پرستی کے رائج الوقت مذہب کو خطرہ قریش کا جذباتی مسئلہ ہی نہ تھا بلکہ ان کا معاشی مسئلہ بھی تھا۔ اس مذہب کی مقبولیت کی وجہ سے تمام عرب سے چڑھاوے مکہ پہنچتے رہتے تھے اور قریشی سردار جو کعبہ کے مجاور تھے۔ ان میں سے اپنے حصے وصول کرتے تھے مشہور دشمن دین ابولہب کی مخالفت کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ اس کو چڑھاووں کی آمدنی چھوڑنا گوارا نہ تھا۔

۶۔ تجارتی مفادات پر زد:- خانہ کعبہ کی مجاوری نے قریش کو عرب بھر میں ممتاز بنا رکھا تھا۔ ان کے قافلے عرب میں لوٹے نہیں جاتے تھے۔ اس سے ان کی تجارت چمکتی تھی۔ اسلام کی اشاعت کی وجہ سے جاہلانہ اعتقادات کے ساتھ ہی ان کے یہ خصوصی اعزاز خطرے میں

Marfat.com

تھے اس لیے وہ اسلام کی مخالفت میں سر دھڑ کی بازی لگا رہے تھے۔

۷۔ قبائلی نظام:- اس سلسلے کی آخری وجہ یہ تھی کہ عرب میں قبائلی نظام قائم تھا۔ اور حضورؐ کی رسالت کو ماننے سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی قیادت آپ سے آپ تسلیم ہو جاتی تھی۔ اس سے وہ قبائلی انتشار ختم ہو جاتا تھا جس کے اہل عرب عادی تھے۔ نیز بعض قبائلی اس بنیاد پر بھی نبوت محمدی کے خلاف تھے کہ وہ اس کو بنو ہاشم کی سیادت قبول کرنے کے مترادف سمجھتے تھے۔

القصہ اسلام ایک دعوت انقلاب تھی جس کا مقصد معاشرت، سیاست، مذہب غرضیکہ زندگی کے ہر پہلو کی از سر نو تعمیر تھی اس لیے نظام زندگی کی پرانی عمارت کے ساتھ جس جس کے جتنے جتنے مفادات وابستہ تھے وہ اسی حد تک اسلام کی مخالفت کر رہا تھا۔

مظالم کی انتہا قریش کے تمام اوچھے ہتھیار بے کار جا رہے تھے اور اسلام کو دن بدن فروغ حاصل ہو رہا تھا بہت سے سلیم الفطرت انسان جادہ حق پر اپنا سب کچھ قربان کر دینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے۔ ظلم کی انتہا یہ تھی کہ حضرت بلالؓ اور حضرت صہیبؓ کو عین دوپہر کے وقت عرب کی گرم ریت پر لٹا کر ان کے سینوں پر پتھر رکھ دیئے جاتے۔ حضرت بلالؓ کو گرم دہکتے ہوئے کوئلوں پر لٹایا جاتا اور وہ وہاں بھی احد احد پکارتے رہتے۔ حضرت عمارؓ بن یاسر بھی تختہ مشق بننے والوں میں شامل تھے حضرت عثمانؓ نے اسلام قبول کیا تو ان کے چچا نے ان کو رسی سے باندھ کر خوب پیٹا۔ حضرت زبیرؓ کے چچا آپ کو چٹائی میں لپیٹ کر ناک میں دھونی دیا کرتے تھے۔ مسلمان صحابیات میں سے حضرت سمیہؓ کو ابوجہل نے نیزہ مار کر شہید کر دیا۔ حضرت سمیہؓ حضرت عمارؓ کی والدہ تھیں۔ زنیرہؓ اور لبینہؓ کو سخت ایذائیں پہنچائی گئیں حضرت زنیرہؓ کو ابوجہل نے اتنا مارا کہ آپ کی آنکھیں ضائع ہو گئیں۔ حضرت لبینہؓ کو حضرت عمرؓ اسلام لانے سے پہلے اتنا مارتے تھے کہ تھک جاتے تھے۔

ہجرت حبشہ مومنین کی مظلومیت انتہا کو پہنچ گئی تو آنحضرتؐ کے حکم سے نبوت کے پانچویں سال ۱۱ مردوں اور ۴ عورتوں کا ایک مختصر سا قافلہ حبشہ کی طرف ہجرت کر گیا۔ قریش کو معلوم ہوا تو انہوں نے سمندر تک تعاقب کیا۔ لیکن قافلہ کامیابی سے حبشہ پہنچ گیا اور مہاجرین نجاشی شاہ حبشہ کی عدل پروری کی وجہ سے سکون سے زندگی بسر کرنے لگے قریش کو یہ بات سخت ناگوار تھی۔ انہوں نے عمرو بن العاص اور عبداللہ بن ربیعہ کو تحائف دے کر شاہ حبشہ کے پاس بھیجا اور اپنے "مفروروں" کی واپسی کا مطالبہ کیا بادشاہ نجاشی نے ان کے بھاگنے کی وجہ دریافت کی تو اسے بتایا گیا کہ انہوں نے ایک نیا دین ایجاد کر لیا ہے جو ہمارے مذہب کے بھی خلاف ہے۔ نجاشی نے مہاجرین کو دربار میں طلب کیا اور ان سے نئے دین کے بارے میں استفسار کیا۔ اس کے جواب میں حضرت جعفر طیارؓ نے حسب ذیل تقریر کی۔

"اے بادشاہ! ہم لوگ جاہل تھے، بتوں کو پوجتے تھے۔ مردار کھاتے تھے بدکاری اور قطع رحم کرتے تھے

Marfat.com

ہمسایوں کے ساتھ زیادتی سے پیش آتے تھے۔ ہم میں طاقتور کمزور کو کھا جاتا تھا۔ ان حالات میں ہم میں خدا نے ایک پیغمبر بھیجا جس کی صداقت، پاکبازی، امانت اور حسب نسب سے ہم سب واقف ہیں اس نے ہمیں خدائے واحد کی طرف بلایا اور ہمیں تعلیم دی کہ ہم بتوں کی پرستش چھوڑ کر صرف خدائے واحد کی پرستش کریں، سچ بولیں، امانت داری اور صلہ رحمی کریں، انسانوں کا حق ادا کریں۔ خونریزی اور حرام باتوں کو چھوڑ دیں عفیفہ عورتوں پر تہمت نہ لگائیں، نمازیں پڑھیں، روزے رکھیں، زکوٰۃ دیں ہم اس پیغمبر پر ایمان لائے۔ اس کی تعلیمات کو قبول کیا شرک چھوڑ کر خدا پرستی اختیار کی۔ حلال و حرام کو پہچانا اور تمام اعمال بد سے باز آئے اس جرم میں ہماری قوم ہماری دشمن ہوگئی اور ہمیں طرح طرح کی اذیتیں دیتی ہے کہ ان باتوں کو چھوڑ کر پھر گمراہی اختیار کریں۔ ہم نے ان کے ہاتھ سے بہت تکالیف اٹھائی ہیں اور مجبور ہو کر آپ کے ملک میں پناہ گزیں ہوئے ہیں ''

نجاشی نے فرمائش کر کے کلام الٰہی کا ایک حصہ بھی سنا اور قریشی وفد کے اس مطالبے کو مسترد کر دیا۔ کہ مہاجرین کو ان کے حوالے کر دیا جائے۔ تاہم اگلے دن عمرو بن العاص نے نجاشی سے کہا کہ آپ حضرت عیسٰی کے بارے میں ان کے عقائد معلوم کیجئے حضرت جعفرؓ نے جواب میں فرمایا کہ '' قرآن کی رو سے وہ خدا کے بندے اس کے پیغمبر اور اس کی روح ہیں '' اس پر نجاشی نے ایک تنکا اٹھایا اور کہا کہ '' جو کچھ تم نے بیان کیا حضرت عیسٰی علیہ السلام اس تنکے کے برابر بھی اس سے زیادہ نہیں ہیں '' اور قریشی سرداروں کا یہ وار بھی خالی گیا اور انہیں ناکام واپس لوٹنا پڑا۔

حبشہ میں مسلمان سکون سے زندگی بسر کر رہے تھے لیکن وطن کی یاد اب بھی انہیں ستاتی تھی۔ اسی دوران حبشہ میں یہ افواہ مشہور ہوگئی کہ تمام اہل مکہ نے اسلام کو قبول کر لیا ہے۔ مسلمان فوراً واپس لوٹے لیکن مکہ کے قریب پہنچ کر معلوم ہوگیا کہ افواہ بالکل غلط تھی چنانچہ ان میں سے بعض واپس لوٹ گئے اور کچھ مکہ لوٹ آئے۔ قریش نے اپنی سفارت کی ناکامی سے برہم ہو کر مسلمانوں پر اور زیادہ مظالم شروع کر رکھے تھے اس کے اگلے سال ۸۳ مردوں اور بیس عورتوں پر مشتمل ایک اور قافلہ حبشہ چلا گیا اور ان لوگوں کی کوششوں سے حبشہ میں بھی اسلام پھیلنے لگا۔

امیر حمزہؓ کا قبول اسلام

جس وقت کفار مکہ کی ایذا رسانیاں نقطہ کمال پر پہنچی ہوئی تھیں اللہ تعالیٰ نے اسلام کو دو اہم شخصیات امیر حمزہؓ اور عمر بن خطابؓ سے تقویت دی امیر حمزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سگے چچا تھے۔ ان کے قبول اسلام کا واقعہ اس طرح ہے کہ ایک دن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کوہ صفا پر بیٹھے ہوئے تھے کہ ابوجہل وہاں آ پہنچا اس نے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیں اور جب دیکھا کہ گالیوں کا آپؐ پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تو ایک پتھر اٹھا کر اس زور سے آپ کے سر میں مارا کہ خون جاری ہوگیا یہ سارا واقعہ کسی نے امیر حمزہؓ سے بھی بیان کر دیا۔ وہ شکار کھیل کر آرہے تھے فوراً ابوجہل کے

پاس گئے اور اس زور سے کمان اس کے سر پر مارا کہ اس کا سر زخمی ہو گیا۔ اس کے بعد آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے اور کہا "بھتیجے! تم یہ سن کر خوش ہو گے کہ میں نے ابوجہل سے تمہارا بدلہ لے لیا" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "چچا میں ایسی باتوں سے خوش نہیں ہوا کرتا ہاں اگر آپ مسلمان ہو جائیں تو مجھے بڑی خوشی ہو گی" امیر حمزہ رضؓ اسی وقت مسلمان ہو گئے۔[1]

حضرت عمر رضؓ کا قبول اسلام

امیر حمزہ رضؓ کے قبول اسلام کے تین روز بعد حضرت عمر فاروق اعظم رضؓ بھی مشرف با اسلام ہو گئے آپ مکّہ کے معروف بہادروں میں شمار ہوتے تھے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلان توحید کی وجہ سے ان کے پرانے مذہب میں جو "انتشار" پیدا ہو گیا تھا اس سے حضرت عمر رضؓ کو بھی سخت تکلیف تھی کمزور مسلمان اور غلام جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا وہ آپ کے ظلم و ستم کا نشانہ بنتے رہتے تھے لیکن اسلام دن بدن پھیلتا ہی جاتا تھا۔ ایک دن عمر رضؓ نے اپنی بہادری کے بل بوتے پر اس ارادے سے گھر سے نکلے کہ کیوں نہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا خاتمہ ہی کر ڈالا جائے۔ راستے میں نعیم رضؓ بن عبداللہ سے ملاقات ہو گئی جو مسلمان ہو چکے تھے۔ لیکن اپنے ایمان کو خفیہ رکھتے تھے انہوں نے عمر رضؓ کو ننگی تلوار لے کر جاتے دیکھا تو پوچھا "عمر ننگی تلوار لے کر کہاں جاتے ہو؟ جواب دیا "محمدؐ کے پاس جاتا ہوں جس نے نیا دین پیدا کیا ہے اور قریش کے لوگوں کو پریشان کر دیا ہے اور ان کے طریقے اور مذہب کو برا کہتا ہے اور ان کے معبودوں اور بتوں کے عیب بیان کرتا ہے میں اس کو قتل کرنے جا رہا ہوں"۔[2]

نعیم رضؓ نے کہا اے عمرؓ خدا کی قسم تیرے نفس نے تجھے فریب دیا ہے۔ محمدؐ کو قتل کرنے کے بعد بنی عبد مناف تجھے زمین پر پھرنے دیں گے؟ پہلے اپنے گھر کی تو خبر لے تمہاری بہن فاطمہ رضؓ اور تمہارا بہنوئی سعید رضؓ بن زید دونوں مسلمان ہو چکے ہیں۔ اس طعنے کو سن کر عمر رضؓ فوراً واپس لوٹے اور ان کے گھر کی راہ لی۔ جب وہ دروازے پر پہنچے تو ایک صحابی ان کو قرآن پاک پڑھا رہے تھے۔ جاتے ہی پوچھا کیا پڑھ رہے تھے؟ بہن نے چھپانے کی کوشش کی لیکن عمرؓ نے سختی سے ڈانٹا کہ معلوم ہو گیا ہے کہ تم نے محمدؐ کی اطاعت قبول کر لی ہے اور اس کے دین میں داخل ہو گئے ہو یہ کہہ کر اپنے بہنوئی کو زمین پر گرا کر ان کے سینے پر چڑھ گئے بہن چھڑانے کے لیے آگے بڑھی تو عمر رضؓ نے اس کو بھی زخمی کر دیا اور ان کے سر سے خون کا فوارہ پھوٹ نکلا اس حالت میں روتے ہوئے حضرت فاطمہ رضؓ نے فرمایا "عمر رضؓ جو تمہارے دل میں آئے کرو ہم اسلام قبول کر چکے ہیں اور اس کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اس استقامت سے عمر رضؓ کا دل پسیج گیا اور کہا وہ کاغذ مجھے بھی دکھاؤ جو تم پڑھ رہے تھے۔ فاطمہ رضؓ نے جواب دیا کہ تم شرک کے سبب ناپاک ہو۔ غسل کرو تو وہ تمہیں دکھایا جا سکتا ہے حضرت عمر رضؓ نے غسل کیا اور سورۃ طٰہٰ کی آیات سنیں اور پوچھا محمد کہاں ہیں میں ان کی خدمت میں حاضر ہو کر

---

[1] رحمۃ اللعالمین [2] ابن ہشام

اسلام قبول کرنا چاہتا ہوں"۔ سعید بن زید عمرؓ کو ساتھ لے کر اس پہاڑی مکان میں پہنچے جہاں حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ساتھیوں سمیت مقیم تھے۔ عمرؓ نے دروازہ کھٹکھٹایا۔ صحابہ میں سے ایک نے جھانک کر عمرؓ کو ننگی تلوار لیے کھڑے دیکھا تو گھبرائے ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے اور بتایا کہ عمرؓ اس حالت میں باہر کھڑا ہے۔ حضرت حمزہؓ نے فرمایا اندر آنے دو اگر خیر کے ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیں گے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود آگے بڑھ کر دریافت فرمایا "عمر کس ارادے سے آئے ہو" عرض کیا "یا رسول اللہ میں ایمان لانے کی خاطر حاضر ہوا ہوں۔ اس کے ساتھ ہی مومنین نے نعرہ تکبیر بلند کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو اپنے بہت قریب جگہ دی۔ حضرت عمرؓ کے قبول اسلام سے مومنین کو بہت تقویت حاصل ہوئی۔ حضرت عمرؓ کلمہ شہادت پڑھنے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ سچے نبی نہیں ہیں؟ آنحضرتؐ نے ارشاد فرمایا "بے شک میں سچا نبی ہوں" حضرت عمرؓ نے عرض کیا کہ پھر ہمیں کھلم کھلا بیت اللہ میں نماز پڑھنی چاہیے۔ چنانچہ مومنین خانہ کعبہ گئے حضرت عمرؓ وہی تلوار لے کر دروازے میں کھڑے ہو گئے۔ اپنے اسلام کا اعلان کر دیا اور کہا جس شخص کو اپنی بیوی کو بیوہ اپنی اولاد کو یتیم اور اپنی والدہ کو بے اولاد کرنا ہو وہ میرے مقابلے میں آئے۔ کسی مائی کے لال میں ہمت نہ ہوئی اور مسلمانوں نے اعلانیہ نماز ادا کی اس پر دربار رسالت مآب سے فاروق کا خطاب ملا۔

شعب ابوطالب

قریش کی پوری مخالفت کے باوجود نور اسلام پھیلتا چلا جا رہا تھا اور سلیم الفطرت لوگ ایک ایک کر کے حلقہ بگوش اسلام ہو رہے تھے۔ سرداران قریش اس پر سخت برہم تھے کہ لوگ ان کی اجازت کے بغیر ہی اسلام لے آتے ہیں اور ایک دفعہ جو دائرہ اسلام میں داخل ہو جاتا ہے وہ کسی قیمت پر واپس نہیں آتا۔ چنانچہ انہوں نے انتہائی اقدام کا فیصلہ کیا اور خانہ کعبہ میں بیٹھ کر فیصلہ کیا کہ بنو ہاشم سے یہ کہا جائے کہ وہ خود ہی محمد صلعم کو قتل کر ڈالیں (نعوذ باللہ) اور اگر وہ اس مطالبہ کو پورا کرنے سے انکار کریں تو ان کا معاشی مقاطعہ کر دیا جائے اس سلسلہ میں ایک معاہدہ لکھ کر کعبۃ اللہ میں لٹکا دیا گیا۔ اس معاہدہ میں طے کیا گیا کہ کوئی شخص بنو ہاشم سے میل ملاقات نہیں رکھے گا، قرابت نہیں کرے گا۔ اناج اور کھانے پینے کا سامان ان کے پاس نہیں جانے دے گا۔ اور ان کے ہاتھ خرید و فروخت نہیں کریگا جب تک کہ بنو ہاشم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کے لیے ان کے حوالے نہ کر دیں۔ بنو ہاشم اس غیر معقول مطالبہ کو کیسے مان سکتے تھے انہوں نے اس معاہدے کو اعلان جنگ کا پیش خیمہ قرار دیا اور ابوطالب اپنے تمام خاندان سمیت ایک پہاڑی گھاٹی جو بعد میں انہی کے نام سے موسوم ہوئی میں مقیم ہوئے اور تین سال وہیں مقیم رہے۔ اس عرصے میں ان کا گذارہ اس غلے پر تھا جو بعض رحم دل چوری چھپے انہیں پہنچا دیتے تھے۔ بسا اوقات انہیں فاقے برداشت کرنے پڑتے پہاڑی بوٹیاں کھا کر گذارہ ہوتا اور ایک صحابیؓ نے سوکھا ہوا چمڑا بھون کر کھایا جب بچے بھوک کی وجہ سے بلبلا رہے ہوتے تو قریشی قہقہے لگا کر مذاق اڑاتے صرف

Marfat.com

حرام مہینوں میں یہ لوگ اس گھاٹی سے باہر آتے کیونکہ ان مہینوں میں عربوں کے پرانے دستور کے تحت جنگ وجدل حرام تھا بایں ہمہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے مشن سے غافل نہ تھے حج کے دنوں اس گھاٹی سے باہر آتے اور لوگوں کو دین حق کی دعوت دیتے لیکن ابولہب سائے کی طرح آپ کے ساتھ ساتھ رہتا اور لوگوں کو پکار پکار کر آپؐ کی بات سننے سے منع کرتا اور آپ کو کبھی مجنوں اور کبھی جادوگر بتاتا۔ بالآخر تین سال کے بعد چند قریشی جوانوں کو بنو ہاشم کی اس حالت زار پر رحم آیا اور انہوں نے خانہ کعبہ میں لٹکا ہوا وہ معاہدہ پھاڑ ڈالا جو قریش کے اس غیر معقول طرز عمل کا باعث تھا اور بنو ہاشم کو پہاڑی قید خانے سے باہر نکال لائے۔

ابو طالب اور حضرت خدیجہؓ کی وفات

نبوت کے دسویں سال تک کفار مکہ کی مخالفانہ سرگرمیوں کے راستے میں دو بڑی رکاوٹیں تھیں۔ قبیلہ بنو ہاشم جس کے سردار ابو طالب تھے اور دوسری حضرت خدیجہؓ کی شخصیت کہ ان کے بے شمار قریشیوں پر احسانات تھے۔ اس سال ابو طالب وفات پا گئے اور اس کے صرف تین روز بعد حضرت خدیجہؓ بھی اللہ کو پیاری ہوئیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں اموات کا اس قدر صدمہ ہوا کہ اس سال کو عام الحزن (غم کا سال) کا فرمایا۔ اب قبیلہ بنو ہاشم کا سردار ابولہب تھا جس سے کسی خیر کی توقع نہیں کی جا سکتی تھی اس لیے دشمنان حق کے حوصلے بڑھ گئے اور مخالفانہ سرگرمیاں زور پکڑ گئیں۔

سفر طائف

شعب ابی طالب سے واپسی کے بعد بھی مکہ کی فضا اس حد تک مکدر تھی کہ وہاں تبلیغ اسلام کی بہت کم گنجائش تھی اس لیے نبی برحق صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل طائف کو دعوت دینے کا ارادہ کیا اور اپنے آزاد کردہ غلام زیدؓ بن حارث کو ساتھ لے کر طائف پہنچے۔ طائف میں قبیلہ بنو ثقیف آباد تھا اور عبدیا لیل، مسعود اور حبیب تین بھائی اس کے سردار تھے آنحضرت صلعم نے سب سے پہلے انہی کو دعوت حق دینے کا فیصلہ کیا۔ ان میں ایک کا جواب یہ تھا کہ "میں کعبہ کے سامنے داڑھی منڈوا دوں اگر تجھے اللہ نے رسول بنایا ہو"۔ دوسرے نے کہا "کیا خدا کو تیرے سوا اور کوئی بھی رسول بنانے کو نہ ملا۔ جسے پڑھنے کی سواری بھی میسر نہیں اسے پیغمبر بھیجنا تھا تو کسی سردار یا حاکم کو منتخب کیا ہوتا" اور تیسرے کا جواب یہ تھا کہ "میں تجھ سے کوئی بات نہیں کروں گا اگر تو واقعی خدا کا رسول ہے تو نہایت خطرناک بات ہے کہ میں تیرے کلام کو رد کر دوں اور اگر تو خدا پر جھوٹ باندھتا ہے تو تو اس قابل نہیں کہ تیرے ساتھ بات کی جائے"۔ غرضیکہ تینوں سرداروں نے اپنے اپنے جوابات سے ثابت کر دیا کہ ان کے اندر طلب حق سرے سے موجود نہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عوام کی طرف متوجہ ہوئے اور وعظ کہنا شروع کیا تو ان سرداروں نے اوباش چھوکروں کو آنحضرتؐ کو تنگ کرنے پر مامور کر دیا ان لونڈوں نے آپ کو پتھر مار مار کر لہولہان کر دیا۔ یہاں تک کہ آپ کا جوتا مبارک خون سے بھر گیا اور آپ بیٹھ گئے۔ انہی میں سے ایک بدبخت نے آپ کو اٹھایا

اور چلانا شروع کیا جب آپ چلنے لگے تو ہر سڑک کے دونوں طرف سے پتھروں کی بارش ہونے لگی۔ جب آپ نڈھال ہو کر گر پڑتے تھے تو وہ آپ کو اٹھا دیتے تھے اور پھر پتھراؤ اور فقرے بازی شروع کر دیتے تھے بالآخر آپ آبادی سے باہر نکلنے میں کامیاب ہو گئے ایک باغ میں انگوروں کی بیلوں میں پناہ لی زیدؓ بن حارث نے آپ کے زخم دھوئے اور آپ سے درخواست کی کہ اس ظالم قوم کے لیے ہلاکت کی دعا کیجئے لیکن آپ نے فرمایا "میں ان لوگوں کے لیے تباہی کی دعا کیوں کروں ہو سکتا ہے کہ ان کی آئندہ نسلیں ایک خدا پر ایمان لانے والی ہوں" اور ان کی ہدایت کے لیے دعا فرمائی۔

یہ باغ عتبہ بن ربیعہ کا تھا اس نے کافر ہونے کے باوجود آپ پر رحم کھا کر اپنے ایک غلام عداس کے ہاتھ کچھ انگور بھجوائے آپ نے بسم اللہ الرحمٰن الرحیم پڑھ کر کھانے شروع کیے عداس نینوا کا باشندہ تھا جہاں حضرت یونس مبعوث ہوئے تھے فوراً بول پڑا "یہ ایسا کلام ہے جو یہاں کے باشندے نہیں بولا کرتے" آپ نے اس سے اس کا مذہب اور وطن دریافت کیا تو اس نے بتایا کہ میں نینویٰ کا عیسائی ہوں آپ نے فرمایا "تم مرد صالح یونسؑ بن متی کے شہر کے باشندے ہو، عداس نے پوچھا آپ کو کیا معلوم کہ وہ کون تھا؟ آپ نے فرمایا، یونس میرا بھائی تھا وہ بھی نبی تھا اور میں بھی نبی ہوں" عداس نے یہ سنتے ہی آپ کے ہاتھ چومے۔ عتبہ نے یہ دیکھا تو فوراً مداخلت کی عداس کو ڈانٹا کہ کہیں اپنا دین نہ چھوڑ بیٹھنا۔

طائف کے علاوہ بھی آپ بہت سے قبائل میں تشریف لے گئے عکاظ اور ذی المجاز کے میلوں میں اور حج کے موقعہ پر آپ نے مختلف قبائل کو اسلام کی طرف بلایا لیکن ابولہب ہر وقت ساتھ رہتا تھا اور لوگوں کو قبول اسلام سے منع کرتا تھا۔

یثرب میں اشاعت اسلام

یثرب مکہ کے شمال میں ایک قصبہ تھا جہاں قحطانی نسل کے دو قبائل بنو اوس و بنو خزرج آباد تھے جن کے درمیان اکثر جنگ ہوتی رہتی تھی۔ ان دونوں قبائل کے علاوہ وہاں بہت سے یہودی قبائل بھی آباد تھے۔ اس بستی کی قسمت میں مدینۃ النبی بننا لکھا تھا۔ اس میں اسلام کی پہلی کرن ایک شاعر سوید بن صامت کے ذریعے پہنچی جو قرآن کی ادبی عظمت سے متاثر ہو کر اسلام لے آیا تھا۔ لیکن وہ جلد ہی بنو خزرج کے ہاتھوں قتل ہو گیا اوس و خزرج کے درمیان بعاث کی مشہور لڑائی ہونے والی تھی۔ اس کی تیاری کے طور پر بنو خزرج کا ایک وفد قریش سے امداد طلب کرنے کے لیے آیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے موقعہ پا کر اس وفد کے سامنے اسلام پیش کیا ان میں ایک شخص ایاس بن معاذ نے اپنے ساتھیوں سے پکار کر کہا کہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے جو تم لینے آئے ہو۔ لیکن اس کے ساتھیوں نے توجہ نہ دی۔ یہ بھی واپسی کے تھوڑی دیر بعد فوت ہو گیا۔ لیکن وفات کے وقت اس کے منہ سے خدائے واحد کی تمجید کے کلمات جاری تھے۔

وقت گذرتا گیا مکہ کی سرزمین قبول حق کی صلاحیت سے اور زیادہ خالی ہوتی چلی گئی۔ اہل یثرب نے یہود سے

Marfat.com

نے والے نبی کے حالات سن رکھے تھے ان کی وجہ سے وہ اسلام کی طرف جلدی راغب ہو سکتے تھے سنہ ۱۱ نبوی میں حج کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یثرب کے چھ باشندوں سے ملے اور انہیں کلام الٰہی سنایا۔ انہوں نے آپ میں وہ تمام نشانیاں دیکھیں جو اس "آنے والے نبیؐ" میں ان کے علم کے مطابق ہونا چاہئیں تھیں جس کا ذکر وہ یہود سے اکثر سنتے تھے۔ انہوں نہایت خوشی سے اسلام قبول کر لیا۔ اگلے سال بارہ آدمی یثرب سے اسی غرض کے لیے حج پر آئے کہ وہ آنحضرت صلعم کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کر سکیں انہوں نے عقبہ کے مقام پر یہ سعادت حاصل کی۔ اس واقعہ کو بیعت عقبہ اولیٰ کہا جاتا ہے! آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پانچ چیزوں پر بیعت لی۔ (۱) خدائے واحد کی پرستش (۲) چوری و زناکاری سے پرہیز (۳) اولاد کو قتل نہ کرو (۴) جھوٹی تہمت اور چغلی سے پرہیز (۵) نبی کی اطاعت گویا اسلامی معاشرے کے چیدہ چیدہ اصول انہیں سمجھا دیے گئے تھے ان کی درخواست پر ایک داعی حق حضرت مصعبؓ بن عمیر کو بھی ان کے ساتھ مدینہ بھیجا گیا مصعب کی کوششوں سے مدینہ میں اسلام خوب پھلا پھولا۔

بیعت عقبہ ثانی

یثرب کی زرخیز زمین میں اسلام کا جو بیج بو یا گیا تھا۔ سال بھر میں ہی اس سے اچھی خاصی فصل تیار ہو گئی۔ مصعبؓ یثرب میں سعد بن عبادہ کے ہاں ٹھہرے تھے، دونوں کی مشترکہ کوششوں سے بنو عبدالاشہلی اور بنو ظفر کے مشہور سردار سعدؓ بن معاذ اور اُسیدؓ بن حضیر ایمان لے آئے اور ان کے قبیلے بھی حلقہ بگوش اسلام ہو گئے مدینہ کے دوسرے قبائل بھی اسلام سے متاثر ہوئے اور سنہ ۱۲ نبوی میں ۷۳ مرد اور ۲ عورتوں پر مشتمل ایک وفد آنحضرت کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام کی بیعت کی اس واقعہ کو بیعت عقبہ ثانی کہا جاتا ہے۔ اس مرتبہ تحریک اسلامی کے اہم ترین مسائل بھی زیر بحث آئے۔ مکہ کی مشکلات کے پیش نظر اہل یثرب کے اس وفد نے آپ کو یثرب آنے کی دعوت دی آنحضرتؐ کے چچا عباسؓ بھی آپ کے ساتھ تھے وہ اگرچہ ابھی تک اسلام نہیں لائے تھے لیکن آپ کے سچے غم خوار تھے انہوں نے اہل یثرب سے کہا کہ اے اہل یثرب تمہیں معلوم ہے کہ قریش مکہ محمدؐ کے جانی دشمن ہیں۔ ان کو یثرب لے جانا سرخ وسیاہ لڑائیوں کو دعوت دینا ہے۔ اگر تم ان کی حفاظت کر سکو تو ساتھ لے جاؤ ورنہ ابھی باز آجاؤ حق کے یہ پرستار جان کی بازی لگانے کو تیار تھے، انہوں نے آنحضرتؐ کے دست مبارک پر اس بات پر بیعت کی کہ ہم اپنے اہل وعیال کی طرح آپ کی حفاظت کریں گے۔ لیکن ایک شرط آپ سے بھی منوائی اور وہ یہ تھی کہ جب اللہ تعالیٰ حق کو فتح عطا فرمائے تو آپ ہمیں چھوڑ کر واپس مکہ نہیں چلے آئیں گے۔ آپ نے فرمایا

"تم مجھ سے ہو اور میں تم سے ہوں"۔

اس خفیہ کانفرنس کو جو عقبہ کے مقام پر رات کی تاریکی میں ہو رہی تھی ایک مشرک نے دیکھ لیا اور شور مچانے لگا کہ محمدؐ اور اس کے ساتھی پہاڑ کے دامن میں جنگ کے منصوبے بنا رہے ہیں۔ اگلے دن قریش نے اہل یثرب کو تلاش کرنے کی کوشش کی لیکن وہ جا چکے تھے۔ صرف سعدؓ بن عبادہ ان کے ہاتھ آئے جن کو ان

Marfat.com

ظالموں نے بہت پیٹا یہاں تک کہ ان کے قریشی تعلق داروں نے جن پر سعدؓ بن عبادہ کے احسانات تھے آکر انہیں چھڑایا۔

بیعت عقبہ ثانی کے بعد شرک کے علمبرداروں نے حق کو مٹانے کے لیے پورا زور لگا دیا۔ آنحضرت صلعم نے بھی اپنے ساتھیوں کو مدینہ چلے جانے کا حکم دے دیا اور مومن ایک ایک کر کے مکہ چھوڑنے لگے۔

ہجرت مدینہ

۲۷ صفر ۱۳ نبوی

۱۲ ستمبر ۶۲۲ ء

اسباب مکہ میں جب دعوت حق کے پھیلنے کا مزید امکان نہ رہا اور یثرب والوں نے حق شناسی اور اس کے لیے قربانی دینے پر آمادگی ظاہر کی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالےٰ کے حکم سے مکہ کو چھوڑ کر مدینہ جانے کا فیصلہ کر لیا۔ اس کے اسباب مختصراً حسب ذیل ہیں۔

۱ **مکہ میں تبلیغ اسلام پر پابندی** کسی بھی معاشرہ میں ایسے لوگ معدودے چند ہوتے ہیں جو شدید مخالفت کے باوجود حق کا ساتھ دینے کے لیے تیار ہوتے ہیں۔ مکہ میں جتنے ایسے لوگ موجود تھے وہ اسلام کے پرچم تلے جمع ہو چکے تھے۔ اب وہاں اشاعت اسلام کی مزید گنجائش نظر نہیں آتی تھی۔ شعب ابی طالب سے نکلنے کے بعد سرداران قریش نے مکہ کی حدود میں تبلیغ اسلام پر شدید پابندی لگا دی تھی۔ مکہ کے قرب و جوار میں بھی حالات حوصلہ افزا نہ تھے طائف کی سرزمین بھی قبول حق کی صلاحیت سے عاری ثابت ہوئی تھی۔ اس لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی دوسرے خطۂ ارضی کو مرکز بنانے کا فیصلہ فرمایا۔

۲ **مومنین پر مظالم کی انتہا** اہل مکہ نے ایمان لانے والوں پر مظالم توڑنے کی انتہا کر دی تھی حضرت بلالؓ وحضرت خبیبؓ اور حضرت عمارؓ بن یاسر مظلومیت کی منہ بولتی تصاویر تھے انہیں گرم ریت پر لٹایا جاتا اور ان کے سینے پر سخت گرم پتھر رکھ دیے جاتے۔ حضرت عمارؓ کی والدہ سمیہؓ کو ابوجہل نے نیزے کے پیہم وار کر کے شہید کر ڈالا تھا حضرت عثمانؓ بن عفان اور حضرت مصعبؓ بن عمیر جنہوں نے ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی محض قبول اسلام کی وجہ سے سخت مصائب کا شکار ہوئے خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی بے انتہا ایذائیں پہنچائی جاتی تھیں۔ مومنین اس مسلسل ظلم و ستم سے تنگ آ چکے تھے۔ اس لیے ان کے لیے پرامن فضا کی ضرورت تھی۔

3 **حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کی وفات** قبائلی نظام میں سرداران قبائل کو بہت زیادہ اہمیت حاصل ہوتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم کے چچا ابو طالب نے اگرچہ اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ لیکن وہ آنحضرت صلعم کے محافظ تھے اور چونکہ وہ خانوادہ بنو ہاشم کے سردار تھے اس لیے ان کی موجودگی میں آنحضرت صلعم پر ہاتھ اٹھانا بہت مشکل تھا ہجرت سے ایک سال قبل وہ فوت ہو گئے تو کفار کا رویہ زیادہ سخت ہو گیا۔ اسی سال ام المومنین خدیجۃ الکبریٰؓ نے بھی وفات پائی وہ بھی مکہ کی با اثر خاتون تھیں اور اکثر سرداران قریش پر ان کے احسانات تھے اس لیے ان کی وفات سے مسلمانوں کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا اور مکہ کی زمین مسلمانوں کے لیے تنگ کر دی گئی۔

۴۔ **ہجرت حبشہ کی مثال** بعض مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی۔ وہاں نہ صرف وہ بہت امن و سکون کی زندگی بسر کر رہے تھے بلکہ اسلام کی اشاعت بھی تیز رفتاری سے ہو رہی تھی۔ اس تجربہ نے یہ واضح کر دیا تھا کہ ایسی بہت سی جگہیں موجود ہیں جہاں دین حق کا پودہ زیادہ تیزی کے ساتھ پروان چڑھ سکتا ہے۔ اس سے مسلمانوں کے اس عزم کی حوصلہ افزائی ہوئی کہ مکہ کی بجائے یثرب میں اسلامی حکومت قائم کی جائے۔

5۔ **اسلامی نظام کی تکمیل کا تقاضا** مکہ میں اسلامی نظام کے صرف ایک حصے پر عمل ہو سکتا تھا۔ انسانی زندگی کا جو اجتماعی ڈھانچہ اسلام تعمیر کرنا چاہتا تھا۔ اس کے لیے مکہ کی گھٹی ہوئی فضا میں گنجائش نہ تھی۔ اس کے برعکس یثرب میں سرداران قبائل تک حلقہ بگوش اسلام ہو چکے تھے۔ اس لیے وہاں کی فضا اس کے لیے سازگار تھی۔ مکہ میں نماز با جماعت کا باقاعدہ اہتمام بہت مشکل تھا وہاں اسلامی قانون کے نفاذ کے لیے کوئی اسلامی ریاست وجود میں نہ آسکتی تھی وہاں اجتماعی معاشرے کے متعلق ہدایات پر عمل نہ ہو سکتا تھا۔ اس لیے ہجرت ناگزیر تھی۔

۶۔ **اہل یثرب کا اشتیاق** بیعت عقبہ ثانی میں اہل یثرب نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یثرب آنے کی باقاعدہ دعوت دی اور یقین دلایا کہ ہم آپ کی حفاظت اسی طرح کریں گے جیسے اپنی کرتے ہیں ہجرت کے لیے یثرب کا انتخاب اہل یثرب کے غیر معمولی اشتیاق کی وجہ ہی سے ہوا تھا جس خلوص و محبت کے ساتھ انہوں نے آنحضرت صلعم کو دعوت دی، اور جس انداز میں انہوں نے تمام عرب سے ٹکرانے پر آمادگی ظاہر کی اس کی وجہ سے آنحضرت صلعم نے باقی تمام جگہوں سے یثرب کو قابل ترجیح سمجھا آنحضرتؐ کے ساتھ ان کی عقیدت کا اندازہ ان کی اس شرط سے ہو سکتا ہے کہ اسلام کے غلبہ کے بعد بھی آپؐ یثرب ہی میں رہیں گے۔

7۔ **یثرب کا دفاعی استحکام** مسلمانوں کی تعداد اس وقت تک محدود تھی اور دشمن بے شمار۔ یثرب اس شاہراہ پر واقع تھا جو مکہ سے شام کی طرف جاتی تھی۔ اس لیے وہاں قائم ہونے والی اسلامی حکومت کے ساتھ معاندانہ تعلقات رکھنا قریش مکہ کے لیے آسان نہ تھا اس کے علاوہ یثرب اس لحاظ سے زیادہ محفوظ تھا کہ اس کے دو طرف پہاڑیاں اور ایک طرف باغات تھے جن کے گرد فصیلیں

بقیہ دوسرے صفحہ پر

Marfat.com

بنی ہوئی تھیں۔ اس لحاظ سے یثرب میں رہ کر قریش پر معاشی دباؤ ڈالنا اور اس کا دفاع کرنا آسان نہ تھا۔

۸ کفار کی ناپاک سازش

حضرت خدیجہؓ اور ابوطالب کے انتقال کے بعد کفارِ مکہ کے عزائم بہت خطرناک ہو گئے تھے انہوں نے ایک ناپاک سازش کی کہ تمام قبائل سے ایک ایک جوان لیا جائے اور سب مل کر نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت حملہ کریں جب وہ نمازِ فجر کے لیے گھر سے باہر نکلیں اس مقصد کے لیے انہوں نے ایک رات منتخب کر لی۔ عین اسی رات اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہجرت کا حکم بھیجا۔

۹ حکمِ خداوندی

ہجرت کا آخری سبب یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں ہجرت کا سورۃ العنکبوت میں ارشاد فرمایا گیا "اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین وسیع ہے پس تم میری ہی بندگی بجالاؤ"[۱] یعنی اگر یہ لوگ آپ کو دین سے برگشتہ کرنے کے لیے جبر کریں تو ہجرت کر کے کہیں اور چلے جاؤ۔ میری زمین بہت وسیع ہے۔ اس آیت کے نزول کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو ہجرت کے لیے تیار ہونے کا حکم دیا۔

واقعات

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد پر مکہ کے مسلمانوں نے ایک ایک کر کے مدینہ کی طرف ہجرت شروع کر دی۔ کفارِ مکہ ان جانے والوں پر بھی طرح طرح کی زیادیاں کرتے تھے۔ حضرت صہیبؓ رومی جب عازمِ یثرب ہوئے تو انہوں نے انہیں گھیر لیا اور کہا کہ جب تم مکہ آئے تھے تو غریب آدمی تھے۔ یہ سال تم نے یہیں رہ کر کمایا ہے اس لیے تم اسے ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ حضرت صہیبؓ نے تمام مال ان کے حوالے کیا اور دولتِ ایمان سے مالامال یثرب کی راہ لی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر تبصرہ فرمایا کہ "صہیبؓ نے بہت سستا سودا کیا ہے" ابو سلمہؓ ہجرت کے لیے تیار ہوئے تو ان کے قبیلہ والوں، ان کے سسرال نے ان کی اہلیہ اور بچہ چھین لیا اور کہا تم انہیں ساتھ نہیں لے جا سکتے۔ بالآخر ایک سال کے بعد ام سلمہؓ کو بچے سمیت یثرب جانے کی اجازت ملی۔ بہت سے صحابہ کو ہجرت کی اجازت ہی نہ دی گئی اور انہیں قید کر دیا گیا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم ابھی تک مکہ ہی میں تھے کہ ایک دن قریش مکہ کے سرداروں نے دارالندوہ میں ایک خفیہ اجلاس بلایا جس میں اسلام کے خطرے کے سدباب کے لیے تجاویز پر غور کیا گیا سب سے مشکل مسئلہ یہ تھا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی شخصیت سے نجات کیسے حاصل کی جائے۔ ان میں سے ایک نے تجویز پیش کی کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو کسی آہنی قید خانے میں بند کر دیا جائے اور دروازے بند رکھے جائیں لیکن اس پر اعتراض ہوا کہ اس کی آواز آہنی دروازے سے بھی باہر نکلتی رہے گی اور لوگوں پر اثر انداز ہو گی نیز اس کے ساتھی قوت حاصل کر کے اسے چھڑا لے جائیں گے۔ دوسری تجویز یہ تھی آپ کو ایک سرکش اونٹ پر بٹھا کر اسے ہانک دیا جائے۔ تاکہ ہمارے معاشرے پر وہ اثر انداز نہ ہو سکیں۔ لیکن یہ تجویز اس بنیاد

---

[۱] یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَۃٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ (العنکبوت ۵۶)
اس کے علاوہ سورۃ بنی اسرائیل آیت ۷۶ میں بھی اشارہ موجود ہے۔

Marfat.com

پر زور کر دی گئی کہ آپ جہاں جائیں گے اپنے پیرو بنائیں گے مسترد ہو گئی بالآخر ابوجہل نے تجویز پیش کی کہ ہر قبیلہ سے ایک ایک جوان منتخب کیا جائے اور وہ سب مل کر رات کو محمدؐ کے گھر کا محاصرہ کر لیں اور جب وہ صبح نماز کے لیے نکلیں تو سب یکبارگی حملہ کر کے اس کا خاتمہ کر دیں تاکہ بنو ہاشم سب قبائل سے انتقام لینے کی ہمت نہ پا کر چپکے ہو رہیں۔ یہ تجویز بہت پسند کی گئی اور اس مقصد کے لیے ۲۷ صفر ۱۳ نبوی (۱۲ ستمبر ۶۲۲ء) کی رات طے کر لی گئی۔

اس تدبیر کے مقابلے پر مالک کائنات بھی ایک تدبیر کر رہا تھا۔ اس نے اپنے پیغمبر کو اسی رات ہجرت کا حکم دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علیؓ کو فرمایا کہ بلا خوف و خطر میرے بستر پر سو رہو اور صبح لوگوں کی امانتیں حوالے کر کے یثرب چلے آنا۔ یہ اہل مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جانی دشمن ہونے کے باوجود اپنی امانتیں آپ ہی کے پاس رکھتے تھے کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ آپ صادق و امین ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے حکم سے تمام پہرے دار جو مکان کو گھیرے کھڑے تھے سو گئے یا غافل ہو گئے اور آپ سورہ یٰسین کی تلاوت کرتے ہوئے نکل گئے حضرت ابوبکرؓ کے ہاں پہلے سے دو فربہ اونٹنیاں تیار کھڑی تھیں۔ ان پر سوار ہو کر حق کے علمبرداروں کا یہ قافلہ مکہ سے رخصت ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر نگاہ واپسیں دوڑا کر فرمایا "خدا کی قسم تو اللہ کی سب سے بہتر زمین ہے اور اللہ کی نگاہ میں سب سے بڑھ کر محبوب اگر یہاں سے مجھے نکالا نہ جاتا تو میں کبھی نہ نکلتا"[1] چند لمحوں کے بعد آپ غار ثور میں پہنچ چکے تھے جو مکہ کے تین میل جنوب کی طرف واقع تھی۔

صبح قریشی جوانوں کو یہ معلوم کر سخت پشیمانی ہوئی کہ ان کا شکار ان کے ہاتھ سے نکل چکا ہے۔ قریشی سرداروں نے اعلان کیا کہ جو کوئی محمدؐ یا ابوبکرؓ کو زندہ یا ان کا سر لائے گا اس کو سو اونٹ انعام دیا جائے گا۔ اس لالچ سے بہت سے طالع آزما مہاجرین حق کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ آنحضرتؐ اور حضرت ابوبکرؓ تین دن اس غار میں مقیم رہے۔ اس دوران میں ایک مرتبہ تلاش کرنے والوں کا ایک گروہ غار ثور کے دہانے تک آ پہنچا پاؤں کی آہٹ پا کر حضرت ابوبکرؓ اس خیال سے پریشان ہو گئے کہ کہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچ جائے لیکن آپ نے فرمایا لاتحزن ان اللہ معنا (گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے) اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکون قلب عطا کر دیا۔ اللہ تعالیٰ نے غار کے دہانے پر ایسی علامات پیدا فرمائیں کہ دیکھنے والے کو اندازہ ہوتا تھا کہ مدتوں سے کوئی اس غار میں داخل نہیں ہوا چنانچہ تعاقب کرنے والے غار کے دہانے سے واپس لوٹ گئے تین دن غار میں رہنے کے بعد نبی اکرمؐ، صدیق اکبرؓ کی معیت میں اپنے رہنما عبداللہ بن اریقط کو ساتھ لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے آپ کے ہمراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا غلام عامر بن فہیرہ بھی تھا۔ عام راستہ چھوڑ کر ساحلی

---

[1] ترمذی

راستہ اختیار کیا گیا اس کے باوجود ایک شخص سراقہ بن جعشم نے آپ کو دیکھ لیا ۔ اور ایک نیزہ لے کر گھوڑا دوڑاتا ہوا آپ کے قریب جا پہنچا اس نے جھپٹ کر وار کرنے کی کوشش کی۔ لیکن اس کے گھوڑے کے اگلے پاؤں زمین میں دھنس گئے ، وہ سنبھلا اور پھر وار کیا اس مرتبہ پھر اس کے گھوڑے نے ٹھوکر کھائی تین مرتبہ ٹھوکر کھانے کے بعد اس نے گرفتاری کا ارادہ ترک کر کے آنحضرتؐ سے معذرت کی اور انعام کے اشتہار اور مکہ کے دیگر حالات کی تفصیل آپ کو بتائی ۔ نیز درخواست کی کہ آپ مجھے ایک امان نامہ لکھ دیجئے تاکہ جب آپ کو غلبہ حاصل ہو تو وہ کام آئے آپ نے عامر بن فہیرہ سے امان نامہ لکھوا دیا اور پیشین گوئی فرمائی "سراقہ اس وقت تیری کیا شان ہوگی جب تو کسریٰ کے کنگن پہنے گا۔ سراقہ فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوا ۔ اسلامی جنگوں میں شرکت کی اور عہد فاروقی میں یہ پیشگوئی بھی دنیا نے پوری ہوتی دیکھی بریدہ اسلمی بھی انعام کے لالچ میں راستے میں آپ کو ڈھونڈنے میں کامیاب ہوئے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک کے چند جملوں نے ان کے دل کی کایا پلٹ دی اور وہ ستر ہمراہیوں سمیت دولت اسلام سے مالا مال ہوگئے ۔ اور عرض کیا کہ حضور جب آپ مدینہ میں داخل ہوں تو ایک عَلَم آگے آگے ہونا چاہیے ۔ آپ نے اپنے عمامہ مبارک سے کپڑا عنایت فرمایا اور بریدہ نے ایک نیزے پر لگا کر عَلَم بنا لیا ۔ اور آنحضرتؐ نے آپ ہی کو علمبردار فرمایا اور آپ اسی حیثیت سے دار الہجرت میں داخل ہوئے ۔

اہل یثرب آپ کا انتظار بہت بے قراری سے کر رہے تھے ۔ وہ روزانہ صبح شہر کے باہر آپ کے لیے چشم براہ ہو جاتے اور شام کو مرجھائے ہوئے واپس لوٹ جاتے بالآخر ایک دن شام کے وقت وہ ساعت سعید آ پہنچی اور ایک یہودی نے انہیں بتایا ۔ وہ شخص جس کا تم انتظار کر رہے ہو آ پہنچا ہے ۔ انہوں نے آپ کا نہایت گرمجوشی سے استقبال کیا ۔ آپ نے مدینہ سے باہر قبا ہی میں پہلی منزل کی ۔ یہیں پر انصاری مسلمانوں نے شرف باریابی پایا ۔ آنحضرت صلعم نے یہاں ایک چھوٹی سی مسجد[1] تعمیر فرمائی ۔ یہ گویا باجماعت زندگی کا نقطہ آغاز تھا ۔ اسلام کا پہلا جمعہ یہیں پڑھا گیا ۔ قیام قبا کے دوران حضرت علیؓ بھی آپ سے آملے تھے ۔ آپ نے چودہ روز یہاں قیام فرمایا ۔ اس کے بعد یثرب میں داخل ہوئے اب یثرب مدینۃ النبیؐ بن گیا تھا جسے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے حرم کی حیثیت حاصل ہوگئی ۔ اہل مدینہ آنحضرتؐ کے استقبال کے لیے دو رویہ کھڑے تھے بچیاں گھروں کی چھتوں پر چڑھ کر محبت بھرے استقبالیہ نغمے گا رہی تھیں

طلع البدر علینا	ہم پر چودھویں کا چاند طلوع ہوا
من ثنیات الوداع	کوہ وداع کی پہاڑیوں سے
وجب الشکر علینا	شکر واجب ہے ہم پر اللہ کا
ما دعا للہ داع	جب تک کہ دعا مانگنے والے دعا مانگیں (قیامت تک)
ایھا المبعوث فینا	اے وہ جو کہ ہم میں مبعوث کیا گیا ہے

[1] تعمیر مسجد کا واقعہ ۲۶ ستمبر ۶۲۲ء کا ہے ۔

جئت بالامر المطاع — تیرے حکم کی اطاعت ہم پر فرض ہے۔

ہر خاندان اور ہر شخص کی خواہش تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اسی کے ہاں ٹھہریں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ میری اونٹنی خدا کی طرف سے مامور ہے جہاں یہ بیٹھ جائے گی میرا قیام اسی گھر میں ہوگا۔ چنانچہ یہ سعادت حضرت ابوایوب انصاری کے حصے میں آئی۔ جو مدینہ کے غریب ترین شخص تھے۔ آپ انہی کے گھر میں قیام پذیر ہوئے۔

ہجرت کی اہمیت و اثرات

ہجرت مدینہ تاریخ عالم کے اہم ترین واقعات میں سے ایک ہے۔ اس کے اثرات کا اندازہ لگانا آسان کام نہیں۔ تاہم چند ایک اثرات جو بہت ہی نمایاں ہیں درج ذیل ہیں۔

۱۔ اوس و خزرج کا اتحاد: مدینہ (یثرب) کے عرب قبائل بنو اوس و بنو خزرج ایک دوسرے کے خلاف مدتوں سے برسر پیکار تھے۔ ہجرت مدینہ سے صرف دو تین سال پہلے جنگ بعاث میں ان دونوں قبیلوں نے ایک دوسرے کا بھرپور قتل عام کیا تھا۔ یہود مدینہ کا مفاد یہ تھا کہ دونوں قبیلے آپس میں لڑتے رہیں اور ان کو مادی اور سیاسی مفادات حاصل ہوتے رہیں لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور اسلام پر یقین کامل نے ان دونوں قبائل کو متحد کر دیا۔

۲۔ میثاق مدینہ: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت مدینہ کا دوسرا فوری نتیجہ یہود، انصار و مہاجرین کے درمیان میثاق مدینہ تھا جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی سیاسی بصیرت کا شاہکار اور دنیا کا پہلا تحریری دستور ہے۔

۳۔ اسلامی حکومت کا قیام: ہجرت مدینہ سے پہلے اسلامی تحریک صرف ایک تحریک تھی ہجرت مدینہ نے اس کو ایک منظم ریاست کی شکل دے دی۔ اس تحریک سے متعلق ہونے والے تمام لوگوں پر ہجرت فرض کر دی گئی اور ایک مرکزی قوت قائم ہو گئی جس نے کفر کی جارحیت کا جم کر مقابلہ کیا۔

۴۔ پُرامن ماحول میسر آنا: اہل مکہ نے اپنی اسلام دشمنی اور ظالمانہ روش کی بدولت مسلمانوں کی زندگی اجیرن کر رکھی تھی۔ ہجرت مدینہ کے بعد مہاجرین کو کفار کے جور و ستم سے نجات ملی اور ایک پرامن ماحول میسر آگیا جہاں انہوں نے سکھ کا سانس لیا۔

۵۔ معاشی استحکام: مدینہ اس شاہراہ سے بہت قریب تھا جو شام کی طرف جاتی تھی اور شام سے نسبتاً قریب بھی تھا۔ مدتوں سے مسلمان مظلومیت کی زندگی گزارنے کی وجہ سے تجارت میں بہت پیچھے رہ گئے تھے۔ اب ان کے سابقہ تجربات نے ان کو بہت جلد تجارت میں مستحکم کر دیا۔ سیاسی قوت اور مہاجرین کے قرب نے انصار مدینہ کو بھی تجارت میں ترقی کی راہ پر گامزن کیا۔ حضرت ابوبکرؓ، عثمان غنیؓ

Marfat.com

عبدالرحمن بن عوف وغیرہ صحابہ کرام جو ہجرت کے وقت سب کچھ سے ہاتھ دھو بیٹھے تھے. جلد ہی پھر اپنے پاؤں پر کھڑے ہو گئے۔

۶۔ مواخات مدینہ: مہاجرین کا مسئلہ حل کرنے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مواخات مدینہ کا اعلان فرمایا۔ ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا گیا۔ انصاری نے مہاجر کو اپنے کاروبار، جائیداد، گھر غرضیکہ ہر چیز میں نصف کا شریک بنا لیا حتیٰ کہ بعض صحابہ نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے نکاح میں دینے کی پیش کش کی اگرچہ مہاجرین نے بہت خودداری کا ثبوت دیا اور اپنے دینی بھائی پر کم سے کم بوجھ ڈالا لیکن اس نظام نے دین کی بنیاد پر محبت کا دریا بہا دیا جس سے اسلامی ریاست میں ثقافتی رشتے بہت مضبوط ہو گئے۔

۷۔ اسلام کی اشاعت میں ترقی: مدینۃ النبی کی پر امن فضا میں اسلام کی اشاعت کی رفتار بھی بہت بڑھ گئی اور مدینہ کے اندر ہی نہیں باہر بھی لوگوں نے زیادہ سنجیدگی سے اس مذہب پر غور کیا اور حق تک پہنچنے والوں کی تعداد کافی تیزی سے بڑھنے لگی۔

۸۔ اجتماعی احکام کا نزول: اسلام کے بہت سے اجتماعی احکام جو مکہ کی سرزمین میں قابل عمل نہ تھے ابھی تک نازل نہیں ہوئے مدینہ میں ان کا نزول ہوا اور اسلامی نظام حیات کے خدوخال دن بدن نمایاں ہوتے چلے گئے مثلاً نماز جمعہ کی ابتدا ہوئی، اذان کا طریقہ رائج ہوا مسجد نبوی کی تعمیر ہوئی اور اس کی اسلامی حکومت کا سیاسی و معاشرتی مرکز قرار دیا گیا۔ اسلامی قوانین نازل ہوئے۔ شراب کو حرام قرار دیا گیا۔ سود کی ممانعت ہوئی غرضیکہ اسلام کے نظام اجتماعی کی تکمیل ہجرت مدینہ کے بعد ہی ہوئی۔

۹۔ مضبوط دفاعی پوزیشن: مدینہ کا جغرافیائی محل وقوع اس طرح کا تھا کہ قریش مکہ کے لیے اس نئی قوت کو نظر انداز کرنا ناممکن ہو گیا۔ پہلے انہیں صرف اس بات سے ڈر لگتا تھا کہ داعی اسلام محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے اشراف کو دلیل کے زور سے آہستہ آہستہ اپنے ساتھ ملا لینگے اور ان کا مذہب اور خانہ کعبہ کی مجاوری اور اس سے حاصل ہونے والے مادی مفادات ختم ہو کر رہ جائیں گے لیکن اس کے بعد مکہ سے شام کو جانے والے تجارتی راستے کے اتنا قریب اسلامی ریاست کے قیام نے ان کے لیے زیادہ دیر تک اسلام کی مخالفت ناممکن بنا دی انہوں نے پہلے بوکھلا کر اس نئی ریاست کو ختم کرنے کے لیے بھرپور کوششیں کیں۔ لیکن جب وہ اس میں کامیاب نہ ہوئے تو معاہدہ کرنے پر مجبور ہو گئے۔ اور جب انہوں نے اپنی فطرت کے مطابق معاہدہ توڑا تو اس کا نتیجہ مکہ کی فتح کی شکل میں ظاہر ہوا۔ اور انہوں نے اپنی آنکھوں سے جھوٹے خداؤں کے بت گرتے دیکھے اور بالآخر اپنے خداؤں کو لاچار پا کر خدائے واحد کی اطاعت قبول کر لی۔

۱۰۔ تاریخ عالم کا ایک اہم موڑ: ہجرت مدینہ تاریخ عالم کا ایک اہم موڑ ہے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر عرب میں وہ اسلامی حکومت قائم ہوئی جس نے ٹکرا کر ایران کی عظیم ساسانی حکومت پاش پاش ہوگئی، روم کی بازنطینی حکومت ادھ موئی ہوگئی اور آخر کار اسی مذہب کے ماننے والے ترکوں کے ہاتھوں ختم ہوگئی اور تاریخ عالم پر کئی صدیوں تک چھائی رہنے والی طاقت —— اسلام —— کی حکومت قائم ہوئی۔ ہجرت مدینہ نے وہ ریاست قائم کی جس نے اسلام کو چین، ترکستان، ہندوستان شام و مصر، شمالی افریقہ، اندلس اور فرانس کی حدود تک پھیلایا اور اس ہجرت نے اس مذہب کے ماننے والوں کو ایک مرکز پر جمع کیا جو اس وقت دنیا کے ہر خطے میں موجود ہیں۔

ثقافتی اور سماجی سطح پر دیکھا جائے تو مدینۃ النبی کے اس مرکز سے تہذیب کی کرنیں مشرق و مغرب کے گھٹا ٹوپ اندھیرے میں پہنچیں اور انسان کو وحشت و بربریت اور انسانوں اور دیوتاؤں مذہبی پروہتوں اور شہنشاہوں کی غلامی سے نجات ملی انسانیت کو مساوات، عدل و انصاف، حقوق انسانی اور خدائے واحد کی اطاعت کا عظیم سبق ملا۔ کئی صدیوں تک سائنسی، جغرافیائی سرگرمیوں کو سرپرستی ملی اور قدیم دنیا کو جدید دنیا میں تبدیل ہونے کا موقعہ ملا۔

روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو ہجرت مدینہ نے انسان کو وہ روحانی روشنی مہیا کی جس نے نہ صرف ایک بلند کردار معاشرہ قائم کرکے دکھایا بلکہ مستقل طور پر انسان کو پر مسرت زندگی گذارنے کے لیے وہ روحانی اقدار مہیا کیں کہ جن کو نظر انداز کرکے کوئی معاشرہ خواہ کتنی بھی مادی ترقی کرے سکون قلب حاصل نہیں کرسکتا۔

امتحانی سوالات

۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی کے حالات مختصر بیان کیجئے۔

۲۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیئے۔

(ا) ہجرت حبشہ (ب) بیعت عقبہ اولیٰ (ج) بیعت عقبہ ثانی (د) شعب ابی طالب (ر) آنحضرت کا سفر طائف۔

۳۔ ہجرت مدینہ کے اسباب اور واقعات بیان کیجئے اور تاریخ اسلام میں اس واقعہ کو جو اہمیت حاصل ہے وہ بھی تحریر کیجئے۔

باب ۴

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی مدنی زندگی

۱ھ - ۱۱ھ
۶۲۲ - ۶۳۲ء

مسجد نبوی کی تعمیر

مدینہ میں ورود کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی معاشرے کی تعمیر شروع کی قبا میں قیام کے دوران ایک مسجد وہاں تعمیر ہو چکی تھی مدینہ میں بھی ایک مسجد کی تعمیر کی ضرورت تھی۔ اس کے لیے ایک جگہ منتخب کی گئی جو دو یتیم بچوں کی ملکیت تھی آپ نے باصرار اس کی قیمت ادا کی اور وہاں پر مسجد نبوی کی تعمیر کی گئی۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اس میں اینٹیں پکڑائیں۔ تعمیر میں حصہ لینے والوں کو بشارت دی گئی۔ مسجد نبوی محض عبادت گاہ نہ تھی بلکہ وہ اسلامی تہذیب و ثقافت کا مرکز تھی ہر قسم کے منصوبے وہیں ہوتے تھے بعد میں صلح و جنگ، کے معاملات تک وہیں طے پایا کرتے تھے۔ دوسرے ملکوں کے سفرا کو وہیں ٹھہرایا جاتا اور اسلامی ریاست کے تمام امور سیاسی وہیں پر طے ہوتے، یہ "گورنمنٹ ہاوس" ایک کچی عمارت تھی جس پر کھجور کے تنوں اور پتوں کی چھت تھی۔ جب بارش ہوتی تو چھت میں سے پانی ٹپک کر فرش پر کیچڑ پیدا کر دیتا لیکن اس سادگی کے باوجود یہ نہایت پر وقار اور یثرب کی اہم ترین عمارت تھی۔

میثاق مدینہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلامی ریاست کی تاسیس کی طرف بھی فوری توجہ دی۔ اس وقت اس چھوٹے سے شہر میں اوس و خزرج کے قبائل کے علاوہ یہود کی ایک کثیر تعداد آباد تھی، اوس و خزرج قبائل کی اکثریت نے اسلام قبول کر لیا تھا۔ اس لیے وہ قبائل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع فرمان تھے۔ آپ نے اعلیٰ سیاسی قابلیت کا ثبوت دیتے ہوئے یہود مدینہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا جس کو میثاق مدینہ کا نام دیا جاتا ہے۔ اس معاہدے نے یثرب کے لوگوں کو ایک سیاسی نظم دیا اور دنیا کی پہلی اسلامی ریاست وجود میں آئی۔ اس معاہدے کے اہم پہلو حسب ذیل تھے۔

۱۔ یہ معاہدہ مہاجرین، انصار، بنو اوس و خزرج کے ان لوگوں جنہوں نے ابھی اسلام قبول نہیں کیا تھا اور یہود کے درمیان تھا۔

۲۔ طے کیا گیا کہ جو کوئی اس معاہدہ میں شامل قوموں کے ساتھ جنگ کرے گا تو اس کے خلاف سب قومیں مل کر جنگ کریں گی۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔ البتہ مذہبی لڑائیاں اس سے مستثنیٰ ہونگی۔

۳۔ معاہدہ کرنے والی قوموں کے باہمی تعلقات خیر خواہی، خیر اندیشی اور نیکی کی بنا پر استوار ہوں گے اور ایک دوسرے کو ضرر نہیں پہنچایا جائے گا اور نہ ہی ایک دوسرے پر زیادتی کی جائے گی۔

۴۔ خون بہا اور فدیہ کی جو شرائط پہلے سے چلی آ رہی ہیں برقرار رہیں گی۔

۵۔ جنگ کے مصارف میں یہودی مسلمانوں کے ساتھ شامل رہیں گے۔ قریش کو کوئی گروہ پناہ نہیں دے گا۔

۶۔ یہودیوں کے دوست قبائل کے حقوق بھی یہودیوں کے برابر ہوں گے۔

۷۔ کوئی شخص اپنے حلیف کے خلاف مخالفانہ کاروائی نہیں کرے گا، کسی تنازعہ کی صورت میں مظلوم کی امداد کی جائے گی۔

۸۔ مدینہ کی حدود میں کشت وخون تمام قوموں کے لیے حرام ہوگا۔ ہر قبیلہ اپنے محلے میں قیام امن کا ذمہ دار ہوگا۔

۹۔ اس معاہدہ کی تاویل میں اختلاف کی صورت میں یا اگر معاہد قوموں کے درمیان کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے تو خدا اور اس کے رسول محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ آخری فیصلہ سمجھا جائے گا۔

میثاق مدینہ کی اہمیت

۱۔ اس معاہدہ میں بہت جلد مدینہ کے گردونواح کے قبائل کو بھی شامل کر لیا گیا اس طرح مدینہ کا امن وسکون محفوظ ہو گیا۔

۲۔ قبائلی نظام میں بٹے ہوئے یثرب میں یہ ایک منظم ریاست کے قیام کا اعلان تھا جس میں بسنے والی تمام اقوام کے حقوق متعین کر دیے گئے تھے۔

۳۔ یہ نئی ریاست اسلامی ریاست تھی کیونکہ یہاں خدا کی حاکمیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فیصلہ کن حیثیت تسلیم کر لی گئی تھی۔

۴۔ میثاق مدینہ دنیا کا پہلا تحریری دستور[1] تھا جس میں حکومت اور عوام کے حقوق کا واضح تعین کیا گیا تھا۔

۵۔ میثاق مدینہ میں غیر مسلموں کے ساتھ جو رواداری برتی گئی ہے وہ آج بھی دنیا بھر کے لیے مشعل راہ ہے۔

۶۔ میثاق مدینہ نے اس نوزائیدہ اسلامی ریاست کی دفاعی حیثیت کو بھی مضبوط بنا ڈالا۔ ریاست کے اندر بسنے والے مختلف عناصر کا امن وسکون برقرار رکھنے پر اتفاق کرنا اور مدینہ کے گردونواح کے قبائل کا اس معاہدے میں شامل ہونا یہ معنی رکھتا تھا کہ مدینہ کی اسلامی ریاست کو کافی استحکام حاصل ہو گیا ہے۔ مزید براں مدینہ کے گردونواح میں مسلمانوں کا اثر ورسوخ بڑھ جانے سے قریش کی وہ شاہراہ مسلمانوں کے زیر اثر آگئی جو شام کے تجارتی سفر کے لیے استعمال کی جاتی تھی۔ اور قریش مکہ پر معاشی دباؤ ڈالنے کا موقع فراہم ہو گیا۔

مواخات مدینہ

اسلامی ریاست کا ایک بہت بڑا مسئلہ مہاجرین کی آبادکاری تھا۔ چند ہزار کی اس بستی میں سینکڑوں مسلمان متاع دین بچانے کے لیے اپنا گھر بار چھوڑ کر پہنچ رہے

---

[1] ڈاکٹر محمد حمید اللہ۔

Marfat.com

تھے۔ ان کو آباد کرنا، از سر نو روزگار مہیا کرنا اور انہیں معاشرے کے مفید افراد بنانا بہت مشکل تھا۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مسئلہ کو قانون کے زور سے نہیں بلکہ اخلاق کے زور سے حل کیا۔ آپ نے دینی اخوت کے جذبات لوگوں کے دلوں کی گہرائی میں اتار دیئے اور اس کے بعد قرعہ اندازی سے ایک مہاجر کو ایک انصاری کا بھائی بنا دیا گیا۔ انصاری بھائی اپنے گھر کا تمام اثاثہ، کاروبار، زمین غرضیکہ ہر چیز کا نصف اپنے مہاجر بھائی کے حوالے کر دیتا تھا۔ بعض انصاری تو یہاں تک گئے کہ انہوں نے اپنی دو بیویوں میں سے ایک کو طلاق دے کر اپنے مہاجر بھائی کے ساتھ شادی کروا دی۔

اس مواخات کا دوسرا قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ مہاجرین نے نہایت خودداری کا ثبوت دیا اور صرف بقدر ضرورت امداد ہی قبول کی۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف جو مکہ کے ممتاز تاجروں میں سے تھے نے اپنے انصاری بھائی سے صرف یہ درخواست کی کہ انہیں بازار کا راستہ بتا دیا جائے اور اپنی مہارت کی بدولت جلد ہی اپنا کاروبار قائم کر لیا۔ شروع شروع میں مہاجرین کو انصار کا وارث بھی سمجھا جاتا تھا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے وراثت کے متعلق آیات نازل کر کے وراثت خونی رشتوں تک محدود کر دی، مہاجرین اپنے پاؤں پر کھڑے ہوئے تو انہوں نے انصار سے لی ہوئی امداد واپس کر دی تاہم اس مواخات نے مہاجرین کی آبادکاری کا مسئلہ جس عمدگی سے حل کیا اس کی مثال دنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

غزوات

مدینہ کی نوزائیدہ اسلامی مملکت بہت جلد ترقی کی منازل طے کرنے لگی۔ یہود جو مسلمانوں کے حلیف بن گئے تھے یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ وہ نئی امت کو بہت جلد اپنے اندر جذب کر لیں گے۔ لیکن تبدیلی قبلہ کے حکم نے انہیں مایوس کر دیا۔ مسلمانوں کا پہلا قبلہ بیت المقدس تھا۔ اب انہوں نے خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنی شروع کر دی تو یہود کو سخت ذہنی تکلیف ہوئی۔ قرآن نے ان کی مکاری پر تنقید کی اور ان کی مجرمانہ ذہنیت پر سے پردہ اٹھایا تو وہ سخت برہم ہو گئے۔ انہوں نے اسلام کے خلاف سازشیں شروع کر دیں اور ان کا قریش مکہ کے ساتھ نامہ و پیام رہنے لگا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس صورت حال سے آگاہ تھے انہوں نے بھی دفاعی تدابیر اختیار کرنی شروع کر دیں۔ صحابہ کرام کے فوجی دستے مرتب کیے جاتے تھے۔ اور انہیں مختلف سمتوں میں طلایہ گردی کی غرض سے بھیجا جاتا تھا۔ ان دستوں کو بھیجنے کے کئی ایک فوائد تھے، صحابہ کو نظم و ضبط اور فوجی کاروائیوں کی تربیت دی جاتی تھی۔ اسلام کے دشمنوں کے حوصلے پست ہوتے تھے۔ دشمن کی نقل و حرکت کا اندازہ رہتا تھا۔ مجاہدین اسلام مدینہ کے گرد و نواح میں پہاڑ کے نشیب و فراز راستوں اور پانی کے ذخائر سے واقف ہو جاتے تھے۔

Marfat.com

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اہل مکہ کو یہ احساس دلایا جا رہا تھا۔ ان کی تجارتی شہ رگ (مکہ سے شام کا راستہ) مسلمانوں کی دسترس میں ہے اس لیے انہیں مخالفانہ کارروائیاں سوچ سمجھ کر کرنی چاہئیں۔ تاہم قریش کے مغرورانہ طرزِ عمل کی وجہ سے حق و باطل کے درمیان کشمکش فیصلہ کن تصادم کے بغیر ختم ہونا ممکن نہ تھا اس لیے غزوات کا باب وا ہو گیا۔ غزوہ اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے شرکت فرمائی پہلا غزوہ بدر کا غزوہ تھا۔

غزوہ بدر

۲ھ

۶۲۳ء

اسباب

۱۔ قریش کی اسلام دشمنی: اسلام نے مکہ کی سرزمین میں اعلان حق کیا تو معاشرے کے مخلص ترین افراد ایک ایک کر کے داعی اسلام کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے وہ لوگ جن کے مفادات پرانے نظام سے وابستہ تھے تشدد پر اتر آئے نتیجہ ہجرت تھا۔ لیکن تصادم اس کے باوجود ختم نہ ہوا۔ اسلام مدینہ میں تیزی سے ترقی کر رہا تھا۔ اور یہ بات قریش مکہ کے لیے بہت تکلیف دہ تھی۔ اور وہ مسلمانوں کو ختم کرنے کے منصوبے بناتے رہتے تھے۔

۲۔ شام کی شاہراہ کا مسلمانوں کی زد میں ہونا: قریش مکہ نے مدینہ کی اس اسلامی ریاست پر حملہ کرنے کا اس لیے بھی فیصلہ کیا کہ وہ شاہراہ جو مکہ سے شام کی طرف جاتی تھی مسلمانوں کی زد میں تھی۔ اس شاہراہ کی تجارت سے اہل مکہ لاکھوں اشرفیاں سالانہ حاصل کرتے تھے اس کا اندازہ ہمیں اس واقعہ سے ہوتا ہے کہ بنو اوس کے مشہور سردار سعدؓ بن معاذ جب طواف کعبہ کے لیے گئے تو ابوجہل نے خانہ کعبہ کے دروازے پر انہیں روکا اور کہا تم تو ہمارے دین کے مرتدوں کو پناہ دو اور ہم تمہیں اطمینان کے ساتھ مکے میں طواف کرنے دیں! اگر تم امیہ بن خلف کے مہمان نہ ہوتے تو یہاں سے زندہ نہیں جا سکتے تھے۔" یہ سن کر سعدؓ بن معاذ نے جواب دیا "خدا کی قسم اگر تم نے مجھے اس سے روکا تو میں تمہیں اس چیز سے روک دوں گا جو تمہارے لیے اس سے شدید تر ہے یعنی مدینہ کے پاس سے تمہارا راستہ"

۳۔ اشاعت دین میں رکاوٹ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو مدینہ میں تبلیغ کرنے کی پوری آزادی حاصل تھی۔ اور اسلام کے اثرات دور دراز علاقوں میں پہنچ رہے تھے جنوب کے یمنی قبائل میں سے بھی بعض سلیم الفطرت لوگ مشرف با اسلام ہو گئے تھے اور ان کی کوششوں سے یمن کا ایک سردار عبدالقیس مدینہ کی طرف آ رہا تھا کہ قریش مکہ نے راستے میں اسے روک دیا۔ اس سے یہ بات واضح ہو گئی کہ جب تک خدا پرستی اور شرک میں سے ایک چیز ختم نہیں ہو جائے گی کشمکش ختم نہیں ہو سکتی۔

۴۔ عمرو بن الحضرمی کا قتل: رجب ۲ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہؓ بن جحش کی قیادت میں بارہ آدمیوں پر مشتمل ایک دستہ اس غرض کے لیے بھیجا کہ قریش کے تجارتی قافلوں کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھے۔

Marfat.com

اتفاق سے ایک قریشی قافلہ مل گیا، اور دونوں گروہوں کے درمیان جھڑپ ہو گئی جس میں قریش مکہ کا ایک شخص عمرو بن الحضرمی مقتول ہوا اور دو گرفتار ہوئے جب عبداللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس پہنچے تو آنحضرت صلعم نے اس واقعہ پر ناپسندیدگی کا اظہار فرمایا۔ جنگی قیدی رہا کر دیئے اور مقتول کے لیے خونبہا ادا کیا، اس واقعہ کی حیثیت سرحدی جھڑپ سے زیادہ کی نہ تھی چونکہ یہ جھڑپ ایک ایسے مہینے میں ہوئی جس میں جنگ و جدل حرام تھا اس لیے قریش مکہ نے اس کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا اور قبائل عرب کو بھی مسلمانوں کے خلاف اکسانے کی کوشش کی۔ عمرو کے ورثا نے بھی مقتول کا انتقام لینے کے لیے اہل مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے پر اکسایا۔

۵۔ **مدینہ کی چراگاہ پر حملہ:** مکہ اور مدینہ کے درمیان کشیدگی بڑھتی جا رہی تھی۔ اسی سلسلہ میں یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے کہ ایک مکی سردار کرز بن جابر فہری نے مدینہ کے باہر مسلمانوں کی ایک چراگاہ پر حملہ کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مویشی لوٹ لیے یہ ڈاکہ مسلمانوں کے لیے کھلا ہوا چیلنج تھا چند مسلمانوں نے کرز کا تعاقب کیا اور اس سے مویشی چھین لیے اس واقعہ کے بعد قریش کی طرف سے مدینہ پر حملہ اس حد تک متوقع ہو گیا تھا کہ مسلمان رات کو ہتھیار لگا کر سویا کرتے تھے۔

۶۔ **اسلامی ریاست کے خاتمہ کا منصوبہ:** قریش مکہ اسلامی ریاست کو ختم کرنے کا فیصلہ کر کے جنگ کی بھرپور تیاریاں شروع کر دی تھیں افرادی قوت کو مضبوط بنانے کے لیے انہوں نے مکہ کے گرد و نواح کے قبائل سے معاہدات کئے اور معاشی وسائل کو مضبوط تر کرنے کے لیے یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس مرتبہ جو تجارتی قافلہ شام بھیجا جائے اس کا تمام منافع اسی غرض کے لیے وقف ہو۔ چنانچہ ابوسفیان کو اس قافلے کا قائد مقرر کیا گیا اور مکہ کی عورتوں نے اپنے زیور تک کاروبار میں لگا دیے۔ اسلامی ریاست کے خاتمے کے اس منصوبے نے مکہ اور مدینہ کے درمیان کشیدگی میں بہت اضافہ کر دیا۔

۷۔ **ابوسفیان کا قافلہ:** جب ابوسفیان کا مذکورہ بالا قافلہ واپس آ رہا تھا تو ابوسفیان کو خطرہ محسوس ہوا کہ کہیں یہ قافلہ راستے ہی میں لوٹ لیا جائے۔ چنانچہ اس نے ایک ایلچی کو بھیج کر مکہ سے امداد منگوائی۔ قاصد نے عرب کے دستور کے مطابق اپنے اونٹ کی ناک چیر دی اور رنگدار رومال ہلا کر واویلا کیا اور اعلان کیا کہ ابوسفیان کے قافلے پر حملہ کرنے کے لیے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بڑھا چلا آ رہا ہے۔ اس لیے فوراً امداد کے لیے پہنچو۔ اہل مکہ سمجھے کہ قریش کا قافلہ لوٹ لیا گیا ہے۔ سب لوگ انتقام کے لیے نکل کھڑے ہوئے راستے میں معلوم ہوا کہ قافلہ صحیح سلامت واپس آ رہا ہے۔ لیکن قریش کے مکار سرداروں نے فیصلہ کیا کہ اب مسلمانوں کا ہمیشہ کے لیے کام ختم کر کے ہی واپس جائیں گے۔ نیز حضرمی کے ورثا نے حضرمی کا انتقام لینے پر اصرار کیا۔ چنانچہ قریشی لشکر مدینہ کی طرف بڑھتا چلا گیا اور بدر میں خیمہ زن ہو گیا۔

واقعات

مدینہ میں قریشی لشکر کی آمد کی اطلاع ملی تو آپ نے مجلس مشاورت بلائی اور خطرے سے نپٹنے کے لیے تجاویز طلب فرمائیں۔ مہاجرین نے جانثاری کا یقین دلایا آپ نے دوبارہ

Marfat.com

مشورہ طلب کیا تو انصار میں سے سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا کہ غالباً آپ کا روئے سخن ہماری طرف ہے۔ آپؐ نے فرمایا! ہاں حضرت سعدؓ بن عبادہ نے عرض کیا کہ" یارسول اللہ ہم آپ پر ایمان لائے ہیں ہم نے آپ کی تصدیق کی ہے اور گواہی دی ہے کہ جو کتاب آپ سے لائے ہیں۔ وہ حق ہے اور ہم نے آپ کی اطاعت و فرمانبرداری کا عہد کیا ہے۔ یارسول اللہ جس طرف مرضی ہو تشریف لے چلئے قسم ہے اس ذات کی جس نے حق کے ساتھ آپ کو مبعوث کیا ہے۔ اگر آپ ہم کو سمندر میں گرنے کا حکم دیں گے تو ہم ضرور اس میں آپ کے ساتھ گر پڑیں گے۔ ہم میں سے ایک شخص بھی باقی نہ رہے گا"۔ حضرت مقدادؓ نے عرض کیا" ہم موسیٰؑ کی امت کی طرح نہیں ہیں جس نے موسیٰؑ سے کہا تھا کہ تم اور تمہارا رب دونوں لڑو، ہم تو یہاں بیٹھے ہیں، بلکہ ہم آپ کے دائیں بائیں آگے پیچھے آپ کے ساتھ لڑیں گے"۔" خدا کی قسم اگر آپ برک غماد (یمن میں ایک مقام کا نام) کی طرف جائیں گے تو بھی ہم آپ کے ساتھ جائیں گے"۔ مشاورت کے بعد مجاہدین کو تیاری کا حکم ہوا۔ مسلمانوں کے ذوق شہادت کا یہ عالم تھا کہ ایک نوعمر صحابی حضرت عمیرؓ اس خیال سے چھپتے پھرتے تھے کہ کہیں کم عمر ہونے کی وجہ سے واپس نہ بھیج دیے جائیں۔ اس کے باوجود مجاہدین کی کل تعداد ۳۱۳ سے زیادہ نہ ہو سکی۔ یہ لشکر اس شان سے میدان کارزار کی طرف بڑھ رہا تھا کہ کسی کے پاس بھی لڑنے کے لیے پورے ہتھیار نہ تھے پورے لشکر کے پاس صرف ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے۔ جن پر لوگ باری باری سواری کرتے تھے مقام بدر میں پہنچ کر ایک چشمہ کے قریب یہ مختصر سا لشکر خیمہ زن ہوا۔ مقابلے پر تین گنا سے زیادہ لشکر موجود تھا ایک ہزار قریشی جوان جن میں سے اکثر سر سے پاؤں تک آہنی لباس میں ملبوس تھے وہ اس خیال میں بدمست تھے کہ وہ صبح ہوتے ہی ان مٹھی بھر فاقہ کشوں کا خاتمہ کر دیں گے۔ لیکن قدرت کاملہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

رات بھر قریشی لشکر عیاشی و بدمستی کا شکار رہے خدا کے نبیؐ نے رات خدا کے حضور آہ و زاری میں گزاری بالآخر قادر مطلق نے فتح کی بشارت دے دی جس طرف مسلمانوں کا پڑاؤ تھا وہاں پانی کی کمی تھی اور ریت مسلمانوں کے گھوڑوں کے لیے مضر ثابت ہو سکتی تھی، لیکن خداوند تعالیٰ نے باران رحمت سے مسلمانوں کی یہ دونوں دقتیں دور کر دیں، ریت جم گئی، اور قریشی لشکر کی مقبوضہ چکنی مٹی کی زمین پر کیچڑ پیدا ہو گیا۔

۱۷ رمضان المبارک ۲ھ کو فجر کی نماز کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جہاد کی تلقین کی مومنین نے روزے رکھے ہوئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق انہوں نے صف بندی کی۔ اور آہن پوش لشکر کو شکست دینے کا آہنی عزم لے کر میدان کی طرف بڑھے۔ قریشی لشکر تکبر و غرور میں بدمست نسلی تفاخر کے نعرے لگاتا ہوا سامنے موجود تھا۔ مسلمانوں کے لیے سخت آزمائش کا وقت تھا اس لیے کہ اپنے ہی بھائی بند سامنے کھڑے تھے۔ ابوبکرؓ کو اپنے بیٹے عبدالرحمٰن سے اور حذیفہؓ کو اپنے

ل ابن ہشام۔

باپ عتبہ سے مقابلہ کرنا تھا۔ عرب کے دستور کے مطابق پہلے انفرادی مقابلے ہوئے پہلے عمرو بن الحضرمی کا بھائی عامر میدان میں نکلا اور اپنا مدمقابل طلب کیا۔ مقابلے پر حضرت عمرؓ کا ایک غلام نکلا اور اس نے چشم زدن میں اس مغرور کا خاتمہ کر دیا جو اپنے بھائی کا انتقام لینے کے لیے آیا تھا۔ اس کے بعد عتبہ بن ربیعہ اس کا بھائی شیبہ اور اس کا بیٹا ولید بن عتبہ میدان میں نکلے اور مبارز طلب کیے۔ تین انصاری صحابی میدان میں نکلے لیکن اُن تینوں نے یہ کہہ کر ان سے مقابلہ کرنے سے انکار کر دیا کہ یہ ہمارے ہم پلہ نہیں ہیں اور پکار کر کہا اے محمدؐ ہمارے مقابلے پر قریشی بھیجو۔ ہم عرب کے چرواہوں سے مقابلہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہیں۔ چنانچہ آپؐ کے ارشاد پر حضرت حمزہؓ، حضرت علیؓ اور حضرت عبیدہؓ مقابلے کے لیے نکلے۔ مغرور قریشی سرداروں نے ان کے نام پوچھے اور کہا "ہاں تم ہمارے ہم پلہ ہو" مقابلہ شروع ہوا چند لمحوں میں حضرت حمزہؓ نے شیبہ کو جہنم رسید کر دیا۔ اور حضرت علیؓ نے ولید کو قتل کر ڈالا اور لشکر اسلام سے تکبیر کی آواز بلند ہوئی۔ اس دوران عتبہ اور حضرت عبیدہؓ نے ایک دوسرے پر بھرپور وار کیا اور دونوں زخمی ہو کر گر پڑے حضرت علیؓ اپنے مدِ مقابل سے فارغ ہو کر عتبہ کی طرف لپکے اور ایک ہی ضرب سے اس کا کام تمام کر کے عبیدہؓ کو لشکر میں اٹھا لائے۔ قریش نے اپنے نامور سرداروں کو یوں کٹتے دیکھا تو یکبارگی حملہ کر دیا تاکہ اکثریت کے بل بوتے پر لشکر اسلام کو شکست دیں۔

اس غزوہ میں مومنین کے جوش جہاد کا یہ حال تھا کہ ایک صحابی عمیرؓ بن حمام کھجوریں کھا رہے تھے انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلان "آج کے دن جو شخص صبر و استقامت سے لڑے گا اور پیٹھ پھیر کر نہ بھاگے گا وہ یقیناً جنت میں جائے گا" سنا تو کھجوریں پھینک دیں اور فرمایا: "واہ واہ میرے اور جنت کے درمیان بس اتنا وقفہ ہے کہ یہ لوگ مجھ کو قتل کر دیں"، یہ کہہ کر اتنی بہادری سے لڑے کہ شہید ہو گئے اور چند لمحوں میں جنت کا فاصلہ طے کر لیا۔ میدان کارزار خوب گرم تھا قریش کے مغرور آہن پوش لوہے کے لباس سمیت کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ مسلمان بھی خوب داد شجاعت دے رہے تھے اس ہنگامے میں انصار کے دو کم عمر بچے معاذؓ بن عمرو بن جموح اور معاذؓ بن عفرا، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ کے پاس آئے ان میں سے ایک نے کہا "چچا آپ ابوجہل کو پہچانتے ہیں وہ کہاں ہے ہم نے سنا ہے کہ وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گالیاں بکتا ہے اس پاک ذات کی قسم جس کے قبضے میں میری جان ہے اگر میں اس کو دیکھ لوں تو اس وقت تک اس سے جدا نہ ہونگا جب تک کہ وہ مر نہ جائے یا میں شہید نہ ہو جاؤں اتفاق سے ابوجہل کا گزر سامنے سے ہوا حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے اس کی طرف اشارہ کر دیا۔ یہ اشارہ پاتے ہی دونوں ننھے مجاہد اپنی تلواریں لے کر اس کی طرف بھاگے۔ وہ گھوڑے پر سوار تھا اور یہ دونوں پیدل جاتے ہی ان میں سے ایک نے ابوجہل کے گھوڑے پر اور دوسرے نے ابوجہل کی ٹانگ پر حملہ کر دیا گھوڑا اور ابوجہل دونوں گر پڑے عکرمہ بن ابوجہل نے معاذ بن عمروؓ کے کندھے پر وار کیا ان کا بازو لٹک گیا۔ باہمت نوجوان

Marfat.com

نے بازو کو راستے میں حائل ہوتے دیکھا تو پاؤں کے نیچے لے کر اسے الگ کر دیا اور ایک ہی ہاتھ سے اپنے شکار پر حملہ کر دیا۔ اتنے میں معاذؓ بن عفرا کے بھائی معوذؓ وہاں آ پہنچے اور انہوں نے ابوجہل کو ٹھنڈا کر دیا اور عبداللہؓ بن مسعود نے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔[1]

اس میدان بدر میں ابوجہل کے علاوہ امیہ بن خلف جس نے حضرت بلالؓ پر بے پناہ مظالم ڈھائے تھے اور ابوالبختری جیسے اہم سرداران قریش بھی مارے گئے اور یہ مغرور لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اسلام کو فتح دی تھی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ فتح و شکست میں مادی قوت سے زیادہ روحانی قوت کا دخل ہوتا ہے۔ مسلمانوں کے کل چودہ آدمی شہید ہوئے۔ اس کے مقابلے میں قریش کے ستر افراد مارے گئے اور اتنے ہی گرفتار ہوئے۔ قریشی مقتولین میں ان کے تقریباً تمام نامور سردار شامل تھے، اور گرفتار ہونے والے بھی ان کے معززین ہی تھے۔

اسیرانِ بدر کے ساتھ سلوک

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسیران جنگ کو صحابہ میں تقسیم کر کے انہیں آرام سے رکھنے کا حکم دیا۔ صحابہ کرام نے اپنے قائد کے فرمان پر اس حد تک عمل کیا کہ خود کھجوریں کھا کر قیدیوں کو کھانا کھلایا۔ صحابہ کرام سے ان کے بارے میں مشورہ طلب کیا گیا تو حضرت عمرؓ فاروق نے انہیں قتل کر کے دشمن کی قوت توڑنے کی تجویز پیش کی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے فدیہ لے کر چھوڑ دینے کا مشورہ دیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ سے اتفاق کرتے ہوئے اسیران جنگ کو فدیہ لے کر چھوڑ دیا۔ جو قیدی غربت کی وجہ سے فدیہ ادا نہیں کر سکتے تھے اور پڑھے لکھے تھے انہیں دس مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھانے کے عوض رہا کر دیا گیا۔ یہ قیدی حسن سلوک سے اس حد تک متاثر ہوئے کہ ان میں سے بہت سے مشرف با اسلام ہوئے۔

مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب

غزوہ بدر میں مسلمان قریش کے مقابلے میں ایک تہائی سے بھی کم تھے قریش کے پاس اسلحہ بھی مسلمانوں سے کئی گنا تھا اس کے باوجود کامیابی نے مسلمانوں کے قدم چومے۔ اس کے چند اسباب درج ذیل ہیں۔

۱۔ نصرت الٰہی :۔ غزوہ بدر میں مسلمانوں کا سب سے بڑا اور اصل سبب نصرت الٰہی تھا اللہ تبارک و تعالیٰ کے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی تھی ''اے خدا! یہ قریش ہیں اپنے سامان غرور کے ساتھ آئے ہیں تاکہ تیرے رسول کو جھوٹا ثابت کریں۔ اے اللہ! بس اب تیری وہ مدد آجائے جس کا تو نے مجھ سے وعدہ فرمایا! اے اللہ! اگر آج یہ مٹھی بھر جماعت ہلاک ہو گئی تو پھر روئے زمین پر تیری عبادت کہیں نہیں ہوگی'' اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فتح کی بشارت دی اور ایک ہزار فرشتوں سے امداد فرمائی۔[2]

---

[1] حکایات صحابہ۔ [2] سورۃ الانفال

۲۔ ذوق شہادت:۔ اسلام نے مسلمانوں کو جو عقائد دیے ہیں ان میں عقیدہ آخرت کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ مسلمان موت کے بعد میں آنے والی ابدی زندگی کے لیے اس زندگی کو قربان کرنے کے لیے تیار ہوتا ہے۔ شہادت کی موت اس کے نزدیک موت نہیں ابدی زندگی ہے اس عقیدہ نے مسلمانوں کو بے جگری سے لڑنے پر آمادہ کیا اور موت جس سے ہر انسان خائف ہوتا ہے۔ مسلمان اسے خوشی سے قبول کرنے کے لیے تیار تھے۔

۳۔ بہتر تنظیم۔ اسلامی لشکر اپنے سالار محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر جان چھڑکنے کو تیار تھا وہ اپنے قائد کے ہر حکم کو بلا چوں وچرا مانتا تھا مسلمان آنحضرتؐ کے ادنیٰ سے اشارے پر حرکت میں آجاتے تھے لہذا ان کا تنظیمی ڈھانچہ اپنے حریفوں سے بہتر تھا۔ اس کے برعکس لشکر کفار کئی ایک سرداروں کی کمان میں تھا اور ان سرداروں میں اتحاد عمل پیدا ہونا بہت مشکل تھا چنانچہ جب قریش نے مل کر حملہ کیا تو اسے مسلمانوں نے روک لیا لیکن مسلمانوں کے منظم حملے کو قریش نہ روک سکے۔

۴۔ مشہور قریشی سرداروں کی موت:۔ عام لڑائی کے آغاز سے پہلے تین نامور قریشی سردار میدان میں آئے اور انہوں نے نہایت متکبرانہ انداز میں مدمقابل طلب کیے لیکن وہ تینوں مقتول ہوئے۔ عتبہ، ولید، اور شیبہ قریش کے بہت ہی بہادر سردار سمجھے جاتے تھے ان کے قتل سے قریش کے حوصلے پست ہو گئے۔

۵۔ قریش کی صفوں میں انتشار:۔ قبائلی نظام جہاں بھی ہو گا اتحاد کامل پیدا ہونا ناممکن ہے۔ قبائلی کبر و غرور تنظیم کا دشمن ہوتا ہے۔ قریشی لشکر بھی اس اصول سے مستثنیٰ نہ تھا۔ اس وجہ سے مکہ سے آنے والے لشکر میں اتحاد عمل کا فقدان تھا

۶۔ قریشی لشکر میں بددلی اور اختلاف رائے:۔ اگرچہ لشکر قریش خاندانی شرافت کو برقرار رکھنے کے لیے میدان جنگ میں آگیا لیکن اس مسئلہ پر ان کے درمیان اختلاف رائے اور بددلی پائی جاتی تھی۔ ابوسفیان جب اپنے قافلے کو بچا کر نکل گیا تو اس نے پیغام بھیجا کہ جنگ کیے بغیر واپس لوٹ آو لیکن ابوجہل نہ مانا اس پر بنی زہرہ اور بنی عدی دونوں واپس لوٹ گئے۔ بنو ہاشم سے مغرور قریشی سرداروں نے کہا اے بنو ہاشم اگرچہ تم ہمارے ساتھ چلے آئے ہو لیکن تمہارا دل تو محمدؐ کے ساتھ ہے" اس پر بنی ہاشم میں سے ایک گروہ طالب بن ابی طالب کی سرکردگی میں واپس لوٹ گیا حکیم بن حزام اور عتبہ نے بھی جنگ نہ کرنے کا مشورہ دیا لیکن ابوجہل اور حضرمی کے خاندان کے اصرار پر معرکہ کارزار گرم ہو کر رہا۔ اور ان سرداروں نے بادل ناخواستہ اس جنگ میں شرکت کی۔ اسی سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ بعض قریشی پکار پکار کر کہہ رہے تھے کہ ہمیں محسوس ہوتا ہے کہ آسمان سے ہم پر بلائیں نازل ہو رہی ہیں۔ ان کے بعض افراد نے ایسے خواب دیکھے تھے جن میں ان کی تباہی کی خبر دی گئی تھی۔ ان تمام چیزوں کی حقیقت یہ تھی کہ جو لوگ اسلام کی حقانیت کو سمجھتے تھے انہیں معلوم تھا کہ ہم "خدا" کا مقابلہ کرنے جا رہے ہیں اس لیے وہ ایسے خواب دیکھتے تھے کہ ان خوابوں کے عام چرچوں سے لشکر قریش میں اندر ہی اندر بددلی پھیلی ہوئی تھی۔[1]

---

[1] اس اجمال کی تفصیل سیرت ابن ہشام میں عاتکہ بنت عبدالمطلب اور جہیم بن صلت کے خوابوں اور عمیر بن وہب کی پیشین گوئیوں کی شکل میں موجود ہے۔

۷۔ متفرق وجوہات:۔ مسلمانوں کی کامیابی کی بعض دیگر وجوہات بھی تھیں مثلاً مسلمانوں کا پڑاؤ بلندی پر تھا اور قریش ان کی صحیح تعداد کا اندازہ نہ لگا سکے، نیز قریش کو لڑائی کے وقت سورج سامنے پڑتا تھا اور اس سے ان کی آنکھیں چندھیا رہی تھیں جنگ سے چند گھنٹے پہلے بارش ہوئی جس نے قریش کے پڑاؤ کے قریب کیچڑ پیدا کر دیا جبکہ مسلمانوں کا پڑاؤ ریتلی زمین پر تھا اور انہیں اس سے یہ فائدہ پہنچا کہ ریت جم گئی ایسی تمام چیزوں کو مسلمانوں نے اپنے لیے غیبی امداد سمجھا اور قریش مکہ نے اس سے برے شگون لیے اور ان کے حوصلے پست ہوتے چلے گئے۔

غزوہ بدر کے اثرات

جنگ بدر حق و باطل کے درمیان فیصلہ کن معرکہ تھا۔ اس کی اہمیت و اثرات کا اندازہ مندرجہ ذیل امور سے ہو سکتا ہے۔

۱۔ حق و باطل کا فیصلہ:۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کے ساتھ وعدہ فرمایا تھا کہ تجارتی قافلے اور قریشی لشکر میں سے ایک ضرور مفتوح ہوگا۔ ابو جہل اور دیگر قریشی سرداروں نے مکہ سے روانہ ہونے سے پہلے خانہ کعبہ کا پردہ پکڑ کر دعا کی تھی کہ "خدایا دونوں گروہوں میں سے جو بہتر ہے اس کو فتح عطا کر اور جو برسر ظلم ہو اسے رسوا کر" چنانچہ غزوہ بدر میں اللہ تعالیٰ نے فیصلہ فرما دیا کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون[۱]۔

۲۔ قریش کے غرور کا سر نیچا:۔ میدان بدر میں آنے والے قریشی لشکر کی حالت یہ تھی کہ وہ اکڑتا ہوا اور لوگوں کو نمائش کرتا ہوا بڑھ رہا تھا۔ ان کا ارادہ یہ تھا کہ بدر میں لگنے والے میلے کے لوگ ہماری قوت دیکھیں گے تو پورے عرب پر ہمارا رعب طاری ہو جائے گا لیکن جنگ نے غرور کا سر نیچا کر دیا۔

۳۔ اسلام ایک عظیم قوت:۔ غزوہ بدر میں اسلام کی فتح نے اسلامی حکومت کو عرب کی ایک عظیم قوت بنا دیا ایک مغربی مورخ کے الفاظ میں "بدر سے پہلے اسلام محض ایک مذہب اور ریاست تھا مگر بدر کے بعد وہ مذہب ریاست بلکہ خود ریاست بن گیا۔

۴۔ مدینہ میں اسلام کی مزید اشاعت:۔ مدینہ میں اوس و خزرج قبائل کے بہت سے لوگوں نے ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا اور وہ ہوا کا رخ دیکھ رہے تھے۔ ۳۱۳ کے ہاتھوں ایک ہزار قریشی سرداروں کی شکست نے ان پر لات و منات و عزیٰ اور ہبل کی قوت کا کھوکھلا پن واضح کر دیا۔

۵۔ منافقین کا گروہ:۔ غزوہ بدر کے نتیجہ کے طور پر بہت سے ان لوگوں نے بھی اسلام قبول کر لیا جو فی الحقیقت اسلام کے قائل نہ ہوئے تھے بلکہ دل سے اس کے دشمن تھے۔ اس کے نتیجہ کے طور پر منافقین کا گروہ پیدا ہو گیا تھا جو بعد میں مسلمانوں کے اندر گھس کر خلاف اسلام سرگرمیوں میں مصروف رہا۔

---

[۱] سورۃ الانفال میں ارشاد ربانی ہے۔ إِن تَسْتَفْتِحُوا فَقَدْ جَاءَكُمُ الْفَتْحُ "اگر تم فیصلہ چاہتے تھے تو فیصلہ تمہارے سامنے آگیا"۔ ملاحظہ ہو تفہیم القرآن جلد ۲ صفحہ ۱۳۶

Marfat.com

۶۔ یہودیوں کے ساتھ تصادم :۔ یہودی اب تک یہ امید لگائے بیٹھے تھے کہ مسلمان قریش مکہ کے ہاتھوں ختم ہو جائیں گے اور مدینہ پر ان کی سیادت حسب سابق قائم ہو جائے گی لیکن اس جنگ کے نتیجہ نے انہیں پیچ پا کر دیا چنانچہ یہودی سردار مکہ گئے اور "اشراف عرب" کے مرنے پر روئے ماتم کیا اور قریش کو از سر نو مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دلائی اور امداد کا وعدہ کیا۔ اس طرح یہودیوں کے ساتھ مسلمانوں کے تصادم کا آغاز ہو گیا۔

۷۔ ابوسفیان کی سرداری :۔ قریش مکہ کے بڑے بڑے سردار اس جنگ میں مارے گئے تھے صرف ابوسفیان بچا تھا جو اس جنگ میں شریک نہیں ہوا تھا اس لیے قریش کی قیادت ابوسفیان کے ہاتھوں میں آگئی، مکہ پہنچ کر اس نے انتقامی جذبات کو بھڑکایا اور مدینہ پر از سر نو حملہ کرنے کے منصوبے بنانے شروع کر دیے۔

۸۔ غزوہ سویق واحد :۔ غزوہ بدر کے بعد سویق واحد کے غزوات اسی غزوہ کا نتیجہ تھے۔ ان میں قریش نے اپنے مقتولین کا بدلہ لینے کے لیے مدینہ پر حملے کیے۔

غزوہ بدر کی اہمیت

غزوہ بدر اسلام اور کفر کا پہلا اور اہم ترین تصادم ہے۔ اس سے دنیا پر واضح ہو گیا کہ نصرت الہٰی کی بدولت مومنین اپنے سے کئی گنا فوج کو شکست دے سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن پاک میں سو مومنوں کو ہزار کافروں پر فتح کی بشارت دی۔ غزوہ بدر میں شامل مسلمانوں نے جس قوت ایمانی کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ باپ بیٹے کے خلاف، بیٹا باپ کے خلاف بھانجا ماموں کے خلاف اور چچا بھتیجے کے خلاف میدان میں آیا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے ماموں کو اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ حضرت ابوبکرؓ کے صاحبزادے عبدالرحمٰنؓ نے جو قریش کی طرف سے جنگ میں شریک ہوتے تھے اسلام لانے کے بعد ایک دفعہ حضرت ابوبکرؓ کو بتایا کہ جنگ میں ایک مرتبہ آپ میری زد میں آئے لیکن میں نے آپ پر وار کرنا پسند نہ کیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے فرمایا خدا کی قسم اگر تم میری زد میں آجاتے تو کبھی لحاظ نہ کرتا۔ حضرت حذیفہؓ کا باپ عتبہ بن ربیعہ لشکر قریش کا سپہ سالار تھا اور سب سے پہلے قتل ہونے والوں میں شامل تھا اس جنگ کا ایک اور پہلو یہ ہے کہ مسلمانوں نے بہت نظم و ضبط کے دشمن کا مقابلہ کیا اور اپنی صفیں نہیں ٹوٹنے دیں۔ جنگ کے خاتمے کے بعد خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کے تحت مال غنیمت کی تقسیم ہوئی۔ مال غنیمت کی اتنی پر امن اور دیانتدارانہ تقسیم کی مثال عرب میں کم ہی ملتی تھی۔ الغرض مسلمانوں کے تقویٰ اور اطاعت رسولؐ کی وجہ سے ان کی برتری روز روشن کی طرح ثابت ہو گئی اور کفار کے حوصلے پست ہوئے جب کہ مسلمانوں کا اللہ پر توکل بہت بڑھ گیا۔

غزوہ سویق

ابوسفیان کو بدر کی شکست کی اطلاع ہوئی تو اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ بدر کا انتقام نہیں لے لے گا اس وقت تک سر میں تیل نہیں ڈالے گا۔ چنانچہ وہ دو سو سوار لے کر خفیہ طور پر مدینہ پہنچا۔ ایک یہودی سردار سلام بن مشکم نے اس کی دعوت کی اور اسے مدینہ کے حالات سے باخبر کیا۔ ابوسفیان کو مسلمانوں پر حملہ کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آخری شب میں وہ سلام بن مشکم کے گھر سے نکلا اور مسلمانوں

Marfat.com

کے ایک نخلستان کو برباد کرتا ہوا اور ایک انصاری مسلمان کو شہید کرتا ہوا مکہ لوٹ گیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر ہوئی تو آپ نے تعاقب کیا ابوسفیان خوراک کے طور پر ستو ساتھ لایا تھا۔ واپسی پر جلدی میں وہ ستوؤں کی تھیلیاں گراتا چلا گیا۔ مسلمان جو تعاقب کر رہے تھے ان کو اٹھاتے جاتے تھے اس واقعہ کی وجہ سے اس کو غزوہ سویق۔ (ستوؤں کی لڑائی) کہا جاتا ہے۔

غزوہ اُحد

۳ھ ۶۲۴ء

اسباب

۱۔ **وقار کی بحالی کا مسئلہ:۔** غزوہ بدر میں قریش کی شکست نے ان کا وقار خاک میں ملا دیا تھا عرب میں سب سے بڑی قوت کا جو درجہ قریش کو حاصل تھا اس کو بحال کرنے کے لیے وہ مسلمانوں پر پھر سے حملہ آور ہوئے اور اُحد کی جنگ وقوع پذیر ہوئی۔

۲۔ **مقتولین کا انتقام:۔** غزوہ بدر کا اصل سبب صرف ایک قریشی عمرو بن الحضرمی کا قتل تھا۔ لیکن جنگ بدر میں ۷۰ قریشی ہلاک ہوئے۔ ان کا انتقام لیے بغیر قریش کی ناک کٹتی تھی۔ اس سلسلے میں مقتولین کے رشتہ دار انتقامی جنگ کا مطالبہ کرنے میں پیش پیش تھے۔

۳۔ **یہود کی طرف سے حوصلہ افزائی:۔** غزوہ بدر سے پہلے بھی یہود مدینہ کے قریش کے ساتھ دوستانہ مراسم تھے اور بدر کے موقعہ پر ان کی واضح ہمدردیاں اہل مکہ کے ساتھ تھیں لیکن بدر کے بعد انہوں نے کھلم کھلا قریش کو انتقام لینے کے لیے مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی۔ ان کا سردار کعب ابن اشرف خود مکہ پہنچا اور اس نے "اشراف عرب" کی موت پر مرثیہ کہا اور قریش میں انتقام کی آگ بڑھکائی نیز انہیں ہر طرح کی امداد کا یقین دلایا۔

۴۔ **عرب شعرا اور خواتین قریش کا پروپیگنڈہ:۔** قریش شاید ان تمام امور کے باوجود بدر کو بھلا دیتے۔ لیکن عرب کے طول و عرض سے مختلف شعراء نے مکہ کا رخ کیا مقتولین کے لیے مرثیے کہے اور جنگی ترانے گائے اس سے بڑھ کر پروپیگنڈے کی وہ مہم تھی جو قریشی خواتین کی طرف سے شروع کی گئی اس میں طعن و تشنیع کا عنصر غالب تھا اور عورتوں کے طعنے برداشت کرنا قریشی سرداروں کے بس کا روگ نہ تھا ان عورتوں میں ہندہ زوجہ ابوسفیان (جو عتبہ کی بیٹی تھی) ام حکیم زوجہ عکرمہ بن ابوجہل، فاطمہ بنت ولید (ولید قتل ہوا تھا) ریطہ زوجہ عمرو بن العاص اور خناس والدہ مصعبؓ بن عمیر پیش پیش تھیں۔

۵۔ **تجارتی مفادات کو خطرہ:۔** جنگ بدر سے پہلے شام کی طرف جانے والی شاہراہ پر پہرہ بٹھا کر جو معاشی دباؤ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مکہ پر ڈالا تھا وہ بدستور قائم تھا۔ مسلمانوں نے مکہ کے ایک لشکر پر چھاپہ مار کر ایک سو تولہ چاندی چھین لی تھی اس لیے قریش اس بات کو سمجھتے تھے کہ مسلمان کسی وقت بھی ان کی تجارتی شاہراہ کو بند کر سکتے ہیں۔ لہٰذا ان کے سامنے دو ہی راستے تھے یا تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کسی نہ کسی طرح صلح کر لیتے اور اسلامی ریاست کو تسلیم کر لیتے یا اس کو ختم کر ڈالتے۔ انہوں نے اپنی سابقہ اسلام دشمنی کی روایات کو

Marfat.com

قائم رکھتے ہوئے دوسری راہ اختیار کی۔

۱۸۔ ابوسفیان کے وقار کا مسئلہ:۔ غزوہ احد کے اسباب میں سے ایک یہ بھی تھا کہ ابوسفیان کے قافلے کا منافع اہل مکہ اسلامی حکومت کے خلاف جنگ کے لیے وقف کر چکے تھے چنانچہ اس جنگی فنڈ سے بدستور جنگی تیاریاں کی جا رہی تھیں۔ ان سے فائدہ اٹھانا نئے قریشی سردار ابوسفیان کے وقار کا مسئلہ تھا۔

واقعات قریش نے ۳ھ میں مدینہ پر حملہ کرنے کے لیے بھرپور تیاریاں کیں۔ ابوسفیان کے قافلے کا منافع جو پچاس ہزار مثقال سونے اور ایک ہزار اونٹوں پر مشتمل تھا جنگی تیاریوں کے لیے وقف کر دیا گیا۔ بنو کنانہ کو ساتھ ملا کر پانچ ہزار کا لشکر فراہم کیا گیا اس لشکر میں تین ہزار شتر سوار دو سو گھوڑ سوار اور سات سو زرہ پوش پیادہ تھے، حضرت عباسؓ نے جو قبول اسلام کے باوجود مکہ ہی میں مقیم تھے۔ ان تیاریوں کی اطلاع مدینہ بھجوائی۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کی مجلس مشاورت بلائی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے اندر رہ کر مدافعت کرنے کے حق میں تھے۔ لیکن نوجوان صحابہؓ کی اکثریت مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کے حق میں تھی۔ چنانچہ کثرت رائے سے یہی فیصلہ ہوا کہ مدینہ سے باہر کوہِ احد پر مقابلہ کیا جائے۔ چنانچہ آپ ایک ہزار مسلمانوں کو لے کر کوہ احد کی طرف روانہ ہوئے ان میں مشہور منافق عبداللہ بن ابی بھی شامل تھا مشاورت میں اس نے بھی یہی رائے دی تھی کہ مدینہ میں رہ کر ہی مقابلہ کرنا چاہیے۔ تھوڑی دور تک اسلامی لشکر کے ساتھ جانے کے بعد یکایک وہ اپنے تین سو ساتھیوں سمیت یہ کہہ کر واپس لوٹ گیا کہ میری رائے چونکہ تسلیم نہیں کی گئی اس لیے میں جنگ میں شریک نہیں ہو سکتا۔

• سچے مسلمانوں میں جوش و خروش پہلے سے بھی کہیں زیادہ تھا۔ اس سلسلے میں یہ واقعہ تاریخ میں سنہری حروف میں لکھے جانے کے قابل ہے کہ جب مدینہ سے باہر نکل کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لشکر کا معائنہ فرمایا تو اس میں بہت سے نوعمر صحابہؓ کو واپس بھیج دیا۔ ان میں عبداللہؓ بن عمر، زیدؓ بن ثابت، اسامہؓ بن زید، زیدؓ بن ارقم، براءؓ بن عازب، عمروؓ بن حزم، ابوسعیدؓ خدری، سمرہؓ بن جندبؓ، رافعؓ بن خدیج بھی تھے جن کی عمر تیرہ چودہ سال سے زیادہ نہ تھی، لیکن رافعؓ بن خدیج کے شوقِ جہاد کا یہ عالم تھا کہ وہ ایڑیوں کے بل کھڑے ہو کر اپنے قد کو لمبا ظاہر کر رہے تھے۔ ان کے والد نے بھی ان کی سفارش کی کہ میرا بیٹا بہت اچھا تیرانداز ہے اس کو ضرور ساتھ لے چلیں۔ چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی۔ اس پر سمرہ بن جندب نے درخواست کی کہ حضور رافعؓ سے میری کشتی کروائی جائے اگر میں اسے پچھاڑ لوں تو مجھے بھی اجازت دی جائے۔ چنانچہ سمرہؓ نے رافع کو پچھاڑ دیا اور اجازت حاصل کر لی۔ اس طرح اور بھی بہت سے نوعمر صحابہؓ نے اجازت حاصل کر لی[1]

---

[1] حکایات صحابہ۔

Marfat.com

احد پہنچ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عبداللہ بن جبیر کی قیادت میں پچاس تیر اندازوں کا ایک دستہ پہاڑ پر متعین فرما دیا تاکہ دشمن پشت سے حملہ نہ کر سکے۔ مصعب بن عمیرؓ کو علم دے کر جنگ کا آغاز کیا گیا انفرادی مقابلوں میں مومنین کو فتح حاصل ہوئی لیکن قریش نے اس مرتبہ جلدی ہی عام لڑائی کا آغاز کر دیا جنگ بہت شدت سے ہونے لگی۔ قریش کے بارہ علمبردار یکے بعد دیگرے قتل ہوئے۔ جن میں سے آٹھ صرف حضرت علیؓ نے کیے۔ ابودجانہ، حمزہؓ اور علیؓ جس طرف جاتے لاشوں کے ڈھیر لگ جاتے۔ ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے اپنے باپ عتبہ کا انتقام لینے کے لیے سید الشہدا حضرت حمزہؓ کو دھوکے سے شہید کروا کر ان کا کلیجہ نکال کر چبایا لیکن جنگ کا نقشہ کچھ اس طرح کا تھا کہ قریش کی شکست یقینی معلوم ہوتی تھی۔ قریشی خواتین یہ منظر دیکھ کر پیچھے بھاگ کھڑی ہوئیں۔ اور ان کے ساتھ ہی قریشی لشکر کے بھی پاؤں اکھڑ گئے مسلمانوں نے تعاقب کرنے کی بجائے مال غنیمت اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ یہ منظر دیکھ کر عبداللہ بن جبیرؓ کے تیر انداز دستہ کے اکثر ارکان نے بھی اپنی جگہ چھوڑ دی اور مال غنیمت اکٹھا کرنے میں مصروف ہو گئے ہوشیار دشمن نے اس کمزوری کو بھانپ لیا اور خالد بن ولید کی قیادت میں پہاڑ کا چکر کاٹ کر پیچھے سے حملہ کر دیا، بھاگتا ہوا قریشی لشکر پھر جم گیا۔ مسلمان دو طرف سے گھر گئے تھے اسی اثنا میں لشکر اسلام کے علمبردار مصعبؓ بن عمیر شہید ہو گئے چونکہ ان کی شکل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بہت مشابہ تھی اس لیے یہ افواہ مشہور ہو گئی کہ نعوذ باللہ پیغمبر خدا شہید ہو گئے ہیں اس سے مومنین کے حوصلے پست ہو گئے اور ان کی صفیں ٹوٹ گئیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی جگہ پر مضبوطی سے جمے ہوئے تھے، کفار کا یلغار اسی طرف بڑھتا جاتا تھا آفتاب رسالت کے پروانے یکے بعد دیگرے نثار ہو رہے تھے، ابوبکرؓ، عمرؓ، عثمانؓ، علیؓ، عبدالرحمٰنؓ بن عوف سعدؓ بن وقاص، طلحہؓ، زبیرؓ اور ابوعبیدہ بن الجراحؓ نے آپ کے گرد ایک مضبوط حلقہ بنا رکھا تھا جسے توڑنا مشکل تھا۔ کفار نے پتھر پھینکنے شروع کر دیے ایک پتھر سے آپ کی پیشانی زخمی ہوئی دوسرے پتھر نے آپ کے بازو کو زخمی کر دیا ایک اور پتھر سے آپ کے اگلے دانت شہید ہو گئے اور آپ ایک پہاڑی پر چڑھ گئے۔ فاطمہ بتولؓ نے آپ کے زخموں کو دھویا اور چٹائی جلا کر پیشانی مبارک کے زخم کو بھرا۔ ابوسفیان نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہ پا کر ہبل کی جے کا نعرہ لگایا۔ لیکن فاروق اعظمؓ نے نعرۂ تکبیر سے جواب دیا۔ وہ پکارا ''کیا محمدؐ زندہ ہے؟ کیا ابوبکر زندہ ہے، کیا عمرؓ زندہ ہے، فاروق اعظم نے جواب دیا'' اے دشمن خدا ہم سب زندہ ہیں''۔ اس نے ہبل کی جے، کا نعرہ بلند کیا فاروق اعظم نے اللہ اکبر سے جواب دیا۔ وہ پکارا '' آج کا دن بدر کا جواب ہے'' اور پھر واپس چلا گیا۔

قریش مکہ کو اگرچہ فتح حاصل ہوئی تھی، لیکن انہیں معلوم تھا کہ مسلمانوں کی قوت نہیں ٹوٹی ہے۔ محض ایک جنگی غلطی کی وجہ سے ان کی قوت منتشر ہو گئی ہے۔ اس لیے انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کی بجائے واپس جانا ہی مناسب سمجھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بہت جلد مسلمانوں کو دوبارہ جمع کر لیا اور آپؐ کے حکم سے ایک

Marfat.com

دستہ نے قریش کا تعاقب بھی کیا۔ اس جنگ میں ۷۰ صحابہ نے جام شہادت نوش کیا جن میں حمزہ رضؓ، مصعب بن عمیر رضؓ، رافع بن مالک رضؓ اور عبداللہ بن جحش رضؓ جیسے سپاہ بھی شامل تھے۔ قریش کے اس جنگ میں تیس آدمی قتل ہوئے۔

میدان احد میں مسلمانوں کے نقصان کے اسباب

غزوہ احد میں لشکر قریش کو فیصلہ کن فتح حاصل نہیں ہوئی تھی کیونکہ وہ میدان جنگ سے ہی واپس لوٹ گیا اور مدینہ پر حملہ کرنے کی جرات نہ کر سکا باوجود اس کے کہ فاروق اعظم رضؓ نے اس کے ہر متکبرانہ نعرے کا جواب دیا لیکن اس نے از سر نو جنگ شروع کرنے کی کوشش نہ کی بلکہ تعاقب کرنے والے مومنین کا بھی پلٹ کر مقابلہ نہ کیا تاہم اس جنگ میں لشکر اسلام کا نقصان توقع سے کہیں زیادہ تھا۔ اس کے اسباب میں مندرجہ ذیل امور کو گنوایا جا سکتا ہے۔

۱۔ مسلمانوں میں ایک کثیر تعداد نو مسلموں کی تھی۔ اس لیے ان کا نظم و ضبط کا معیار وہ نہیں تھا جو بدر میں تھا۔

۲۔ منافقین آخر وقت پر ساتھ چھوڑ گئے اور مسلمانوں کی تعداد کل ۷۰۰ رہ گئی جنہیں ۳۰۰۰ کا مقابلہ درپیش تھا۔

۳۔ نوجوان مسلمانوں میں ضرورت سے زیادہ خود اعتمادی تھی جس کی وجہ سے توکل میں کمی آگئی تھی اور جنگی تدابیر میں بھی سستی برتی گئی۔

۴۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی جھوٹی افواہ نے نو مسلموں کے حوصلے پست کر دیے اور وہ میدان سے ہٹ گئے۔

۵۔ سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ نئے مسلمانوں کے ذہن میں حب مال موجود تھی اس لیے انہوں نے مال غنیمت کے لالچ میں پہاڑی کی وہ جگہ چھوڑ دی جہاں انہیں تیر اندازی کے لیے کھڑا کیا گیا تھا۔

۶۔ خالد بن ولید نے عقب سے حملہ کر دیا تھا جس سے مسلمان دو لشکروں کے درمیان آکر پس گئے۔

۷۔ مسلمانوں کے نقصان کی سب سے بڑی وجہ یہ تھی کہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کو نظر انداز کر کے پہاڑی مورچہ چھوڑ دیا۔ حالانکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں ارشاد فرمایا تھا کہ اگر پرندے ہمارا گوشت بھی نوچ رہے ہوں تو تم اپنی جگہ نہ چھوڑنا۔ اطاعت رسول سے غافل ہونے کی وجہ سے وہ تائید الٰہی سے محروم ہو گئے چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ''یاد کرو جب تم بھاگے چلے جا رہے تھے کسی طرف ہٹ کر دیکھنے تک کا ہوش تمہیں نہ تھا اور رسولؐ تمہارے پیچھے تم کو پکار رہا تھا اس وقت تمہاری روش کا بدلہ اللہ نے تمہیں یہ دیا کہ تم کو رنج پر رنج دیے تاکہ آئندہ کے لیے تمہیں سبق ملے''[1]

---

[1] آل عمران ، ۱۵۳

Marfat.com

غزوہ احد کے اثرات

غزوہ احد کو مسلمانوں کی تربیت کے نقطہ نظر سے بہت اہمیت حاصل ہے۔ نیز عرب کی سیاسی صورت حال پر بھی اس کے گہرے اثرات مترتب ہوئے ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں۔

۱۔ حبّ مال پر ضرب کاری :۔ سود پر پابندی لگادی گئی تاکہ حب مال کا خاتمہ کیا جاسکے۔ تنگی و فراخی دونوں حالتوں میں خدا کی راہ میں خرچ کرنے کی تلقین کی گئی تاکہ سرمایہ پرستی کی بجائے خدا کی بندگی مقصد زندگی قرار پائے۔

۲۔ تربیت کی خامیوں کو دور کرنا :۔ اطاعت رسولؐ پر پورا زور دیا گیا اور جہاد سے منہ موڑنے پر سختی سے تنبیہ کی گئی۔ اور مزید آزمائشوں کے لیے مسلمانوں کو ذہنی طور پر تیار کیا گیا۔ اس طرح تربیت کی وہ تمام خامیاں جو سامنے آئی تھیں دور کردی گئیں۔

۳۔ غزوہ احزاب کا پیش خیمہ :۔ غزوہ احد میں قریش کی کامیابی کا ایک نتیجہ یہ بھی نکلا کہ ان کے جوش انتقام کی تسکین ہوگئی اور اگلے ہی سال مدینہ پر حملہ کرنے کی بجائے انہوں نے دو تین سال بعد مدینہ پر حملہ کیا تاہم قریش کی اس کامیابی نے ان کے حوصلے بلند کردیے تھے۔ اس وجہ سے اس دفعہ انہوں نے بھرپور حملہ کیا تاکہ مدینہ کی اسلامی ریاست کو ہمیشہ کے لیے ختم کرڈالیں۔ یہ حملہ غزوہ احزاب کے نام سے مشہور ہے۔

۵۔ قبائل کی معاندانہ روش :۔ قبائل عرب جو جنگ بدر میں مسلمانوں کی کامیابی کی وجہ سے وقتی طور پر اسلام دشمنی سے باز آگئے تھے اس جنگ کے بعد پھر آمادہ شر ہوگئے۔ اور انہوں نے ہر طریقے سے مسلمانوں کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

۵۔ منافقین کا بے نقاب ہونا :۔ منافقین ابھی "نو مسلم" سمجھے جاتے تھے اس وجہ سے ان کے خطرناک عزائم کا تاحال اندازہ نہیں ہوا تھا اس جنگ میں وہ بے نقاب ہوگئے اگرچہ جنگ کے خاتمے کے بعد انہوں نے معذرتیں کیں جن کو قبول کرلیا گیا۔ لیکن یہ معلوم ہوگیا تھا کہ کون لوگ ایسے ہیں جن پر اعتماد نہیں کیا جاسکتا۔

۶۔ یہود کے عناد میں اضافہ :۔ اس جنگ نے یہودیوں کی اسلام دشمن سرگرمیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ بنو قینقاع کی جلاوطنی سے وہ قدرے محتاط ہوگئے تھے۔ غزوہ احد میں قریش کی کامیابی سے وہ از سر نو شرارت پر آمادہ ہوگئے چنانچہ مسلمانوں کو بنو نضیر کے خلاف کاروائی کرنی پڑی۔

قبائل عرب کی مکّارانہ سرگرمیاں

احد میں مسلمانوں کی شکست سے بہت سے قبائل عرب کے حوصلے بلند ہوگئے۔ بت پرست اور ڈاکو پیشہ ہونے کی وجہ سے وہ اسلام کے دشمن تو تھے ہی اب انہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنانے شروع کردیے چنانچہ

لہ آل عمران ۱۴۰۔۱۳۲۔

قطن کے قبائل کو ان ناپاک عزائم سے روکنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو سلمہ رضؓ کو ڈیڑھ سو سوار دے کر اس طرف روانہ کیا لیکن قبائل مقابلہ کئے بغیر منتشر ہو گئے۔ بنی لحیان کے مقابلے پر عبداللہ بن انیس کو بھیجا گیا۔ انہوں نے قبیلہ کے سردار سفیان بن خالد کو قتل کر ڈالا بنو خزاعہ کی ایک شاخ بنی مصطلق نے ایسا ہی ارادہ کیا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خود تشریف لے گئے اور ان کا استیصال فرمایا۔

بنو کلاب کے سردار ابو براء نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر درخواست کی کہ ہمارا قبیلہ اسلام لے آیا ہے۔ انہیں اسلام کی تعلیم دینے کے لئے معلمین متعین کر دیجئے۔ آپ نے ستر صحابہ رضؓ کو متعین فرمایا لیکن انہوں نے بیر معونہ کے قریب سب کو شہید کر دیا اور صرف عمرو رضؓ بن امیہ کو چھوڑ دیا۔ جنہوں نے سارا واقعہ حضور صلعم کو سنایا۔ آپ کو اس واقعہ سے سخت صدمہ ہوا۔

عضل و قارہ قبائل کے چند لوگوں نے بھی اسی طرح کی درخواست آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کی آپ نے دس معلم متعین فرمائے۔ انہوں نے بنو لحیان کی مدد سے ان تمام صحابہ رضؓ کو شہید کر ڈالا۔ البتہ حضرت خبیب رضؓ اور زید رضؓ کو قریش مکہ کے ہاتھ بیچ دیا جنہوں نے سخت ایذائیں دے کر ان دونوں کو شہید کر دیا۔

اس عرصہ میں یہودیوں کے قبیلہ بنو نضیر کے خلاف بھی مسلح تصادم ہوا جس کا ذکر کسی اور جگہ تفصیل سے ساتھ کیا جائے گا۔

غزوۂ احزاب یا غزوہ خندق

۵ھ

۶۲۷ء

وجہ تسمیہ غزوہ احزاب کو اس نام سے پکارے جانے کی وجہ یہ ہے کہ اس جنگ میں اسلام کے تمام مخالف گروہوں اور قبائل نے حصہ لیا۔ احزاب حزب کی جمع ہے جس کے معنی گروہ کے ہوتے ہیں۔ گویا وہ جنگ جس میں کئی گروہوں نے حصہ لیا۔ اس کو غزوہ خندق بھی کہا جاتا ہے۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس جنگ میں مسلمانوں نے مدینہ کی حفاظت کے لئے حضرت سلمان رضؓ فارسی کی تجویز پر مدینہ کے گرد خندق کھودی تھی۔

اسباب ۱۔ ابو سفیان کا چیلنج :۔ غزوۂ احد کے موقعہ پر ابو سفیان چیلنج دے گیا تھا کہ آج کا دن بدر کا جواب ہے۔ اگلے سال پھر میدان ہوگا۔ تاہم سنہ ۴ھ میں خشک سالی کی وجہ سے وہ حملہ نہ کر سکا اور ۵ھ میں احد کی فتح کو یقینی بنانے کے لئے حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

۲۔ اسلام کی روز افزوں ترقی :۔ غزوہ احد میں مسلمانوں کے نقصان اٹھانے کے باوجود اسلام دن بدن ترقی کر رہا تھا سلیم الطبع آدمیوں کی کثیر تعداد حلقہ بگوش اسلام ہو رہی تھی اور جاہلی معاشرہ اپنے ذہین ترین افراد سے محروم ہو رہا تھا۔ آئمہ باطل اس صورت حال کو ٹھنڈے پیٹ برداشت

نے ابن خلدون نے اس غزوہ کا حال ۴ھ میں لکھا ہے۔

Marfat.com

نہیں کر سکتے تھے اس لئے اُنہوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔

۳۔ قبائلی نظام کو خطرہ : اسلام کی مسلسل اشاعت کا لازمی نتیجہ عرب کی متحدہ حکومت کا قیام اور قبائلی نظام کا زوال تھا۔ اکثر قبائل عرب ڈاکہ کے پیشے کو ذریعہ معاش کے طور پر اختیار کئے ہوئے تھے ان کے یہاں بات بات پر جنگ چھڑ جاتی تھی، فحاشی عام تھی اور اخلاقی برائیاں بافراط پائی جاتی تھیں اسلام ان تمام چیزوں کا مخالف تھا۔ اس لئے قبائلی شیوخ بھی اسلام کو ختم کر دینے کے درپے تھے چنانچہ جب کفار مکہ اور یہود نے مدینہ پر حملہ کا ارادہ کیا تو اُن کا ساتھ دینے کا فیصلہ کیا۔

۴۔ تجارتی شاہراہوں پر پہرہ : مسلمانوں نے اہل مکہ کی معاندانہ سرگرمیوں کو ختم کرنے کے لئے مکہ سے شام و عراق جانے والی شاہراہوں پر پہرہ بٹھا دیا تھا اور قریش مکہ کے لئے اب دو ہی راستے تھے۔ یا وہ سیدھی طرح سے اسلامی حکومت کو تسلیم کر لیتے اور مسلمانوں کے ساتھ دشمنی ختم کر ڈالتے ـــ یا بصورت دیگر وہ اسلام کے خلاف فیصلہ کن جنگ لڑتے، انہوں نے دوسری راہ اختیار کرنے کا فیصلہ کیا۔

۵۔ یہود کی سازش : مدینہ کے دو قبائل بنو نضیر اور بنو قینقاع غداری اور عہد شکنی کی پاداش میں مدینہ سے خارج کر دیئے گئے تھے۔ ان کے سردار حیی بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق کے بھتیجے کنانہ اور سلام بن مشکم نے مسلمانوں کے خلاف خوب پروپیگنڈہ کیا اور مکہ اور قبائل عرب کو ساتھ ملا کر متحدہ محاذ بنایا اور مدینہ کی اسلامی ریاست کو ختم کرنے کے لئے دس ہزار سے زائد کا لشکر عظیم مدینہ کے گرد جمع کر دیا۔

واقعات ۔ اس جنگ کا آغاز اس طرح ہوا کہ سرداران یہود مکہ پہنچے اور قریش کے ساتھ ساز باز کر کے مدینہ پر حملہ کرنے کا منصوبہ بنایا۔ بنو غطفان جو کہ ایک بہت بڑا قبیلہ تھا کو اس وعدہ پر ساتھ ملا لیا گیا کہ خیبر کے نخلستانوں کی کھجوروں کا ایک حصہ اُسے دیا جائے گا ـــــــ اور ان کے حلیف قبائل بنو اسد، بنو سعد اور بنو سلیم بھی مسلمانوں کی مخالفت میں جنگ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ چنانچہ ابوسفیان ۴ ہزار کا لشکر لے کر مکہ سے روانہ ہوا اور راستے میں دوسرے قبائل بھی ساتھ ملتے چلے گئے یہاں تک کہ یہ لشکر مدینہ منورہ جا پہنچا۔

کفار نے اس مرتبہ اپنی جنگی تیاریوں کو بہت خفیہ رکھا تھا اس لئے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس لشکر کی اطلاع صرف پندرہ روز پہلے ملی مجلس مشاورت منعقد ہوئی۔ مدینہ تین طرف سے باغات، مکانات اور پہاڑیوں کی وجہ سے محفوظ تھا۔ چنانچہ حضرت سلمان فارسیؓ نے تجویز پیش کی کہ جس طرف سے

Marfat.com

مدینہ پر حملہ ممکن ہے۔ اس طرف خندق کھود لی جائے اور اس خندق کو عبور کرنے کی تمام کوششوں کو ناکام بنا دیا جائے چنانچہ مسلمان خواتین اور بچوں کو ایک محفوظ مقام پر منتقل کر دیا گیا۔ صحابہ کرام ۵ گز چوڑی ۵ گز گہری خندق کھودنے میں مصروف ہو گئے۔ خندق کی تیاری کے لیے صحابہ کرام کو دس دس کے دستوں میں بانٹ دیا گیا، اور ہر دستے کے ذمہ دس گز خندق کی کھدائی لگائی گئی۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھی ایسے ہی ایک دستے میں شامل تھے۔

فتح کی بشارت: اس خندق میں ایک ایسا سخت پتھر آگیا جس کو نکالنا بہت مشکل تھا جب صحابہؓ نے اس کو نکالنے کی کوشش کی لیکن وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکے، بالآخر انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں معاملہ پیش کیا آپؐ اپنا پھاوڑا لے کر وہاں پہنچے اور خندق میں اتر کر اس زور سے پھاوڑا مارا کہ پتھر میں شگاف پڑ گیا اور کدال کے پتھر سے ٹکرانے سے ایک روشنی پیدا ہوئی آپ نے نعرہ تکبیر بلند کیا۔ صحابہ نے اللہ اکبر کا نعرہ لگایا، اور آپ نے فرمایا کہ مجھے ملک شام کی کنجیاں دے دی گئی ہیں۔ اس کے بعد آپؐ نے دوسرا وار کیا، شگاف اور چوڑا ہو گیا۔ ایک مرتبہ پھر روشنی پیدا ہوئی اور آپؐ نے فرمایا مجھے ملک فارس کی کنجیاں دے دی گئیں ہیں۔ تیسری ضرب فیصلہ کن تھی، پتھر ریزہ ریزہ ہو گیا۔ اور آپؐ نے فرمایا مجھے ملک یمن کی کنجیاں دے دی گئی ہیں آپ نے اس کی توضیح فرمائی کہ جبرائیل امین نے مجھے بشارت دی ہے کہ یہ تینوں ممالک میری امت کے قبضے میں آجائیں گے۔ جب ۹۰۰ فاقہ مست انسان دس ہزار کے مقابلے میں دفاعی تیاریاں کر رہے ہوں۔ انہیں سلطنت روم، ایران اور یمن کے خلاف فتح کی خوشخبری خدا کے پیغمبرؐ کے علاوہ اور کون دے سکتا ہے؟

خندق تیار ہو گئی کفار کا لشکر مدینہ پہنچا تو اس خندق کو دیکھ کر ششدر رہ گیا۔ یہ جنگی چال اس سے پہلے عرب میں استعمال نہیں ہوتی تھی مومنین کے لئے سخت آزمائش کا وقت تھا۔ شب و روز خندق کی حفاظت کرنی پڑتی تھی مبادا کہ دشمن اسے عبور کر کے اچانک حملہ کر دے مدینہ کی ہر طرف سے ناکہ بندی کر دی گئی ہوئی تھی، خوراک کے ذخائر کم ہو رہے تھے۔ اور مومنین کو بھوکے ہی لڑنا پڑ رہا تھا۔

بنو قریظہ کی غداری:۔ مدینہ کے اندر بھی دو دشمن موجود تھے۔ یہودی قبیلہ بنو قریظہ جس نے اب تک مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ قائم رکھا تھا اب عہد شکنی کر کے لشکر کفار کا ساتھ دے رہا تھا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سردارانِ انصار سعدؓ بن معاذؓ اور سعدؓ بن عبادہ کو ان کے ساتھ گفت و شنید کے لئے بھیجا لیکن ان کا جواب بہت ردکھا تھا، "ہم محمدؐ کو نہیں جانتے اور نہ ہی اس سے ہمارا کوئی معاہدہ ہے"۔۔۔ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب ان کے پاس ہی ٹھہرا ہوا تھا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

نے چند سپاہیوں پر مشتمل ایک دستہ عورتوں اور بچوں کی حفاظت پر مامور فرما دیا تاکہ خواتین کا کیمپ بنو قریظہ کی شر سے محفوظ رہے۔

بھرپور حملہ خندق کو عبور کرنے کا کوئی منصوبہ کفار کی سمجھ میں نہیں آتا تھا جب وہ خندق کے قریب جاتے تو تیروں سے ان کا استقبال کیا جاتا تھا بالآخر عکرمہ ابن ابو جہل نے اپنے سوار دستے یں چیدہ چیدہ افراد کو لے کر خندق کو پار کرنے کا فیصلہ کیا۔ انہی میں سے ایک عمرو بن عبدود تھا جس کو دو ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا تھا۔ یہ چند منچلے تیروں کی پرواہ نہ کرتے ہوئے خندق کے ایک ایسے مقام تک پہنچنے میں کامیاب ہو گئے جہاں چوڑائی قدرے کم تھی۔ اور انہوں نے گھوڑے دوڑا کر خندق کو عبور کرنے کی کوشش کی ان میں سے تین اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے لیکن قلت تعداد کی وجہ سے انہوں نے مسلمانوں پر حملہ نہ کیا بلکہ حریف طلب کئے، عمرو بن عبدود کے مقابلے پر شیر خدا حضرت علیؓ آئے عمرو متکبرانہ انداز میں مسکرایا اور اسد اللہ کو واپس جانے کا مشورہ دیا، لیکن حضرت علیؓ نے اس کی لاف زنی کی پرواہ نہ کی اور اس سے کہا کہ سنا ہے تم اپنے حریف کو تین سوالوں میں ایک ضرور پورا کرتے ہو اس نے جواب دیا کہ ہاں، آپؓ نے پہلا سوال پیش کیا "تم اسلام قبول کر لو" اس نے کہا "ایسا نہیں ہو سکتا" دوسرا سوال یہ تھا کہ "تم واپس چلے جاؤ" اس نے کہا "یہ بھی نہیں ہو گا" آپ کا تیسرا سوال یہ تھا کہ "پھر مقابلے کے لئے تیار ہو جاؤ" عمرو بن عبدود کی زندگی میں اسے کسی نے اس بے باکی سے نہیں للکارا تھا۔ وہ بہت سٹپٹایا اور حضرت علیؓ پر بھرپور وار کیا۔ لیکن اس کا وار خالی گیا اور اسے شیر خدا کی تلوار کا لقمہ بننا پڑا۔ اس کے باقی دونوں ساتھی بھی مقتول ہوئے اور باقی مرعوب ہو کر بھاگ نکلے۔

کفار کی صفوں میں انتشار:۔ محاصرہ طول پکڑتا جا رہا تھا، خندق عبور کرنا کفار کے بس کا روگ نہ تھا۔ ان کی تمام توقعات بنو قریظہ کی غدارانہ سرگرمیاں سے وابستہ تھیں اللہ تعالیٰ نے اس کا بھی انتظام فرما دیا۔ بنو غطفان کا ایک فرد نعیمؓ بن مسعود سلامت طبع کی وجہ سے مشرف با اسلام ہو گیا، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ میرے لائق کوئی خدمت ہو تو حکم دیں۔ آپ نے اسے بنو قریظہ و قریش اور بنو غطفان کے درمیان پھوٹ ڈالنے کی ہدایت کی چنانچہ نعیم بنو قریظہ کے پاس گئے۔ اور انہیں یہ بات سمجھائی کہ بنو غطفان اور قریش واپس چلے جائیں گے۔ اور تمہیں مسلمانوں کے خلاف اکیلے ہی لڑنا پڑے گا۔ تم اس وقت تک ان کا ساتھ نہ دو جب تک کہ وہ اپنے بیٹے یرغمال کے طور پر تمہارے حوالے نہ کریں بنو قریظہ کی سمجھ میں بات آگئی اس کے بعد نعیم بنو غطفان و قریش کے پاس گئے اور انہیں کہا کہ "بنو قریظہ مسلمانوں کے معاہد ہیں وہ تمہارا ساتھ نہیں دیں گے۔ اور اب وہ تمہارے بیٹے یرغمال کے طور پر طلب کریں گے تاکہ انہیں مسلمانوں کے حوالے کر کے اپنے معاہدہ کی تجدید کر لیں" اگلے دن بنو قریظہ نے یرغمال طلب کئے اور بنو غطفان اور قریش نے اس سے انکار کیا تو ان کے درمیان اتحاد ختم ہو گیا اور اس بدظنی کی

Marfat.com

فضا کی وجہ سے بنو قریظہ مسلمانوں کے خلاف اقدام کرنے سے باز رہے۔

تائید ایزدی:۔ محاصرہ کو ستائیس دن گزر چکے تھے اللہ تعالےٰ نے اپنے بندوں کی کافی آزمائش کر لی تھی۔ اب نصرت الٰہی آپہنچی، اور رات کو ایک تیز آندھی چلی جس نے لشکر کفار کے خیمے گرا دیئے ان کی آگ بجھادی اور ان کی ہنڈیاں الٹ ڈالیں۔ کفار نے اس کو اپنے توہم پرستانہ نظریہ حیات کی وجہ سے بدشگونی خیال کیا۔ اور راتوں رات بھاگ کھڑے ہوئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حذیفہؓ کو بھیج کر خبر منگائی تو معلوم ہوا کہ میدان خالی ہو چکا ہے۔ کفر کی طرف سے حق کو مٹانے کی یہ آخری بھرپور کوشش تھی۔

مسلمانوں کی فتح کے اسباب:۔ ۱۔ خندق۔ عرب میں خندق کا رواج نہ تھا۔ اس لئے جب کہ کفار مدینہ پہنچے تو یہ خندق اُن کے لئے بالکل غیر متوقع تھی۔ جس کو عبور کرنے میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

۲۔ **مسلمانوں کا عزم واستقلال**:۔ مسلمانوں نے عزم واستقلال سے صرف چند دنوں میں خندق تیار کی اور خوراک ورسد کی کمی کے باوجود کامیابی سے اپنا دفاع کیا۔

۳۔ **نصرت الٰہی**:۔ مسلمانوں کی فتح کا سب سے بڑا سبب اللہ تعالیٰ کی طرف سے نصرت وامداد ہے۔ جس کا اس نے قرآن حکیم میں مومنوں سے وعدہ کیا ہے۔

۴۔ **نعیم بن مسعودؓ کا کارنامہ**:۔ نعیم بن مسعودؓ نے جس طرح بنو قریظہ اور قریش وغطفان میں پھوٹ ڈال دی اس کا نتیجہ کفار کی شکست کی صورت میں ظاہر ہوا۔

۵۔ **کفار کی توہم پرستی**:۔ کفار مکہ کی شکست کی آخری وجہ یہ ہے کہ آندھی نے جب اُن کے خیمے اُلٹ دیئے اور آگ بجھادی تو انہوں نے اُس سے بُرا شگون لیا اور راتوں رات غائب ہو گئے۔

غزوہ احزاب کے نتائج:۔ ۱۔ جارحانہ حملوں کا خاتمہ:۔ غزوہ خندق آخری جارحانہ حملہ تھا۔ جو کفر کے علمبرداروں کی طرف سے اسلامی حکومت پر کیا گیا۔ اس حملہ میں اپنی پوری قوت استعمال کرنے کے باوجود کفر کے اسلام کو مٹانے کا مذموم ارادہ کامیاب نہ ہو سکا۔ اس سے اسلام کے مخالفین کے حوصلے اس حد تک پست ہو گئے کہ اس کے بعد انہوں نے مدینہ پر حملہ نہیں کیا۔

۲۔ **اسلام کی وسیع اشاعت**:۔ اب تک بہت سے لوگ اس وجہ سے اسلام قبول کرنے سے رکے ہوئے تھے کہ وہ کفر کی مادی قوت سے مرعوب تھے اس رعب کے ختم ہوتے ہی اسلام کی اشاعت کی رفتار تیز تر ہو گئی۔

۳۔ **بنو قریظہ کے خلاف کاروائی**:۔ غزوہ خندق میں مدینہ میں مقیم آخری یہودی قبیلہ کی بدطینتی کھل کر سامنے آگئی تھی۔ جنگ کے اختتام پر اُن کے خلاف تادیبی کاروائی کی گئی اور مدینہ کو ان سے پاک کر دیا گیا (تفصیل آگے آئے گی)۔

Marfat.com

۴۔ مسلمانوں کی تنظیمی برتری:۔ اس جنگ سے مسلمانوں کی تنظیمی برتری مسلّم ہوگئی جس طرح مسلمانوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی اور تقسیم کار کے اصول کے مطابق خندق کھودی شب و روز پہرے دیئے اور ہر خطرے کا مقابلہ کیا اس سے یہ ثابت ہوگیا کہ مسلمانوں کی تنظیم اپنے مخالفین سے بدرجہا بہتر ہے۔ نظم وضبط اور اطاعت کی اس خوبی نے مسلمانوں کو فتح یاب کیا۔

۵۔ چند جنگی اصول:۔ اس جنگ نے قیامت تک کے لئے مسلمانوں کو چند جنگی اصول دیئے۔ مثلاً مسلمانوں کو جنگ کے لئے جدید ترین طریقے اختیار کرنے چاہییں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جس طرح خندق کھودنے کا مشورہ قبول کیا اس سے یہی سبق ملتا ہے۔ دوسرا اصول نعیم بن مسعود کے کفّار کی صفوں میں پھوٹ ڈالنے سے واضح ہوتا ہے جس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تبصرہ فرمایا اَلْحَرْبُ خُدْعَةٌ (جنگ چال بازی ہے) یعنی اگر کوئی قوم برسرِ پیکار ہو تو اس کے خلاف چالیں جائز ہیں۔ تیسری بات اس جنگ سے یہ سامنے آتی ہے کہ ملّی معاملات میں مشاورتِ عامہ بہت مفید اور ضروری ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جنگ کے ہر مرحلے پر مسلمانوں سے مشورہ لیا اور اُن کے مشورے قبول فرمائے۔

یہودیوں کے ساتھ تعلقات

یہودی کون تھے اس سوال کا تفصیلی جواب پہلی باب میں گزر چکا ہے۔ مختصراً یہ سمجھ لینا چاہیئے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی امت اور حضرت یعقوب علیہ السّلام کی اولاد تھے اور اپنی اخلاقی گراوٹ کی وجہ سے انحطاط کے گڑھے میں گرا دئے گئے تھے۔ ان کی مقدس کتابوں میں ایک پیغمبر کی بشارت موجود تھی جو عرب سے ظاہر ہوگا اسی اُمید پر وہ مدینہ میں آباد ہوئے تھے لیکن جب آنحضرت صلعم کا ظہور ہوا۔ اور انہوں نے دیکھا کہ متوقع پیغمبر بنو اسرائیل کی بجائے بنو اسمٰعیل میں آگیا ہے تو وہ مخالفت پر آمادہ ہو گئے۔ یہاں ان کے مسلمانوں کے ساتھ تعلقات کے مختلف مراحل دیئے جا رہے ہیں۔

ابتدائی دور:۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لے گئے تو یہودیوں نے آنحضرتؐ کی مخالفت نہ کی اور میثاق مدینہ کی رو سے دونوں قومیں ایک دوسرے کی ساتھی بن گئیں۔ اس معاہدے کی رو سے یہودیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری کو بھی تسلیم کیا اور بالواسطہ رسالت محمدیؐ کو بھی تسلیم کر لیا۔ لیکن ان کے اصل عزائم یہ نہ تھے کہ وہ پیغمبر خدا کو مان کر اطاعت کی راہ اختیار کریں گے اور اپنی زندگیوں کو خدائی ہدایات کے مطابق ڈھال لیں گے۔ بلکہ ان کا خیال یہ تھا کہ وہ رفتہ رفتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس نئی امت کو اپنے اندر جذب کر لیں گے۔ ان کی حوصلہ افزائی اس طرح ہوئی کہ مسلمان

Marfat.com

کعبہ کی بجائے بیت المقدس کو قبلہ بنا کر نماز پڑھتے تھے۔ تاہم رفتہ رفتہ جب قرآن نے انہیں دینِ حق کی طرف بلایا اور قبلہ بھی تبدیل ہوگیا تو وہ مسلمانوں کی طرف سے مایوس ہوگئے اور انہوں نے سازشیں کرنی شروع کر دیں۔

مخالفت کے اسباب: ۱۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا بنو اسمٰعیل میں سے ہونا۔ یہودی اپنے آپ کو عربوں سے بلند تر سمجھتے تھے کتب سماوی کا حامل ہونے کی وجہ سے خود کو عالم اور عربوں کو اُمی گردانتے تھے۔ اور نئے متوقع پیغمبر کے متعلق توقع رکھتے تھے کہ بنی اسرائیل ہی میں آئے گا۔ لیکن چونکہ محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم حضرت ابراہیمؑ کے دوسرے بیٹے حضرت اسمٰعیل کی اولاد سے تھے اس لئے وہ حسد کی آگ میں جل بھن گئے اور باوجود اس کے انہوں نے آپ کو اچھی طرح پہچان لیا۔ انہوں نے مخالفت کی راہ اختیار کی۔

۲۔ **اجارہ داری کو خطرہ**: آنحضرت صلی علیہ وسلم سے پہلے عرب خدائی ہدایات کے لئے ہمیشہ ان کی طرف رجوع کرتے تھے۔ ان کی یہ اجارہ داری خطرے میں پڑ گئی تھی اور آسمانی کتب کے علم پر اُن کا اجارہ نہیں رہا تھا۔

۳۔ **قرآن کی تنقید**: یہودیوں نے اسلام کے خلاف سازشیں شروع کیں تو قرآن مجید نے بھی اُن پر تنقید کی اور اُن کی تاریخ سامنے رکھ کر عوام کو بتایا کہ ان کی پوری تاریخ نافرمانیوں سے بھری پڑی ہے اور ان کے دینداری کے دعووں کے پیچھے انتہائی گھٹیا قسم کی دنیا پرستی چھپی ہوئی ہے اس تنقید سے یہودی بوکھلا گئے اور انہوں نے اسلام کو ختم کرنے کے لئے تمام جائز و ناجائز حربے استعمال کرنے شروع کر دیئے۔

۴۔ **تبدیلئ قبلہ**: مسلمان ہجرت مدینہ کے سال بعد تک بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ اور یہود کو توقع تھی کہ مسلمان رفتہ رفتہ اُن کے مذہب کی باقی باتیں بھی تسلیم کر لیں گے۔ جب اللہ تعالٰے کی طرف سے قبلہ کی تبدیلی کا حکم آیا تو یہود مسلمانوں کو اپنے اندر مدغم کرنے سے قطعی مایوس ہو گئے اور اُنہوں نے اسلام کی مخالفت تیز تر کر دی۔

۵۔ **معاشی وجہ**: اسلام نے ان کے سودی کاروبار کو بھی بُری طرح سے متاثر کیا تھا۔ مدینہ کے انصاری قبائل بنو اوس و خزرج ایک دوسرے کے دشمن تھے۔ اور باہمی جنگوں کی وجہ سے وہ معاشی طور پر بدحال رہتے تھے۔ لہٰذا انہیں یہودیوں سے سودی قرضے لینے کی ضرورت پیش آتی تھی۔ اسلام نے دونوں قبائل کے درمیان اتحاد پیدا کر دیا اور ایک ایسی برادری قائم کر دی جس میں قرضِ حسنہ سے ضروریات پوری ہونے لگیں۔ یہود کو اس صورت حال میں سخت نقصان تھا۔

۶۔ **قریشِ مکہ کے ساتھ تعلقات**: یہود مدینہ مدتوں سے قریش مکہ سے دوستانہ تعلقات رکھتے

تھے۔ اس وجہ سے بدر و احد میں اُن کی تمام تر ہمدردیاں کفار کے ساتھ تھیں چنانچہ بدر میں رؤسائے قریش کے مرنے سے انہیں سخت تکلیف پہنچی اور انہوں نے اپنے پرانے حلیفوں اور منافقین کے ذریعے اسلام کی قوت میں انتشار پیدا کرنے کی بھرپور کوشش شروع کر دی۔

۷۔ سازشی فطرت:۔ تاریخ عالم اس بات پر گواہ ہے کہ یہودیوں نے ہمیشہ سازشی کا کردار ہی ادا کیا ہے اور اُن سے تعمیر کی بجائے تخریب ہی بن آئی ہے۔ اس وجہ سے دعوتِ حق کی مخالفت انہوں نے اپنی فطرت سے مجبور ہو کر بھی کی تھی۔

کعب بن اشرف اور ابورافع کا قتل کعب بن اشرف بنو نضیر کا ایک سردار تھا دراصل وہ بنو طے میں سے تھا۔ لیکن اس کی ماں بنو نضیر سے تھی اور اپنی دولت اور شاعری کی وجہ سے یہ بنو نضیر میں بھی بہت مقبول ہو گیا تھا۔ اسلام کے ساتھ اسے خدا واسطے کا بیر تھا۔ میثاق مدینہ کی رو سے غزوہ بدر میں بنو نضیر کو مسلمانوں کی حمایت کرنی چاہیئے تھی لیکن یہودی اسلام کے دشمن تھے۔ اس لئے انہوں نے عہد شکنی کی اُن کا خیال یہ تھا کہ یہ مٹھی بھر لوگ قریش کے ہاتھوں ختم ہو جائیں گے۔ لیکن نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔ کعب بن اشرف نے جب جنگ بدر کے حالات سُنے اور سرداران قریش کی موت کی خبر سُنی تو فوراً پکار اٹھا "ہائے افسوس! کیا یہ خبر سچ ہے؟ یہ لوگ اشرافِ عرب اور شاہان زمانہ تھے اگر محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے واقعتاً ان لوگوں کو مار گرایا ہے تو پھر روئے زمین کی نسبت اس کا اندرون بہتر ہے۔" اب جو شخص کفار مکہ کا اس حد تک حامی ہو کر جنگ بدر کے بعد موت کو زندگی پر ترجیح دے اس کے ساتھ مسلمانوں کا معاہدہ کہاں رہ جاتا ہے کعب بن اشرف انہی جذباتِ انتقام کو لے کر مکہ پہنچا اور اپنی شعر گوئی کی قوت سے اہل مکہ کو از سرِ نو مسلمانوں پر حملہ کرنے پر آمادہ کیا اس کی خباثت کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ مکہ میں وہ جس شخص کے گھر میں مقیم رہا اس نے اسی کی بیوی عاتکہ کی تعریف میں عشقیہ شعر کہے انہی اشعار میں اس نے بعض مسلمان خواتین کا بھی نام لیا یہ مسلمانوں کی غیرت کے لئے چیلنج تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کی مجلس میں پوچھا کہ کون ہے جو کعب بن اشرف کو قتل کرے؛ فوراً چار انصاری مومن اٹھ کھڑے ہوئے جنہوں نے اس خبیث روح کو جہنم رسید کر دیا۔ ایک اور یہودی سردار ابو رافع بھی آنحضرت صلعم کے قتل (نعوذ باللہ) کی سازشیں کر رہا تھا۔ اس لیے قبیلہ بنو خزرج کے چند لوگوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لے کر اُس کا خاتمہ کر ڈالا۔

بنو قینقاع کی جلا وطنی بدر سے واپسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو نصیحت کے ذریعے ساتھ ملانے کی کوشش کی اور بنو قینقاع کے بازار میں جا کر انہیں سمجھایا۔ لیکن ان کا جواب یہ تھا تم کسی دھوکے میں نہ رہنا تمہارا مقابلہ ایسی قوم سے ہوا ہے جو لڑائی سے واقف نہ تھی اس لئے تم نے انہیں مغلوب کر لیا ہے جب تمہیں ہمارے ساتھ معاملہ پڑے گا تو تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ہم کون لوگ ہیں۔

اس واقعہ سے اس معاندانہ روش کا اندازہ ہو سکتا ہے جو یہود کے اس قبیلہ نے اختیار کر رکھی تھی۔
فوری سبب جس نے مسلمانوں کو بنو قینقاع کے استیصال پر مجبور کر دیا یہ تھا کہ ایک انصاری عورت کسی کام سے بنو قینقاع کے بازار میں گئی وہاں ایک یہودی نے (جو سنار تھا) اس کی بے حرمتی کی اتفاق سے ایک انصاری مسلمان وہاں موجود تھے۔ انہوں نے عورت کی حمایت کی اس پر یہودی ان پر پل پڑے۔ اس جھگڑے میں وہ شہید ہو گئے اور ایک یہودی بھی ان کے ہاتھ سے مارا گیا۔ یہودیوں نے باقی مسلمانوں پر بھی حملہ کر دیا جو اس وقت بازار میں موجود تھے آنحضرت صلعم کو جس وقت خبر ملی تو آپ صحابہؓ کی ایک جمعیت لے کر وہاں پہنچے یہودی معمولی مقابلہ کے بعد اپنے قلعہ میں محصور ہو گئے۔ پندرہ دن کے محاصرہ کے بعد بالآخر یہودیوں نے ہتھیار ڈال دئے عرب کے قاعدے کے مطابق ان کے تمام مرد قتل ہونے چاہئیں تھے لیکن عبداللہ بن ابی مشہور منافق کی سفارش سے ان کی جان بخشی کر دی گئی۔ اور انہیں اپنے سامان سمیت مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا گیا۔

بنو نضیر کا اخراج بنو قینقاع کے خلاف فوجی کارروائی سے باقی یہودی قبائل ذرا محتاط ہو گئے تھے لیکن غزوہ احد میں مسلمانوں کی شکست نے ان کو از سر نو آمادہ شر کر دیا۔ اس وقت بہت سے دیگر قبائل عرب بھی اسلام دشمن سرگرمیوں میں مشغول تھے۔ بیر معونہ کے واقعہ میں عمروؓ بن امیہ واپس آرہے تھے کہ انہیں بنو سلیم کے دو افراد ملے۔ عمروؓ بن امیہ نے ان دونوں کو قتل کر ڈالا اور واپس آکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس واقعہ کی اطلاع دی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ کیا کہ چونکہ اس قبیلہ کے ساتھ ہمارا معاہدہ ہے اس لئے ان مقتولین کا خونبہا ادا کرنا چاہیئے معاہدے کی رو سے اس خونبہا کا ایک حصہ یہودیوں کو ادا کرنا تھا۔ اب ان کے پاس تشریف لے گئے۔ خلاف توقع سرداران بنو نضیر بہت گرم جوشی سے ملے اور آپ کو ایک دیوار کے سائے میں بٹھایا۔ لیکن خفیہ طور پر سازش کی کہ ایک پتھر چھت سے آنحضرتؐ پر گرایا جائے تاکہ آپ کو (نعوذ باللہ) اس طرح شہید کر دیا جائے۔ اللہ تعالےٰ نے وحی کے ذریعے یہود کے ناپاک منصوبہ کی اطلاع آپؐ کو دے دی آپؐ وہاں سے اٹھے اور چپکے سے مدینہ کی طرف روانہ ہو گئے۔ باقی صحابہ نے بھی پیروی کی۔

اس سازشی عنصر کا خاتمہ نہایت ضروری تھا۔ آپ نے انہیں نوٹس دیا کہ دس روز کے اندر اندر وہ مدینہ چھوڑ کر چلے جائیں۔ عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین نے ان کو بھاری امداد کا یقین دلایا تھا۔ اس لئے انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت جواب دیا۔ آپ نے بنو نضیر کے علاقہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور چھ روز کے محاصرہ کے بعد علاقہ فتح ہو گیا۔ عبداللہ بن ابی نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سفارش کر کے یہودیوں کی جان بخشی کرا دی اور انہیں ساز و سامان سمیت نکل جانے کی اجازت مل گئی۔

غزوہ احزاب میں یہود کا حصہ بنو نضیر کے جو سردار مدینہ سے نکلے وہ خیبر میں جا آباد ہوئے

وہیں سے انہوں نے اسلامی حکومت کے خاتمہ کے منصوبے بنانے شروع کر دئے اور قریش بنو غطفان بنو سعد اور دیگر بہت سے قبائل کو ساتھ لے کر انہوں نے مدینہ پر حملہ کیا۔ اس کی تفصیلات پہلے گزر چکی ہیں۔ اللہ تعالٰے نے ان کے ناپاک عزائم کو خاک میں ملا دیا۔

بنو قریظہ کا خاتمہ۔ غزوہ احزاب کے دوران آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ کو بنو قریظہ کے ساتھ گفت و شنید کر کے غداری سے باز رکھنے کے لئے بھیجا تھا لیکن انہوں نے ٹکاسا جواب دیا تھا۔ جنگ کے دوران باہمی ناچاقی کی وجہ سے بنو قریظہ مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ جب جنگ ختم ہوئی تو خدا تعالٰے کے حکم سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ہتھیار اُتارنے سے پہلے بنو قریظہ کا استیصال ضروری ہے۔ بنو نضیر کا سردار حیی بن اخطب بھی وہیں موجود تھا۔ جس نے غزوہ خندق کا پورا منصوبہ بنایا تھا۔ مومنین نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ اور ہر طرف سے ناکہ بندی کر دی۔ جب بنو قریظہ عاجز آ گئے تو انہوں نے پیغام بھیجا کہ سعد رضی اللہ عنہ بن معاذ ان کے متعلق جو فیصلہ کریں، وہ انہیں منظور ہو گا۔ سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ غزوہ خندق کے دوران زخمی ہو گئے تھے۔ اسی حالت میں انہیں وہاں لایا گیا۔ اُنہوں نے آتے ہی بنو قریظہ اور مہاجرین و انصار سے یہ عہد لیا کہ وہ جو فیصلہ کریں گے سب کے لئے قابل قبول ہو گا۔ اس کے بعد انہوں نے توریت کے حکم کے مطابق تمام مردوں کو قتل کرنے اور عورتوں اور بچوں کو غلام بنانے کا فیصلہ سنایا چنانچہ اس پر عمل کیا گیا اور اس مار آستین سے مدینہ کی اسلامی حکومت کو نجات حاصل ہو گئی۔ حیی بن اخطب بھی یہیں مقتول ہُوا۔

فتح خیبر۔ مندرجہ بالا واقعات کے بعد یہود میں اتنا حوصلہ بھی پیدا نہ ہوا کہ وہ خود مدینہ پر حملہ آور ہوں لیکن وہ حسب عادت سازشوں میں مشغول رہے۔ اس دوران میں اہل مکہ کے ساتھ حدیبیہ کے صلح نامہ پر دستخط کئے گئے اس سے اسلامی حکومت کو اپنے سب بڑے دشمن کی طرف سے اطمینان ہو گیا اس لئے یہود کی سیاسی قوت کو ختم کرنے کے لئے خیبر پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا گیا۔ کیونکہ اب صرف یہی ایک اڈہ رہ گیا تھا جہاں سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کے منصوبے بنائے جا رہے تھے۔

خیبر کا سردار اسیر بن زرام بنو غطفان اور بنو سعد کو مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے آمادہ کر رہا تھا آنحضرت صلعم نے عبداللہ بن رواحہ کے ذریعے گفت و شنید کی دعوت دی۔ عبداللہ اسیر بن زرام کو لے کر مدینہ کی طرف روانہ ہوئے لیکن راستے میں اسیر نے عبداللہ کی تلوار چھیننی چاہی اس پر تصادم ہو گیا اور اسیر اپنے سب ساتھیوں سمیت مقتول ہُوا، ازاں بعد یہودیوں نے مدینہ کی ایک چراگاہ پر حملہ کر کے بیت المال کے جانور لوٹ لئے۔ ان واقعات نے مسلمانوں کو قائل کر دیا کہ جب تک ان کے سیاسی اڈے خیبر کو فتح نہیں کیا جاتا مخالفت کا خاتمہ نہیں ہو سکتا چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سولہ سو صحابہ کی جماعت لے کر اچانک خیبر جا پہنچے۔

خیبر کئی ایک قلعوں کا مجموعہ تھا۔ یہودی قلعہ بند ہو کر لڑنا چاہتے تھے اس لئے ان قلعوں کا باری باری محاصرہ کیا گیا۔ سب سے پہلے قلعہ ناعم فتح ہوا۔ اس کے بعد چھوٹے چھوٹے قلعے فتح کئے گئے۔ سب سے اہم قلعہ قموص تھا جہاں عرب کا نامور پہلوان مرحب رہتا تھا آپ نے حضرت ابوبکر رضؓ عمر رضؓ کو سالار بنا کر قلعہ پر حملے کروائے لیکن قلعہ فتح نہ ہوا۔ بالآخر آپ نے حضرت علی رضؓ کو علم عطا کیا۔ ان کی آنکھیں دکھ رہی تھیں۔ آپ نے لعاب مبارک لگایا تو اللہ تعالےٰ نے آنکھوں کو ٹھیک کر دیا۔ حضرت علی نے مرحب کو قتل کر ڈالا۔ اس کا بھائی یاسر حضرت زبیر رضؓ کے ہاتھوں مقتول ہوا۔ بیس روز کے محاصرے کے بعد یہ قلعہ فتح ہو گیا۔ اس محاصرے میں مسلمانوں کے بیس آدمی شہید ہوئے۔ اس کے بعد خیبر کے باقی قلعے بھی فتح ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو اپنی زمینوں پر قابض رہنے دیا اور پیداوار کا نصف حصہ بیت المال میں جمع کروانے کا حکم دیا۔ یہ نظام حضرت عمر رضؓ کے عہد تک قائم رہا تا آنکہ فاروق اعظم نے یہودیوں کو جلاوطن کر دیا اور زمینوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

غزوہ بنی مصطلق ۵ھ/۶۲۶ء:۔ غزوہ احزاب کے بعد آپ نے دشمن قبائل کی سرکوبی کی طرف توجہ فرمائی اس سلسلہ میں بنو مصطلق کے خلاف مہم خاص طور پر قابل ذکر ہے۔ اس قبیلہ کے سردار حارث بن ضرار کے متعلق اطلاع ملی کہ وہ مسلمانوں پر حملہ کرنے کے منصوبے بنا رہا ہے۔ آپ نے ایک صحابی کو بھیج کر صورت حال کی تحقیق کی، اور مسلمانوں کو تیاری کا حکم دے دیا۔ مسلمانوں کی پیہم کامیابیوں نے منافقین کو قائل کر دیا تھا کہ اس غزوہ میں ضرور فتح حاصل ہو گی اس لئے عبداللہ بن ابی بھی اس غزوہ میں شریک ہوا۔

جنگ سے پہلے اس قبیلے کو اسلام کی دعوت دی گئی اس کے بعد جنگ شروع ہوئی۔ کفار کا علمبردار مارا گیا اور وہ میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ ان کے تقریباً سو آدمی جنگی قیدی بنا لئے گئے حارث کی صاحبزادی جویریہ بھی گرفتار ہوئیں جنہوں نے اسلام قبول کر لیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے نکاح میں لے لیا۔ مومنین نے حضور کی قرابت داری کا لحاظ کرتے ہوئے جنگی قیدی رہا کر دئے۔ اس سے متاثر ہو کر اس قبیلہ کے اکثر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔

اس غزوہ کا خاص قابل ذکر پہلو یہ ہے کہ اس میں منافقین نے انصار رضؓ و مہاجرین رضؓ کے درمیان چپقلش پیدا کرنے کی کوشش کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ نے معاملہ رفع دفع کیا۔ بعض مسلمانوں نے عبداللہ بن ابی مشہور منافق کو قتل کرنے کی اجازت چاہی لیکن آنحضرتؐ نے اجازت نہ دی۔ عبداللہ بن ابی کے اپنے بیٹے طلحہ رضؓ بن عبداللہ نے جو مخلص مسلمان تھے یہ پیش کش کی کہ اگر ان کا باپ گردن زدنی قرار پائے تو وہ خود اس کی گردن کاٹ کر لائیں گے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمایا۔

Marfat.com

صلح حدیبیہ

ذوالقعدہ ۶ھ

مارچ ۶۲۸ء

خانہ کعبہ جتنا قریش مکہ کے لیے قابل احترام تھا اس سے کہیں زیادہ مسلمانوں کو عزیز تھا یہ ان کا قبلہ تھا۔ جس کی طرف منہ کر کے وہ نماز پڑھتے تھے اور جس کا طواف ان پر فرض تھا۔ اس لیے ۶ھ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عمرہ کا ارادہ فرمایا۔ سرزمین مکہ لوگوں کو بہت عزیز تھی۔ مہاجرین کا تو یہ وطن تھا جس کو چھ سال سے وہ دیکھنے کو ترس گئے تھے۔ بعض کے بال بچے اور عزیز و اقارب بھی مکہ ہی میں تھے۔ اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف عمرہ کے ارادے کا اظہار ہوتے ہی ۱۴۰۰ صحابہ کرام کی ایک جماعت تیار ہو گئی۔ آپ نے مدینہ سے ہی احرام باندھ لیا اور قربانی کے جانور ساتھ لے لیے تاکہ معلوم ہو جائے کہ جنگ کے ارادے سے نہیں جا رہے ہیں۔

دین ابراہیمی کے تحت کسی بھی شخص کو خانہ کعبہ کی زیارت سے نہیں روکا جاتا تھا، اور عرب میں یہ بھی دستور تھا کہ حرام مہینوں میں وہ جنگ و جدل کو معطل کر دیتے تھے، اور ہر شخص کو خانہ کعبہ کے طواف کی اجازت دیتے تھے۔ اس بنیاد پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو توقع تھی کہ مکہ والے اپنے مذہب کا احترام کرتے ہوئے مسلمانوں کو عمرہ سے نہیں روکیں گے۔

مکہ کے قریب پہنچ کر آپ نے ایک خزاعی کو مکہ کے حالات دریافت کرنے کے لیے روانہ فرمایا۔ اُس نے آکر اطلاع دی کہ قریش کا ارادہ مزاحمت کرنے کا ہے اور وہ جنگی تیاریوں میں مصروف ہیں۔ اور انہوں نے خالد بن ولید کی قیادت میں ایک سوار دستہ مسلمانوں کو روکنے کے لئے روانہ بھی کر دیا ہے۔ اس پر آنحضرت صلعم نے سفر کا راستہ بدل ڈالا اور مکہ کے نچلی جانب مقام حدیبیہ میں پڑاؤ ڈال دیا۔ خالد بن ولید نے اپنی قوت کی کمی کو محسوس کر کے مکہ کی راہ لی۔ آپ نے صحابہؓ سے مشورہ فرمایا تو سب نے بوقت ضرورت جنگ کرنے کا مشورہ دیا۔ تاہم آپ نے حرام مہینوں میں مکہ کی حرمت کو توڑنا پسند نہ فرمایا اور صلح کی گفت و شنید کو ترجیح دی۔ مکہ سے ایک منزل کے فاصلہ پر ایک کنواں اور اسی نام کا ایک گاؤں واقع تھا چونکہ یہ صلح اس مقام پر ہوئی اس لیے صلح حدیبیہ کہلاتی ہے۔

صلح کی گفت و شنید:۔ قریش مکہ نے سب سے پہلے بدیل بن ورقا خزاعی کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے آمد کا مقصد پوچھنے کے لئے بھیجا کیونکہ بنو خزاعہ سے مسلمانوں کا معاہدہ تھا۔ بدیل نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے آمد کا مقصد دریافت کیا تو آپ نے فرمایا "ہم لڑنے کے ارادے سے نہیں آئے عمرہ کرنے آئے ہیں۔ احرام باندھے ہوئے ہیں اور قربانی کے جانور ہمارے ساتھ ہیں۔
قریش کو جنگ میں خسارہ ہے اس لئے اگر وہ چاہیں تو چند سال کے لئے مصالحت کر لیں"۔

بدیل واپس چلا گیا اور اس نے قریش مکہ کو سمجھایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) زیارت کعبہ کے ارادے سے آئے ہیں جس سے روکنے کا تمہیں حق نہیں پہنچتا۔ لیکن نوجوانان قریش نے کہا کہ ہم انہیں مکہ میں نہیں آنے

Marfat.com

دیں گے۔ اس میں ہماری بے عزتی ہے۔

قریش نے اس کے بعد حلیس بن علقمہ کنانی کو روانہ کیا جو مکہ کے اردگرد رہنے والے تمام قبائل (جو باہمی معاہدہ کی وجہ سے قبائل احابیش کہلاتے تھے) کا سردار تھا حلیس نے آکر دیکھا کہ مسلمانوں کا جنگ کا کوئی ارادہ نہیں قربانی کے جانور اور احرام اس بات پر گواہ ہیں تو وہ بغیر گفت وشنید کے واپس چلا گیا اور قریش سے جاکر کہا کہ محمدؐ صرف زیارتِ کعبہ چاہتے ہیں جس سے روکنے کا آپ کو کوئی حق نہیں۔ تو جوانانِ قریش نے بگڑ کر کہا کہ تم جنگلی آدمی ایسی باتوں کو نہیں سمجھتے ہم انہیں مکہ میں نہیں گھسنے دیں گے، اس پر حلیس کو غصہ آگیا اور اس نے قریش کے خلاف لڑنے کی دھمکی دی۔ اکابر قریش نے بڑی مشکل سے اس کا غصہ ٹھنڈا کیا۔

قریش کا تیسرا قاصد عروہ بن مسعود ثقفی تھا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام کو قریش کی قوت سے مرعوب کرنا چاہا اور کہا کہ قریش نے جنگی تیاریاں کر رکھی ہیں۔ وہ آپ کے بہت نزدیک ہیں اور کل وہ آپ کو بھگا دیں گے۔ اس پر حضرت ابوبکرؓ نے اُسے بہت سخت جواب دیا۔ اور اُسے مخاطب کر کے فرمایا "چل دُور ہو یہاں سے کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم حضور کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے" عروہ عرب کے جاہلی دستور کے مطابق بات کرتا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ریش مبارک کو پکڑ پکڑ بات کرتا۔ مسلمانوں کو اُس کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری چنانچہ مغیرہ بن شعبہؓ نے اُسے سختی سے ڈانٹ دیا اور جب بھی اُس نے ہاتھ آگے بڑھانے کی کوشش کی اُس پر چھڑی مار کر پیچھے ہٹا دیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے عروہ پر یہ بات واضح کر دی کہ ہم جنگ کے ارادے سے نہیں آیا لیکن اگر تم لوگوں نے مجبور کیا تو میں اُس وقت تک لڑونگا جب تک کہ میری ہڈیاں گوشت سے برہنہ ہو جائیں یا اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم نازل ہو جائے۔ عروہ واپس لوٹ گیا اُس نے جاکر قریش کو سمجھایا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے ساتھیوں کا یہ حال ہے کہ وہ اُن کے وضو کے پانی کی بوند بھی زمین پر نہیں آنے دیتے۔ اور اُسے تبرکاً اپنے چہرے اور بازوؤں پر مل لیتے ہیں۔ اس لئے تمہارے لئے محمدؐ کا مقابلہ بہت مشکل ہے۔

آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی طرف سے خراش بن اُمیہ خزاعی کو صلح کا پیغام دے کر روانہ کیا لیکن قریش نے نہایت غیر معقول رویہ اختیار کیا اور خراش کے اُونٹ کو ذبح کر ڈالا۔ خود اُسے بھی قتل کر ڈالنا چاہتے تھے لیکن قبائل احابیش کے سردار حلیس نے اس کی حمایت کی اور اُسے بخیریت واپس پہنچا دیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے بعد حضرت عمرؓ بن الخطاب کو سفیر بنا کر بھیجنا چاہا لیکن انہوں نے عرض کیا "مجھے عذر نہیں لیکن مکہ میں میرے قبیلہ کا کوئی آدمی نہیں اس لئے بہتر یہ ہے کہ عثمانؓ بن عفان کو بھیجا جائے کیونکہ ان کے قبیلہ بنو اُمیہ کے لوگ مکہ میں بہت بااثر ہیں۔ انہیں کوئی گزند نہیں

پہنچا سکے گا۔" آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس تجویز کو پسند فرمایا اور حضرت عثمانؓ کو صلح کا پیغام دے کر بھیجا گیا۔ سرداران قریش نے جواب دیا کہ ہم تمہیں تو اجازت دیتے ہیں کہ تم طواف کر لو لیکن محمد کو اس کی اجازت نہیں دیتے لیکن حضرت عثمانؓ نے محمد مصطفیٰ کے بغیر طواف کرنے سے انکار کر دیا اس پر قریش سردار برہم ہو گئے اور انہوں نے حضرت عثمان کو مکہ ہی میں روک لیا۔

بیعت رضوان - جب حضرت عثمانؓ کافی دیر تک واپس نہ آئے تو یہ خیال پیدا ہو گیا کہ کہیں حضرت عثمانؓ کو شہید ہی نہ کر دیا گیا ہو۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے۔ اور تمام مجاہدین سے جانبازی کی بیعت لی۔ اس بیعت کا مفہوم یہ تھا کہ جب تک جان میں جان ہے شکست تسلیم نہیں کریں گے۔ اس بیعت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بائیں ہاتھ کو حضرت عثمان کا ہاتھ قرار دیا اور ان کی طرف سے خود ہی بیعت کی اگرچہ حضرت عثمانؓ بہت جلد واپس لوٹ آئے لیکن نیازی کی اس بیعت نے قریش کے حوصلے پست کر دئے اور انہوں نے صلح کرنے کا فیصلہ کر کے سہیل بن عمر عامری کو شرائط طے کرنے کے لئے بھیج دیا۔

سہیل بن عمرو نے دوران گفتگو بہت ہٹ دھرمی کا ثبوت دیا تاہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح کو جنگ پر ترجیح دی۔ اُس کی یک طرف شرائط کو بھی مانتے چلے گئے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئیں۔

صلح حدیبیہ کی شرائط :- ۱۔ مسلمان اس سال عمرہ کئے بغیر واپس لوٹ جائیں۔

۲۔ اگلے سال انہیں عمرہ کرنے کی اجازت ہو گی لیکن وہ تین روز سے زیادہ مکہ میں نہیں ٹھہریں گے

۳۔ مسلمان اگلے سال ہتھیار لگا کر نہ آئیں صرف تلواریں ساتھ ہوں اور وہ بھی نیام میں رہیں۔ اور نیام بھی تھیلوں میں ہوں۔

۴۔ جو مسلمان مکہ میں مقیم ہیں انہیں ساتھ نہ لے جائیں۔ لیکن اگر کوئی مدنی مسلمان مکہ میں ٹھہرنا چاہے تو اُسے نہ روکیں۔

۵۔ مکہ کے رہنے والوں میں سے اگر کوئی شخص اسلام قبول کر کے مدینہ چلا جائے تو اُسے واپس کر دیا جائے گا۔ لیکن اگر مدنی مسلمانوں میں سے کوئی آبائی دین کی طرف لوٹ جائے اور مکہ چلا آئے تو اُسے واپس نہیں کیا جائے گا۔

۶۔ قبائل عرب کو اختیار ہو گا کہ وہ جس فریق کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں۔ ان قبائل پر بھی اس معاہدہ کی شرائط کا نفاذ اسی طرح ہو گا جس طرح قریش اور مسلمانوں پر۔

۷۔ دس سال تک مسلمان اور قریش آپس میں جنگ نہیں کریں گے۔

اس معاہدہ کی کتابت حضرت علیؓ نے فرمائی۔ جب وہ کتابت شروع کرنے لگے تو انہوں نے

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم لکھا لیکن سہیل نے اعتراض کیا کہ ہم کسی رحمٰن کو نہیں جانتے اس لئے ہمارے دستور کے مطابق باسمک اللّٰہم لکھو، چنانچہ آنحضرتؐ کے حکم سے یہ بات مان لی گئی۔ اس کے بعد جب حضرت علیؓ نے محمد رسول اللہ لکھا تو سہیل نے پھر اعتراض کیا کہ ہم محمدؐ کو رسول نہیں مانتے حضرت علیؓ نے اپنے ہاتھ سے رسول اللہ کاٹنے سے انکار کر دیا۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خود قلم پکڑ کر رسول اللہ کاٹ دیا۔

ابو جندلؓ کا واقعہ معاہدے کی شرائط بالکل یک طرفہ تھیں اور ان پر عمل درآمد ابھی بعید از انصاف تھا۔ معاہدہ کی کتابت بھی مکمل نہ ہوئی تھی کہ سہیل کا اپنا بیٹا ابو جندلؓ جو قبول اسلام کی وجہ سے مکہ میں طرح طرح کے مصائب برداشت کر رہا تھا بھاگ کر وہاں آ پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سہیل کو سمجھایا کہ ابھی معاہدہ پر دستخط نہیں ہوئے اس لئے ابو جندل کو ہمارے ساتھ جانے دو لیکن وہ نہ مانا۔ صحابہ کرام ابو جندلؓ کی حالت زار دیکھ کر بہت پیچ و تاب کھا رہے تھے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں صبر کی تلقین کی اور فرمایا کہ اللہ کوئی صورت ضرور نکالے گا۔ اسی دوران میں کم و بیش ۷۰ آدمی گرفتار کر کے لائے گئے جو اسلامی لشکر پر حملہ کے ارادے سے آئے تھے لیکن آنحضرتؐ نے انہیں بھی واپس فرما دیا۔

حضرت عمرؓ کی بے چینی صلحنامہ کی یکطرفہ شرائط سے حضرت عمرؓ کو تشویش لاحق ہوئی اور آپؓ نے حضرت ابوبکرؓ کے سامنے اُس کا اظہار فرمایا کہ جب ہمارا دین برحق ہے اور محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں تو ہم اس کمزور پوزیشن کو کیوں قبول کر رہے ہیں۔ اسی طرح کی گفتگو اُنہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے بھی کی لیکن آپ نے ارشاد فرمایا "میں خدا کا بندہ اور اُس کا رسول ہوں میں اُس کے حکم کی مخالفت نہیں کر سکتا" اس پر حضرت عمرؓ کو ندامت ہوئی۔ اور آپ نے کثرت سے نوافل پڑھے اور صدقہ دیا تاکہ توبہ قبول ہو جائے۔

صلح حدیبیہ کے نتائج واہمیت ۔ یہ صلح نامہ بظاہر بالکل یکطرفہ تھا۔ اور مومنین سوچ رہے تھے کہ ہم نے حق پر ہونے کے باوجود دب کر صلح کی ہے چنانچہ جب انہیں بال منڈوانے اور احرام اتارنے کا حکم دیا گیا تو وہ بہت دل برداشتہ ہوئے اس کے باوجود عالم الغیب نے اُسے فتح مبینؐ قرار دیا۔ بعد کے واقعات نے ثابت کر دیا کہ یہ واقعی مومنین کی فتح تھی اس کے نتائج میں سے مندرجہ ذیل امور خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔

لہ انا فتحنا لک فتحاً مبینا ٥ (سورہ فتح)

۱۔ **اسلام کی غیر معمولی ترقی** :۔ اس معاہدے کی رو سے قریش نے مسلمانوں کو اگلے سال عمرہ کرنے کا حق دے کر یہ تسلیم کر لیا تھا کہ مسلمان بے دین (صابی) نہیں بلکہ ملت ابراہیمی ہیں اس طرح اسلام کے خلاف جھوٹے پروپیگنڈہ کی عمارت خود بخود منہدم ہو گئی نیز اس معاہدے نے اس مسلسل جنگ کو ختم کر ڈالا جو کئی سال سے چل رہی تھی اس سے لوگوں کو غیر جذباتی فضا میں اسلام کے اصولوں پر غور کرنے کا موقع ملا بالخصوص قبائل عرب کے راستے میں اب قبول اسلام کے سلسلے میں کوئی رکاوٹ نہ رہی چنانچہ صلح حدیبیہ کے بعد کے دو سالوں میں مسلمانوں کی تعداد دس ہزار تک جا پہنچی۔

۲۔ **قریش کے اندر اشاعتِ اسلام** :۔ قریش کے معززین اب تک اندھا دھند مخالفت کر رہے تھے۔ اسلام کا مرکز مدینہ تھا اور وہ اسلام کا مطالعہ نہیں کر سکتے تھے۔ اس صلح نامہ نے انہیں مدینہ جا کر اسلام کا مطالعہ کرنے کا موقعہ فراہم کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سی سنجیدہ طبیعتیں اسلام کی طرف مائل ہونے لگیں۔ حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن العاص جو اب تک اسلام کے مخالفین میں سے تھے اسلام قبول کر لیا۔

۳۔ **یکطرفہ شرائط کی تنسیخ** : معاہدہ صلح لکھتے وقت سہیل بن عمر کا خیال تھا کہ اس طرح سے وہ اسلام کی اشاعت پر پابندی لگا سکے گا لیکن اس کا نتیجہ اس کے برعکس نکلا۔ حضرت ابو بصیر جو بنی ثقیف کے با اثر قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے۔ مکہ میں آزمائش کے دور سے گزر رہے تھے۔ وہ کسی طرح سے بھاگ کر مدینہ چلے آئے لیکن آپؐ نے انہیں قریش کے نمائندوں کے حوالے کر دیا۔ راستے میں انہوں نے اپنے دو پہرے داروں میں سے ایک کی تلوار سے اسے قتل کر دیا دوسرا بھاگ کھڑا ہوا۔ حضرت نے ابو بصیر کو پھر قریش کے حوالے کرنا چاہا تو انہوں نے مدینہ کی بجائے بحیرہ احمر کے قریب شام کی تجارتی شاہراہ پر سکونت اختیار کر لی۔ ابو جندل کو پتہ چلا تو وہ بھی ان سے جا ملے اور مسلمان بھی مکہ سے بھاگ کر وہاں پہنچنے لگے یہاں تک کہ ان کی تعداد (۷۰) تک پہنچ گئی۔ یہ لوگ قریش کے تجارتی قافلوں پر چھاپہ مار کر لوٹ لیتے تھے قریش ان سے اس حد تک تنگ ہوئے کہ انہوں نے آنحضرت کو لکھ بھیجا کہ معاہدہ میں ترمیم کرتے ہیں آپ مسلمانوں کو بلا لیں اس طرح یکطرفہ شرط ختم ہو گئی۔

۴۔ **قبائل عرب میں اثر و رسوخ میں اضافہ** :۔ صلح حدیبیہ میں قریش نے اسلامی حکومت کو تسلیم کر لیا تھا گویا یہ بات ظاہر ہو گئی تھی کہ عرب کی بڑی قوتیں (BIG POWERS) دو ہی ہیں۔ ایک قریش اور دوسری اسلامی حکومت اس لئے عرب قبائل نے بالعموم ایک یا دوسری کے ساتھ دوستانہ معاہدہ کیا۔ بالخصوص جن قبائل کے درمیان تصادم تھا ان میں سے ایک نے قریش کے ساتھ دوستانہ کر لیا۔ دوسرے نے اسلامی حکومت کے ساتھ اس طرح عرب قبائل میں اسلام کا اثر و رسوخ بڑھ گیا۔ مثلاً بنو خزاعہ اور بنو بکر کے درمیان جھگڑا رہتا تھا۔ ان میں سے بنو خزاعہ نے اسلامی حکومت کے ساتھ معاہدہ کیا اور بنو بکر نے قریش مکہ کے ساتھ۔

Marfat.com

۵۔ **فتح خیبر**:۔ جنگ احزاب میں یہودیوں نے مدینہ کی اسلامی حکومت کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔ لیکن وہ اس میں ناکام رہے تھے۔ ابھی تک ان کا یہ ناپاک عزم قائم تھا۔ صلح حدیبیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے نپٹنے کا موقع دے دیا۔ چنانچہ آپؐ نے خیبر فتح کر کے ان کے اس سیاسی اڈے کو ختم کر ڈالا۔

۶۔ **حکمرانوں کو اسلام کی دعوت**:۔ صلح حدیبیہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی پوزیشن عرب میں اتنی مستحکم کر دی تھی کہ آپ نے عرب کے شیوخ اور ایران و روم کے بادشاہوں کو اسلام کی دعوت دی۔ اس مقصد کے لئے دعوتی خطوط روانہ کئے گئے۔ یہ درست ہے کہ ایران و روم کے مغرور بادشاہوں نے اسلام کو قبول نہ کیا لیکن یہ کوشش بے سود بھی ثابت نہ ہوئی۔ ہرقل قیصر روم نے ابوسفیان سے جو گفتگو کی اس سے کم از کم اس کا ذہن صاف ہو گیا۔ بحرین کے حاکم منذر بن ساوی اور عمان کے سرداروں جیفر اور عبد نے اسلام قبول کر لیا۔

شیوخ عرب اور فرمانروایانِ عجم کے نام دعوتی خطوط

:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ سے جو امن قائم ہوا آپؐ نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا اور ان تمام شیوخ کی طرف دعوتی خطوط بھیجے جن تک ابھی تک اسلام کی دعوت نہیں پہنچائی جا سکی تھی۔ اس کے علاوہ مصر، روم، ایران اور حبشہ کے فرمانرواؤں کی طرف بھی دعوتی خطوط لکھے ان میں سے بعض خطوط کا خلاصہ اور ان کے جوابات درج ذیل ہیں۔

ہرقل قیصر روم: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہرقل قیصر روم کے نام مندرجہ ذیل خط لکھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ یہ خط اللہ کے رسول محمدؐ کی طرف سے رومیوں کے بادشاہ ہرقل کی طرف ہے۔ سلامتی ہو اس پر جو ہدایت کی پیروی کرے۔ امابعد۔ اسلام قبول کر لو تو سلامتی پاؤ گے اور اللہ تمہیں دگنا اجر دے گا۔ بصورت دیگر اگر روگردانی کرو گے تو تمہاری رعایا کا گناہ بھی تم پر ہو گا جس کو تو نہیں اٹھا سکے گا۔"

ہرقل پہلے ہی مذہبی کتابوں میں پڑھ چکا تھا کہ ایک ایسی قوم میں جو ختنہ کراتی ہے۔ ایک پیغمبر آنے والا ہے۔ اس لئے اس نے تحقیق احوال کے لئے حکم دیا کہ بلاد شام میں اگر کوئی عرب ہو تو اسے پکڑ کر لایا جائے۔ اتفاق سے ابوسفیان ان دنوں شام کے ایک ساحلی شہر غزہ میں تھا۔ اسے وہاں سے بلایا گیا۔ اس وقت ابوسفیان اسلام کا شدید ترین دشمن تھا۔ اس کے ساتھ قیصر ہرقل کی حسب ذیل گفتگو ہوئی۔

ہرقل:۔ محمدؐ کا خاندان و نسب کیسا ہے؟

Marfat.com

ابوسفیان:۔ شریف وعظیم۔

قیصر نے تبصرہ کیا کہ واقعی نبی شریف گھرانوں سے متعلق ہوتے ہیں۔

ہرقل:۔ "محمدؐ سے پہلے کسی نے عرب میں اور اس کے قبیلہ قریش میں نبوت کا دعویٰ کیا؟"

ابوسفیان:۔ "نہیں"

اس پر ہرقل نے تبصرہ کیا کہ اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ اس نے کسی اور کی طرف دیکھ کر یہ کام کیا ہے۔ اس کے بعد اس نے تیسرا سوال کیا "دعویٰ نبوت سے پہلے کبھی اس نے جھوٹ بولا؟"

ابوسفیان نے جواب دیا "نہیں"

"اس کے باپ دادا میں سے کوئی بادشاہ بھی ہوا ہے" ہرقل نے ایک اور سوال کیا۔ جواب تھا "نہیں"۔ ہرقل نے کہا اگر ایسا ہوتا تو میں سمجھتا کہ وہ بادشاہت حاصل کرنا چاہتا ہے۔

"محمدؐ کے ماننے والے غریب ومسکین لوگ زیادہ ہیں یا سردار اور قوی لوگ؟ ہرقل نے پوچھا۔

مسکین وحقیر لوگ" ابوسفیان نے جواب دیا۔ اس نے سوچا ہوگا کہ اب بادشاہ ضرور متنفر ہو جائیگا لیکن ہرقل نے جواباً کہا "ہر نبی پر ایمان لانے والے ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں"

"ان لوگوں کی تعداد دن بدن بڑھ رہی ہے"؟ ہرقل نے سوال کیا۔

"بڑھ رہی ہے" ابوسفیان نے جواب دیا۔

"کوئی شخص اس کے دین سے بیزار ہو کر پھر بھی جاتا ہے"؟ ایک اور سوال کیا گیا۔

"نہیں" اسلام کے سب سے بڑے مخالف نے گواہی دی۔ اور ہرقل نے تبصرہ کیا کہ حق کی یہی تاثیر ہوتی ہے کہ جس سینے میں وہ آتا ہے پھر واپس نہیں جاتا۔

پھر سوال کیا "یہ شخص کبھی وعدہ خلافی بھی کرتا ہے"؟

ابوسفیان نے بری رائے پیدا کرنے کے لئے عجیب وغریب جواب دیا "نہیں لیکن اس سال اس کا اور ہمارا معاہدہ ہوا ہے دیکھئے اس کا کیا انجام ہوتا ہے"۔

قیصر نے ایک اور سوال کیا "کبھی اس کے ساتھ تمہاری لڑائی بھی ہوئی؟"

"ہاں" ابوسفیان نے جواب دیا۔

قیصر نے پوچھا کہ "جنگ کا نتیجہ کیا رہا؟"

ابوسفیان نے جواب دیا "کبھی وہ غالب رہا کبھی ہم" اور ہرقل نے کہا بیشک خدا کے نبیوں کا یہی حال ہوتا ہے۔

اور پھر پوچھا "اس کی تعلیم کیا ہے"؟

Marfat.com

ابوسفیان نے بتایا کہ اس کی تعلیم یہ ہے کہ ایک خدا کی عبادت کرو۔ باپ دادا کے طریق یعنی بت پرستی کو چھوڑ دو نماز، روزہ، سچائی پاکدامنی اور صلہ رحمی کی پابندی کرو۔

الغرض ہرقل کی ہر طرح تسلی ہو گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبی برحق ہیں اور اس نے پیشن گوئی کر کوئی دن آئے گا جب وہ شام و فلسطین پر قابض ہو جائے گا۔ اس نے اپنے امراء کو مشورہ دیا کہ اسلام کو قبول کر لیا جائے۔ لیکن درباری سخت برہم ہوئے اور اُسے اپنے تخت و تاج کا خطرہ لاحق ہو گیا اور اس نے سفیر اسلام کو دربار سے نکال کر اُن کے ساتھ مصالحت کر لی،

کسریٰ خسرو پرویز حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دعوتی خط خسرو پرویز شاہ ایران کے نام بھی ارسال کیا جس کا مضمون حسب ذیل تھا۔

"بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ محمدؐ رسول اللہ کی طرف سے کسریٰ شاہ فارس کی طرف سلامتی ہو اس پر جس نے ہدایت کی پیروی کی اور جو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لایا۔ اما بعد میں اللہ کا رسول ہوں جو تمام لوگوں کی طرف بھیجا گیا ہوں تاکہ اُن کو ڈراؤں۔ اگر تو اسلام لائے گا۔ تو سلامت رہے گا۔ اور اگر تو نے انکار کیا تو تمام مجوس کا گناہ تیری گردن پر ہو گا۔"

کسریٰ نے مکتوب مبارک کو پھاڑ ڈالا اور نہایت متکبرانہ انداز میں کہا کہ "میرا غلام ہو کر مجھے یوں لکھتا ہے"۔ اس کے ساتھ ہی اس نے گورنر یمن کو لکھا کہ عرب کے اس مدعی نبوت کو گرفتار کر کے میرے پاس بھیج دو گورنر یمن نے دو مضبوط آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھیجے انہوں نے آکر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو گورنر یمن کا پیغام دیا اور آپ کو ساتھ چلنے کے لئے کہا لیکن اسی دوران میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی یہ معلوم ہو چکا تھا کہ خسرو پرویز کو اس کے بیٹے شیرویہ نے قتل کر دیا ہے آپ نے یہ خبر ایرانی سفیروں کو سنائی اور فرمایا کہ گورنر یمن سے کہہ دو اسلام کی حکومت کسریٰ کے پایہ تخت تک پہنچ جائیگی۔ وہ خسرو پرویز کے قتل کی خبر سے بہت حیران ہوا لیکن چند روز کے بعد اُسے شیرویہ کی طرف سے ایک حکم موصول ہوا جس سے اس خبر کی تصدیق ہو گئی گورنر یمن اس سے اس حد تک متاثر ہوا کہ وہ مسلمان ہو گیا۔

نجاشی شاہ حبشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تیسرا دعوتی خط نجاشی شاہ حبشہ کے نام بھیجا اس خط میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت مریم کے متعلق اسلام کا نظریہ بیان فرمایا تھا اور اُسے قبول حق کی دعوت دی تھی۔ آپ نے اِن مسلمانوں کو جو چند سال پہلے ہجرت کر کے چلے گئے تھے مدینہ بھیجنے کا مطالبہ بھی کیا تھا۔ نجاشی شاہ حبشہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے میں آنحضرتؐ کے خیالات کی تصدیق کی حضرت جعفرؓ طیار کے ہاتھ پر اسلام کی بیعت کی اور خط میں اپنے قبول اسلام کی اطلاع آپ کو بھجوائی، اور وہ مسلمان بھی مدینہ پہنچ گئے جو کفار کے

Marfat.com

مظالم سے تنگ آکر حبشہ چلے گئے اور اب تک وہیں مقیم تھے۔

حارث رئیس غسان:- آنحضرت صلعم کے بھیجے ہوئے دعوتی خطوط میں سے ایک اہم خط بنو غسان کے سردار حارث کے نام بھی تھا جس میں آپؐ نے قبول اسلام کی دعوت دی تھی۔ اور اسلام قبول کرنے کی صورت میں اس کی حکومت برقرار رکھنے کا وعدہ کیا تھا۔ لیکن اس نے نہایت متکبرانہ جواب دیا اور مدینہ پر حملہ کرنے کا اعلان کیا یہ اسلامی حکومت اور روم کے درمیان تصادم کا آغاز ہے۔

شاہ مصر:- مصر کی حکومت اگرچہ روم کے ماتحت تھی، تاہم یہاں کا بادشاہ داخلی طور پر خود مختار تھا۔ آپ نے ایک خط مقوقس عزیز مصر کے نام بھی روانہ فرمایا۔ اس نے سلیط بن عمرو جو قاصد بن کر گئے تھے سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوالات کئے اور بالآخر یہ جواب دیا کہ میں نے ایک نبی کے ظہور کے بارے میں سن رکھا ہے لیکن مجھے توقع یہ تھی کہ وہ نبی شام میں آئے گا۔ بہر حال میں سمجھتا ہوں کہ محمدؐ ساحر و کاہن نہیں بلکہ ان میں نبوت کی نشانیاں پائی جاتی ہیں۔ لیکن میں اس مسئلہ پر ابھی مزید غور کروں گا۔ اس جواب کے ساتھ اس نے ایک خچر (مشہور دُلدُل) اور دو لونڈیاں تحفۃً ارسال کیں۔ مندرجہ بالا بادشاہوں کے علاوہ بعض قبائلی سرداروں کے نام بھی دعوتی خطوط ارسال کئے گئے

غزوہ موتہ

۸ھ

۶۲۹ء

اسباب:- عرب کے دائیں بائیں روم و ایران دو عظیم ترین سلطنتیں تھیں، جو آپس میں ٹکراتی رہتی تھیں۔ جزیرہ عرب ان دونوں کے درمیان حائل تھا۔ دونوں حکومتیں اس کے سرحدی علاقوں پر اپنا اثر و رسوخ جما کر مطمئن تھیں ان کے خواب و خیال میں بھی نہ تھا کہ سرزمین عرب میں بسنے والا قبائل کبھی متحد ہو کر ایک اُمت بھی بن سکتے ہیں۔ لیکن ظہور اسلام نے جب باہمی لڑنے والے قبائل کو اخوت کے رشتے میں پرونا شروع کیا تو دونوں حکومتوں نے اسے ناپسند کیا۔ ایرانی چونکہ عرب کو اپنی ملکیت سمجھتے تھے اس لئے کسریٰ نے آنحضرت صلعم کو اپنا باغی قرار دیا اور شام کی عیسائی حکومت نے اس نئی ابھرنے والی قوت کو تشویش سے دیکھا۔ اس سے ذہنی کشیدگی کا آغاز ہو گیا۔

جنگ کا فوری سبب یہ تھا کہ صلح حدیبیہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف شاہان عرب و عجم اور شیوخ قبائل کو اسلام قبول کرنے کے لئے دعوت نامے بھیجے۔ اس سلسلے میں ایک دعوت نامہ شام یا بصریٰ کے حاکم کے نام بھی بھیجا گیا۔ لیکن قیصر کی طرف سے عیسائی حکمران شرجیل بن عمر غسانی نے سفیر کو راستے ہی میں شہید کر ڈالا سفیر کا قتل اخلاق و انسانیت کی صریح خلاف ورزی ہی نہ تھی بلکہ مروجہ بین الاقوامی قانون کی بھی صریح مخالفت تھی اور یہ بھونڈے انداز

Marfat.com

یہ ایک طرح کا اعلان جنگ بھی تھا۔ کیونکہ اگر اسلامی حکومت اس واقعہ کا نوٹس نہ لیتی تو یہ گویا اپنی کمزوری کا اعتراف تھا جس کے نتیجے کے طور پر رومی گورنر کا مدینہ پر حملہ آور ہونا لازمی تھا۔ اس لئے آنحضرت صلعم نے سرحد شام کی طرف مہم بھیجنے کا فیصلہ کیا۔

واقعات ا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے آزاد کردہ غلام زید بن حارثؓ کو امیر لشکر مقرر فرمایا اور ہدایت کی کہ اگر وہ شہید ہو جائیں تو جعفرؓ ابن ابی طالب اور عبداللہ بن رواحہؓ یکے بعد دیگرے سربراہ بنائے جائیں اور یہ دونوں بھی شہید ہو جائیں۔ تو مسلمان ہی اپنی مرضی سے جس کو چاہیں اپنا امیر منتخب کر لیں ان صحابہ کی قیادت میں تین ہزار کا ایک لشکر تیار کر کے حدود شام کی طرف بھیجا گیا۔ وہاں جا کر معلوم ہوا کہ اتفاق سے قیصر روم ہرقل خود شام میں موجود ہے اور عربی النسل عیسائیوں پر مشتمل ایک لاکھ کا لشکر ان کے مقابلے پر موجود ہے مسلمانوں نے باہمی مشورہ کر کے فیصلہ کیا کہ چونکہ ہم شہادت کی تلاش میں گھر سے نکلے ہیں۔ لہٰذا قلت تعداد کی وجہ سے مقابلہ ملتوی نہیں کریں گے۔ چنانچہ اللہ کے شیروں کا مختصر سا یہ لشکر موتہ کی طرف جہاں دشمن فوج مقیم تھی بڑھا۔

جنگ میں زید بن حارثؓ شہید ہو گئے تو علم جعفر طیارؓ نے سنبھال لیا آپ کا دایاں بازو کٹ گیا تو آپ نے علم کو بائیں ہاتھ میں تھام لیا۔ جب وہ بھی کٹ گیا تو کٹے ہوئے ہاتھوں سے اُسے سینے سے چمٹا لیا۔ اور نیچے نہ گرنے دیا۔ لیکن دشمن کی کثیر تعداد نے آپ کو گھیرے میں لے کر شہید کر ڈالا۔ عبداللہ بن رواحہؓ نے فوراً آگے بڑھ کر علم سنبھالا۔ لیکن وہ بھی شہید ہوئے۔ مجاہدین نے اس کے بعد خالدؓ بن ولید کو امیر بنایا۔ انہوں نے اس شدت کے حملے کئے کہ دشمن پیچھے ہٹ گئے خالدؓ بن ولید نے اس فتح کو غنیمت جانا اور جنگ کو طول دینے کی بجائے مجاہدین کو واپس لے آئے اس جنگ میں دس مسلمان شہید ہوئے حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے خالدؓ بن ولید کو اس جنگ میں شجاعت و حکمت کا بے مثال مظاہرہ کرنے پر سیف اللہ کا خطاب دیا۔

اہمیت:۔ تین ہزار مسلمانوں کے ہاتھ سے ایک لاکھ عیسائیوں کو ناکامی کا جو منہ دیکھنا پڑا اس سے ان کے اندر انتقام کی آگ بھڑک اٹھی، چنانچہ انہوں نے مدینہ کی اسلامی حکومت پر حملہ آور ہونے کے منصوبے بنانے شروع کر دیئے اور یہ جنگ غزوہ تبوک اور فتوحات شام و مصر کی تمہید ثابت ہوئی۔ اس فتح نے اسلامی حکومت کے رعب داب میں اضافہ کیا، اور اندرون عرب کے مخالفین حق کے حوصلے پست ہو گئے۔

فتح مکہ

۸ھ

۶۳۰ء

اسباب | ا۔ **حق و باطل کی فطری کشمکش:۔** اسلام کے ظہور سے جو کشمکش حق و باطل کے درمیان

Marfat.com

ل رہی تھی وہ اس کے بغیر ختم نہ ہوسکتی تھی کہ ان میں سے ایک غالب ہو۔ صلح حدیبیہ میں مشرکین
نے مسلمانوں کا عمرہ کرنے کا حق تسلیم کر لیا تھا لیکن معاہدہ کے مطابق جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
رہ کے لئے مکہ گئے تو روسائے مکہ شہر چھوڑ کر باہر چلے گئے۔ گویا وہ اب بھی مسلمانوں کو خانہ کعبہ کا طواف
تے نہیں دیکھ سکتے تھے۔ اس کے برعکس مسلمانوں کو بھی یہ بات شاق گزر رہی تھی کہ وہ خانہ خدا کا طواف
رہے ہیں لیکن اس پر بتوں کا قبضہ ہے گویا حق و باطل کے درمیان جو کشمکش شروع ہوئی تھی وہ ابھی
ب برقرار تھی۔

۱۔ مکہ کی مرکزی حیثیت :۔ اسی سلسلہ میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ مکہ کو عرب میں مرکزی
حیثیت حاصل تھی۔ جب تک مکہ کے لوگ اسلام کی مخالفت پر قائم تھے عربوں کی اکثریت اسلام کو
بول نہیں کر سکتی تھی اس لئے اس مرکزی جگہ سے اسلام کی دشمنی ختم کرنے کی خواہش قدرتی طور پر مسلمانوں
کے اندر موجود تھی، اور وہ چاہتے تھے کہ اس مرکزی جگہ سے کفر کی بجائے اسلام کی آواز اُٹھے۔

۲۔ بنو خزاعہ پر شب خون :۔ صلح حدیبیہ کی رو سے قبائل عرب کو اختیار تھا کہ وہ فریقین میں سے
جس کے ساتھ چاہیں معاہدہ کر لیں اور ان قبائل پر بھی صلح نامہ کی شرائط کا اطلاق ہوگا۔ چنانچہ بنو بکر و بنو
خزاعہ کے قبائل جن کے اندر قدیم دشمنی پائی جاتی تھی۔ اس معاہدہ میں شامل ہو گئے۔ بنو خزاعہ نے
اسلامی حکومت کے ساتھ اور بنو بکر نے قریش کے ساتھ معاہدہ کر لیا۔ معاہدہ کے مطابق ان قبائل کو بھی
ایک دوسرے پر ہاتھ اُٹھانے کا حق حاصل نہ تھا۔ لیکن بنو بکر نے قریش کی مدد سے بنو خزاعہ پر شبخون
مارا۔ اور جب بنو خزاعہ مجبور ہو کر حرم میں جا چھپے تو انہوں نے وہاں بھی قتل و غارت سے گریز نہ
کیا حالانکہ حرم میں قتل و غارت شریعت ابراہیمی میں بھی ممنوع تھی۔ معاہدہ کی یہ خلاف ورزی تنہا
بنو بکر ہی کا کام نہ تھا بلکہ قریش نے ان کی ہتھیاروں سے مدد کی تھی اور صفوان بن اُمیہ، عکرمہ بن ابی جہل
اور سہیل بن عمرو (جس نے صلح نامہ حدیبیہ پر دستخط کئے تھے) تو خود حملہ کرنے والوں میں شامل تھے۔
بنو خزاعہ نے اس ظلم کے خلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے امداد طلب کی اور بدیل بن ورقا
اور عمرو بن سالم نے بنو خزاعہ کی طرف سے مدینہ حاضر ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو صورت
حال سے آگاہ کیا۔

۳۔ صلح حدیبیہ توڑنے کا اعلان :۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کی بدعہدی کے واقعات سننے کے
بعد انہیں پیغام بھیجا کہ تین میں سے کوئی ایک صورت اختیار کی جائے۔

۱۔ بنو خزاعہ کے مقتولوں کا خون بہا ادا کیا جائے۔
۲۔ قریش بنو بکر کی حمایت سے الگ ہو جائیں تاکہ بنو بکر کو بدعہدی کی سزا دی جاسکے۔
۳۔ اعلان کر دیا جائے کہ صلح حدیبیہ ٹوٹ گیا ہے۔

Marfat.com

اس پیغام کے جواب میں ایک قریش قرظ بن عمر نے کہا کہ ہمیں تیسری شرط منظور ہے۔ اور قاصد یہ سن کر واپس لوٹ آیا۔

۵۔ **ابوسفیان کی تجدید معاہدہ کی ناکام کوشش**: جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا قاصد واپس لوٹ آیا تو قریش کو احساس ہوگیا کہ صلح نامہ منسوخ کرکے اُنہوں نے شدید غلطی کی ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے شام اور عراق جانے والی شاہراہوں پر پہرے بٹھا دیئے اور مکہ کی تجارت تباہ ہوگئی۔ اُنہوں نے ابوسفیان کو مدینہ بھیجا تاکہ تجدید معاہدہ کی کوئی صورت نکل آئے۔

ابوسفیان سب سے پہلے اپنی بیٹی ام المومنین اُمّ حبیبہؓ کے پاس پہنچا اُس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بچھونے پر بیٹھنا چاہا تو اُم المومنین نے اُسے روکا اور بچھونا لپیٹ کر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ابوسفیان نے اس پر تعجب کا اظہار کیا تو ام المومنین نے فرمایا "تم ایک مشرک اور ناپاک شخص ہو اور یہ بچھونا خاص حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ تم اس پر نہیں بیٹھ سکتے ابوسفیان اپنی بیٹی سے اپنی سفارش کی توقع لے کر آیا تھا۔ اس واقعہ سے وہ مایوس ہوگیا۔

ابوسفیان اس کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور تجدید معاہدہ کی درخواست کی لیکن آپ نے جواب نہ دیا۔ وہ حضرت ابوبکرؓ کے پاس پہنچا اور اُن سے سفارش کی آپ نے معذرت کر دی حضرت عمرؓ کا جواب بہت سخت تھا۔ اُنہوں نے فرمایا، "کیا میں تیری سفارش کروں قسم ہے خدا کی اگر میرے پاس ایک تنکا بھی ہوگا۔ تب بھی میں اس کے ساتھ تم لوگوں سے جنگ کروں گا" ———— حضرت علیؓ نے البتہ اس کے ساتھ مذاق کیا اور کہا کہ "تم بھی تو بنو کنانہ کے سردار ہو مسجد نبوی میں جاکر تجدید معاہدہ کا خود ہی اعلان کردو۔" چنانچہ ابوسفیان نے مسجد نبوی میں یہ اعلان کیا کہ "اے لوگو میں صلح نامہ حدیبیہ کی تجدید کے لئے یہاں آیا تھا۔ اور یہ تجدید میں نے کر دی اور واپس جا رہا ہوں۔"

واقعات قریش نے جب یہ ساری روداد سنی تو انھوں نے کہا علیؓ نے تجھے بیوقوف بنایا ہے ابوسفیان کی ناکام واپسی کے فوراً بعد مسلمانوں کو خفیہ طور پر جنگی تیاریوں کا حکم دے دیا گیا آپ ﷺ نے پوری کوشش کی کہ مکہ والوں کو ان تیاریوں کی اطلاع نہ ہونے پائے لیکن ایک صحابی حاطبؓ نے ایک عورت کو خط دے کر بھیجا تاکہ اہل مکہ کو ممنون کرے تاہم وحی الٰہی کے ذریعے اس اطلاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ہوگئی اور حضرت علی، زبیرؓ اور مقدادؓ کو بھیج کر راستے ہی میں یہ برآمد کر لیا گیا۔

Marfat.com

لشکر اسلام دس ہزار کی تعداد میں رمضان ۸ھ میں مدینہ سے روانہ ہُوا۔ راستے میں معاہد قبائل کے عساکر بھی شامل ہوتے چلے گئے۔ ذوالحلیفہ کے مقام پر حضرت عباسؓ ہجرت کر کے مدینہ آتے ہوئے ملے۔ آپ نے انہیں بھی ساتھ لے لیا۔ یہ لشکر عظیم مکّہ کے قریب کی وادی مرّ الظہران میں خیمہ کش ہُوا اور دور دور تک پھیل گیا۔ مکّہ کی طرف جانے والے چرواہوں نے اہل مکّہ کو اس لشکر کی آمد سے خبردار کیا اور تحقیق احوال کے لئے ابوسفیان، حکیم بن حزام اور بدیل بن ورقہ خزاعی وادی میں پہنچے ابوسفیان کی سب سے پہلے ملاقات حضرت عباسؓ سے ہوئی۔

حضرت عباسؓ نے جب اُسے بتایا کہ یہ لشکر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور صبح مکّہ پر حملہ آور ہو گا تو اس کے پاؤں کے نیچے سے زمین نکل گئی اس نے فوراً پوچھا کہ اب کیا کیا جائے حضرت عباسؓ نے اُسے کہا کہ بیٹھو میرے پیچھے خچر پر محمدؐ کے پاس چلتے ہیں وہیں سے تمہاری جان بخشی ہو سکتی ہے۔ راستے میں حضرت عمر فاروقؓ ملے جو تلوار ہاتھ میں لئے پہرہ دے رہے تھے۔ ابوسفیان کو دیکھ کر اس کے پیچھے بھاگے یہ تینوں اس حالت میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پہنچے کہ حضرت عباسؓ پوری تیزی سے خچر کو دوڑا رہے تھے ابوسفیان سہما ہُوا ان کے پیچھے بیٹھا تھا۔ اور فاروقِ اعظمؓ تلوار ہاتھ میں لہراتے ہوئے پیچھے دوڑے چلے آ رہے تھے۔ حضرت عمرؓ فاروق نے آتے ہی کہا "یا رسول اللہ یہ دشمن خدا بغیر کسی شرط کے ہمارے ہاتھ آ گیا ہے۔ اجازت دیجئے کہ اسے قتل کر دوں" لیکن رحمتُ اللعالمینؐ کچھ اور ہی سوچ رہے تھے۔ انہوں نے ابوسفیان سے پوچھا[1] کہ کیا اب بھی تمہیں توحید الٰہی کا یقین نہیں آیا۔ ابوسفیان نے کہا" میرے ماں باپ آپؐ پر قربان ہوں آپ کس قدر حلیم و کریم اور صلہ رحمی کرنے والے ہیں۔ بے شک میں اس بات پر یقین رکھتا ہوں کہ خدا کے ساتھ کوئی اور ہوتا تو ضرور مجھے فائدہ پہنچاتا" حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "کیا اب بھی تمہیں میری رسالت کا یقین نہیں آیا"؟ اس کے جواب میں ابوسفیان نے کہا "اس بات سے اس وقت تک دل میں کچھ شک ہے"۔ لیکن عباسؓ نے فوراً فرمایا " تیرا ناس ہو کلمہ پڑھ لے اس سے پہلے کہ تمہاری گردن مار دی جائے[2] چنانچہ ابوسفیان نے کلمہ شہادت پڑھ لیا اور مسلمان ہو گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوسفیان کی جان ہی نہیں بخشی بلکہ مزید اس پر یہ انعام فرمایا کہ اس کے گھر کو دارالامن قرار دیا اور فرمایا کہ صبح جو شخص ابوسفیان کے گھر میں پناہ گزین ہو گا اس سے تعرض نہیں کیا جائے گا۔

---

[1] سیرت ابن ہشام کے مطابق رات گزارنے کے بعد صبح یہ سوال کیا۔

[2] سیرت ابن ہشام

اگلے روز صبح عساکرِ اسلام فاتحانہ مکہ میں داخل ہوئے ہر قبیلہ اپنے اپنے عَلَم کے ساتھ گزر رہا تھا۔ تکبیر کی صدائیں بلند ہو رہی تھیں، نسلی تفاخر نام کو نہ تھا یہ سب مسلم خدا تعالےٰ ہی کی تقدیس بیان کر رہے تھے آپ نے ابوسفیان کو ایک بلند مقام پر کھڑا کر دیا تاکہ وہ اسلامی لشکر کو دیکھ سکے ابوسفیان اس لشکرِ عظیم کی ہیبت سے سہما جا رہا تھا۔ اہلِ مکہ کو جان کے لالے پڑے ہوئے تھے انہیں معلوم تھا کہ اس لشکر کا مقابلہ ان کے بس کا روگ نہیں ہے۔ ان میں سے اکثر نے ان مسلمانوں پر شدید مظالم ڈھائے تھے انہیں ان کے گھر بار سے محروم کیا تھا۔ اور مدینہ میں بھی انہیں چین سے نہیں بیٹھنے دیا تھا۔ اب ان کی قسمت کا فیصلہ ہونے والا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں داخل ہوتے ہی اعلان فرمایا کہ کسی ایسے شخص پر ہتھیار نہ اٹھایا جائے جو حرم میں پناہ گزیں ہو جائے۔ ابوسفیان کے گھر میں جا پناہ لے۔ اپنے ہی گھر میں دروازے بند کر کے بیٹھ جائے یا ہتھیار پھینک دے۔ اس اعلان کے بعد مکہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ صرف ایک مقام پر چند سرپھروں نے حضرت خالدؓ بن ولید کے دستے کے سامنے مزاحمت کی جس میں ۱۲ قریشی مارے گئے اور دو مسلمان شہید ہوئے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سب سے پہلے خانہ کعبہ تشریف لے گئے اور اپنے دستِ مبارک سے وہاں سے ایک ایک بت کو توڑا آپ بت گراتے جاتے تھے اور زبان سے آیت مبارک جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (حق آ پہنچا اور باطل مٹ گیا۔ بے شک باطل مٹنے والی چیز ہے) پڑھتے جاتے تھے، حضرت عمرؓ نے آپ کے حکم سے دیوار کی تصاویر مٹائیں خانہ کعبہ کی تطہیر سے فارغ ہو کر آپ نے نمازِ شکرانہ ادا فرمائی اور پھر قریشِ مکہ کے سامنے خطبہ ارشاد فرمایا۔

"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں جو واحد اور لاشریک ہے۔ اس نے اپنا وعدہ پورا کیا اور اپنے بندے کی مدد فرمائی اور تنِ تنہا مخالف جتھوں کو شکست دی خبردار تمام نسبی غرور اور ایامِ جاہلیت کے خون اور مال کے دعوے میرے پاؤں کے نیچے ہیں سوائے کعبہ کی نگرانی اور حاجیوں کی آبرسانی کے اور کوئی امتیاز برقرار نہیں رکھا جائیگا"

"اے قریش اللہ نے تم پر جاہلیت کا تکبر اور انساب کا فخر ممنوع کر دیا ہے۔ کیونکہ لوگ آدم کی اولاد ہیں اور آدم مٹی سے پیدا ہوئے تھے اللہ تعالےٰ نے فرمایا ہے اے لوگو ہم نے تمہیں ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور ہم نے تم کو قوموں اور قبیلوں کی صورت دی ہے تاکہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بے شک اللہ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ عزت والا وہ ہے۔ جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ بلاشبہ اللہ علیم اور خبیر ہے۔"

اس کے بعد آپ نے اہلِ مکہ سے سوال کیا "اے اہلِ مکہ تمہارا کیا خیال ہے میں تم سے کیا سلوک

Marfat.com

کرنے والا ہوں"

"آپ شریف بھائی ہیں، اور شریف بھائی کے بیٹے ہیں" یہ تھے اس التجا کے الفاظ جو مکہ کے سرداروں نے کی۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "میں تم سے وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں سے کہا تھا۔

لَا تَثْرِيبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ اِذْهَبُوْا فَاَنْتُمُ الطُّلَقَاءُ

آج تم پر کوئی مواخذہ نہیں جاؤ تم سب آزاد ہو"

اس کے بعد آپ نے چند اشتہاری مجرموں کے نام گنوا دئے کہ ان کے علاوہ باقی سب کو امان دے دی گئی۔ یہ وہ لوگ تھے جو کسی قتل کے سلسلے میں ماخوذ تھے۔ یا جن لوگوں نے اسلام قبول کر کے انحراف کیا تھا۔

ان میں سے بھی بعض لوگ جب معافی مانگنے کے لئے حاضر خدمت ہوئے تو انہیں معاف کر دیا گیا۔ مثلاً عبداللہ بن سعد بن ابی سرح کو حضرت عثمان رضؓ کی سفارش پر معاف فرما دیا گیا۔ حالانکہ وہ مرتد تھا۔ اور مقیس نامی ایک شخص جس نے مرتد ہو کر ایک انصاری مسلمان کو قتل کر دیا تھا اور مکہ بھاگ گیا تھا بھی معاف کر دیا گیا۔ قیام مکہ ہی کے دوران ایک شخص فضالہ بن عمر نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر اس وقت حملہ کرنے ارادہ کیا جب وہ طواف کعبہ کر رہے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کے حملے سے پہلے خود ہی اس کے پاس پہنچ گئے اور اسے اس کا ارادہ بتایا اور اس کے سینے پر دست مبارک پھیرا جس سے اس کا سینہ منور ہو گیا اور اس نے کلمہ پڑھ لیا۔ حضرت حمزہؓ کے قاتل وحشی کو بھی معاف کر دیا گیا۔ ہبار بن الاسود نے حضورؐ کی صاحبزادی حضرت زینب رضؓ پر حملہ کیا تھا جس سے ان کا حمل ساقط ہو گیا تھا۔ اور اسی سے ان کی موت واقع ہو گئی تھی۔ حضورؐ نے اسے بھی معاف کر دیا۔ علیٰ ہذا القیاس رحمتہ اللعالمینؐ نے بدترین مجرموں کو بھی معاف کر دیا[1]۔

بعد ازاں آپؐ نے صفا میں ایک بلند مقام پر بیٹھ کر اہل مکہ سے بیعت لی اہل مکہ کی عظیم اکثریت نے اسلام قبول کر لیا۔

مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب

مسلمانوں کی کامیابی کے اسباب درج ذیل ہیں۔

۱۔ نصرت الٰہی: مسلمانوں کی فتح کا پہلا سبب اللہ تعالیٰ کی مدد تھی۔ جو ان کے شامل حال رہی اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفر کی تمام قوتوں کے خلاف فتح حاصل ہوئی۔

[1] محسن انسانیت صفحہ ۱۳-۵۱۱

۲-اہل مکہ کی اخلاقی شکست:- مسلمانوں کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب یہ تھا کہ مسلمانوں کی اخلاقی برتری اور اسلامی تعلیمات کی حقانیت نے اہلِ کفر کے دلوں میں بھی احساس کمتری پیدا کر دیا تھا وہ حق کے خلاف لڑنے ضرور تھے لیکن نہایت بددلی کے ساتھ ذرا سی بدشگونی انہیں میدان سے بھگانے کے لئے کافی ہوتی تھی۔

۳-معاشی دباؤ:- مسلمانوں کی کامیابی کا دوسرا سبب یہ تھا کہ اسلامی حکومت کا اثر و رسوخ دور دور تک پھیل چکا تھا۔ اور شام اور عراق جانے والے تجارتی راستوں پر مسلمانوں نے پہرے بٹھا دئے تھے اس سے قریش کی مالی حالت خراب ہو گئی تھی۔ یہاں تک کہ انہیں اناج بھی اب حسب ضرورت میسر نہیں آتا تھا۔

۴-سرداران قریش کی موت:- اس کامیابی کا ایک اور سبب یہ تھا۔ کہ کفار مکہ کے سردار یکے بعد دیگرے اس طویل کشمکش میں مقتول ہو چکے تھے۔ جو کفر اور اسلام کے درمیان برپا تھی۔ اب صرف ابوسفیان چوٹی کے لیڈروں میں سے موجود تھا۔ اور اس بات سے مکہ کے عام لوگوں میں اپنے بتوں کی طرف سے بدظنی پیدا ہو چکی تھی خود ابوسفیان یہ سوچنے پر مجبور ہو گیا تھا کہ یہ لات و منات آخر ان کی مدد کر بھی سکتے ہیں یا نہیں۔

۵-اچانک حملہ:- اس سلسلے میں ایک اور اہم وجہ یہ ہے کہ لشکر اسلام اچانک مکہ پہنچ گیا تھا اور اہلِ مکہ کو تیاری کرنے اور اپنے حامی قبائل کو جمع کرنے کی کوئی مہلت نہ ملی تھی۔

۶-باصلاحیت قریشیوں کا قبول اسلام:- مسلمانوں کی فتح کا سبب یہ بھی تھا کہ مکہ کے باصلاحیت افراد اب قریش کا ساتھ چھوڑ کر مسلمان ہو چکے تھے جو مسلمانوں کی مضبوطی کا باعث تھے اور کفار مکہ ان کو کھو بیٹھنے کی وجہ سے کمزور ہو گئے تھے۔ خالد بن ولید اور عمرو بن العاصؓ کے نام اس سلسلے میں خاص طور پر قابل ذکر ہیں

فتح مکہ کی اہمیت و نتائج فتح مکہ دراصل عرب کا شاندار انقلاب GLORIOUS REVOLUTION تھا۔ اس میں صرف دو مسلمان شہید ہوئے اور تیرہ جذباتی قسم کے کفار مارے گئے لیکن اس سے جانی نقصان کے نتائج بہت دور رس تھے۔

ا-کعبۃ اللہ کی تطہیر:- کعبۃ اللہ جس کی تعمیر حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے خدائے واحد کی عبادت کے لئے کی تھی۔ کفر و شرک کا گھر بن چکا تھا۔ اس فتح سے کئی صدیوں کے بعد یہ مقدس گھر بتوں سے پاک ہوا۔

۳۔عرب کے مرکز پر اسلامی قبضہ:۔ مکہ عرب کا مذہبی ثقافتی سیاسی اور معاشی مرکز تھا۔ اس پر مومنین کے قبضہ سے اسلام کو عربوں کی اکثریت کی حمایت حاصل ہوگئی۔ اور کفر و شرک کی بجائے عرب میں اسلام غالب قوت بن گیا۔

۴۔اسلام کی وسیع اشاعت:۔ بہت سے قبائل عرب نے اب تک اس وجہ سے اسلام قبول نہیں کیا تھا کہ اُن کے قریش کے ساتھ حلیفانہ تعلقات تھے جب خود قریش کی اکثریت مسلمان ہوگئی تو اُن کیلئے بھی قبول اسلام کے راستے کھل گئے اور انہوں نے خود مدینہ آکر اسلام قبول کرنا شروع کر دیا۔ اور اگلے سال کو اُن وفود کی وجہ سے عام الوفود کہا گیا ——— عوام الناس میں سے ایسے لوگوں کی اکثریت تھی جو اس وجہ سے قریش کی پیروی کرتے تھے۔ اُن کے نزدیک قریش خدا کے مقرب تھے اور خانہ کعبہ پر باطل کا اقتدار ممکن ہی نہ تھا۔ چنانچہ وہ یہ کہتے تھے کہ "محمدؐ کو اپنی قوم سے نپٹ لینے دو اگر اُس نے اپنی قوم کو زیر کر لیا تو وہ نبی صادق ہے" فتح مکہ نے ایسے تمام لوگوں کو اسلام لانے پر آمادہ کر دیا۔

۴۔قریش مکہ کے دلوں کی تسخیر:۔ فتح مکہ کے بعد بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو زبردستی مسلمان نہیں بنایا۔ بلکہ عفو و حلم کے ساتھ اُن کے دل مسخر کر لئے۔ بُتوں کی ناطاقتی کے وہ خود بھی قائل ہو چکے تھے۔ اس لئے اُن کی اکثریت نے تہ دل سے اسلام کی حقانیت کا اقرار کیا۔ اس کے نتیجہ کے طور پر اُن کی غیر معمولی صلاحیتیں اور اثر و رسوخ اسلام کے لئے استعمال ہُوا۔

۵۔بیرونِ عرب اسلام کی اشاعت:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام دنیا کے لئے رسول بنا کر بھیجے گئے تھے۔ لیکن اب تک آپؐ کو قریش مکہ کی معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے بیرون ملک اشاعتِ اسلام کے لئے موثر اقدامات کرنے کا موقع نہیں ملا تھا۔ اور صرف ایک مرتبہ دعوتی خطوط لکھے گئے تھے۔ فتح مکہ کے بعد عرب متحد ہوگیا اور ایک ایسی اسلامی ریاست وجود میں آئی جو عرب سے باہر اسلام کی اشاعت کے لئے موثر اقدامات کر سکتی تھی۔ ایران و روم کی حکومتوں نے اس کا راستہ روکنے کی کوشش کی تو وہ ٹکرا کر پاش پاش ہوگئیں۔ اور اسلام دنیا کی سب سے بڑی قوت بن گیا۔

غزوہ حنین ۸ھ ۶۳۰ء

اسباب:۔ مکہ فتح ہوگیا تو سارے عرب سے کفر و شرک کا زور ٹوٹ گیا اور مشرک قبائل لات و منات اور عزیٰ کے ٹوٹ جانے کے بعد اس حقیقت سے آگاہ ہوگئے کہ پتھر کے بت نہ اپنا کچھ سنوار سکتے ہیں۔ اور نہ ہی ان کی امداد پر قادر ہیں۔ تاہم بعض قبائل ایسے بھی تھے جن پر اس واقعہ کا اُلٹا اثر ہُوا۔ اُن میں طائف و حنین کے علاقے میں بسنے والے بنو ثقیف و بنو ہوازن بھی شامل تھے۔ ان قبائل کی اسلام دشمنی بہت پرانی تھی۔ تجارت پیشہ ہونے کی وجہ سے کافی خوش حال

Marfat.com

تھے۔ طائف کے گرد و نواح میں زراعت بھی ہوتی تھی اور زمین کی زرخیزی نے بھی انہیں مال دار بنا دیا تھا۔ چنانچہ یہ قبائل بہت مغرور تھے۔ انہوں نے فتح مکہؓ کے بعد یہ کہنا شروع کر دیا کہ جن قبائل کے ساتھ محمدؐ کو اب تک واسطہ پیش آیا ہے۔ وہ مرد میدان ہی نہیں تھے، ہمارے ساتھ واسطہ پیش آئے گا۔ تو پتہ چلے گا۔ بنو ہوازن کا نو عمر سردار مالک بن عوف جوانی کے نشے میں اسلام کے خلاف منصوبہ بنانے لگا۔

واقعات:۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب بنو ہوازن و بنو ثقیف کی ان کاروائیوں کا علم ہوا تو آپ نے ایک صحابیؓ کو بھیج کر صورت حال کی تحقیق کروائی معلوم ہوا کہ مشرکین حملہ آور ہونے کے لئے تیاریوں میں مصروف ہیں چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حنین کی طرف بڑھنے کا حکم صادر فرمایا ۱۲ ہزار نفوس پر مشتمل یہ لشکر جس میں دو ہزار قریش مکہؓ بھی شامل تھے۔ حنین کی طرف روانہ ہوا بنو ہوازن نے مسلمانوں کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے آدمی کمین گاہوں میں چھپا رکھے تھے۔ جونہی لشکر اسلام وادی میں داخل ہوا انھوں نے کمین گاہوں سے نکل کر حملہ کر دیا۔ اسلامی لشکر کی ترتیب قائم نہ رکھی جا سکی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب لشکر اسلام کو منتشر ہوتے دیکھا تو اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔ اور پکار کر فرمایا

انا النبیُّ لا کَذِب — انا ابن عبد المطلب

میں نبی ہوں جھوٹا نہیں ہوں — میں عبد المطلب کا بیٹا ہوں

جب مسلمانوں نے اللہ کے رسول کو اپنی جگہ پر جما ہوا پایا تو وہ بھی واپس لوٹنے لگے آپ کے چچا حضرت عباسؓ نے انصارؓ و مہاجرین کو پکارا اور دیکھتے ہی دیکھتے جنگ کا پانسہ پلٹ گیا۔ صرف بنی مالک نے مسلمانوں کا جم کر مقابلہ کیا لیکن ان کا سردار عثمان بن عبد اللہ قتل ہو گیا اور وہ بھی میدان چھوڑ گئے مسلمانوں نے مال غنیمت جمع کرنا شروع کر دیا جس میں بیس ہزار بکریاں اور چھ ہزار قیدی شامل تھے

بنو ہوازن کا تعاقب:۔ بنو ہوازن میں سے ایک گروہ ہزاروں کی تعداد میں اوطاس کے کھجوروں کے ایک باغ میں جمع ہو گیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ابو عامرؓ اشعری کو اس کے استیصال کے لئے روانہ کیا۔ ابو عامرؓ نے حملہ کیا تو انہوں نے تیر برسائے ابو عامرؓ ایک تیر سے شہید ہوئے اور کمان اُن کے بھتیجے ابو موسیٰ اشعریؓ نے سنبھالی۔ یہ مشرکین باغ چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں نے انہیں گھیر گھیر کر مارا اور بنو ہوازن کے تقریباً سبھی آدمی قتل ہوئے۔

طائف کا محاصرہ:۔ حنین کی شکست خوردہ فوج کا ایک حصہ طائف پہنچا اور رسد اور اسلحہ جمع کر کے قلعہ بند ہو گیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمن کا تعاقب کرتے ہوئے طائف پہنچے اور قلعہ کا محاصرہ کر لیا ——— اہل طائف نے قلعہ سے تیر اور پتھر برسانے شروع

کیئے تو اس کے جواب میں اسلامی لشکر نے منجنیق سے پتھر برسانے شروع کیئے آپؐ نے محاصرے کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور دشمن پر معاشی دباؤ ڈالنے کے لئے طائف کے باہر کے باغات کٹوا ڈالے یہ گویا انہیں اس بات کا احساس کروانا تھا کہ اسلام دشمنی کی یہ روش ان کی ساری خوشحالی کو برباد کر سکتی ہے طائف کے گرد و نواح کے قبائل مشرف با اسلام ہو گئے اور آپ نے قلعہ کا محاصرہ ترک کر دیا۔

مالِ غنیمت کی تقسیم | طائف سے جب آپ جعرانہ پہنچے تو آپ نے مال غنیمت کو تقسیم فرمایا کافی دن تک جنگی قیدیوں کے لئے فدیہ کا انتظار کیا گیا بالآخر ان کو بھی تقسیم کر ڈالا گیا اس تقسیم میں آپؐ نے مکہ کے قریشی نو مسلموں کو انصار و مہاجرین سے کہیں زیادہ حصہ دیا۔ اس کا مقصد تالیف قلب کے سوا کچھ نہ تھا لیکن نوجوان انصاری مسلمانوں کو یہ بات پسند نہ آئی اور انھوں نے اس پر تلخ تبصرے کیئے مثلاً "قریش کو مالِ غنیمت دیا جاتا ہے اور ہم جن کی تلواروں سے کفار کا خون ٹپک رہا ہے اس سے محروم رکھے جاتے ہیں"۔ اور مشکلات میں ہماری یاد ہوتی ہے اور غنیمت کے وقت دوسروں کو یاد کیا جاتا ہے"۔ وغیرہ جب یہ تبصرے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچے تو آپ نے انصار[۲] کو طلب کیا اور فرمایا ——— "کیا یہ سچ نہیں کہ تم گمراہ تھے خدا نے میرے ذریعے سے تمہیں ہدایت بخشی تم منتشر اور پراگندہ تھے، خدا نے میرے ذریعہ سے تم کو متحد کیا! تم مفلس تھے خدا نے میرے ذریعہ سے تمہیں دولت مند بنایا"۔ انصار نے جواب دیا بے شک خدا اور رسولؐ کا احسان سب سے بڑھ کر ہے"۔

آپؐ نے فرمایا نہیں تم یہ جواب دو کہ "محمد صلی اللہ علیہ وسلم جس وقت لوگوں نے تجھے جھٹلایا۔ ہم نے تیری تصدیق کی جب لوگوں نے تجھ کو چھوڑ دیا۔ ہم نے تم کو پناہ دی۔ تو اپنے یہاں سے مفلس آیا تھا۔ ہم نے ہر طرح تیری مدد کی تم یہ کہتے جاؤ اور میں کہتا جاؤں گا۔ ہاں تم سچ کہتے ہو" لیکن کیا تمہیں یہ پسند نہیں کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر گھر جائیں اور تم محمدؐ کو لے کر اپنے گھر جاؤ، اس پر انصار نے بآواز بلند کہا کہ ہمیں صرف محمد صلی اللہ علیہ وسلم درکار ہیں۔ بہت سے انصاری صحابہ[۲] اس خطبہ پر دھاڑیں مار مار کر روئے اور انہوں نے جوانوں کے تبصروں کے لیے معذرت کی، آپ نے بھی انصار کو سمجھایا کہ مکہ والوں کو مال غنیمت حق کی بنیاد پر نہیں تالیف قلب کیلئے دیا جا رہا ہے

قیدیوں کی رہائی | مال غنیمت کی تقسیم کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ابھی جعرانہ ہی میں مقیم تھے کہ بنو ہوازن کا ایک وفد آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنے قیدیوں کی رہائی کی درخواست کی جو آنحضرتؐ نے قبول فرمائی اور اپنے اور اپنے خاندان کے قیدی رہا فرما دیئے مہاجرینؓ و انصار نے بھی یہ کہتے ہوئے آپ کی اقتدار کی کہ ہمارا مال رسول اللہ کی ملک ہے۔

غزوہ تبوک

۶۳۰ء

سبب | فتح مکہ اور غزوہ حنین نے عرب میں شرک کی کمر توڑ دی تھی، لات، منات اور ہبل وعزیٰ ٹوٹ چکے تھے اور تمام لوگوں نے دیکھ لیا تھا۔ کہ وہ کسی کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت کی عظمت سب پر عیاں ہو چکی تھی، جو اسلامی معاشرہ وجود میں آیا تھا ہر شخص دیکھ رہا تھا کہ جاہلی معاشرے سے بہت بہتر ہے۔ اسلامی حکومت نے جو عدل وانصاف اور خوشحالی برپا کی تھی وہ بھی سب کے سامنے تھی۔ اس لئے اب عرب قبائل کی اسلام قبول کرنے کی رفتار بھی پہلے سے بہت بڑھ گئی تھی اور صاف نظر آرہا تھا کہ پورا عرب جلد ہی اسلام کے جھنڈے تلے جمع ہو جائیگا اور یہاں ایک منظم قوت ابھر آئے گی۔ ہرقل شاہ قسطنطنیہ اس نئی ابھرتی ہوئی قوت کو تشویش کی نگاہ سے دیکھ رہا تھا اس لیے کسی وقت بھی اس کی طرف سے حملہ کی توقع کی جا سکتی تھی۔ غزوہ موتہ کے بعد سے تو اس کشیدگی میں بہت اضافہ ہو گیا تھا۔

۹ھ / ۶۳۰ء میں مدینہ میں ایک قافلہ شام کی طرف سے آیا اور اس نے اطلاع دی کہ شام میں اسلامی ریاست پر حملہ آور ہونے کے لیے ایک بہت بڑی فوج جمع کی جا رہی ہے اور ہرقل نے چالیس ہزار کا ایک لشکر اس مقصد کے لئے روم سے بھی روانہ کیا ہے چونکہ اس طرح کا حملہ متوقع تھا۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فیصلہ فرمایا کہ رومیوں کا مقابلہ حدود عرب سے باہر ہی کیا جائے۔

واقعات | ۱- آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم دیا۔ مدینہ میں اس سے پہلے سال فصل کمزور ہوئی تھی۔ اور اب فصل پکی ہوئی تھی۔ اسے سنبھالنے کا مرحلہ درپیش تھا مقابلہ بھی روم کی عظیم سلطنت سے درپیش تھا موسم سخت گرمی کا تھا۔ اکثر صحابہ کو سواری میسر نہ تھی گویا اللہ تعالےٰ کی طرف سے سخت آزمائش کی گھڑی آ پہنچی تھی۔

منافقین نے اس نازک موقعہ پر مسلمانوں میں بددلی پھیلانی شروع کر دی وہ ایک یہودی کے مکان میں جمع ہوتے تھے اور اس مہم کو ناکام بنانے کے لیے سازشیں کرتے تھے اللہ کے رسول کو اس کی خبر ہو گئی اور اس مکان کو جلا کر تباہ کر دیا گیا، اس کے بعد منافقین نے ایک مسجد بنائی جس میں مسلمانوں کو نماز کی دعوت دی جاتی تھی اور نماز کے بعد انہیں ورغلانے کی کوشش کی جاتی تھی منافقین نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی اس مسجد میں ایک مرتبہ نماز پڑھانے کی درخواست بھی کی لیکن آپ نے اختتام تک اسے انہیں ٹال دیا۔

اس نازک مرحلہ پر مومنین نے جس عزیمت کا مظاہرہ کیا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ مجاہدین کے پاس لڑنے کے لیے ہتھیار تھے نہ سواری کے جانور۔ جناب عثمان غنیؓ نے نو سو اونٹ ایک سو گھوڑے اور ایک ہزار د

Marfat.com

دیئے عمر فاروقؓ نے اپنا گھر کا نصف اثاثہ جس کی مالیت ہزاروں دینار تک پہنچی تھی لاکر پیش کر دیا، صدیق اکبرؓ نے اپنا گھر کا سب کچھ خدمت اقدس میں پیش کر دیا، اور گھر میں صرف اللہ اور اس کے رسول کا نام" چھوڑا، ایک انصاری صحابی نے تمام رات مزدوری کی اور چار سیر چھوہارے کمائے ان سے دو سیر جہاد فنڈ میں دے دیئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان چھوہاروں کو تمام جمع شدہ مال پر بکھیر دینے کا حکم دے کر صحابی کے جذبہ کی قدر افزائی کی الغرض ہر صحابی نے حسب استطاعت چندہ دیا۔

آخر کار تیس ہزار کا جیش العسرۃ (غربت کا لشکر) تیار ہو گیا عبداللہ بن ابی رئیس المنافقین بھی ساتھ گیا لیکن تھوڑی دور چلنے کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت واپس لوٹ آیا اس لشکر کی حالت یہ تھی، کہ اوسطاً ۱۸ افراد کے لئے ایک سواری میسر تھی رسد اس حد تک کم تھی کہ بہت سی جگہوں پر درختوں کے پتے کھانے پڑے اس کے باوجود یہ خدائی لشکر روم کی عظیم سلطنت کے خلاف جنگ کے لیے جا رہا تھا۔

آپ تبوک پہنچ کر بیس روز تک دشمن کے منتظر رہے لیکن کوئی بھی مقابلے پر نہ آیا، اس قیام کے دوران ایلہ کے عیسائی سردار یوحنا نے اطاعت قبول کی اور جزیہ دینے پر آمادگی ظاہر کی بعض اور عیسائی سردار بھی حاضر خدمت ہوئے اور جزیہ دینے کے وعدہ پر انہیں امان دے دی گئی دومۃ الجندل کا حاکم اکیدر جسے حضرت خالدؓ بن ولید نے گرفتار کر لیا تھا لیکن بعد میں اطاعت قبول کر لینے کے وعدہ پر رہا کر دیا تھا، آنحضرت کی واپسی کے بعد مدینہ حاضر ہوا اور صلحنامہ لکھا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بیس دن تک سرحد پر قیام سے اہل شام کے حوصلے پست ہو گئے اور انھوں نے آپ کی زندگی میں اسلامی ریاست پر حملے کا ارادہ ترک کر دیا۔

غزوہ تبوک کی اہمیت و اثرات ۱۔ عرب قبائل کا مرعوب ہونا: موسم کی شدت اور شدید معاشی بحران کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے رومی حکمرانوں کا مقابلہ سرحد عرب سے باہر جا کر کرنے کا جو فیصلہ فرمایا اس سے اہل عرب مرعوب ہو گئے اور جوق در جوق اسلام میں داخل ہونے لگے۔

۲۔ فتح شام کا پیش خیمہ: غزوہ تبوک کے نتیجہ کے طور پر سرحد شام پر جنگ کا خطرہ وقتی طور پر ٹل گیا لیکن یہ کشیدگی بعد میں شام و مصر کی فتح کا موجب بنی۔

۳۔ دومۃ الجندل پر اسلامی حکومت کا اقتدار: اس مہم میں حضرت خالدؓ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت پر دومۃ الجندل پر چھاپہ مار کر وہاں کے حکمران اکیدر کو گرفتار کیا تھا۔ نبی اکرم کی مدینہ واپسی پر اکیدر خود مدینہ حاضر ہوا اور معاہدہ کر کے واپس لوٹا۔ اس نے جزیہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔ دومۃ الجندل جو شام عراق اور حجاز کو جانے والی شاہراہوں کا سنگم ہونے کی وجہ سے بہت اہم تھا اسلامی حکومت کے زیر اثر آ گیا

Marfat.com

۴۔ منافقین کا سدِ باب:۔ اس جنگ نے منافقین کو بے نقاب کر دیا۔ چونکہ اس غزوہ کے وقت کٹھن حالات درپیش تھے اس لئے کھرے کھوٹے کی پہچان ہو گئی۔ اور واپسی پر اللہ تعالیٰ نے منافقین کے ساتھ سخت طرزِ عمل اختیار کرنے کی ہدایت فرمائی۔

۵۔ مسجد ضرار کا انہدام:۔ منافقین نے مسلمانوں کو ورغلانے کے لئے جو مسجد بنائی تھی۔ اور جس کے افتتاح کے لئے وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی آمادہ کرنے کی کوشش کر رہے تھے۔ غزوہ تبوک کے دنوں میں زبردست سازشی مرکز بن گئی۔ چنانچہ مہم سے واپسی پر آپؐ نے اس کے انہدام کے احکام صادر فرما دیئے۔

۶۔ تربیتی اہمیت:۔ اس غزوہ سے مسلمانوں کو عسرت زندگی کی حالت میں خدا کی راہ میں جہاد کی تربیت ملی۔ انفروا خفافاً و ثقالاً و جاھدوا باموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ ذالکم خیر لکم ان کنتم تعلمون[1] کا حکم اسی غزوہ کے لئے نازل ہوا۔ مخلص مسلمانوں کی سستی پر اللہ تعالیٰ کی گرفت اور حضرت کعب بن مالکؓ اور ان کے ساتھیوں کی استقامت اور اللہ کی طرف سے معافی کے واقعات اسی غزوہ کے موقعہ پہ وقوع پذیر ہوئے۔ مسلمانوں کی تربیت کے لئے اس غزوہ نے بہت اہم کام کیا۔

عام الوفود فتح مکہ کے بعد قبائل عرب کا ذہن اسلام کے بارے میں بالکل صاف ہو گیا تھا۔ بہت سے قبائل پہلے ہی سے اس انتظار میں تھے قریش اور مدینہ کی اسلامی ریاست کے درمیان جو فیصلہ ہوا اس کے مطابق وہ اپنا طرزِ عمل ڈھال لیں یوں بھی ہبل کے پجاریوں کی شکست بتوں کی بے چارگی ثابت کرنے کے لئے کافی تھی اسلام نے جو معاشرتی اصول دیئے تھے وہ جاہلی معاشرے سے یقیناً بلند تھے۔ اس لئے ہر سوچنے سمجھنے والا شخص دل ہی دل میں اسلام کا مداح ہو چکا تھا۔ الغرض فتح مکہ نے عرب میں کفر و شرک کی کمر توڑ ڈالی، بنو ہوازن و بنو ثقیف کی شکست نے تو گویا بت پرستی کی قسمت پہ مہر لگا دی تھی۔ غزوہ تبوک میں مسلمانوں کی نمایاں کامیابی نے ان لوگوں کی امیدوں کو بھی خاک میں ملا دیا جو قیصر روم کے ہاتھوں اسلام کے خاتمے کے خواب دیکھ رہے تھے۔ ان حالات میں عرب کے قبائل تیزی سے اسلام کی طرف مائل ہونے لگے پہل ان قبائل نے کی جو پہلے سے اسلام قبول کرنے کے خواہش مند تھے مگر مزاحم قوتوں سے ڈرتے تھے، لیکن رفتہ رفتہ تقریباً تمام قبائل ہی دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے یہ قبائل اپنے وفود مدینہ منورہ بھیجتے تھے جو اسلام کے بارے میں سوالات کرنے اور اطمینان کرنے کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کرتے ۹ھ میں ایسے بے شمار وفود مدینہ پہنچے اس لیے اس سال کو عام الوفود یعنی وفود کا سال کہا جاتا ہے جن قبائل کے وفود نے اسلام قبول کیا ان میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

---

[1] نکلو خواہ ہلکے ہو یا بوجھل اور جہاد کرو اللہ کی راہ میں اپنے مالوں اپنی جانوں کے ساتھ یہ تمہارے لئے بہتر ہے اگر تم جانو

Marfat.com

دوس صداء ثقیف بنی عبدالقیس، بنی حنیفہ طے، اشعر بنی ازد بنو جزام، ہمدان طارق بن عبداللہ بنی سعد، بنو اسد و بہراز، عذرا، خولان، محارب، غسان بنی الحارث، بنی عابس، غامد، بنی فزارہ، سلامان، نجران، نخع، بنی تمیم،

حجۃ الوداع

۱۰ ھ

۶۳۱ ء

اسلام پورے عرب میں پھیل چکا تھا۔ یکے بعد دیگرے تقریباً سبھی قبائل مشرف با اسلام ہو چکے تھے ـــ ان حالات میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے سورہ فتح نازل ہوئی جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اشارۃً آگاہ کیا گیا تھا کہ آپ کا کام اب مکمل ہو گیا ہے چنانچہ آپ نے وصال سے پہلے تعلیمات اسلامیہ کو سارے عرب تک پہنچانے کے لئے حج کا ارادہ فرمایا، مدینہ میں اعلان فرما دیا گیا کہ اس مرتبہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم خود حج کی قیادت فرمائیں گے۔ اس لئے تمام عرب سے مسلمان اس میں شریک ہوں۔ اطراف عرب سے مسلمانوں کی ایک کثیر تعداد اس شرف کو حاصل کرنے کی خاطر مدینہ پہنچی ذوالحلیفہ کے مقام پر جب احرام باندھا گیا تو لبیک "لبیک" کی آوازوں سے فضا گونج اٹھی اور فرزندان توحید کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا سمندر حج بیت اللہ کی غرض سے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوا

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر مرحلہ پر حج کے مناسک سے مسلمانوں کو آگاہ کیا حج کی رسومات میں سے جو مشرکانہ رسوم باقی تھیں ختم کر دی گئیں اور صدیوں کے بعد خالص ابراہیمی سنّت کے مطابق فریضۂ حج ادا کیا گیا۔ آپ نے مقام سرف میں قیام فرمایا۔ مقام ابراہیمؑ میں دو رکعت نماز پڑھی اور اس کے بعد تعلیمات اسلامیہ کو لوگوں کے سامنے پیش فرمایا توحید و قدرتِ الٰہی کا اعلان آپ نے کوہ صفا پر چڑھ کر فرمایا۔

"خدا کے سوا کوئی الٰہ اقتدار اعلیٰ کا حامل اور لائق پرستش و بندگی نہیں اس کا کوئی شریک نہیں اس کے لئے سلطنت، ملک اور حمد ہے وہ مارتا ہے اور جلاتا ہے وہ تمام چیزوں پر قادر ہے کوئی خدا نہیں مگر وہ اکیلا، خدا نے اپنا وعدہ پورا فرمایا، اور اپنے بندے کی مدد کی۔ اور اکیلے تمام قبائل کو شکست دی۔"

کوہ صفا کے بعد آپ نے کوہ مروہ پر مناسک حج طواف وسعی ادا کیئے اور ۸ ذوالحجہ کو مقام منیٰ میں قیام فرمایا۔

خطبۂ الوداع :- ۹ ذوالحجہ کو آپ نے عرفات کے میدان میں تمام مسلمانوں سے خطاب فرمایا، یہ خطبہ

۱؎ رحمۃ للعالمین حصہ اوّل ص۱۹۱

Marfat.com

اسلامی تعلیمات کا نچوڑ ہے اور اسلام کے سماجی، سیاسی اور تمدنی اصولوں کا جامع مرقع ہے اس کے اہم نکات اور ان کی مذہبی اخلاقی اہمیت حسب ذیل ہے۔

خطبہ مبارک

حمد و ثنا

"سب تعریف اللہ ہی کے لیے ہم اسی کی حمد کرتے ہیں اسی سے مدد چاہتے ہیں اس سے معافی مانگتے ہیں۔ اسی کے پاس توبہ کرتے ہیں۔ اور ہم اللہ ہی کے ہاں اپنے نفسوں کی برائیوں اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے پناہ مانگتے ہیں۔ جسے اللہ ہدایت دے تو پھر کوئی اُسے بھٹکا نہیں سکتا اور جسے اللہ گمراہ کر دے اس کو کوئی راہ ہدایت نہیں دکھا سکتا میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ایک ہے اُس کا کوئی شریک نہیں اور میں شہادت دیتا ہوں کہ محمدؐ اُس کا بندہ اور رسول ہے۔"

خدا خوفی اور بھلائی کی تاکید

اللہ کے بندو! میں تمہیں اللہ سے ڈرنے کی تاکید اور اس کی اطاعت پر زور طور پر آمادہ کرتا ہوں اور میں اسی سے ابتدا کرتا ہوں جو بھلائی ہے۔

اشارہ وصال کی طرف

"لوگو! میری باتیں سن لو مجھے کچھ خبر نہیں کہ میں تم سے اس قیام گاہ میں اس سال کے بعد پھر کبھی ملاقات کر سکوں۔"

جاہلیت کا مکمل خاتمہ

"ہاں جاہلیت کے تمام دستور آج میرے پاؤں کے نیچے ہیں۔"

معاشرتی مساوات کا قیام صرف تقویٰ کی بنا پر فضیلت

"لوگو! ہاں بیشک تمہارا رب ایک ہے تمہارا باپ (حضرت آدمؑ) ایک ہے۔ عربی کو عجمی پر اور عجمی کو عربی پر، سرخ کو سیاہ پر اور سیاہ کو سرخ پر کوئی فضیلت نہیں مگر تقویٰ کے سبب سے۔"

نسلی تفاخر کا خاتمہ

"اللہ تعالیٰ نے تم سے جاہلیت کی جہالت اور آباؤ اجداد پر فخر کو مٹا دیا ہے۔ خدا سے ڈرنے والا انسان مومن ہوتا ہے اور اس کا نافرمان شقی تم سب کے سب آدم کی اولاد ہو اور آدمؑ مٹی سے بنے تھے۔"

جان و مال اور عزت کا احترام

"لوگو! تمہارے خون تمہارے مال اور تمہاری عزتیں ایک دوسرے پر ایسی ہی حرام ہیں جیسا کہ تم آج کے دن کی اس شہر کی اور اس مہینہ کی حرمت کرتے ہو دیکھو عنقریب تمہیں خدا کے سامنے حاضر ہونا ہے اور وہ تم سے تمہارے اعمال کی بابت سوال فرمائے گا۔ خبردار میرے بعد گمراہ نہ بن جانا کہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹتے رہو۔"

زمانہ جاہلیت کے جھگڑے ختم

"جاہلیت کے قتلوں کے تمام جھگڑے میں ملیامیٹ کرتا ہوں پہلا خون جو باطل کیا جاتا ہے وہ ربیعہ بن حارث بن عبد المطلب کے بیٹے کا ہے

Marfat.com

(ربیعہ بن حارث آپ کا چچیرا بھائی تھا جس کے بیٹے کو بنو ہذیل نے قتل کر دیا تھا)

امانت کی تاکید اور زمانہ جاہلیت کا سود باطل

"اگر کسی کے پاس امانت ہو تو وہ اُسے اِس کے مالک کو ادا کر دے اور اگر سود ہو تو وہ موقوف کر دیا گیا ہے، ہاں تمہیں تمہارا سرمایہ مل جائے گا نہ تم ظلم کرو اور نہ تم پر ظلم کیا جائے اللہ نے فیصلہ فرما دیا ہے کہ سود ختم کر دیا گیا اور سب سے پہلے میں عباسؓ بن عبدالمطلب کا سود باطل کرتا ہوں۔

چھوٹے چھوٹے گناہوں سے اجتناب کی تاکید

"لوگو! تمہاری اِس سرزمین میں شیطان اپنے پوجے جانے سے مایوس ہو گیا ہے لیکن دیگر چھوٹے گناہوں میں اپنی اطاعت کیے جانے پر خوش ہے اس لئے اپنا دین اس سے محفوظ رکھو"۔

حرام مہینوں کا تعین

"اللہ کی کتاب میں مہینوں کی تعداد اسی دِن سے بارہ ہے جب اللہ نے زمین وآسمان پیدا کئے تھے ان میں سے چار حرمت والے ہیں۔ تین (ذیقعد۔ ذوالحجہ اور محرم) لگاتار ہیں اور رجب تنہا ہے۔

عورتوں کے حقوق و فرائض

"لوگو! اپنی بیویوں کے متعلق اللہ سے ڈرتے رہو خدا کے نام کی ذمہ داری سے تم نے اِن کو بیوی بنایا اور خدا کے کلام سے تم نے ان کا جسم اپنے لیے حلال بنایا ہے تمہارا حق عورتوں پر اتنا ہے کہ وہ تمہارے بستر پر کسی غیر کو نہ آنے دیں۔ لیکن اگر وہ ایسا کریں تو ان کو ایسی مار مارو جو نمودار نہ ہو اور عورتوں کا حق تم پر یہ ہے کہ تم ان کو اچھی طرح کھلاؤ اچھی طرح پہناؤ۔

غلاموں کے حقوق

"تمہارے غلام تمہارے ہیں جو خود کھاؤ ان کو کھلاؤ اور جو خود پہنو وہی ان کو پہناؤ"۔

وراثت کے بارے میں ہدایت

"خدا نے (وراثت میں) ہر حقدار کو اس کا حق دے دیا اب کسی وارث کے لئے وصیت جائز نہیں لڑکا اس کا وارث جس کے بستر پہ پیدا ہو، زنا کار کے لئے پتھر اور ان کا حساب خدا کے ذمہ ہے"۔

چند قوانین

"عورت کو اپنے شوہر کے مال میں سے اس کی اجازت کے بغیر لینا جائز نہیں قرض ادا کیا جائے، عاریت واپس کی جائے عطیہ لوٹا دیا جائے ضامن تاوان کا ذمہ دار ہے"۔

انفرادی ذمہ داری

"مجرم اپنے جرم کا آپ ذمہ دار ہے، باپ کے جرم کا بیٹا ذمہ دار نہیں اور بیٹے کے جرم کا باپ ذمہ دار نہیں"۔

Marfat.com

اطاعت امیر	"اگر کٹی ہوئی ناک کا کوئی حبشی بھی تمھارا امیر ہو اور وہ تم کو خدا کی کتاب کے مطابق لے چلے تو اس کی اطاعت اور فرمانبرداری کرو۔"
احکام اسلام کی یاد دہانی	"لوگو! نہ تو میرے بعد کوئی نبی ہے اور نہ کوئی جدید امت پیدا ہونے والی ہے خوب سن لو کہ اپنے پروردگار کی عبادت کرو اور پنج گانہ نماز ادا کرو سال بھر میں ایک مہینہ رمضان کے روزے رکھو خانہ خدا کا حج بجا لاؤ۔
کتاب اللہ کو مضبوطی سے تھامنے کی تاکید	"میں تم میں ایک چیز چھوڑتا ہوں اگر تم نے اس کو مضبوط پکڑ لیا تو گمراہ نہ ہو گے وہ چیز کیا ہے؟ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ[1]"

اس جامع خطبہ کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مجمع سے خطاب فرماتے ہوئے فرمایا لوگو قیامت کے دن خدا میری نسبت پوچھے گا تو کیا جواب دو گے؟" صحابہؓ نے عرض کی ہم کہیں گے کہ آپ نے خدا کا پیغام پہنچا دیا اور اپنا فرض ادا کر دیا" آپ نے آسمان کی طرف انگلی اٹھائی اور فرمایا" اے خدا تو گواہ رہنا اے خدا تو گواہ رہنا۔ اے خدا تو گواہ رہنا اور اس کے بعد آپ نے ہدایت فرمائی کہ جو حاضر ہیں وہ ان لوگوں کو یہ باتیں پہنچا دیں جو حاضر نہیں ہیں۔

<u>خطبہ حجۃ الوداع کی اہمیت</u> ۱- یہ خطبہ تمام دینی تعلیمات کا نچوڑ ہے۔ اس کا نقطہ آغاز اللہ اور اس کے بندے کے درمیان صحیح تعلق کی وضاحت کرتا ہے۔ اور بھلائی کی تلقین کرتا ہے۔

۲- خطبہ حجۃ الوداع اسلام کے معاشرتی نظام کی بنیادیں مہیا کرتا ہے۔ معاشرتی مساوات، نسلی تفاخر کا خاتمہ، عورتوں کے حقوق، غلاموں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ایک دوسرے کے جان و مال عزت کا احترام یہی وہ بنیادیں ہیں جن پر اسلام کا معاشرتی نظام ترتیب پاتا ہے۔

۳- اس خطبہ نے معاشی عدم توازن کا راستہ بند کرنے کے لئے "سود" کو حرام قرار دیا۔ کیونکہ سود سرمایہ دار طبقہ کو محفوظ طریقہ سے دولت جمع کرنے کے مواقع فراہم کرتا ہے اور اُن کی تمام افزائش دولت سودی سرمائے کے حصول ہی کی وجہ سے ہوتی ہے۔

۴- اس خطبہ نے بہت سے اہم قانونی اصول متعین کئے ہیں۔ مثلاً انفرادی ذمہ داری کا اصول۔ وراثت کے بارے میں ہدایت۔

۵- سیاسی طور پر یہ خطبہ اسلام کے منشور کی حیثیت رکھتا ہے۔ دنیا بھر کو اس خطبہ کے ذریعہ بتایا گیا کہ اسلامی حکومت کن اصولوں کی بنیاد پر تشکیل پائے گی ——— اور ان اصولوں پر تعمیر ہونے والا یہ نظام" انسانیت کے لیے رحمت ثابت ہوگا۔ اسی بنا پر ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے اسے "انسانیت

---

[1] تاریخ ابن خلدون

Marfat.com

کا منشورِ اعظم" قرار دیا ہے۔

۶۔ یہ ہمارے محبوب نبی کا آخری پیغام ہے۔ اور اس میں ہم ہی مخاطب بنائے گئے ہیں۔ اس کی نوعیت پیغمبر پاک کی وصیّت کی سی ہے۔ اس کے ایک ایک بول پر حضورؐ نے درد بھرے انداز سے آواز بلند کی ہے کہ میں نے بات پہنچا دی چاہیئے کہ اسے پڑھ کر ہماری روحیں چونک جائیں ہمارے جذبے جاگ اٹھیں ہمارے دل دھڑکنے لگیں اور ہم اپنی اب تک کی روش پر نادم ہو کر اور کافرانہ نظاموں کی مرعوبیت کا قلادہ گردنوں سے نکال کر محسن انسانیت کا دامن تھام لیں[1]۔ اس لحاظ سے یہ ایک دعوت انقلاب ہے۔

سنہ ۱۰ھ کے چند اور واقعات | سنہ ۱۰ھ میں یمن سے اطلاع ملی کہ وہاں کا حاکم باذان جس نے اسلام قبول کر لیا تھا فوت ہو گیا ہے آپؐ نے ملک یمن کو کئی حصوں میں تقسیم فرما کر ہر کسی پر ایک حاکم متعین فرمایا" لیکن وہاں اسود عنسی نے نبوت کا دعوت کر کے بغاوت کر دی اور بہت سے لوگوں کو اپنے گرد جمع کرنے میں کامیاب ہو گیا۔ لیکن اس کے اپنے ساتھیوں نے اسے مار ڈالا (تفصیل فتنہ ارتداد میں آئے گی) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ میں وحی کی بنیاد پر لوگوں نے یہ خبر سنائی کہ گذشتہ شب اسود عنسی مارا گیا اسی سال مسیلہ کذاب نے بھی نبوت کا دعوی کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملک عرب تقسیم کرنے کا مطالبہ کیا قبائلی تعصب کی وجہ سے جنوبی عرب کے قبائل نے اپنے جھوٹے نبی کو قریش کے سچے نبی پر ترجیح دینی شروع کر دی اس فتنہ کا خاتمہ صدیق اکبرؓ کے عہد خلافت میں ہوا۔

اس سال کا ایک اور واقعہ شام کی طرف سے نئے خطرے کا احساس تھا جس کے مقابلے کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک لشکر تیار کیا جس کا سپہ سالار اسامہؓ بن زیدؓ کو مقرر کیا گیا لیکن یہ لشکر ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر سن کر واپس لوٹ آیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال | خطبہ حجۃ الوداع میں جو الوداعی رنگ تھا وہ سفر واپسی کے دوران بھی جاری رہا راستے میں غدیر خم کے مقام پر فرمایا۔

"اے لوگو! میں بہر حال ایک انسان ہوں شاید جلد ہی میرے پاس خدا کا قاصد آ پہنچے اور میں لبیک کہوں میں ذمہ داری کے دو بوجھ تمہارے اندر چھوڑے جا رہا ہوں۔ اُن میں سے ایک خدا کی کتاب ہے اسی سے رہنمائی حاصل کرو اور دوسرے میرے گھر کے لوگ کہ اُن کے بارے میں تمہیں خدا ہی کی یاد دلاتا ہوں"۔

ماہ صفر سنہ ۱۱ھ کے آغاز ہی میں آپ اُحد تشریف لے گئے اور شہدائے اُحد کے

---

[1] محسنِ انسانیت نعیم صدیقی۔

لیے دعا کی اس کے بعد صحابہ کو مندرجہ ذیل خطبہ ارشاد فرمایا۔

"لوگو! میں تم سے پہلے رخصت ہونے والا ہوں اور خدا کے سامنے تمہارے متعلق شہادت دینے والا ہوں واللہ میں حوض کوثر کو یہاں سے دیکھ رہا ہوں سلطنتوں کے خزانوں کی کنجیاں تفویض کردی گئی ہیں مجھے یہ اندیشہ نہیں کہ تم میرے بعد مشرک ہو جاؤ گے ڈر یہ ہے کہ دنیوی مفاد کی کشمکش میں نہ پڑ جاؤ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ماہ صفر ۱۱ھ ہی کی کسی رات کو ابو مویہبہؓ کو ساتھ لے کر جنت البقیع تشریف لے گئے اور اہل قبور کے لیے دعائے مغفرت فرمائی یہیں سے واپسی پر آپ نے سر میں درد محسوس کیا۔ ۲۹ صفر کو ایک جنازہ میں شرکت کے لیے تشریف لے گئے تو درد میں شدت آگئی آپ تمام اُمہات المومنین سے اجازت لے کر حضرت عائشہ کے حجرے میں مقیم ہو گئے۔ اور مرض شدید ہوتا چلا گیا۔ آپ نے ارشاد فرمایا کہ سات کنوؤں سے پانی لایا جائے اور اُس سے مجھے غسل دیا جائے۔ اس سے آپ کے مرض میں قدرے کمی ہو گئی۔ آپ مسجد نبوی تشریف لائے اور حمد باری تعالیٰ کے بعد شہدا احد کے لئے دعا فرمائی اور پھر فرمایا "خدا نے اپنے ایک بندے کو اختیار دیا کہ وہ چاہے تو دنیا و مافیہا کو قبول کرے اور چاہے تو وہ اس نعمت کو قبول کرے جو خدا کے پاس ہے تو اُس بندے نے وہی کچھ اختیار کیا جو خدا کی بارگاہ میں ہے۔ اس میں وصال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اتنا صریح اشارہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ زار و قطار رونے لگے۔ اور عرض کیا یا رسول اللہ ہم آپ پر اپنی جانیں اور اولاد قربان کرنے کو موجود ہیں آپؐ نے ارشاد فرمایا ابوبکرؓ تم اپنی جگہ پر بیٹھو۔

جب آپ میں مسجد پہنچنے کی سکت نہ رہی تو حضرت ابوبکر صدیقؓ کو امامت کے فرائض سرانجام دینے کا حکم فرمایا۔ صحابہ کرام کی پریشانیوں کا اندازہ ہوا تو آپ بڑی مشکل سے مسجد نبوی میں تشریف لائے اور آخری خطاب فرمایا۔

"لوگو! مجھے اطلاع ملی ہے کہ تم میری موت سے ڈرتے ہو۔ جتنے بھی انبیاء مبعوث ہو چکے ہیں کیا کوئی بھی ان میں سے ہمیشہ زندہ رہا۔ میں خدا سے ملنے والا ہوں۔ اور تم بھی خدا سے ملنے والے ہو میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین اوّلین کے ساتھ بھلائی کرو اور میں وصیت کرتا ہوں کہ مہاجرین ایک دوسرے کے ساتھ بھلائی کریں۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ انصار کے ساتھ بھلائی کرو۔ انہوں نے تم سے پہلے مدینہ کو اپنا وطن بنایا اور ایمان کو اپنے اوپر لازم کر لیا۔ کیا انہوں نے پھلوں میں اپنا شریک نہ بنایا؟ کیا اُنہوں نے تمہاری خاطر مکانوں میں وسعت نہ دی۔ کیا اُنہوں نے باوجود احتیاج کے تم کو اپنے اوپر ترجیح نہ دی؟ دیکھو اپنے آپ کو ان پر ترجیح نہ دو۔ سنو کہ میں پہلے جاتا ہوں اور تم بھی مجھ سے آملو گے

ن پر ملنے کا نہ چارہ ہے"۔
(خطبہ میں آپ نے حضرت ابوبکرؓ کو دوست قرار دے کر آپ کی تعریف کی اور مسجد
کی پر کھلنے والے تمام دروازے بند کروا دیئے گئے سوائے ابو بکر صدیق کے دروازے کے
ب نے یہ بھی فرمایا "تم سے پہلی قوموں نے اپنے پیغمبروں اور بزرگوں کی قبروں کو عبادت گاہ
لیا۔ دیکھو تم ایسا ہرگز نہ کرنا میں تمہیں منع کرتا ہوں" ۱۲ ربیع الاول ۱۱ھ کو آپؐ نے صبح کی نماز
وقت حجرہ مبارک سے باہر جھانکا اور جماعت کھڑی ہوئی دیکھ کر آپ مسکرائے اور اس کے تھوڑا
سے بعد آپ پر غشی کی کیفیت طاری ہوگئی اور آپ کی زبان مبارک ذکر الٰہی میں مصروف ہوگئی اسی
لت میں روح عالم قدس میں پہنچ گئی اِنَّ لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

امتحانی سوالات

(۱) میثاقِ مدینہ سے کیا مراد ہے۔ اس کی اہمیت پر روشنی ڈالیئے۔
(۲) غزوہ بدر کے اسباب واقعات اور نتائج بیان کیجیئے۔
(۳) غزوہ احد کے حالات لکھیئے۔ اس میں مسلمانوں کو نقصان کیوں اٹھانا پڑا۔
(۴) جنگ احزاب کفر کی فیصلہ کن شکست تھی" وضاحت کیجیئے۔
(۵) مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان تعلقات پر ایک تفصیلی مقالہ لکھیئے۔
(۶) "صلح حدیبیہ اسلام کی عظمت کا مظہر تھا" وضاحت کیجیئے۔
(۷) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکام و شیوخ عرب کے نام جو دعوتی خطوط لکھے ان کا خلاصہ لکھیئے نیز ان خطوط کا جو اثر ہوا وہ بھی تحریر کیجیئے۔
(۸) فتح مکہ کن حالات کا نتیجہ تھا اس واقعہ کو تاریخ اسلام میں جو اہمیت حاصل ہے۔ وہ بیان کیجئے۔
(۹) خطبہ حجتہ الوداع میں جو اسلامی اور اخلاقی تعلیمات تھیں ان کی وضاحت کیجیئے۔
(۱۰) ہجرت کے بعد پیغمبر اسلام کے خلاف اہل مکہ کی جارحانہ جنگوں کا حال اور ان کے اثرات بیان کیجیئے۔

(۱۱) مندرجہ ذیل غزوات کے اسباب اور واقعات بیان کیجیئے۔
(۱) تبوک (۲) حنین
(۱۲) مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھیئے۔
مواخات مدینہ، فتح خیبر، غزوہ بنی مصطلق، عام الوفود، میثاق مدینہ۔

Marfat.com

باب ۵

عہد رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم پر ایک نظر

۱۔ اسلامی تعلیمات

اسلام نے معاشرے میں جو انقلاب جس طرح سے برپا کیا اس کا ذکر اس سے پہلے گزر چکا ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تعلیماتِ اسلامیہ کا ایک خلاصہ آخر پر تتمہ کے طور پر دے دیا جائے تاکہ وہ واضح ہو جائیں جن پر اسلامی معاشرہ کی تعمیر ہوتی ہے اسلام کی تعلیمات میں عقائد اسلام اور ارکان اسلام شامل ہیں۔

عقائد اسلام:۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسلام کا جو اخلاقی سیاسی اور معاشی نظام قائم کیا۔ اس کی بنیاد چند خاص عقائد پر رکھی گئی تھی یہی عقائد اسلامی معاشرہ کی صالحیت کو برقرار رکھ سکتے اور اگر مسلمانوں کے دلوں میں یہ عقائد راسخ ہوں تو وہ اسلامی نظام حیات کے مطابق آسانی سے زندگی بسر کر سکتے ہیں عقائد اسلام مختصراً درج ذیل ہیں:۔

۱۔ اللہ پر ایمان:۔ اسلام کی پہلی بنیاد توحید ہے یعنی یہ کہ خدا موجود ہے وہ وحدہٗ لاشریک ہے کا کوئی ہمسر نہیں وہی تمام کائنات کا خالق و مالک ہے اس کی قدرت کاملہ ہر چیز پر حاوی ہے اس کی توفیق و اجازت کے بغیر کوئی واقع وقوع پذیر نہیں ہو سکتا وہ تمام حاجات کا پورا کرنے والا ہے لائق عبادت صرف وہی ہے اقتدار اعلیٰ کی حامل صرف اس کی ذات ہے۔

۲۔ رسالت پر ایمان:۔ اسلام کا دوسرا عقیدہ یہ ہے کہ انسانوں کی ہدایت کے لیے اللہ تعالیٰ نے مختلف زمانوں میں مختلف پیغمبر بھیجے وہ جو ہدایات لے کر آئے وہ اسلام ہی کی مختلف شکلیں تھیں اور اس کی مکمل صورت وہ ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے بھیجی گئی ہے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے بندے اور رسول ہیں وہ جو احکام دیتے ہیں خدا کی طرف سے دیتے ہیں۔ لہٰذا ان کا ہر فرمان واجب الاطاعت ہے۔

۳۔ یوم آخرت پر ایمان:۔ اسلام کا تیسرا عقیدہ یہ ہے کہ اس زندگی کے بعد ایک دوسری زندگی آئے گی۔ جس میں ہر فرد کو اپنے اس دنیا کے افعال کا حساب دینا ہوگا۔ جس نے ذرہ برابر بھی نیکی کی ہوگی وہ اسے وہاں پائے گا اور جس نے برائی کا ارتکاب کیا ہوگا وہ بھی اسے دیکھ لے گا۔ ہو جائے گی۔ وہاں تمام اچھے اور برے افعال کا بدلہ چکایا جائے گا۔

الہامی کتابوں پر ایمان:۔ جس طرح اسلام تمام پیغمبروں پر ایمان لانے کا حکم دیتا ہے

اسی طرح وہ مختلف پیغمبروں کے ذریعے نازل ہونے والی مختلف کتب کو ایک ہی "الکتاب" کے مختلف ایڈیشن قرار دیتا ہے اور اُن پر ایمان لانے کی ہدایت کرتا ہے البتہ قرآن پاک ہی کو غیر تحریف شدہ، مکمل اور واجب الاطاعت کتاب قرار دیتا ہے۔

۔ ملائکہ پر ایمان :۔ مسلمان ہونے کے لیے جن عقائد کی ضرورت ہوتی ہے ان میں ایک نورانی مخلوق فرشتوں کے وجود پر ایمان لانا بھی ضروری ہے یہ وہ مخلوق ہے جو اللہ تعالیٰ کی جبلّی طور پہ اطاعت کرتے ہیں۔ اور کارخانۂ قدرت کو اللہ تعالےٰ کے حکم سے چلا رہے ہیں۔

۶۔ تقدیر پر ایمان :۔ ایمانیات میں یہ بات بھی شامل ہے کہ اچھے بُرے واقعات اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہیں۔ آدمی پر جو دکھ سکھ آتا ہے۔ وہ اللہ تعالےٰ کی ہی طرف سے آتا ہے۔

ارکان اسلام :۔ ان عقائد کو ماننے کے بعد جن چیزوں کو مستقل طور پر قائم کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ انہیں ارکان اسلام کہتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے کہ اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

۱۔ کلمہ شہادت :۔ اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدًا عبدهٗ ورسولهٗ (میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے علاوہ کوئی الٰہ نہیں اور محمدؐ اس کے بندے رسول ہیں) گویا دین کا پہلا رکن توحید و رسالت کی گواہی دینا ہے۔

۲۔ نماز :۔ انسان کا خدا کے ساتھ تعلق مستقل طور پر قائم رکھنے کے لئے حکم دیا گیا کہ مسلمان دن میں پانچ مرتبہ اپنے آقا کے حضور کھڑا ہو کر عجز و نیاز کا اظہار کرے اس کو حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے مومن کی معراج بھی قرار دیا کیونکہ اس میں مومن اپنے رب کے ساتھ ہم کلام ہوتا ہے اور اس کو مومن و کافر کے درمیان وجہ امتیاز بھی قرار دیا ہے اس کے بارے میں یہ بھی فرمایا گیا کہ جو کوئی بالارادہ ایک نماز ترک کرے اس نے کفر کیا۔

۳۔ زکوٰۃ :۔ معاشرے میں تقسیم دولت درست رکھنے اور غربا کو احتیاج سے نجات دلانے کے لیے اسلامی نظام زندگی میں ایک بنیادی بات رکھی گئی ہے یعنی جو مال کسی مسلمان کے پاس سال بھر رکھا ہے اور وہ استعمال کی چیزوں میں شمار نہ ہوتا ہو اس میں سے ½ ۲ فیصد سالانہ اللہ تعالےٰ کی راہ میں خرچ کر دیا جائے اس کو زکوٰۃ کہا جاتا ہے اور شرعاً اس کو ادا کئے بغیر مال پاک نہیں ہوتا۔

۴۔ روزہ :۔ مسلمان کے ایمان کو راسخ اور پختہ کرنے کے لئے سال میں ایک ماہ روزہ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے اس کے لیے رمضان المبارک کا مہینہ مخصوص کیا گیا ہے روزے کو اگر اس کے تمام تقاضے پورے کرتے ہوئے رکھا جائے تو اس ایک مہینے میں انسان کو بہت سی غلط عادات و خیالات سے نجات

مل جاتی ہے، اور مومن کا تقویٰ قوی تر ہو جاتا ہے۔ وہ دنیا کی آلائشوں سے بچنے کی مشق کر لیتا

۵- حج :- صاحب حیثیت مسلمانوں پر بیت اللہ کا حج بھی فرض کیا گیا ہے۔ جو کم سے کم عمر میں ایک مرتبہ

چاہیے یہ مسلمانوں کا وہ بین الاقوامی اجتماع ہے جو ان کے درمیان اخوت و اتحاد کے جذبات پیدا کرتا

ہے اور انہیں اپنے گناہوں سے توبہ کر کے صالح زندگی بسر کرنے کی طرف رغبت دلاتا ہے۔ حج

دراصل حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنّت ہے۔

(ب) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر طائرانہ نگاہ بھی ڈالی جائے تو اندازہ ہو جاتا ہے کہ آپ کی زندگی کا ہر پہلو اپنی مثال آپ ہے آپؐ عام انسانوں کے درمیان رہے آپ نے عام آدمیوں سی خوراک کھائی شادیاں کیں۔ غرضیکہ بشریت کے تمام تقاضے آپ کی ذات سے پورے ہوئے لیکن جو بلند اخلاقی معیار آپ نے لوگوں کے سامنے قولاً و عملاً پیش فرمایا اس کی وجہ سے آپ کے قول و فعل کو معیار حق قرار دیا گیا آپ ہر لحاظ سے انسانِ کامل تھے اور آپؐ کی زندگی کا ہر پہلو انسان کی ہدایت کا موجب ہے ذیل میں چند پہلو نہایت ہی اختصار کے ساتھ سپردِ قلم کئے جا رہے ہیں۔

شخصیت :- چہرہ دل کا آئینہ ہوتا ہے" اہل نظر و بصیرت چہرے ہی سے دل کی گہرائیوں میں چھپے جذبات کا اندازہ لگا لیتے ہیں عبداللہ بن سلام جو ایک یہودی عالم تھے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو فوراً آپ پکار اٹھے۔

"یہ چہرہ ایک جھوٹے آدمی کا چہرہ نہیں ہو سکتا" ایک اجنبی عورت بھی جس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں کچھ معلوم نہ تھا۔ یہ کہنے پر مجبور ہو گئی "مطمئن رہو۔ میں نے اس شخص کا چہرہ دیکھا تھا جو چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن تھا۔ وہ کبھی تمہارے ساتھ بد معاملگی کرنے والا شخص نہیں ہو سکتا۔ اگر ایسا آدمی اونٹ کی قیمت ادا نہ کرے تو میں اپنے پاس سے ادا کر دوں گی" ابوہریرہ ایمان لائے تو آپ کا تاثر یہ تھا کہ حضور سے زیادہ خوب رو کسی کو نہیں دیکھا ایسا لگتا گویا آفتاب چمک رہا ہے" حضرت علیؓ کا بیان ہے" کہ دیکھنے والا پہلی نظر میں مرعوب ہو جاتا" ہند بن ابی ہالہ آپ کے چہرہ اطہر کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچتے ہیں "پیشانی کشادہ ابرو خمدار باریک اور گنجان، دونوں جدا جدا دونوں کے درمیان ایک رگ کا ابھار جو غصہ آنے پر نمایاں ہو جاتا" کعب بن مالک کہتے ہیں کہ پیشانی سے مسرت جھلکتی تھی حضرت انس نے آپ کی رنگت کا بیان اس طرح کیا" نہ چونے کی طرح سفید تھی نہ سانولا گندم گوں جس میں سفیدی غالب تھی حضرت علیؓ چہرہ اقدس کو سفید سرخی مائل قرار دیتے ہیں۔ ابو ہریرہ کہتے ہیں گویا کہ چاندی سے بدن ڈھلا ہوا تھا۔ آنکھیں سیاہ اور قدرتی سرمگیں پلکیں دراز، پتلیاں

Marfat.com

ریں نیچی، گوشۂ چشم سے دیکھنے کا حیادارانہ انداز دندانِ مبارک باریک آبدار، سامنے کے
نتوں میں خوشنما ریخیں، تکلم فرماتے تو دانتوں سے چمک سی نکلتی بھرپور اور گنجان بال گردن
اور لمبی جیسے مورتی کی خوبصورتی سے تراشی گئی ہو۔ بال قدرے خمدار درمیان سے نکلی ہوئی مانگ
ن گٹھا ہوا اعضا کے جوڑوں کی ہڈیاں بڑی اور مضبوط قد میانہ مائل بہ درازی، سینہ چوڑا، سینہ
ر پیٹ ہموار۔ کلائیاں دراز ہتھیلیاں فراخ انگلیاں موزوں حد تک دراز" ——— یہ ہے وہ
ویر جو عاشقانِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جنہیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت نصیب ہوئی
ب فرمائی ہے الغرض جو سلیم الفطرت آدمی محبوبِ خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا مفتوح ہو جاتا[1]

فقر و غنا: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ایک جماعت کے قائد ایک ریاست کے سربراہ اور اللہ
ا لے کے سب سے برگزیدہ بندے تھے ان عظیم الشان مناصب کا حامل ہونے کے باوجود آپؐ کی
ندگی نہ صرف تکلفات سے خالی تھی بلکہ آپؐ کی شانِ فقر کی آئینہ داری تھی، حضرت عائشہ صدیقہ
ضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ ایک ایک مہینہ برابر ہمارے چولھے میں آگ روشن نہ ہوتی اور صرف
ی اور کھجور پہ گزارا ہوتا، مدنی زندگی میں جہاں آپؐ کی حیثیت اسلامی ریاست کے سربراہ کی تھی۔
پ نے تین دن تک متواتر گیہوں کی روٹی کبھی نہیں کھائی فقر و درویشی کا عالم یہ تھا کہ جب آپؐ
نے انتقال فرمایا تو آپ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن تھی اور چراغ میں تیل ڈالنے کے لیے پڑوس
سے مانگنا پڑا تھا۔ آپؐ اپنا کام بالعموم خود ہی کر لیا کرتے تھے۔ یہاں تک کہ لباس کو پیوند بھی خود ہی
لگاتے اور اپنے جوتے کو مرمت بھی خود کر لیتے، آپؐ نے ساری عمر کا نچ مٹی تانبے اور لکڑی کے
رتنوں میں کھانا کھایا سونے چاندی کے برتنوں کو حرام قرار دیا۔ میز کرسی پر بیٹھ کر کھانے کو اپنی
شانِ فقر کے خلاف سمجھتے تھے۔

اِس فقر میں بھی ایک خاص شان و شوکت تھی، ہر چیز میں صفائی ملحوظ خاطر رکھتے لباس
نہایت پاکیزہ پہنتے، کھانے کے آداب کا خود بھی خیال رکھتے اور دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہمیشہ سیدھے
ہاتھ سے کھانا کھاتے، کھانا اپنے آگے سے لیتے کبھی برتن کے وسط میں ہاتھ نہ ڈالتے، ہر لقمہ لینے پر
بسم اللہ پڑھتے، مہمان کو کھانا کھلاتے تو اُسے بے تکلفی سے کھانے کے لیے ہدایت کرتے محفل میں بیٹھے
ہوئے کوئی چیز لی یا کھائی جاتی تو دائیں ہاتھ سے شروع فرماتے، بڑی عمر کے لوگوں کو ترجیح دیتے۔

امتیازی سلوک سے نفرت: صحابہ کرامؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے انتہا عقیدت
رکھتے تھے یہاں تک کہ آپ کے وضو کے پانی کو بھی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے لیکن اس عقیدت

[1] تفصیل کے لیے دیکھئے محسنِ انسانیت ص ۸۷ تا ص ۹۰

Marfat.com

کے باوجود آپؐ نے کبھی اپنے ساتھ امتیازی سلوک کی اجازت نہ دی۔ مہمات میں جب تقسیم ہوتی تھی تو آپؐ بھی اپنے ذمے کوئی نہ کوئی کام لیتے ایک مرتبہ مل کر کھانا پکانے کی سکیم بنائی گئی تو آپ نے لکڑیاں چننے کی ذمہ داری خود لے لی، صحابہؓ نے کہا کہ آپ تکلیف نہ فرمادیں یہ کام ہم ہی کرلیں گے تو آپ نے فرمایا "مجھے امتیاز پسند نہیں"، سفر کی حالت میں اپنے پیدل ساتھیوں سے کسی نہ کسی کو اپنے ساتھ سواری پر بٹھا لیتے، غزوہ احزاب میں خندق کھودنے کا مرحلہ درپیش آیا تو آپ نے خود بھی اپنے حصے کی خندق کھودی، یہاں تک کہ جو پتھر کسی اور سے نہیں ٹوٹتا وہ آپ ہی کی ضرب سے ریزہ ریزہ ہوا مسجد نبوی کی تعمیر کے وقت بھی آپ خود اینٹیں پکڑنے کا کام کرتے رہے آپؐ کے اسی طرزِ عمل کی وجہ سے لوگوں کے دلوں میں آپؐ کا حقیقی احترام جاتا تھا۔

صداقت وامانت۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بچپن ہی سے راست گو اور راست باز تھے آپ کے اسی شعار کی وجہ سے اہل مکہ اپنی امانتیں آپ کے پاس رکھا کرتے باوجود شدید مخالفت کے ہجرت تک لوگوں کا یہ طریقہ قائم رہا، چنانچہ جب آپؐ نے ہجرت فرمائی تو حضرت علیؓ کو اہل مکہ کی امانتیں واپس کرنے کے لیے مکہ ہی میں چھوڑ دیا آپؐ کے صدق وامانت داری کا اعتراف آپ کے بدترین مخالفین نے بھی کیا، خود ابوجہل نے ایک مرتبہ کہا تھا "محمدؐ! میں تجھے جھوٹا نہیں سمجھتا لیکن تیری تعلیم پر میرا دل ہی نہیں ٹھہرتا" جب آپؐ اپنی نبوت کا اعلان فرمایا اس وقت بھی لوگوں سے پہلے اپنی صداقت کا اعتراف کروایا اور لوگوں سے سوال کیا، اگر میں تمہیں کہوں کہ پہاڑی کی دوسری طرف سے ایک لشکر تم پر حملہ کرنے کے لیے آرہا ہے تو کیا تم مان لوگے؟ سب کا جواب یہ تھا، یقیناً کیونکہ ہم نے تمہیں کبھی جھوٹ بولتے نہیں پایا۔" لیکن اس اعتراف کے باوجود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دین حق کی تعلیمات پیش فرمائیں تو وہ مخالف ہو گئے۔ تاہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس بلند کردار کی وجہ سے تمام وہ لوگ جن کے اندر سلامتِ طبع موجود تھی آپ کی دعوت پر سوچنے کے لیے مجبور ہو گئے۔

میانہ روی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ہر معاملہ میں میانہ روی پسند تھی آپ نے ارشاد فرمایا تھا کہ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُھَا ، تمام امور میں میانہ روی بہتر ہے، آپ کی اپنی زندگی اسی حقیقت کی آئینہ دار ہے آپ کھل کھلا کر کبھی نہیں ہنستے تھے لیکن تبسم آپ کے ہونٹوں پر کھیلتا رہتا تھا آپ بلا ضرورت کلام نہیں فرماتے تھے اور یوں بھی نہیں ہوتا تھا کہ کسی جگہ آپؐ کے ارشاد کی ضرورت ہو اور آپؐ خاموش رہیں۔ آپ شاعرانہ کلام نہیں فرماتے تھے لیکن آپ کے کلام میں فصاحت و بلاغت بدرجہ اتم پائی جاتی تھی مسلمانوں کو راہ راست پر قائم رکھنا آپ کا مقصد زندگی تھا۔

وعظ کو پسند نہیں فرماتے تھے خطبہ صرف جمعہ کے دن ضرورت کے وقت دیتے اور صحابہؓ کو روزانہ قرآن
دینے سے منع فرماتے آپ سب سے بڑے عبادت گزار تھے لیکن جب ایک صحابیہؓ کے بارے میں
ہوا کہ وہ تمام رات عبادت کرتی ہیں تو آپ نے منع فرمایا، عبداللہ بنؓ عمرو بن العاص کے متعلق آپ کو
ہوا کہ روزانہ روزہ رکھتے ہیں اور ساری رات عبادت کرتے ہیں تو آپؐ نے فرمایا: "ایسا نہ کرو روزہ
رکھو اور کچھ وقت کے لیے چھوڑ بھی دو رات کو عبادت کے لیے جاگو بھی اور سونے کا وقت بھی نکالو
تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تیری آنکھ کا بھی تجھ پر حق ہے۔ اور تیری بیوی کا بھی تجھ پر حق ہے"

…حلم بڑے لوگ عام طور پر گستاخی برداشت نہیں کر سکتے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
…لم کے پتلے تھے ایک مرتبہ ایک یہودی جس سے قرض لے کر آپ نے کسی صحابیؓ کی ضرورت پوری کی
…عدہ سے تین پہلے ہی آنحضرت کے پاس آیا اور آتے ہی شانہ مبارک سے چادر اتاری جسم کے کپڑے
…ے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آباؤ اجداد کو برا بھلا کہنے لگا جب حضرت عمرؓ نے اس کو یہ
…ی کرتے دیکھا تو اسے جھڑکا، لیکن آنحضرتؐ نے منع فرمایا اور حضرت عمرؓ سے ارشاد فرمایا کہ اس
…ضہ ادا کر دیا جائے اور قرضہ ادا کرنے کے بعد اسے سمجھایا کہ تمہارا قرضہ ابھی تین دن بعد واجب الادا
…یک بدو ایک مرتبہ آپ کے پاس آیا اس نے آپؐ کے گلے میں پڑی ہوئی چادر کو اس زور سے جھٹکا دیا
…ور کے موٹے کنارے سے آپؐ کی گردن میں نشان پڑ گئے۔ آپ نے نہایت آرام سے پوچھا کہ تم کیا
چاہتے ہو؟ اس نے کہا "یہ مال جو تمہارے پاس ہے، نہ تیرا ہے نہ تیرے باپ کا۔ اس میں سے مجھے بھی کچھ دو" آپؐ
…نہایت اطمینان سے جواب دیا "بیشک مال خدا کا ہے اور میں اس کا بندہ ہوں" اور اس کے
…اس کو اس مال میں سے ایک اونٹ پر لاد کر کھجوریں اور جو دینے کا حکم دیا، ان واقعات سے معلوم ہوتا
…ے کہ آپؐ کس حد تک متحمل مزاج اور صابر تھے۔

…عفو ورحم حضرتؓ عائشہؓ کا بیان ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی بھی کسی ایسے شخص سے انتقام
…ہیں لیا جس نے آپ کو نقصان پہنچایا ہو، غزوہ احد میں کفار مکہ نے آپ کو سخت اذیت پہنچائی یہاں
…ک کہ آپ ایک غار میں گر پڑے اور آپ کے دانت مبارک شہید ہو گئے لیکن فتح مکہ کے موقع پر
…پ نے اس کا کوئی انتقام نہ لیا، ایک شخص ہبار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحبزادی حضرت
زینبؓ کے نیزہ مارا جس سے وہ اونٹ سے نیچے گر پڑیں اس وقت وہ حاملہ تھیں حمل ساقط ہو گیا اور
اسی صدمہ سے ان کی موت واقع ہو گئی لیکن جب اسی ہبار نے معافی کی درخواست کی تو آپ نے اسے بھی
معاف کر دیا۔ آپ میں رحم کا جذبہ اس حد تک تھا کہ مکہ کے لوگ جب مخالفتِ حق پر کمربستہ تھے اس وقت آپ
کو اطلاع ملی کہ مکہ قحط کا شکار ہے آپؐ نے اسی وقت کافی مقدار میں غلہ مکہ بھجوایا اور غرباء کے لیے نذر نقد
بھی روانہ فرمایا، صلح حدیبیہ کے موقع پر اسّی کفار حالت نماز میں آپ پر حملہ آور ہوئے لیکن سب گرفتار ہو گئے

Marfat.com

آپؐ نے ان کی معافی کی درخواست قبول کر لی۔ اور بغیر فدیہ لیے اُن کو رہا کر دیا۔

حُسنِ سلوک اور شفقت ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا رویہ نہایت مشفقانہ تھا آپ کے خدام آپ کے حسنِ سلوک کی وجہ سے اس حد تک آپ کے گرویدہ تھے کہ اپنے والدین کے پاس رہنے کی نسبت آپ کی خدمت میں لینا پسند کرتے تھے۔ زید بن حارثؓ آپ کے ۔۔۔ تھے اُن کے ورثاء آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور زید کو آزاد کرنے کی درخواست کی۔ آپؐ نے زیدؓ کو آزاد فرما دیا لیکن انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو چھوڑ کر اپنے والدین کے پاس جانے سے انکار کر دیا۔ اور آخر وقت تک حاضر خدمت رہے۔ انس بن مالکؓ نے دس سال تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی اس پورے عرصے میں آپ نے اُنہیں کبھی اُف تک نہ کہا۔ حضرت انسؓ ہی سے مروی ہے۔ کہ آپ بچوں کے پاس سے گزرتے تو خود سلام کہتے اُن کے سر پر ہاتھ پھیرتے اور انہیں گود میں اُٹھا لیتے۔ ضعیفوں سے بھی لطف و عنایت سے پیش آتے۔ حضرت ابوبکرؓ کے والد قبول اسلام کے لیے حاضر خدمت ہوئے آپ نے فرمایا کہ بزرگوں کو کیوں تکلیف دی میں خود گھر چلا جاتا۔

عدل ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحم اور عدل کے درمیان توازن برقرار رکھتے تھے۔ وہ حدود اللہ کے سلسلے میں نرمی کے قائل نہ تھے جب مکہ کے بااثر قبیلہ بنو مخزوم سے متعلق فاطمہ بنت الاسود چوری کے الزام میں پکڑی گئی اور جرم ثابت ہو گیا تو قریش نے اسے اپنی عزت کا مسئلہ بنا کر اسے سزا سے بچانے کی کوشش کی تو آپ نے اسامہ بن زیدؓ کو جو سفارشی بن کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے تھے مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "تم حدودِ الٰہی میں سفارش کرتے ہو، سنو اگر فاطمہؓ بنت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی ایسا کرتی تو میں حد جاری کرتا" چنانچہ آپ نے اس عورت پر حد جاری فرما دی اور اس کا ہاتھ کاٹ دیا گیا عدل کے معاملے میں آپ کا رویہ اس حد تک بے لاگ تھا کہ ایک مسلمان (جو دراصل منافق تھا) اور ایک یہودی کے درمیان ایک تنازعہ آپ کے سامنے لایا گیا اور آپؐ نے یہودی کو حق پر پا کر فیصلہ اس کے حق میں دیا۔

سخاوت ۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سخاوت کا وصف بھی بدرجہ کمال موجود تھا۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ اگر مجھے کوہ احد کے برابر سونا بھی مل جائے تو میں اسے راہ خدا میں تقسیم کر دوں آپؐ کے پاس جتنا مال غنیمت جمع ہوتا آپؐ فوراً اسے تقسیم کروا دیتے ایک مرتبہ گھر میں چند درہم بچے رہ گئے تھے جو آپؐ سوتے ہوئے یاد آئے آپ فوراً اُٹھے اور ان کو تقسیم کر کے پھر سوئے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ کسی سائل نے سوال کیا ہو اور آپؐ نے استطاعت کے باوجود اس کا سوال پورا نہ کیا ہو۔ آپؐ نے ذاتی ضرورت کے لیے کبھی قرض نہیں لیا لیکن جب کوئی حاجت مند آجاتا تو اس کی ضرورت پوری کرنے کے لیے اپنی زرہ تک گروی رکھ دیتے۔

Marfat.com

ذہانت آپؐ کی صفات عالیہ کا بیان ادھورا رہ جائے گا اگر آپ کی غیر معمولی صلاحیتوں کا ذکر نہ کیا جائے۔ آپ دنیا بھر میں سے سب سے زیادہ باصلاحیت تھے، آپ کی عقل مندی کے دوست، دشمن سبھی معترف تھے۔ جب آپ کی عمر پینتیس سال تھی حجرِ اسود کو اس کی اصلی جگہ پر نصب کرنے کے بارے میں جو اختلاف پیدا ہو گیا تھا۔ اس میں جس عقل مندی سے آپؐ نے قبائل مکہ کو باہمی قتل و غارت سے بچایا وہ اپنی مثال آپ ہے، مدینہ جاتے ہی یہودیوں کے ساتھ میثاق مدینہ پر دستخط کر کے آپ نے اعلیٰ درجے کی سیاسی بصیرت کا ثبوت دیا۔ صلح حدیبیہ کا مسودہ جو مسلمانوں کے لیے کامرانی کا پیش خیمہ ثابت ہوا اس کی ایک اور مثال ہے۔

شجاعت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی مجاہد فورس کے سربراہ بھی خود ہی تھے اس حیثیت سے آپ صحابہ کرام کو مردانہ ورزشوں کا شوق دلایا کرتے نشانہ بازی کی ترغیب دیتے، گھوڑ دوڑ کے مقابلے کرواتے عرب کا مشہور پہلوان رکانہ یہ کہتا تھا کہ میں تو اسلام صرف اسی صورت میں قبول کروں گا جب محمدؐ مجھے پچھاڑ دے آنحضرتؐ نے اُسے تین مرتبہ مسلسل پچھاڑ دیا، میدان جنگ میں ساتھیوں کو ثابت قدم رہنے پر آمادہ کرتے، خود آپ کی شجاعت کا یہ عالم تھا کہ غزوۂ احد میں آخر وقت تک میدان میں جمے رہے، غزوہ حنین میں آپ پکار پکار کر کہتے رہے، میں خدا کا بندہ اور رسول ہوں اور کسی قیمت پر اپنی جگہ سے ہٹنے کے لیے تیار نہ ہوئے یہاں تک کہ صحابہ کرامؓ نے پلٹ کر میدان کا رنگ بدل ڈالا، بالعموم اخلاق کے پرچارک مرد میدان نہیں ہوا کرتے لیکن آنحضرتؐ کے کردار کا یہ پہلو بھی اتمام انسانوں سے ممتاز تھے۔

خوش مزاجی و مزاح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے ایسا مزاج دیا تھا کہ جو ان کے قریب آتا تھا پھر دور نہ ہٹ سکتا تھا، حضرت انسؓ بن مالک دس برس تک آپ کے خادم رہے ان کا بیان ہے کہ اس طویل عرصہ میں آپؐ نے مجھے کبھی اُف تک نہ کہی گھر والوں کے ساتھ آپ کی شفقت و محبت بھی مثالی تھی اور گھر میں بے تکلفی کی فضا ہوتی تھی مثلاً حضرت عائشہؓ بتاتی ہیں۔ ایک مرتبہ میں نے ایک کھانا۔ جو قیمہ اور آٹے کو ملا کر پکایا جاتا ہے، لہذا حضرت سودہؓ کے چہرے پر مل دیا، آپ اس سے بہت لطف اندوز ہوئے اور حضرت سودہؓ سے کہا کہ تم اس کے منہ پر ملو تاکہ حساب برابر ہو جائے" چنانچہ سودہؓ نے ایسا ہی کیا اور آپؐ خوب ہنسے آپؐ از راہ محبت صحابہؓ سے بھی مذاق کر لیتے لیکن مذاق میں خلاف حق بات کبھی نہ فرمائی ایک مرتبہ کسی سائل نے ایک اونٹ کا سوال کیا آپؐ نے فرمایا ہم تمہیں اونٹنی کا بچہ دیں گے۔ سائل نے عرض کی "میں اسے لے کر کیا کروں گا، آپؐ نے مسکرا کر فرمایا۔ "ہر اونٹ اونٹنی کا بچہ ہی تو ہوتا ہے۔ اس پر اس نے بھی مزاح سے لطف لیا ایک بڑھیا نے ایک مرتبہ آپؐ سے جنت کی دعا کے لیے عرض کی آپؐ

Marfat.com

نے فرمایا: جنت میں کوئی بوڑھی عورت نہیں جائے گی وہ بڑھیا رونے لگی آپؐ نے اُسے سمجھایا کہ جنت میں جانے سے پہلے سب کو جوان کر دیا جائے گا اور وہ خوش ہوگئی اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تقویٰ کا جو مفہوم آج کے زاہد خشک نے پیش کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے بہت مختلف معیار قائم فرمایا تھا۔

داعیٔ انقلاب: محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم دنیا کی سب سے بڑی انقلابی شخصیت ہیں۔ انہوں نے جب لا الٰہ الا اللہ کا نعرہ بلند کیا تو اس کے معنی یہ تھے کہ خدا کے علاوہ تمام الٰہ باطل قرار پائے۔ انسان کا اپنا نفس اور اس کی خواہشیں خاندان اور برادری کی رسمیں نسلی، قومی اور قبائلی وحدتوں کی روایات، جاگیردار اور بیوپاری طبقوں کی بالادستی شاہی خاندانوں اور درباری اُمراء کی کبر پسندی یہ مختلف الوہیتیں تھیں جن کے نیچے عام آدمی پس رہا تھا۔[1] اور لا الٰہ الا اللہ کی ضرب ان سب پر کاری پڑتی تھی، اسی وجہ سے وہ تمام طبقے جو کسی اور الٰہ کے پجاری تھے اس دعوت کے سامنے آتے ہی چڑ گئے اور مخالفت پر آمادہ ہوگئے۔ خود نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی دعوت انقلاب کی وضاحت ان الفاظ میں فرمائی "بس وہ ایک کلمہ ہے اسے اگر مجھ سے قبول کر لو تو اس کے ذریعے سارے عرب کو زیرنگین کر لو گے اور سارا عجم تمہارے پیچھے چلے گا۔"[2] عرب و عجم پر اقتدار کی اس پیش گوئی کا خود کفار نے نوٹس لیا تھا اور بنو عامر کے سردار بحیرہ بن فراس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سودا کرنا چاہا کہ جب انقلابی دعوت کامیاب ہو جائے تو اقتدار میں اس کے خاندان کا بھی حصہ رکھا جائے، لیکن نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سیاسی طالع آزما کی بات ماننے سے انکار کر دیا۔ یہ انقلاب کس حد تک عوام کے مفاد کے مطابق تھا۔ اس کا اندازہ اس سے ہو سکتا ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عین مکی دور کے وسط میں جب تحریک اسلامی کے کارکن ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے ارشاد فرمایا کہ وقت آنے والا ہے جب صنعا سے حضر موت تک زیورات سے لدی ہوئی ایک عورت تنہا سفر کرے گی اور اس کی طرف کوئی میلی آنکھ سے بھی نہیں دیکھے گا۔ یہ پیش گوئی اس عرب میں کی جا رہی تھی جہاں ڈاکہ زنی کو شجاعت کا مظاہرہ قرار دیا جاتا ہے چنانچہ آپ کی دعوت کی کامیابی کا نتیجہ یہ نکلا کہ وسیع و عریض اسلامی سلطنت میں کوئی آدمی بھوکا نہیں سوتا تھا۔

عہدِ نبوی میں اصلاحِ معاشرہ

سماجی مصلحین میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام بلند ترین ہے۔ جس معاشرے کی اصلاح پر آپ کو متعین فرمایا گیا تھا۔ وہ سب سے زیادہ بگڑا ہوا معاشرہ تھا اور جس عہد میں آپ کو بھیجا گیا وہ تاریخ کا تاریک ترین عہد تھا۔ آپؐ کی انقلابی تحریک نے عرب کے معاشرے کو نہیں دنیا بھر کو متاثر کیا۔ آپؐ کی دعوت سے جو انقلابی تبدیلیاں ہوئیں اُن کا ہلکا سا خاکہ درج ذیل ہے۔

۱۔ **بت پرستی کا خاتمہ:**۔ سرزمین عرب میں بسنے والوں کی اکثریت بت پرست تھی۔ آپ

---

[1] محسن انسانیت (نعیم صدیقی)   [2] سیرت ابن ہشام

Marfat.com

نے بت پرستی پر اتنی کاری ضرب لگائی کہ صدیوں سے پوجے جانے والے بت ٹوٹ گئے اور جزیرۃ العرب میں کوئی ایک بھی ایسا شخص نہ رہا جس نے دل میں بھی بت چھپا رکھے ہوں۔ لات و منات، ہبل، عزیٰ، دوار سبھی پاش پاش ہوئے اور مشرکین نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ وہ کسی کا کچھ بگاڑ نہ سکے۔

محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت نے بت پرستی کا خاتمہ صرف عرب سے ہی نہیں کیا بلکہ شام، مصر، شمالی افریقہ، اندلس، عراق، ایران، ترکستان، افغانستان، بلوچستان و سندھ سے بھی بتوں کو ذلیل و رسوا ہو کر نکلنا پڑا۔ اب دنیا بھر میں صرف ہندو قوم ایسی ہے۔ جو مورتیوں کی پوجا کرتی ہے۔ ورنہ باقی تمام قابلِ ذکر قومیں اس مسلک کو ترک کر چکی ہیں، اور خود ہندوؤں میں بھی ایسے افراد کی کمی نہیں جو بت پرستی پر تنقید کرتے ہیں۔ سکھ مذہب کا الگ وجود اسی بنا پر قائم ہوا کہ بابا گورو نانک نے بت پرستی کی بجائے مسلک توحید اختیار کر لیا تھا۔

۲۔ معاشرتی انقلاب: ۔ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے انسان کو انسان کی غلامی سے نجات دلائی آپ نے غلاموں کے حقوق مقرر فرمائے تاکہ جب تک غلامی برقرار ہے اُس کی بُرائیاں ختم کر دی جائیں۔ چنانچہ حکم ہوا کہ جو خود کھاؤ وہی غلاموں کو کھلاؤ جو خود پہنو وہی غلاموں کو پہناؤ۔ اور اُن سے حسنِ سلوک سے پیش آؤ۔ غلامی کے خاتمے کے لئے یہ تدابیر اختیار کی گئیں کہ بہت سے گناہوں کے کفارے کے طور پر غلام کو آزاد کرنا لازم قرار دیا گیا۔ غلاموں کی آزادی کو نیکی قرار دیا گیا۔ اور مالِ زکوٰۃ و صدقات کی مدّاتِ خرچ میں غلاموں کو آزاد کرنا مستقل طور پر شامل کر دیا گیا۔ عورت کی مظلومیت کے دن بھی ختم ہوئے عورتوں کو زندہ دفن کرنے کی مذموم رسم ختم ہوئی۔ لاتعداد شادیوں کو ممنوع قرار دیا گیا۔ اور عورت کے معاشرتی حقوق متعین کئے گئے۔ کالے گورے کا امتیاز جو امریکہ جیسے مہذب اور ترقی یافتہ ملک میں اب تک ختم نہیں ہو سکا، یکسر ختم کر ڈالا گیا۔ دُنیا کی بڑی بڑی سلطنتیں روم اور ایران میں بھی عورت مظلوم تھی اسلام کے زیر اثر وہاں بھی اسے حقوق ملے اور اسلام نے عورت کو ایک قابلِ احترام اور محفوظ مقام دلوایا۔ روم و ایران میں بادشاہ، اُمرا اور مذہبی سرپرست عوام پر ظلم ڈھاتے رہتے تھے۔ مسلمانوں نے جب ان حکومتوں کے ساتھ ٹکر لی تو اُن کے سامنے واضح کر دیا کہ ہمارے یہاں انسان اور انسان کے درمیان آقا و غلام کا اس طرح کا

۔ تفصیل کے لیے دیکھئے محسنِ انسانیت صـ۸۷ تا صـ۹۰

Marfat.com

تعلق قائم نہیں ہو سکتا جو آپ کے ہاں ہے (تفصیلات خلافت راشدہ میں اسلامی سفارتوں کے واقعات میں مذکور ہیں)

۳- **اخلاقی انقلاب**: اسلام سے پہلے عرب میں اخلاقی حالات کسی کی نظر سے اوجھل نہیں اور اسلام نے جو بلند معاشرہ پیدا کیا اُس کے تقابل کرنے سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کتنا بڑا اخلاقی انقلاب برپا کیا چوری ڈاکہ جو بہادری کا نشان تھے قابل تعزیر جرم قرار پائے اور ان کے لیے سخت ترین سزائیں مقرر ہوئیں۔ شراب اُم الخبائث قرار پائی اور اس کے لیے ۸۰ کوڑے سزا مقرر کی گئی۔ زنا کی سزا رجم۔ (یعنی پتھر مار مار کر مار دینا) اور ۱۰۰ کوڑے مقرر کی گئی۔ القصہ وہ عرب جو اپنے باپ کی بیویوں کے خود مالک بن جاتے تھے اور اپنی بیویوں کو جوئے میں ہار دیتے تھے۔ ایک عورت کی عفت و عصمت کی حفاظت کے لیے سندھ پر حملہ کرنے پر آمادہ ہو گئے۔

۴- **امن و امان کا قیام**: سرزمین عرب میں کسی شخص کے لیے جان کا خطرہ مول لیے بغیر سفر کرنا ناممکن تھا۔ صرف قریش کے قافلے مذہبی تقدس کی وجہ سے محفوظ رہتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر قیادت اسلامی حکومت نے پورے ملک میں امن و امان قائم کیا، اور قانون کا احترام لوگوں کے دلوں کے اندر پیدا کیا بدوی قبائل سے جرائم کی عادت چھڑانا معجزے سے کسی طرح کم نہیں ہے۔

۵- **ملت نو کی تعمیر**: سرزمین عرب کے لوگ بہت باصلاحیت تھے لیکن ان کا شیرازہ بکھرا ہوا تھا۔ قبائلی نظام نے ان کے کئی ٹکڑے کر رکھے تھے محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے سب لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی دعوت دی اور "اسلام" کے جھنڈے تلے لا جمع کیا اب ان کا انتشار اور طوائف الملوکی ختم ہو چکی تھی۔ اور ملت بیضہ وجود میں آ چکی تھی اس نئی ملت میں یمنی اور مضری کے درمیان، شہری اور بدوی کے درمیان سرخ اور سیاہ کے درمیان اور عربی اور عجمی کے درمیان امتیاز مٹا دیا گیا تھا۔ اور یہ ایک ایسی منظم قوت بن چکی تھی کہ اس سے ٹکرا کر روم و ایران کی عظیم سلطنتیں پاش پاش ہو گئیں اور ان کے کھنڈرات پر اسلام کی عظیم حکومت تعمیر کی گئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ملت کا ایک نیا مفہوم دنیا کے سامنے پیش کیا جو رنگ و نسل کے محدود تصورات سے بہت بلند اور انسانیت کے لیے موجب خیر و برکت تھا۔ بیسویں صدی کے قوم پرستی کے مارے ہوئے انسان کو جس نے قومی سربلندی کے خواب دیکھتے ہوئے پوری انسانیت کو تباہی کے گڑھے کے کنارے لا کھڑا کیا ہے آج پھر اس تصور ملت کی ضرورت ہے۔

Marfat.com

عہد نبوی کا انتظام سلطنت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب میں اسلامی نظام حکومت عملاً نافذ فرمایا اسلامی ریاست قائم تو ہجرت مدینہ کے فوراً بعد ہی ہو گئی تھی، جوں جوں اس کا علاقہ وسیع ہوتا گیا اور اس کے مسائل بڑھتے گئے آپ وحی الہٰی کی روشنی میں نظام حکومت کی تفصیلات طے کرتے گئے جب وصال نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ مملکت اسلامیہ حدودِ عرب سے باہر پھیلنے لگی تو خلفائے راشدین رض نے آپ کے دیئے ہوئے خطوط پر حکومت کا تفصیلی ڈھانچہ مرتب کیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اسلامی حکومت کے نظام کے اہم خدوخال حسب ذیل تھے،

(۱) تحریری دستور:۔ عہد نبوی میں اسلامی حکومت کا ایک باقاعدہ دستور موجود تھا۔ غالباً تاریخ عالم میں سب سے پہلا تحریری دستور "میثاق مدینہ" ہی ہے، اس میں اسلامی حکومت میں شامل ہونے والے مختلف قبائل کے حقوق و فرائض متعین کیے گئے تھے، یہودی اور دوسری غیر مسلم رعایا کے اسلامی حکومت کے سربراہ کے ساتھ تعلقات کے بارے میں ضابطے بنائے گئے تھے۔ اور قیام امن کے متعلق قانون وضع کیا گیا تھا۔ یہ پہلا دستور ہے جس میں عوام کے حقوق و فرائض کا تعین کیا گیا تھا۔

۲۔ حاکمیت الہٰی:۔ اسلامی حکومت میں حاکم (SOVEREIGN) کا درجہ خدا کو دیا جاتا ہے۔ قرآن پاک میں بھی اس بات کو واضح کر دیا گیا ہے، ارشاد باری تعالےٰ ہے اَلَا لَہُ الخَلقُ وَالاَمر۔ لوگو مخلوق اللہ تعالےٰ کی ہے اس لیے حکم بھی اسی کا چلے گا۔ حاکمیت کا امتیاز یہ ہے کہ حاکم مطلق کے حکم کی خلاف ورزی ناممکن ہے چنانچہ علم سیاسیات کے ماہرین حاکم مطلق کی صفات میں سے ایک صفت یہ بیان کرتے ہیں کہ اس کے حکم پر کوئی اور غالب نہیں آسکتا (WHOSE WILL CAN NOT TO BE OVERRIDDEN) قرآن پاک میں یہ صفت اللہ تعالیٰ کی بتائی گئی ہے فعالٌ لما یُرید وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے) کا یہی مفہوم ہے، چنانچہ صحابہ کرام رض آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے احکام کے متعلق پوچھ لیا کرتے تھے کہ یہ آپ کا حکم ہے یا حکم خداوندی ہے۔

۳۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت: اسلامی ریاست میں رسول اللہ علیہ وسلم کی یہ حیثیت تسلیم شدہ تھی کہ آپ کے ہر حکم کو واجب الاطاعت سمجھا جائے اور اس اطاعت کے لئے حاکم مطلق کی طرف سے سند موجود تھی، سورۂ نساء میں اللہ تعالےٰ نے واضح فرمادیا تھا کہ خدا کی قسم یہ لوگ اس وقت تک ہرگز مومن نہیں ہو سکتے جب تک اپنے باہمی تنازعات میں رسول اللہ کو فیصلہ کن حیثیت نہ دیں، اور اس کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم نہ کریں بلکہ اس کے فیصلے کے خلاف،

دل میں بھی کوئی ملال (حرج) محسوس نہ کریں" صحابہ کرام رض کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی حکم کی کبھی مخالفت کر سکتے ہیں اور غیر مسلم رعایا سے یہ بات میثاقِ مدینہ کی رو سے منوائی گئی تھی، بعد کی فتوحات میں غیر مسلم جب ذمی قرار پا گئے تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کا وعدہ کرتے تھے۔

۴۔ شوریٰ: حاکیت الٰہی اور رسالت مآب کے واجب الاطاعت ہونے کے باوجود اسلامی نظام حکومت آمرانہ نہ تھا۔ بلکہ صحابہ کرام رض کے مشورے سے تمام امور طے ہوتے تھے، قرآن پاک میں واضح فرما دیا گیا تھا کہ مومنین کے معاملات باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں (وامرہم شوریٰ بینہم) خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے ارشاد باری تعالیٰ تھا کہ" ان سے حکومت کے بارے میں مشورے لیا کرو"۔ (شاورہم فی الامر) چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ تھا کہ تمام اہم مسائل پر صحابہ رض سے مشورہ لیا جاتا تھا۔ مسجد نبوی گویا پارلیمنٹ کا اجلاس منعقد کرنے کی جگہ تھی۔ اس مشورے میں مومنین کے علاوہ منافقین بھی شامل ہوتے تھے صحابہ کرام کے مشورے اکثر و بیشتر قبول کر لیے گئے صرف خدا تعالیٰ کے حکم ہی کی بنا پر یہ مشورے مسترد ہوتے تھے اور ایسی صورت میں خود مومنین بھی اصرار نہیں کرتے تھے کیونکہ اللہ تعالےٰ کی حاکیت مسلم تھی صلح حدیبیہ اس کی واضح مثال ہے۔

۵۔ قانون سازی: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں بالعموم قوانین اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل ہوتے تھے بعض امور میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی قوانین وضع فرمائے لیکن صحابہ کرام رض کو اس سلسلے میں جو ہدایات دی گئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں قرآن و سنت سے ہدایت نہ ملتی ہو وہاں قیاس و اجتہاد سے قانون وضع کیا جا سکتا ہے، حضرت معاذ بن جبل رض کو جب ایک علاقہ کا عامل مقرر کیا گیا تو آپ کو یہی ہدایت کی گئی تھی۔

۶۔ سیکرٹریٹ: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کوئی باقاعدہ سیکرٹریٹ نہ تھا، تاہم اہم فرائض کو تقسیم کار کے طریقے پر ہی سرانجام دیا جاتا تھا کتابت وحی کے لیے زید بن ثابت رض اور حضرت عثمان رض اور آخری دور میں امیر معاویہ رض کو مقرر کیا گیا تھا۔ دوسری حکومتوں کے ساتھ خط و کتابت زید بن ثابت رض کرتے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر مبارک حضرت حنظلہ رض کے پاس ہوتی تھی۔ جو خط کی تکمیل کے بعد ثبت کی جاتی تھی۔ معاشی امور کا حساب کتاب مغیرہ بن شعبہ رض کے ذمے تھا۔ عہد نامے بالعموم حضرت علی رض لکھتے تھے حضرت کعب رض مال غنیمت کے حساب پر مامور تھے، زکوٰۃ، صدقات کا حساب زبیر بن العوام رض رکھتے اس طرح سے دربار رسالت سے مختلف ذمہ داریاں مختلف صحابہ کرام کے سپرد کی گئی تھیں جن کو وہ اپنی سعادت سمجھ کر انجام دیتے تھے۔

Marfat.com

۷۔ **مذہبی نظام**:۔ رسول مقبولؐ نے جو اسلامی حکومت قائم کی تھی۔ اس میں یہودی و نصرانی بھی آباد تھے جو یمن اور شام کے علاقوں میں رہائش پذیر تھے۔ بحرین کی آبادی کا ایک حصہ مجوسی مذہب سے تعلق رکھتا تھا۔ اسلام حکمران قوت تھا لیکن دیگر مذاہب کو کامل آزادی تھی ان کی عبادت گاہیں نہ صرف حکومت کے ہاتھوں محفوظ تھیں۔ بلکہ حکومت خود ان کی محافظ تھی، غیر مسلموں سے ان کی حفاظت کے عوض ایک معمولی سا ٹیکس جزیہ لیا جاتا تھا انہیں اپنے عقائد کے اظہار کی کامل آزادی تھی۔ ان کے معاشرتی معاملات ان کے نجی قانون کے تحت ہی طے ہوتے تھے۔

۸۔ **عدلیہ**:۔ عدلیہ کے سربراہ آپؐ خود ہی تھے آپ کی عدالت آخری عدالت تھی لیکن متعدد صحابہؓ کو مدینہ میں قضاء کے منصب پہ فائز کیا گیا تھا مدینہ سے باہر دور دراز کے علاقوں میں بھی قاضی متعین کئے جاتے تھے بالعموم قاضی کی تقرری کے لیے صاحب علم اور فقیہ صحابہ کا تقرر ہوتا تھا۔ اور انھیں مقدمات کے فیصلے کے لیے باقاعدہ ہدایات ملتی تھیں۔ غیر مسلموں کو اپنے نجی قانون کے تحت مقدمات طے کروانے کا اختیار تھا۔

۹۔ **شعبہ احتساب**: تجارت کی نگرانی اور اخلاقی مفاسد کے خاتمے کیلئے باقاعدہ شعبہ احتساب کا اہتمام تو بعد کے ادوار میں ہوا۔ لیکن نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس مسئلہ کو ذاتی دلچسپی سے حل فرماتے تھے۔ جہاں کہیں اخلاقی برائیوں کی اطلاع ملتی بہ نفس نفیس تشریف لے جاتے، سٹہ بازی، قمار بازی اور جوئے کی دوسری اقسام سے منع فرماتے، تاجروں کو ایمانداری کی تلقین کرتے اور تاجروں کی بے راہ روی کا انسداد فرماتے۔ اس مقصد کے لیے خود مارکیٹ جاتے اور تاجروں کے طرز عمل کا جائزہ لے کر انہیں مناسب ہدایات دیتے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے گندم کے ایک ڈھیر میں ہاتھ ڈال کر دیکھا تو اندر نمی محسوس کی۔ آپؐ نے دکاندار کو حکم دیا کہ اس کے اندر کا نقص نمایاں کرو تاکہ کوئی شخص دھوکا نہ کھا جائے۔

۱۰۔ **عہد نبوی کا تعلیمی نظام**: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تعلیم و تعلّم پر بہت زور دیا۔ آپ نے خود کو بھی "معلم" قرار دیا۔ اور اس وجہ سے حصول علم کا ذوق بہت ترقی کر گیا تھا۔ صحابہؓ کی ایک تعداد مستقل طور پر مسجد نبوی میں مقیم رہتی تھی۔ جن کی کفالت اجتماعی طور پہ کی جاتی تھی۔ ان کو اصحاب صفہ کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ ان کے علاوہ مدینہ کے باشندگان میں سے بہت سے لوگ مسجد نبوی میں ان حضرات سے یا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے علم حاصل کرتے تھے۔ دور دراز کے لوگ مدینہ آکر شمع علم سے منور ہوتے تھے۔ بعض اوقات صحابہؓ کے اندر سے معلّمین مقرر کر کے قبائل عرب میں بھیجے جاتے تھے۔ اور وہ وہاں کی مساجد میں تعلیم و تعلّم کے فرائض سرانجام دیتے تھے۔ آپؐ نے درس و تدریس کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ فتح بدر کے بعد جو کفار جنگی قیدی بنائے گئے تھے۔ ان میں سے بعض کو صرف اس معاوضے پہ رہا کر دیا گیا کہ وہ مسلمانوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دیں۔

Marfat.com

مردانہ فنون کی تعلیم اس کے علاوہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فنون سپہ گری تیراکی اور نشانہ بازی کی تعلیم کا بھی اہتمام کرتے تھے اور ان فنون کے مقابلے بھی کروائے جاتے تھے خواتین کو بھی تعلیم دی جاتی تھی۔ ہفتے میں ایک دن اس مقصد کے لیے مقرر تھا۔ امہات مومنین بالخصوص حضرت عائشہ کی خدمات اس سلسلے میں گرانقدر ہیں۔

۱۱۔ معاشی نظام: آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو معاشی نظام قائم فرمایا اس میں نہ تو امیر اور غریب کے درمیان بعد تھا۔ اور نہ ہی معاشی مساوات کا غیر فطری نظام تمام لوگوں کی بنیادی ضروریات پوری ہوتی تھیں لیکن وہ تمام ذرائع بند کر دیئے گئے تھے۔ جن سے دولت چند ہاتھوں میں جمع ہوتی ہے۔ مثلاً سود ممنوع تھا۔ شراب کی کشید اور فروخت پر پابندی تھی۔ جوا اور شرط کی وہ تمام صورتیں جن میں راتوں رات امیر ہونے کے مواقع پائے جاتے ہیں۔ حرام قرار دے دی گئیں اس اسلامی حکومت کی اخلاقی تعلیمات اتنی بلند تھیں کہ مومن ایک دوسرے کی ضرورت کا احساس رکھتے تھے۔ جو رقم بیت المال میں جمع ہوتی وہ بھی حاجت مندوں میں تقسیم کر دی جاتی۔ ذرائع آمدن حسب ذیل تھے

(۱) خمس مال غنیمت کا پانچواں حصہ جو شرعاً رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اہل بیت اور ناداروں یتیموں اور غریبوں کا حق تھا۔

۲۔ **زکوٰۃ:**۔ صاحب نصاب مسلمانوں سے نقد روپیہ مویشیوں اور مال تجارت پر ۲½٪ سالانہ زکوٰۃ وصول کی جاتی تھی۔ جو مساکین، ناداروں، مسافروں، قیدیوں اور غلاموں پر خرچ کی جاتی تھی۔

۳۔ **عشر:** زمین کی پیداوار پر عشر وصول کیا جاتا تھا۔ بارانی زمینوں پر اس کی شرح ۱۰٪ اور چاہی زمین پر ۵٪ ہوتی تھی۔

۴۔ **خراج:**۔ مفتوحہ علاقے بعض اوقات خراج ادا کرنے کے وعدہ پر صلح کرتے تھے۔ معاہدہ کے مطابق خراج ان سے وصول کیا جاتا تھا۔ اور مجاہدین میں تقسیم کیا جاتا تھا۔

۵۔ **جزیہ:** غیر مسلم رعایا سے ان کی حفاظت کے عوض ایک ٹیکس وصول ہوتا تھا۔ یہ ٹیکس ہر عاقل بالغ مرد سے وصول کیا جاتا تھا۔

۶۔ **فے:**۔ بعض زمینیں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اجتماعی کاموں کے لیے وقف کر دی تھیں۔ ان کی آمدنی آنحضرتؐ کے اہل بیت اور دیگر مستحقین پر صرف ہوتی تھی۔

۷۔ **صدقات:** مومنین ان ٹیکسوں کے علاوہ بھی اللہ کی راہ میں مال خرچ کرتے رہتے تھے وہ یہ مال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کرتے اور آپؐ اسے مستحقین میں تقسیم فرما دیتے۔

۱۲۔ عسکری نظام:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں جنگ تین مقاصد سے کی گئی۔ جنگ

احد اور احزاب دفاعی مقاصد کے لیے لڑی گئی تھیں۔ غزوہ خیبر اور یہودیوں کے خلاف دوسری
ہیں انتقامی مقصد کے لیے لڑی گئی تھیں۔ ان دونوں مقاصد کے علاوہ مظلوم کی حمایت میں بھی
لڑی گئی چنانچہ فتح مکہ کا فوری سبب بنو خزاعہ کی حمایت تھا جن پر قریش اور بنو بکر نے ظلم کیا تھا
عہد شکنی کے خوف کی بنا پر بھی جنگ کا جواز موجود ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں تمام مسلمان اسلامی لشکر کے سپاہی تھے اور آپ
کمانڈر انچیف تھے بعض اوقات آپ خود جنگ میں شریک نہ ہوتے اور کسی دوسرے صحابیؓ
کو امیر لشکر مقرر فرما دیتے، عرب میں فوجی تنظیم کا معیار اتنا بلند نہ تھا۔ آپؐ نے باقاعدہ صف
بندی کا طریقہ اختیار کیا۔ صفوں کو درست کرنے کے لیے سپیشل افسر (وازع) بھی مقرر فرمایا۔
صف بندی کے بعد آپ خود معائنہ کرتے تھے۔ اور کم عمر اور ناقابلِ اعتماد آدمیوں کو فوج میں
سے نکال دیتے تھے ہر غزوہ لشکر کے ساتھ خواتین بھی جاتیں جو مرہم پٹی اور تیمارداری کی خدمات
سرانجام دیتیں۔ مومنین پر پابندی تھی کہ جب تک حکم نہ دیا جائے لشکر حرکت میں نہ آئے جب تک
دشمن زد میں نہ آئے تیر نہ چلایا جائے جب ذرا قریب آئے تو پتھراؤ کیا جائے اور اگر دشمن
اور قریب آجائے تو نیزہ اور تلوار سے مقابلہ کیا جائے اسلامی لشکر میں شعار (WATCH-WORD)
بھی استعمال کیا جاتا تھا تاکہ دوست اور دشمن میں پہچان کی جا سکے عرب میں خندق کا استعمال سب سے
پہلے آپ نے فرمایا منجنیق اور دبابہ کا استعمال بھی کیا گیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دشمن فوج کی نقل و حرکت پر نگاہ رکھنے کے لیے فوجی جاسوس
بھی مقرر فرماتے خود اپنی فوج کی نقل و حرکت کو خفیہ رکھتے چنانچہ جب بھی کسی غزوہ پہ نکلنا ہوتا
اصل مدِ مقابل کا نام ظاہر نہ کیا جاتا (سوائے غزوہ تبوک کے) فتح مکہ کے موقع پر دس ہزار کا لشکر مکہ پہ
حملہ آور ہوا لیکن دشمن کو اس لشکر کے مکہ پہنچنے سے پہلے اطلاع نہ مل سکی، آپؐ نے معاشی دباؤ
ڈالنے کا طریقہ بھی استعمال کیا چنانچہ مکہ پہنچے تجارتی سفروں کے راستے مسدود کر دیئے گئے اور
اس طرح انہیں جھکنے پہ مجبور کر دیا گیا۔

دورِ نبویؐ میں باقاعدہ تنخواہ دار فوج نہ تھی بلکہ مالِ غنیمت کا ۴/۵ حصہ مجاہدین میں تقسیم کر
دیا جاتا۔ سوار کو پیادہ سے دوگنا حصہ ملتا تھا۔

۱۲۔ **صوبائی نظام:** اسلامی سلطنت میں مدینہ کی ابتدائی ریاست کے علاوہ حجاز نجد اور مکہ
بھی شامل ہو گئے تھے۔ بحرین، عمان، تیما، ایکہ ودومۃ الجندل نجران اور یمن کے علاقے بھی اسلامی
حکومت ہی کا حصہ بن گئے تھے۔ عام طریقہ یہ تھا کہ مفتوحہ علاقہ پر کسی صحابیؓ کو گورنر مقرر کیا جاتا۔
چنانچہ مکہ پر عتاب بنؓ اسید کو مقرر کیا گیا، لیکن اگر کسی علاقہ کا حکمران اسلام قبول کر لیتا تھا یا اطاعت

Marfat.com

قبول کر لیتا تھا۔ تو اس کی نیابت برقرار رکھی جاتی تھی۔ مثلاً یمن میں باذان بن ساماں کو برقرار رکھا گیا اس کی وفات کے بعد اس کے بیٹے شہر کو گورنر بنایا گیا۔ عمان کے حکمران جیفر اور عبد مسلمان ہو گئے اس وجہ سے انھیں بھی بدستور برقرار رکھا گیا۔ تیما پر ایک یہودی حکمران تھا جس نے اطاعت قبول کر لی تھی۔ نجران، دومۃ الجندل، اور ایلہ میں عیسائی ریاستیں برقرار رکھی گئیں۔ قبائل کے قبول اسلام کی صورت میں قبائلی سرداروں ہی کو گورنر کی ذمہ داریاں سونپ دی گئیں۔ صوبائی گورنر صرف منتظم ہی نہ تھا فوجوں کا سپہ سالار بھی تھا۔ اس کے ذمے لوگوں کی قیادت تھی۔ دینی معاملات میں معلم کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لیے لازم تھا کہ وہ وعظ و نصیحت اور اپنے بلند کردار اور خوش اخلاقی کے ساتھ لوگوں کو دین کی تبلیغ کرے۔

امتحانی سوالات

۱۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے انتظام سلطنت کے اہم خدوخال بیان کیجئے۔

۲۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک سماجی اور اخلاقی مصلح کی حیثیت سے جو انقلاب برپا کیا اس کی تفصیل بیان کیجئے۔ نیز آپ نے جن عقائد کو دنیا کے سامنے پیش کیا ان کو مختصر طور پر بیان کیجئے۔

۳۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے سماجی مصلح اور ایک نئی ملت کے بانی کی حیثیت سے جو کارنامے سرانجام دیئے ان کا حال لکھیے۔

۴۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جن عقائد کو پیش کیا اور جن ارکان پر عمل کیا ان کی تفصیل پیش کیجئے۔

۵۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق حسنہ بیان کیجئے اور بحیثیت ریفارمر اور معمار ملت نو جو کام آپ نے کیا اس کی وضاحت کیجئے۔

باب ۶

خلافتِ صدیق اکبرؓ

۱۱ھ - ۱۳ھ

۶۳۲ء - ۶۳۴ء

ابتدائی حالات

آپ کا نام عبد اللہ، کنیت ابوبکرؓ اور لقب صدیق تھا۔ آپ عمر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کم و بیش تین سال چھوٹے تھے۔ آپ کا تعلق قریش کی شاخ بنو تمیم سے تھا اور چھ واسطوں سے آپ کا سلسلہ نسب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے جا کر مل جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ جوانی ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دوست تھے۔ زمانہ جاہلیت ہی میں آپ کو بت پرستی سے نفرت تھی اور سلیم الفطرت ہونے ہی کی وجہ سے آپ کے تعلقات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھتے چلے گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وحی نازل ہوئی تو آپ سب سے پہلے ایمان لانے والوں میں سے تھے اشاعت اسلام میں آپ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں، آپ مکہ کے معززین میں شمار ہوتے تھے اس لئے آپ کی تبلیغ سے مکہ کی اہم شخصیتیں مشرف باسلام ہوئیں۔ ان میں حضرت عثمانؓ بن عفان عبدالرحمٰن بن عوفؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، سعدؓ بن ابی وقاصؓ۔ زبیرؓ بن عوامؓ اور ابو عبیدہؓ بن الجراح بھی شامل تھے جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت دی گئی تھی۔

آپ ایک تاجر تھے لیکن آپ کا رویہ عام تاجروں سے بہت مختلف تھا۔ آپ اسلام کے لئے دولت خرچ کرنے سے کبھی دریغ نہ کرتے: نادار صحابہ کی کفالت اور مظلوم مسلمان غلاموں کو آزاد کرانے کے لئے آپ نے دل کھول کر خرچ کیا۔ ہجرت نبویؐ کا انتظام آپ ہی کے اہتمام میں ہوا۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر کے لئے زمین آپ ہی نے خریدی، آپ نے غزوہ تبوک کے موقعہ پر گھر کا سارا اثاثہ جہاد کے لئے چندہ کے طور پر دے کر مسلمانوں کے لئے اعلیٰ نمونہ پیش کیا۔

آپ کو اسلام کی حقانیت پر کامل یقین تھا آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے والہانہ عشق تھا۔ آپ شجاعت اور جان نثاری کی وجہ سے ہر غزوہ میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے بہترین رفیق ثابت ہوئے، غزوہ بدر میں آپ خیمہ نبوی کے محافظ تھے، غزوہ احد اور غزوہ حنین میں جب مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ گئے آپ کے پائے ثبات میں لغزش نہ آئی۔ انہی خدماتِ اسلام کی بنیاد پر آپ کو مسلمانوں میں ایک طرح کا امتیاز حاصل تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

Marfat.com

"جان و مال کے لحاظ سے مجھ پر ابو بکرؓ سے زیادہ کسی کا احسان نہیں" اور "اگر دنیا میں میں کسی کو خلیل بناتا تو ابو بکرؓ کو بناتا" آپؐ نے علالت کی حالت میں حضرت ابو بکرؓ کو امام مقرر فرمایا۔ حج کا امام بھی آپ ہی کو مقرر کیا گیا اور آپ کے حجرے کے علاوہ باقی حجروں کے مسجد کی طرف کھلنے والے دروازے بند کرنے کا حکم دیا گیا۔

انتخاب خلافت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا جانشین نامزد نہیں فرمایا تھا۔ مسلمانوں کو عمومی ہدایات دے کر ان کو قائد منتخب کرنے کے لئے چھوڑ دیا تھا۔ چنانچہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد ہی اس اہم مسئلہ پر توجہ دی گئی کہ مسلمانوں کا امیر منتخب کیا جائے۔

ابھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تجہیز و تکفین بھی نہیں ہوئی تھی کہ منافقین کی سازش سے سقیفہ بنو ساعدہ میں انصار کا ایک اجتماع منعقد ہوا جس میں یہ تجویز پیش کی گئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلیفہ انصار میں سے ہونا چاہیئے۔ چنانچہ سعد بن عبادہ کا نام بھی تجویز کیا گیا لیکن انصار کے دونوں قبائل (بنو اوس و بنو خزرج) مدتوں ایک دوسرے کے دشمن رہے اس وجہ سے بنو خزرج کے ایک فرد کی خلافت پر بنو اوس کے لوگ دل سے مطمئن نہ تھے انہی کو اس بات کا بھی احساس تھا کہ مہاجرین ان کی خلافت کو تسلیم نہیں کریں گے۔ اس اجتماع کی اطلاع حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہؓ کو بھی ہو گئی اور یہ تینوں بزرگ موقع کی نزاکت بھانپ گئے اور سقیفہ بنو ساعدہ پہنچے۔ انصار کو عرب کے قبائلی نظام میں جو مقام حاصل تھا اس کی وجہ سے عرب اور قریش مکہ کا انصاری خلیفہ کی اطاعت قبول کرنا بہت مشکل تھا اور اس چیز کا امکان ہو گیا تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں ایک دوسرے ہی سے ٹکرانے لگیں لیکن حضرت ابو بکرؓ کی سیاسی بصیرت اور قابل احترام شخصیت نے صورت حال کو خراب ہونے سے بچا لیا، آپ نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا:

"عربوں کے لئے اپنے آباؤ اجداد کا دین ترک کر دینا بہت مشکل تھا اور وہ ایسا کرنے کے لئے بالکل آمادہ نہ تھے اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی قوم میں سے مہاجرین اولین کو آپ کی تصدیق کرنے اور آپ پر ایمان لانے آپکی دلجوئی کرنے اور اپنی قوم کے مظالم کو صبر سے برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔ ہر شخص ان کا مخالف تھا۔ ان پر ظلم و ستم توڑے جاتے تھے انہیں بدترین ایذائیں دی جاتی تھیں لیکن وہ قلت تعداد اور کثرت اعداء کے باوجود مطلق خوفزدہ نہ ہوئے اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے حقیقی بندے بننے کی توفیق ملی وہ رسول اللہ کے محب اور رشتہ دار ہیں اسلئے خلافت کے وہی مستحق ہیں اور اس بارے میں صرف ظالم ہی ان سے جھگڑا کر سکتا

"اور اے گروہ انصار تم وہ لوگ ہو جن کی فضیلت دینی اور اسلام میں سبقت سے انکار نہیں کیا جاسکتا۔ اللہ نے تمہیں اپنے دین اور اپنے رسول کا مددگار بنایا۔ رسول خدا نے ہجرت تمہاری طرف کی۔ آپ کی اکثر ازواج اور بیشتر صحابہ تمہیں میں سے تھے۔ مہاجرین اولین کے بعد تمہارا ہی مرتبہ ہے اس لئے ہم امیر ہوں گے اور تم وزیر نہ تمہارے مشورے کے بغیر کوئی فیصلہ کیا جائے گا اور نہ تمہیں شریک کئے بغیر کوئی کام کیا جائے گا۔"

حضرت ابوبکرؓ کی یہ تقریر بہت جامع تھی اس سے اکثر لوگ مطمئن ہو گئے لیکن بعض انصاری کو اطمینان نہ ہوا۔ چنانچہ ایک نے پکار کر کہا کہ ہم اللہ کے انصار اور اسلام کا لشکر ہیں اور مہاجرین تم ہم سے قلیل التعداد ہو تم ہمارا حق غصب کرنا اور ہمیں سلطنت سے محروم کرنا چاہتے ہو۔ ایسا کبھی نہ ہو سکے گا۔

حضرت عمرؓ اس کا کوئی سخت جواب دینا چاہتے تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ نے انہیں روک دیا۔ نہایت تحمل کے ساتھ انصار کے اوصاف عالیہ کا اعتراف کیا لیکن انہیں سمجھایا کہ عرب اس بات کو کبھی نہ مانیں گے کہ سلطنت قریش کے سوا کسی اور قبیلے کے ہاتھ میں ہو۔ اس پر بھی ایک انصاری حباب بن منذر نے انصار کو مہاجرین کے خلاف اکسایا تو حضرت عمرؓ نے اسے بہت سخت جواب دیا اور تلخی بڑھ گئی تو حضرت ابو عبیدہ کھڑے ہوئے اور انہوں نے انصار کو مخاطب کر کے فرمایا۔ "اے انصار تم ہی تھے جنہوں نے دین کی نصرت و حمایت کے لئے سب سے پہلے اپنے آپ کو پیش کیا تھا۔ اب تم ہی سب سے پہلے اس کی تباہی کے درپے ہو رہے ہو۔"

اس مرحلہ پر بنو خزرج کے ایک سردار بشیرؓ بن سعد نے اس اجتماع سے خطاب کیا۔ "اللہ تعالیٰ کی قسم اگرچہ ہمیں مشرکین سے جہاد اور دین میں سبقت اختیار کرنے کے معاملے میں دوسروں پر فضیلت حاصل ہے لیکن ہم نے یہ سب کچھ اپنے رب کی رضا اپنے نبیؐ کی اطاعت اور اپنے نفس کی اصلاح کے لئے کیا تھا۔ اس لئے زیبا نہیں کہ ہم ان باتوں کی وجہ سے فخر و مباہات کا اظہار کریں اور اپنی دینی خدمات کے بدلے دنیا کا مال و منال طلب کریں۔ اللہ تعالیٰ ہی ہمیں اس کی جزا دے گا اور اس کی جزا ہمارے لئے کافی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قریش سے تھے اور آپ کی قوم ہی اس کی سب سے زیادہ مستحق ہے۔ اللہ نہ کرے کہ ہم اس کے بارے میں جھگڑا کریں۔ اس لئے اے گروہ انصار تم اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اختیار کرو مہاجرینؓ کی مخالفت نہ کرو اور ان سے مت جھگڑو۔"

اس تقریر پر مجمع پر خاطر خواہ اثر ہوا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس مرحلہ پر حضرت عمرؓ اور حضرت

ابو عبیدہؓ میں سے کسی ایک کو خلیفہ بنانے کی تجویز پیش کی لیکن حضرت عمرؓ نے فوراً آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور فرمایا " ابوبکرؓ کیا آپ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم نہ دیا کہ آپ مسلمانوں کو نماز پڑھائیں۔ اس لئے آپ ہی خلیفہ ہیں ہم آپ کی بیعت اس لئے کرتے ہیں کہ آپ ہم سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محبوب تھے " حضرت ابو عبیدہؓ نے بھی آپؓ کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیا اور فرمایا " آپ مہاجرین میں سب سے زیادہ معزز ہیں۔ آپ غار میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھی تھے۔ رسولؐ کی غیر حاضری میں آپ نماز پڑھایا کرتے تھے۔ آپ سے زیادہ کون شخص اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اسے خلافت کی اہم ذمہ داریاں سونپی جائیں " بشیرؓ بن سعد نے بھی فوراً اقتدا کی اور بنو اوس بھی جو سے بنو خزرج کے اقتدار کے مخالف تھے بیعت کے لئے ٹوٹ پڑے۔ اس طرح سوا سعدؓ بن عبادہؓ کے باقی سب نے حضرت ابوبکرؓ کی بیعت کر لی۔ اگلے روز مسجد نبوی میں بیعت عام ہوئی اور تمام مسلمانوں نے حضرت ابوبکرؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

خطبۂ خلافت

بیعت عام کے بعد حضرت ابوبکرؓ صدیق نے مندرجہ ذیل خطبہ دیا جو اسلامی اصول حکمت کا نہایت جامع مرقع ہے۔ آپ نے فرمایا :-

" میں آپ لوگوں پر حکمران بنایا گیا ہوں حالانکہ میں آپ میں سے سب سے بہتر آدمی نہیں ہوں۔ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے میں نے یہ منصب اپنی رغبت اور خواہش سے نہیں لیا ہے۔ نہ میں یہ چاہتا تھا کہ کسی دوسرے کی بجائے یہ مجھے ملے۔ نہ میں نے کبھی خدا سے اس کے لئے دعا کی نہ میرے دل میں کبھی اس کی حرص پیدا ہوئی۔ میں نے تو اسے بادلِ ناخواستہ اس لئے قبول کیا ہے کہ مجھے مسلمانوں میں فتنۂ اختلاف اور عرب میں فتنۂ ارتداد برپا ہو جانے کا اندیشہ تھا۔ میرے لئے اس منصب میں کوئی راحت نہیں ہے بلکہ یہ ایک بارِ عظیم ہے جو مجھ پر ڈال دیا گیا ہے جس کے اٹھانے کی طاقت مجھ میں نہیں ہے الا یہ کہ اللہ ہی میری مدد فرمائے۔ میں یہ چاہتا تھا کہ میری بجائے کوئی اور یہ بار اٹھالے۔ اب بھی اگر آپ لوگ چاہیں تو اصحابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی اور کو اس کام کے لئے چن لیں میری بیعت آپ کے راستے میں حائل نہ ہوگی۔ میری بیعت آپ کے راستے میں حائل نہ ہوگی۔ آپ لوگ اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے معیار پر جانچیں گے اور مجھ سے وہ توقعات رکھیں گے جو حضورؐ سے آپ رکھتے تھے تو میں اس کی طاقت نہیں رکھتا کیونکہ وہ شیطان سے محفوظ تھے اور ان پر آسمان سے وحی نازل ہوتی تھی۔ اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کیجئے اور غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دیجئے۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت۔ تمہارے درمیان جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اسے دلا دوں

خدا چاہے اور تم میں سے جو طاقت ور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک میں اس سے حق وصول کروں اگر خدا چاہے کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی قوم اللہ کی راہ میں جہاد چھوڑ دے اور اللہ اس پر ذلت مسلط نہ کر دے اور کسی قوم میں فواحش پھیلیں اور اللہ اس کو عام مصیبت میں مبتلا نہ کر دے میری اطاعت کرو جب تک میں اللہ اور رسولؐ کا مطیع رہوں اور اگر میں اللہ اور رسولؐ کی نافرمانی کروں تو میری کوئی اطاعت تم پر نہیں ہے میں پیروی کرنے والا ہوں نئی راہ نکالنے والا نہیں ہوں "۔

خطبہ خلافت کی اہمیت

حضرت ابوبکرؓ کا خطبہ خلافت اسلامی نظام مملکت میں بہت اہمیت کا حامل ہے۔ اس سے مندرجہ ذیل اہم اصول اخذ ہوتے ہیں:۔

۱۔ **طلب جاہ کی ممانعت:** حضرت ابوبکر نے اس بات کی وضاحت کر دی کہ ان کے دل میں یہ منصب حاصل کرنے کی خواہش نہ تھی۔ اس سے یہ اصول مستنبط ہوا کہ خود منصب حاصل کرنے کی خواہش کرنا شرعاً ممنوع ہے۔

۲۔ **احساس ذمہ داری** خلافت کو آپؓ نے "بار عظیم" قرار دیا۔ اسلامی حکومت کے سربراہ میں یہ احساس موجود ہونا چاہیئے۔

۳۔ **نصرت الٰہی کی استدعا:** اسلامی حکومت کے سربراہ کو اپنی ذمہ داریوں کو اٹھانے کے لئے بلند بانگ متکبرانہ دعوے کرنے کی بجائے اللہ تعالیٰ سے مدد کی درخواست کرتے رہنا چاہیئے۔

۴۔ **رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری:۔** اسلامی حکومت کو یہ احساس رہنا چاہیئے کہ خدا و رسولؐ عیب و کمزوری سے پاک ہیں اس لئے ان کے کئے ہوئے فیصلے بدلنے کا اختیار اسلامی حکومت کے سربراہ کو نہیں ہے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنے دو سالہ دور حکومت میں اس اصول کو سختی کے ساتھ اپنائے رکھا اور واضح فرمادیا کہ "میں پیروی کرنے والا ہوں نئی راہ نکالنے والا نہیں۔

۵۔ **اطاعت کی حدود:** اس خطبہ میں اسلامی حکومت کی اطاعت کی حدود متعین کر دی گئی ہیں یعنی یہ کہ اطاعت صرف معروف میں ہے۔

۶۔ **شہری حقوق کی نگہداشت:** ظالم کے ظلم کو ختم کرنا اور مظلوم کی داد رسی اسلامی حکومت کا فرض اولیں ہے جس کا عزم اس خطبہ خلافت میں پایا جاتا ہے۔

۷۔ **فواحش کو ختم کرنے کی تلقین** اسلامی حکومت فواحش کا انسداد کرنے کی

Marfat.com

ذمہ دار ہے اور اس سلسلے میں سربراہ مملکت کو حضرت ابو بکرؓ کی طرح عوام کا تعاون حاصل کرنا چاہیئے۔

۸۔ جہاد کی ترغیب:۔ سربراہِ اسلامی مملکت کو دین کے دشمنوں کے خلاف ہر وقت چوکس رہنا چاہیئے اور پوری قوم کو بھی مستعد رکھنا چاہیئے۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیقؓ نے خطبہ خلافت ہی میں اس کی اپیل فرمادی۔

حضرت ابو بکرؓ کی مشکلات

خلافت سنبھالتے ہی حضرت ابو بکرؓ کو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا۔ مختصراً وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) داخلی انتشار:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے فوراً بعد منافقین نے جو قبائل اوس و خزرج سے متعلق تھے۔ انصار کو اس بات پر اکسایا تھا کہ خلافت انصار کا حق ہے۔ اگر حضرت ابو بکرؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہؓ کے بر وقت پہنچ جانے سے صورتِ حال کنٹرول سے باہر نہیں ہوئی لیکن سعد بن عبادہؓ نے جن کو خلیفہ بنائے جانے کے متعلق سوچا جا رہا تھا حضرت ابو بکرؓ کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی تھی۔ دوسری طرف اکابرین بنو امیہ جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے تھے قبائلی تعصبات کو ابھارنے کی کوشش کر رہے تھے چنانچہ ابو سفیان نے حضرت علیؓ کے پاس آکر کہا "یہ کیا غضب ہو گیا؟ قریش کے سب سے چھوٹے قبیلے کا آدمی کس طرح خلیفہ بنا دیا گیا؟ اے علیؓ! اگر تم چاہو تو خدا کی قسم میں اس وادی کو سواروں اور پیادوں سے بھر دوں۔" حضرت علیؓ نے جواب میں فرمایا۔ "اے ابو سفیان تم ساری عمر اسلام اور اہل اسلام سے دشمنی کرتے رہے مگر تمہاری دشمنی سے نہ اسلام کا کچھ بگڑ سکا نہ اہل اسلام کا ہم ابو بکرؓ کو اس منصب کا اہل سمجھتے ہیں۔"[۱] الغرض مسلمانوں کے اندر کچھ عناصر ایسے تھے جو انتشار پھیلانے کی کوشش کر رہے تھے اس وجہ سے حضرت ابو بکرؓ کو غیر معمولی احتیاط سے اس داخلی انتشار سے نپٹنا تھا۔

(۲) ارتداد کی لہر:۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات سے ایک ایسا خلا پیدا ہو گیا جس کو پُر کرنا ناممکن تھا خود مومنین کو کافی دیر تک اس حادثہ عظمیٰ کا یقین نہ آتا تھا۔ قبائل عرب میں یہ بات پہنچی تو نو مسلم بدو اسلام سے منحرف ہونے لگے۔ دور دراز کے قبائلی شیوخ نے مرکزی حکومت سے کٹنے کا زرّیں موقعہ سمجھ کر بت پرستی کی طرف لوٹنا شروع کر دیا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ اور طائف میں بھی ارتداد کی تیاریاں ہونے لگی تھیں۔

---

[۱] صدیق اکبرؓ از مولانا سعید احمد اکبر آبادی بحوالہ طبری و کنز العمال

Marfat.com

(۳) مانعین زکوٰۃ : مرتدین کا ایک گروہ اسلام سے صریحاً منحرف نہیں ہوا تھا بلکہ صرف زکوٰۃ دینے سے انکار کر رہا تھا۔ ان کا دعویٰ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ کے رسولؐ کو ہم سے زکوٰۃ وصول کرنے کا اختیار تھا لیکن ان کی وفات کے بعد اب کسی کو یہ حق حاصل نہیں۔

(۴) مدعیان نبوت : مرتدین کی اکثریت نے اسلام سے انحراف اس لیے کیا تھا کہ وہ جھوٹے نبیوں کے معتقد ہو گئے تھے۔ طلیحہ، سجاح، مسیلمہ اور اسود عنسی نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ مسیلمہ اور اسود عنسی نے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں دعویٰ نبوت کر ڈالا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو ان تمام مرتدین کا مقابلہ کرنا پڑا۔

(۵) شام کی سرحد کی مخدوش حالت : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے ہی میں شام کے عیسائیوں کے ساتھ تصادم شروع ہو گیا تھا۔ جنگ موتہ اور غزوہ تبوک میں عیسائیوں کو مسلمانوں کی شجاعت کا اندازہ تو ہو گیا تھا لیکن بازنطینی حکومت کی پشت پناہی کی وجہ سے ابھی تک ان کے جارحانہ عزائم ختم نہیں ہوئے تھے۔ اسی وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسامہؓ بن زیدؓ کی قیادت میں ایک لشکر تیار کر کے سرحد شام کی طرف روانہ فرمایا تھا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی خبر پاکر واپس لوٹ آیا تھا۔

فتنۂ ارتداد

(مانعین زکوٰۃ و مدعیان نبوّت)

اسباب حضرت ابوبکرؓ کے لئے سب سے بڑا مسئلہ فتنۂ ارتداد تھا۔ عرب قبائل اسلام سے منحرف ہو رہے تھے اور مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ اس کے اسباب درج ذیل ہیں :۔

(۱) مرکزی حکومت سے کٹنے کی خواہش : جزیرہ نما عرب میں ماضی میں کوئی مضبوط حکومت کبھی قائم نہ ہوئی تھی۔ پورا ملک قبائلی نظام کے تحت منظم تھا۔ قبائل کو "فطری آزادی" حاصل تھی اس آزادی کا نتیجہ مسلسل جنگ و جدل اور ڈاکہ زنی کی صورت میں برآمد ہو رہا تھا اسلام نے جو مرکزی حکومت قائم کی تھی اس سے ان کی یہ فطری آزادی چھن گئی تھی۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد انہوں نے یہ "آزادی" واپس حاصل کرنے کے لیئے ارتداد کی راہ اختیار کی۔

۲۔ تربیّت کی کمی اکثر قبائل عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال سے ایک دو سال پہلے مسلمان ہوئے تھے۔ اس لئے ان کی دینی تعلیم و تربیت ناقص رہ گئی تھی۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض قبائل میں معلم مقرر فرمائے لیکن اکثر قبائل نے صرف کلمہ ہی

بڑھا تھا۔ دین کی تعلیمات ان کے دل کی گہرائیوں میں پنہاں اتری تھیں۔

(۳) **آبائی عقیدے کی کشش:** بدوی عربوں کے دل سے ابھی تک بت نہیں ٹوٹے تھے۔ ان کے سامنے بتوں کو شکست ہو گئی تھی اس وجہ سے انہوں نے خدائے واحد کو مان لیا تھا لیکن ابھی تک بتوں کے ساتھ ان کی وفاداریاں ختم نہیں ہوئی تھیں۔ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد انہوں نے خیال کیا کہ پیغمبر اسلام کے دنیا سے رخصت ہونے کے ساتھ ہی اسلام بھی ختم ہو جائے گا لہٰذا آبائی مذہب کی طرف لوٹ جانا چاہیئے۔

۴۔ **زکوٰۃ کے بارے میں غلط فہمی:** زکوٰۃ امیر کے مال پر غریب کا حق ہے چنانچہ کسی قوم کے امیروں سے وصول کی جاتی ہے اور غریبوں میں تقسیم کر دی جاتی ہے لیکن بدوی عربوں نے اسے "ٹیکس" سمجھا اور چونکہ وہ ٹیکس ادا کرنے کے عادی نہ تھے اس لئے مدینہ کی حکومت کو ٹیکس ادا کرنے کو اپنی غلامی قرار دیتے تھے۔ انہوں نے زکوٰۃ منسوخ کرنے کا مطالبہ شروع کر دیا۔

۵۔ **حصول اقتدار کی خواہش:** آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یتیم پیدا ہوئے تھے لیکن نبوت کی بدولت پورا عرب آپ کے مطیع فرمان ہو گیا بعض کم فہموں نے حق کی اس قوت کو محسوس نہ کیا جس نے لوگوں کے دل مسخر کئے تھے اور محض نبوت کو حصول اقتدار کا ذریعہ سمجھا اور خود بھی نبوت کے دعوے کرنے لگے۔

۶۔ **قبائلی تعصّب:** عرب کے قبائلی نظام میں عدنانی اور قحطانی قبائل ایک دوسرے کے شدید مخالف تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تعلق عدنانی قبائل سے تھا اس وجہ سے قحطانی قبائل آپؐ کے اقتدار کو پسند نہ کرتے تھے۔ آپؐ کی وفات کے فوراً بعد انہوں نے عدنانی اقتدار کو ختم کرنے کی بھرپور کوشش کی چنانچہ مسیلمہ کے حامی جانتے تھے کہ وہ جھوٹا نبی ہے لیکن ان کا خیال تھا کہ ربیعہ کا جھوٹا نبی مضر کے سچے نبی سے بہتر ہے۔

۷۔ **ذرائع آمد و رفت کی کمی:** عرب ایک وسیع ریگستان ہے جس میں آمد و رفت کے وسائل کی کمی۔ اس لئے مدینہ کے مرکز سے تمام عرب پر موثر کنٹرول بہت مشکل تھا۔ اس وجہ سے قبائل عرب کے مرکز گریز رجحانات کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

۸۔ **یہودیوں اور منافقین کی سازشیں:** سرزمین عرب میں منافقین اور یہودیوں کی ایک کثیر تعداد تاحال موجود تھی۔ مشرکین بھی ختم نہیں ہوئے تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ان لوگوں نے اسلام دشمنی کے دبے ہوئے جذبات کو تسکین دینے کے لئے ناپختہ مسلمانوں میں طرح طرح کے شکوک و شبہات پیدا کرنے شروع کر دیئے۔ چنانچہ سجاح بنت الحارث جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا اس کے ساتھیوں میں ایک بڑی تعداد بنی تغلب کے عیسائیوں کی تھی۔

Marfat.com

مسیحی اور مجوسی سلطنتوں کا اثر: ایران اور روم کی سرحدات کے ساتھ کی عرب ریاستیں آبائی مذہب ترک کر کے عیسائی یا مجوسی ہو گئی ہوئی تھیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمانوں کی مسلسل کامیابیوں سے متاثر ہو کر یہ لوگ مسلمان ہو گئے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد انہوں نے محسوس کیا کہ چونکہ مدینہ کی حکومت کمزور ہو گئی ہے اسلئے اب اپنے سابقہ مذہب کی طرف پلٹ جانے کا وقت آگیا ہے چنانچہ بحرین اور حطم میں بغاوت کی وجہ مجوسی تھے۔

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے اقدامات

داخلی انتشار کا علاج اس نازک صورت حال پر قابو پانے کے لئے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی شخصیت موزوں ترین تھی۔ سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ نے بیعت نہیں کی تھی[1] لیکن ان سے زبردستی بیعت لینے کے معنی یہ تھے کہ قبیلہ بنو خزرج کو بغاوت پر مجبور کیا جائے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہ کی خدمات اسلام کے پیش نظر ان کی اس حرکت کو نظر انداز کر دیا اور وہ شام میں جا بسے حضرت ابو بکر صدیق کی بلند شخصیت پر مہاجرین و انصار سب کو اعتماد تھا۔ اس لئے داخلی انتشار کو پیدا کرنے کی تمام کوششیں ناکام ہو گئیں۔ آپ نے خارجی دشمنوں کے خلاف موثر اقدامات شروع کئے تو مسلمانوں کی توجہ ان خطرات پر مرکوز ہو گئی جو اس وقت در پیش تھے اور مکمل اتحاد قائم ہو گیا خارجی خطرات کے مقابلے کے لیے آپ نے حسب ذیل اقدامات کئے۔

اسامہ رضی اللہ عنہ بن زید کے لشکر کی روانگی اسامہ بن زید کی قیادت میں ایک لشکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سرحد شام کی طرف روانہ فرمایا تھا لیکن وفات نبوی کی خبر پا کر جرف ہی سے یہ لشکر واپس لوٹ آیا تھا۔ حضرت ابو بکر صدیق نے پہلا کام یہ کیا کہ اس لشکر کو دوبارہ روانہ فرمایا۔

اسامہ رضی اللہ عنہ کے لشکر میں مہاجرین و انصار سبھی شامل تھے اور اس کے سربراہ اسامہ رضی اللہ عنہ زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے تھے۔ بعض اکابرین کو ایک غلام زادے کی سربراہی پسند نہ تھی نیز پورا عرب ارتداد کا شکار ہو رہا تھا خود مدینہ باغیوں کے ہاتھوں محفوظ نہ تھا۔ اس وجہ سے بعض صحابہ نے تجویز پیش کی کہ اس لشکر کی روانگی فی الحال ملتوی کر دی جائے یا کسی آزمودہ کار سردار کو اس کا سربراہ مقرر کیا جائے لیکن حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے فرمایا مجھے اس ذات کی قسم جس کے

---

[1] طبری اور مسند امام احمد بن حنبل میں ایسی روایات بھی موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سعد نے بیعت کر لی تھی تفصیلی بحث کے لئے دیکھئے صدیق اکبر از مولانا سعید احمد اکبر آبادی

ہاتھ میں میری جان ہے اگر مجھے یہ یقین ہو کہ جنگل کے درندے مجھے اٹھا کرلے جائیں گے تو بھی میں اسامہ کے اس لشکر کو روانہ ہونے سے نہیں روک سکتا جسے رسول اللہ نے روانہ ہونے کا حکم دیا تھا اگر مدینہ میں میرے سوا کوئی بھی متنفس باقی نہ رہے تو بھی میں اس لشکر کو ضرور روانہ کروں گا"۔ایک اور موقع پر آپ نے فرمایا "جس پرچم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کھولا تھا میں اسے کس طرح لپیٹ کر رکھ دوں "۔ ان جوابات سے صحابہ کرام کا اطمینان ہوگیا۔

اس جواب سے صحابہ کرام مطمئن ہوگئے۔ اس لشکر کی روانگی کا پورے عرب پر بہت اچھا اثر ہوا۔ وہ قبائل جو مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے سہم گئے اور انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے پاس بے پناہ فوجی قوت موجود ہے ورنہ رومی حکومت کے خلاف لشکر نہیں بھیجا جا سکتا تھا۔ اسامہؓ بن زیدؓ کے لشکر کی روانگی صدیق اکبرؓ کے جذبہ اتباع رسولؐ کی بہترین مثال ہے۔

اسامہؓ بن زید کا لشکر اس شان سے روانہ ہوا کہ حضرت اسامہؓ گھوڑے پر سوار تھے اور حضرت ابوبکرؓ ان کے ساتھ پیدل چل رہے تھے اور انہیں ہدایات دے رہے تھے۔ آپ نے جو ہدایات اس لشکر کو دی اسلام کے قوانین جنگ کا حسین مرقع ہیں آپ نے فرمایا بچوں بوڑھوں اور عورتوں کو قتل نہ کرنا۔ کسی پھل دار درخت کو نہ کھدوانا نہ جلانا اور نہ کاٹنا۔ کھانے کے سوا بکری گائے اور اونٹ کو ظلماً نہ ذبح کرنا۔ کسی قوم کے پاس پہنچ کر انہیں نرمی سے اسلام کی طرف بلانا اور جب کسی سے ملو تو اس کے حفظ مراتب کا خیال رکھنا لیکن جو شخص اسلام کی مخالفت کرے اس کی کامل گردن مار دینا اور جب کھانا شروع کرنا تو اللہ کا نام لے کر کھانا۔ اے اسامہؓ ان کل کاموں کو کرنا جن کا حکم رسول اللہ نے تم کو دیا ہے اس میں نہ کچھ کمی کرنا اور نہ زیادتی، جاؤ اللہ کی راہ میں کفار سے لڑو"۔

اسامہؓ بن زید نے سرحد شام پر پہنچکر جنگ کا آغاز کیا۔ شامیوں کو شکست ہوئی اور آپ بے شمار مال غنیمت اور بہت سے جنگی قیدی لے کر مدینہ واپس آئے اور حضرت ابوبکرؓ نے مدینہ سے باہر نکل کر آپ کا استقبال کیا۔

جیش اسامہ کی روانگی کی اہمیت: اسامہ بن زید کے لشکر کی روانگی کے بہت اچھے اثرات مترتب ہوئے۔ شام کے عیسائیوں کے حملے کا خطرہ اس حد تک مدینہ میں محسوس کیا جا رہا تھا کہ ایک مرتبہ عتبان بن مالک نے اچانک حضرت فاروق سے کہا کہ "غضب ہوگیا" حضرت عمرؓ نے گھبرا کر پوچھا "کیا ہوا عیسائی آگئے"؟ اسامہ کی مہم سے شام کے عیسائی اس حد تک مرعوب ہوئے کہ قیصر روم نے حمص میں پادریوں کو جمع کر کے خطاب کیا "دیکھو یہ وہی لوگ ہیں جن سے میں تم کو خبردار کرتا تھا

لیکن تم نہیں جانتے تھے تم ان عربوں کی ہمت و جرأت کو دیکھتے ہو کہ ایک مہینہ کی مسافت پر آکر تم پر چھاپہ مارتے ہیں اور صحیح سلامت اسی وقت واپس بھی چلے جاتے ہیں[1]

عرب پر اس مہم کا یہ اثر پڑا کہ جو قبائل مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے وہ سہم گئے۔ انہوں نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کے پاس بہت بڑی فوجی قوت ہے جس کے ذریعے وہ عرب کے اندرونی انتشار کے باوجود وہ روم کی عیسائی سلطنت سے ٹکر لینے جا رہے ہیں۔

ڈبلیو وٹ منٹگمری انسائیکلوپیڈیا آف اسلام میں اس کی اہمیت ان الفاظ میں بیان کرتا ہے "پیغمبر اسلام نے اس بات کو محسوس کر لیا تھا کہ جب تک شام کی طرف مہمیں روانہ نہیں کی جائیں گی عرب قبائل پرامن نہیں رہ سکتے۔ ابوبکرؓ اس کی سیاسی اہمیت سے واقف تھے۔ اسی وجہ سے باوجود شدید مخالفت اور سخت خطرات کے انہوں نے اسامہؓ کی زیر قیادت ایک بڑا لشکر روانہ کیا تھا"[2]

مرتدین کا استیصال

منکرین زکوٰۃ: مدینہ کے قریب کے قبائل نے اسلام مکمل طور پر ترک نہ کیا بلکہ صرف زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کیا ان میں عبس اور ذبیان، کنانہ، غطفان اور فزارہ شامل تھے۔ یہ لوگ اپنے لشکر لے کر مدینہ کے قریب خیمہ زن ہو چکے تھے چونکہ اسامہؓ بن زید کے لشکر کی روانگی کی وجہ سے مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد بہت کم رہ گئی ہوئی تھی۔ اس وجہ سے بعض صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ ان لوگوں کے خلاف جنگ نہ کی جائے جو کلمہ گو ہیں اور صرف زکوٰۃ سے انکاری ہیں لیکن حضرت ابوبکرؓ دین کی بنیادوں میں سے کسی کو بھی ڈھانا نہیں چاہتے تھے۔ انہوں نے جواب میں فرمایا۔ واللہ! اگر منکرین زکوٰۃ مجھے ایک رسی دینے سے بھی انکار کریں گے جسے وہ رسول اللہ کے زمانے میں ادا کرتے تھے تو بھی میں ان سے جنگ کروں گا"

چنانچہ منکرین زکوٰۃ نے جب اپنے وفود مدینہ بھیجکر زکوٰۃ کی منسوخی کا مطالبہ کیا تو حضرت ابوبکرؓ نے مطالبہ مسترد کر دیا۔ منکرین زکوٰۃ کے پیغام رساں جب واپس اپنے قبائل میں پہنچے تو انہوں نے بتایا کہ اس وقت مسلمانوں کی تعداد بہت کم ہے اس لئے ہمیں مدینہ پر حملہ کر دینا چاہیے اور دوسری طرف حضرت ابوبکرؓ بھی غافل نہ تھے۔ آپ نے حضرت علیؓ، زبیرؓ، طلحہؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کو ایک ایک دستہ دے کر مدینہ کے گرد پہرے پر مقرر کر دیا تھا اور عام مسلمانوں کو بھی تیاری کا حکم دے دیا تھا جب باغی شبخون مارنے کے لئے مدینہ پہنچے تو ان کے مقابلے کے لئے دستے موجود تھے۔ حضرت ابوبکرؓ خود مسلمانوں کی ایک تعداد کے ساتھ ان پر حملہ آور ہوئے۔ منکرین زکوٰۃ کو شکست ہوئی اور مسلمان ان کا تعاقب کرتے ہوئے کافی دور نکل گئے چنانچہ دشمن کے باقی ماندہ لشکر نے ان پر حملہ کر کے انہیں پسپا ہونے پر مجبور کر دیا اور دشمن ایک مرتبہ پھر مدینہ پر حملہ آور ہونے کے

---

[1] ابن عساکر

Marfat.com

منصوبے بنانے لگا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ نے صبح ہونے سے پہلے ان پر شبخون مارا اور ان کی کثیر تعداد کو قتل کر کے انہیں بھاگ جانے پر مجبور کر دیا چنانچہ یہ قبائل طلیحہ بن خویلد مدعی نبوت سے جا ملے۔

(۲) دعوتی خطوط : اسامہؓ کے لشکر کی واپسی پر آپ نے مجاہدین اسلام کو گیارہ لشکروں میں تقسیم کیا اور گیارہ صحابہ کو ان کا سربراہ مقرر کر کے مختلف اطراف میں روانہ کیا۔ اس کے ساتھ ہی شیوخ عرب کے نام ایک ایک خط لکھا جس میں انہیں خدا تعالیٰ سے ڈرنے اور اسلام پر پھر سے قائم ہونے کی تلقین بھی کی گئی تھی۔ اسلامی عساکر کی روانگی سے مطلع کر دیا گیا تھا اور اسلام پر قیام کی نشانی یہ بنائی گئی تھی کہ تمہاری بستیوں سے اذان کی آواز آنی چاہیئے۔ یہ گویا باغیوں کے خلاف کارروائی سے پہلے انہیں آخری وارننگ تھی۔

(۳) طلیحہ بن خویلد : طلیحہ نے بنو اسد میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا چند لوگ اس کے ساتھ گھر سے نکل کھڑے ہوئے راستہ میں لق و دق صحرا میں اچانک انہیں ایک چشمہ مل گیا یہ طلیحہ کا پہلا معجزہ قرار پایا۔ منکرین زکوٰۃ کو شکست ہوئی تو وہ اس سے آملے اور اس کی قوت کافی مضبوط ہو گئی۔ بنو غطفان اور بنو طے نے بھی طلیحہ کا ساتھ دینا شروع کر دیا تھا حضرت ابوبکرؓ نے خالدؓ بن ولید کو اس کے مقابلے پر مامور فرمایا تھا۔ جنگ سے پہلے عدی بن حاتم طائیؓ نے اپنے قبیلے کو سمجھا بجھا کر طلیحہ سے الگ کر لیا۔ بالآخر بزاخہ کے مقام پر جنگ شروع ہوئی۔ طلیحہ کی فوج کا سپہ سالار بنو فزارہ کا سردار عیینہ تھا اور خود طلیحہ ایک کمبل اوڑھ کر وحی کا انتظار کر رہا تھا جب عیینہ نے جنگ میں اپنا پلڑا ہلکا دیکھا تو طلیحہ سے پوچھا کہ کیا جبرئیل کوئی وحی لائے ؟" طلیحہ نے جواب دیا۔ "ابھی نہیں" عیینہ بار بار اس سے وحی کے بارے میں استفسار کرتا لیکن وہ ہر مرتبہ اسے ٹال دیتا بالآخر اسے یقین ہو گیا کہ طلیحہ جھوٹا ہے اور اس نے اپنی قوم سے پکار کر کہا کہ "طلیحہ جھوٹا ہے تم بھاگ کر اپنی اپنی جانیں بچاؤ۔" طلیحہ بھی اپنی بیوی کو لے کر بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے لشکر سے کہتا گیا کہ مجھے وحی کے ذریعے پیغام ملا ہے کہ میری طرح اپنے اہل و عیال کو ساتھ لے کر بھاگ جاؤ۔

طلیحہ کافی دیر شام میں رہائش پذیر رہا اس نے بالآخر دوبارہ اسلام قبول کر لیا اور حضرت عمرؓ کے زمانے میں آپ کے ہاتھ پر بیعت کی تجدید کی اور مسلمانوں کی طرف سے عراق کی لڑائیوں میں شرکت کی۔ اس نے کہانت بھی ترک کر دی تھی۔

(۴) سجاح اور مالک بن نویرہ : آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد بنو تمیم کے ایک سردار مالک بن نویرہ نے مدینہ زکوٰۃ بھیجنے سے انکار کر دیا۔ بعض دوسرے لوگ اسلام پر قائم رہے اور انہوں نے مالک کا ساتھ نہ دیا۔ اسی دوران میں بنو تمیم کی ایک عورت سجاح جس کی شادی بنو تغلب میں ہوئی تھی، بنو تغلب سے ایک لشکر لے کر یہاں آپہنچی۔ وہ نبوت کی دعویدار تھی

Marfat.com

کاہنہ ہونے کی وجہ سے مسجع و مقفیٰ عبارتیں بنانے میں ماہر تھی۔ اس نے مالک بن نویرہ کو ساتھ ملا لیا لیکن مالک نے اسے مدینہ کی طرف بڑھنے سے روک دیا اور بنوتمیم کے مخالف گروپ کے خلاف ہی لڑنے پر آمادہ کر لیا۔ نتیجتہً بنوتمیم میں خانہ جنگی شروع ہوگئی جس میں مالک نے ان لوگوں کو کافی نقصان پہنچایا جو اسلام پر کاربند تھے لیکن آخر کار ان کے ساتھ صلح کر لی۔ سجاح نے مدینہ کی طرف بڑھنے کا فیصلہ کیا لیکن بعض مسلمان قبائل سے شکست کھا کر واپس لوٹ آئی اور یمامہ کی طرف چلی گئی جہاں مسیلمہ کذاب اپنے لشکر لئے پڑا تھا۔ اس نے شکست کھائی اور قتل ہوا۔

(۵) مسیلمہ کذاب :۔ اسلامی حکومت کا سب سے بڑا باغی مسیلمہ تھا جو بنوحنیفہ سے متعلق تھا۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک خط بھی لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی نبی بنایا ہے اور سرزمین عرب میں حصہ دار مقرر کیا ہے۔ لہٰذا آدھا علاقہ تم لے لو آدھا میرے حوالے کر دو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے کذاب قرار دیا تھا۔ لیکن اس کی سرکوبی سے پہلے ہی آپؐ کی وفات ہوگئی تھی۔ اس کے پیروکار قبائلی تعصب کی وجہ سے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ربیعہ کا جھوٹا نبی قریش کے سچے نبی سے بہتر ہے۔ اس نے یمامہ میں چالیس ہزار فوج جمع کر رکھی تھی۔ سجاح جو خود نبوت کی دعویدار تھی۔ اس کی طرف آئی تو اس نے چکنی چپڑی باتوں سے بہلا پھسلا کر اسے نکاح کرنے پر آمادہ کر لیا اور حق مہر کے طور پر اس کے لشکر کو عشاء اور فجر کی نماز معاف کر دی۔

خالدؓ بن ولید مالک بن نویرہ سے فارغ ہو کر یمامہ کی طرف بڑھے۔ ان سے پہلے حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہؓ اور شرجیلؓ بن حسنہ کو اس کا مقابلہ کرنے پر مامور فرمایا تھا لیکن دونوں کو ہدایت یہ تھی کہ مل کر اقدام کریں، بدقسمتی سے انہوں نے الگ الگ یکے بعد دیگرے اس پر حملہ کیا اور شکست کھائی۔ خالدؓ بن ولید مدینہ سے کمک لے کر مسیلمہ پر حملہ آور ہوئے تو یمامہ کے مقام پر گھمسان کا رن پڑا۔ بنوحنیفہ بہت بہادری سے لڑے لیکن جس قوم سے انہیں واسطہ تھا وہ دنیا کی زندگی کو آخرت کے مقابلے میں سرے سے کوئی اہمیت ہی نہیں دیتی تھی۔ ایک ایک مجاہد جام شہادت نوش کرنے کے لئے بے قرار تھا جس کی آرزو پوری ہوجاتی تھی۔ دوسرا اس کی جگہ لے لیتا تھا۔ بڑے بڑے سربراہان شہادت کے بلند منصب پر فائز ہوگئے۔ خالدؓ بن ولید نے میدان کا جائزہ لے کر مسیلمہ کے حفاظتی دستے پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ مسیلمہ کے محافظ کٹ کٹ کر گرنے لگے اور خالدؓ پوری تیزی سے ان کے وار بچاتے ہوئے آگے بڑھنے لگے۔ بالآخر مسیلمہ کے ساتھیوں نے اس سے چلا کر پوچھا "آپ کے وہ وعدے جو اپنی فتح کے متعلق آپ نے ہم سے کئے تھے

Marfat.com

کہاں گئے؟ مسیلمہ سمجھ گیا کہ اب فتح کی کوئی امید نہیں رہی وہ پیٹھ پھیر کر بھاگ کھڑا ہوا اور اپنے لشکر سے کہتا گیا "اپنے حسب نسب کی خاطر لڑتے رہو" بنو حنیفہ کے ایک سردار نے مسیلمہ باغ میں پناہ لینے کی تجویز پیش کی اور مسلمانوں کو اس باغ کا محاصرہ کرنا پڑا مسیلمہ خود بھی اس باغ میں پناہ گزین تھا۔ اس کے گرد اونچی فصیل بنی ہوئی تھی، ایک مسلمان سردار براء بن مالک فصیل پر چڑھ کر دروازے کے سامنے کود گئے اور لڑتے بھڑتے دروازے تک پہنچ گئے انہوں نے دروازہ کھول دیا اور باقی مجاہدین باغ کے اندر گھس گئے اور بنو حنیفہ کو بے دریغ قتل کیا۔ مسیلمہ کو بھی ایک مسلمان حبشی غلام (جس نے حضرت حمزہؓ کو شہید کیا تھا) نے قتل کر ڈالا۔ بنو حنیفہ کے جو افراد قلعوں میں پناہ گزین تھے انہوں نے صلح کی درخواست کی جو قبول کر لی گئی اور ان کا ایک وفد مدینہ بھیجا گیا جس نے از سر نو اسلام کی بیعت کی۔ اس جنگ میں کم و بیش بیس ہزار مرتدین اور بارہ سو مسلمان جاں بحق ہوئے۔

(۶) اسود عنسی: اسود عنسی نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں دعویٰ نبوت کیا تھا۔ اس نے تمام یمن پر قبضہ کر لیا تھا اور اسلامی حکومت کے گورنروں کو وہاں سے نکال دیا تھا۔

تاہم ایرانی النسل مسلمان بدستور اسلام پر عمل پیرا رہے۔ انہی میں سے ایک شخص فیروز نے اسود عنسی کی بیوی آزاد کے ساتھ ساز باز کر کے اسود عنسی کو قتل کر ڈالا۔ آزاد ایرانی خاتون تھی اور وہ شہر بن بازان سابق حاکم صنعا کی بیوی تھی جسے اسود اپنے نکاح میں لے آیا تھا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی کے ذریعے اس کی اطلاع مل گئی تھی چنانچہ آپؐ نے مدینہ میں صحابہؓ کو بتا دیا تھا کہ اسود اپنے ہی ساتھیوں میں سے ایک شخص فیروز کے ہاتھوں مارا گیا ہے فیروز کی حکومت میں بھی امن و امان بحال نہ ہو سکا اور ریاست کی افواج کے سپہ سالار قیس اور ایک مشہور بہادر عمرو بن معدی کرب نے اسے دار الحکومت سے نکال باہر کیا اور جنوبی عربوں کے قومی جذبات کو بڑھا کر انہیں اسلام کے خلاف لڑنے پر آمادہ کر لیا۔ حضرت ابوبکرؓ نے عکرمہؓ بن ابوجہل کو یمن کی طرف بھیجا۔ مہاجر بن امیہ کو طائف کے راستے سے پہلے ہی بھیجا جا چکا تھا۔ ان اسلامی عساکر نے عمرو بن معدی کرب اور قیس دونوں کو گرفتار کر کے مدینہ بھیج دیا اور یمن میں امن قائم کر دیا

(۷) بحرین عمان اور کندہ سے ارتداد کا خاتمہ:۔ بحرین میں حطم نے اسلام کے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا۔ اس کے مقابلے کے لئے دار الخلافہ سے علاء بن الحضرمی کو بھیجا گیا اسلامی لشکر اور حطم کے درمیان جنگ کچھ طول کھینچ گئی۔ بالآخر ایک رات مرتدین شراب کے نشے میں مست داد عیش دے رہے تھے کہ اسلامی لشکر نے حملہ کر دیا اور حطم سمیت بے شمار

لوگوں کو قتل کر ڈالا اور بہت سے قید کر کے مدینہ بھیج دیئے گئے۔

عمان میں لقیط بن مالک نبوت کا دعویدار بن بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے استیصال کے لئے حذیفہ اور عرفجہ کی قیادت میں دو لشکر بھیجے گئے بعد میں عکرمہؓ کو بھی ان کی امداد پر مامور کر دیا گیا ان تینوں لشکروں نے مل کر عمان کے مرتدین کو شکست دی اور فتنہ ختم کر ڈالا گیا۔

کندہ میں اشعث بن قیس نے باغیانہ طرز عمل اختیار کیا۔ اس نے ایک اسلامی لشکر پر اچانک حملہ کر کے جنگی قیدی چھڑا دیئے لیکن جب عکرمہؓ، مہاجرؓ اور زیادؓ نے بیک وقت اس پر حملہ کیا تو وہ ایک قلعہ میں محصور ہو گیا۔ تاہم اسے کامیابی کی کوئی امید نظر نہیں آتی تھی۔ اس لئے اس نے مہاجرؓ بن امیہ کے ساتھ اس شرط پر صلح کر لی کہ قلعہ کے نو آدمیوں کی جان بخشی کر دی جائے۔ اتفاق سے وہ ان نو آدمیوں کی فہرست میں اپنا نام لکھنا بھول گیا۔ اس نے قلعہ پر قبضہ کروا دیا۔ ان نو آدمیوں کو آزاد چھوڑ دیا گیا۔ باقی افراد میں سے بہت سے قتل ہوئے اور اکثر کو قیدی بنا کر مدینہ بھیجا گیا جن میں سے خود اشعث بھی شامل تھا کیونکہ اس کا اپنا نام امان پانے والوں کی فہرست میں نہیں تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اشعث کو معاف کر دیا اس کے قبیلے کے قیدیوں کو رہا کر دیا لیکن اشعث اپنی اس حرکت پر اس حد تک شرمسار تھا کہ وہ واپس کندہ جانے کی بجائے مدینہ ہی میں مقیم ہو گیا۔ بعد میں عراق کی فتوحات میں اس نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ کندہ کا تصادم آخری تصادم تھا۔ اب پورے عرب میں امن و امان بحال ہو چکا تھا اور اسلام کے باغیوں کا خاتمہ ہو چکا تھا۔

ایران کے ساتھ تصادم کے اسباب

۱۔ **عرب و عجم کی قدیم آویزش:** ایران اور عربوں کے درمیان کافی دیر سے مخاصمت پائی جاتی تھی۔ ایرانی عربوں کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ ایرانی بادشاہ شاپور نے عرب پر حملہ کر کے لوگوں پر بے شمار مظالم ڈھائے تھے۔ اسی حملہ کی بنا پر ایرانی حکومت عرب کو اپنا ماتحت علاقہ بھی قرار دیتی تھی۔ چنانچہ عرب میں اسلامی حکومت کا عروج انہیں قطعی پسند نہ تھا۔

۲۔ **فتنہ ارتداد کی حوصلہ افزائی:** ایرانی حکومت عربوں کی ابھرتی ہوئی قوت کو تشویش کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔ اس لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے فوراً بعد اسلامی حکومت کا شیرازہ بکھیرنے کی جو کوششیں کی گئیں ان میں ایرانی حکومت کا بھی ہاتھ تھا۔ ایرانی حکومت ہی کے اشارے پر حیرہ کی حکومت نے عمان اور بحرین کے باغیوں کی حوصلہ افزائی کی۔ یمن کی بغاوت بھی ایرانی اثر و رسوخ ہی کا نتیجہ تھی اور سجاح، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا تھا۔ ایران کے زیر اثر عرب قبیلہ ہی سے متعلق

Marfat.com

تھی اور وہ حکومت کے اشارے پر ہی مدینہ کی طرف روانہ ہوئی تھی۔ ان تمام معاندانہ سرگرمیوں کی وجہ سے مسلمانوں کی طرف سے جوابی کارروائی کرنا ناگزیر تھا۔

۳۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نامہ مبارک کو پھاڑنا: حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب تمام بادشاہوں کے نام اسلام کے دعوت نامے بھیجے تھے۔ تو خسرو پرویز کسریٰ ایران نے آپؐ کا نامہ مبارک پھاڑ ڈالا تھا۔ اور سفیر کی بے عزتی کی تھی جو بین الاقوامی طور پر مسلمہ ضابطوں کے خلاف تھی۔ اس نے آنحضرتؐ کی گرفتاری کے لیے بھی احکام جاری کئے تھے۔ اس لیے مسلمانوں کے دل میں ایران کی ساسانی حکومت کے خلاف نفرت موجود تھی۔

۴۔ ایران میں انتشار: اس وقت ایرانی حکومت انتشار کا شکار ہو چکی تھی خسرو پرویز کے بیٹے شیرویہ نے باپ کو قتل کر کے تخت پر قبضہ کر لیا تھا۔ اس نے اپنے بھائیوں کو بھی تہ تیغ کر دیا تھا لیکن صرف ایک سال حکومت کے بعد وہ خود بھی چل بسا۔ اس کے بعد اس کا نابالغ بچہ تخت نشین کیا گیا تو کسی درباری نے اسے ختم کر کے حکومت پر قبضہ جما لیا۔ امرا نے اس غاصب کو تخت سے اتار کر شہزادہ جوان شیر کو تخت نشین کیا لیکن اس کی عمر نے بھی وفا نہ کی اور ایک نابالغ شہزادے کو تخت نشین کیا گیا اور ملکہ بوران دخت کو اس کی طرف سے نائب السلطنت بنایا گیا۔ اس داخلی انتشار سے مسلمانوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

۵۔ جذبہ اشاعت اسلام: مسلمانوں نے محض اسلام کی اشاعت کے لئے کسی علاقہ پر حملہ نہیں کیا۔ لیکن جن حکومتوں سے جنگ چھڑ جاتی تھی ان کے ساتھ مقابلے کے وقت مسلمانوں کے پیش نظر یہ بات بھی ہوتی تھی کہ ان کی فتح سے اللہ کا دین۔ اسلام پھیلے گا اور انسان کی غلامی سے نجات دلا کر خدا کی بندگی کے قابل بنایا جا سکے گا۔

۶۔ فوری وجہ: فوری طور پر تصادم اس وجہ سے ہوا کہ عراق کے قریب بہت سے عرب قبائل مدتوں سے ایرانی حکومت کے مظالم کے شکار تھے انہی میں سے ایک قبیلہ کے مسلمان سردار مثنیٰ ابن حارثہ نے حضرت ابوبکرؓ سے امداد طلب کی اور آپ نے ان قبائل کی آزادی کے لئے امداد دینے کا وعدہ فرمایا۔ اس طرح ایران کے زیر اثر قبائل کے ساتھ جنگ چھڑ گئی جس نے بعد میں ایرانی حکومت کے ساتھ بھرپور تصادم کی شکل اختیار کر لی۔

عراق کی فتوحات

مثنیٰ ابن حارثہ نے سب سے پہلے خود ہی عراق کے ان علاقوں پر حملہ کیا جہاں کے لوگ ایرانیوں کا ظلم سہہ رہے تھے۔ پھر خالد بن ولید بھی فوجیں لے کر آپہنچے چنانچہ عراق میں جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا۔ ان میں اہم حسب ذیل ہیں۔

(۱) **جنگ سلاسل ۶۳۳ء:** حضرت خالد بن ولید نے عراق پہنچ کر ہرمز گورنر عراق کو لکھا کہ اسلام

ل کرو یا جزیہ ادا کرنا منظور کرو ورنہ تمہیں ایک ایسی قوم سے لڑنا پڑے گا جو موت کی اتنی ہی
رزومند ہے جتنے کہ تم زندگی کے خواہش مند ہو" ہرمز نے یہ خط کسریٰ کے پاس بھیج دیا اور خود پوری
تیاری کے ساتھ دریائے فرات کے قریب کاظمہ کے مقام پر خیمہ زن ہو کر مسلمانوں کا انتظار
نے لگا۔ مسلمان وہاں پہنچے تو معلوم ہوا کہ پانی کے چشموں پر ایرانی قابض ہو چکے ہیں۔ لیکن اسی
قت اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے بارش ہو گئی جس سے اسلامی لشکر کے لئے بہت سا پانی جمع ہو گیا
الدؓ نے زیادہ وقت ضائع کئے بغیر جنگ کا آغاز کر دیا اور میدان میں نکل کر اپنے مدمقابل کا تقاضہ
یا۔ دوسری طرف سے ہرمز خود بڑھا۔ خالدؓ نے ہرمز کی تلوار چھین لی اور اسے کمر سے پکڑ کر زمین پر دے
ارا۔ ہرمز کی فوج کا ایک دستہ خالدؓ کی طرف لپکا لیکن قعقاعؓ بن عمرو کے دستے نے ان کو راستے ہی میں
تل کر ڈالا اتنے میں خالدؓ ہرمز کا کام تمام کر چکے تھے۔ اس کے بعد دونوں فوجیں گتھم گتھا ہو گئیں
یکن ایرانی فوج کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔ اس لئے وہ جلد ہی میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑی ہوئی۔
بعض ایرانی دستوں نے میدان سے نہ بھاگنے کا ارادہ ظاہر کرنے کے لئے پاؤں میں بیڑیاں پہن
کھی تھیں وہ میدان ہی میں مقتول ہوئے۔ اس جنگ کو انہی بیڑیوں کی وجہ سے جنگ سلاسل
کہا جاتا ہے۔

(۲) **جنگ مذار**:۔ ہرمز نے جو خط کسریٰ کو لکھا تھا اس کی وجہ سے کسریٰ نے قارن
کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا تھا جب قارن عراق پہنچا تو اسے ہرمز کی مفرور فوج سے ہرمز کی
موت کا علم ہوا۔ اس نے ان بھاگنے والے سپاہیوں کو بھی اپنے لشکر میں شامل کر لیا اور خالدؓ کے
مقابلے کی تیاریاں کرنے لگا۔ خالدؓ بن ولید بھی پوری سرعت سے مقابلے پر آ گئے۔ مذار کے مقام پر جنگ
ہوئی اس لشکر کے تمام بڑے بڑے سردار بشمول قارن مقتول ہوئے۔ بہت سے بھاگنے کی کوشش
میں دریا میں ڈوب گئے اور ایرانی فوج مکمل طور پر تباہ ہو گئی۔

(۳) **جنگ دلجہ**: ایران کی حکومت کے پاس وسائل کی کمی نہ تھی۔ اندازغر اور بہمن جادویہ
کی قیادت میں دو اور لشکر روانہ کر دیئے گئے تھے۔ اندازغر کے لشکر کے خلاف دلجہ کے مقام پر جنگ
ہوئی۔ خالدؓ بن ولید نے اپنی فوج کے تین حصے کر دیئے۔ ایک حصہ سامنے سے لڑنے لگا
دوسرے کو ایک کمین گاہ میں چھپا دیا اور تیسرا حصہ اپنے ساتھ منسلک رکھا۔ تھوڑی دیر کے
بعد پروگرام کے مطابق سامنے کا حصہ پسپا ہونے لگا۔ دشمن نے تعاقب شروع کیا یہاں
تک کہ وہ اس حصہ کی زد میں آ گیا جو کمین گاہ میں منتظر بیٹھا تھا۔ اس لشکر نے کمین گاہ سے
نکل کر اچانک عقب سے حملہ کر دیا۔ حضرت خالدؓ کا دستہ بھی ایک میل کا چکر کاٹ کر دائیں
طرف سے حملہ آور ہو گیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ ایرانی لشکر تین طرف سے گھر گیا اور اگر حضرت خالدؓ

Marfat.com

گھرے ہوئے لشکر کو پناہ نہ دیتے تو اس لشکر میں سے کسی کا بھی زندہ بچنا محال ہو جاتا۔

(۴) جنگ اُلیس : سابقہ جنگ میں کچھ نصرانی بھی گرفتار ہو گئے تھے۔ اس لئے بنی وائل کے عیسائیوں نے بہمن جاذویہ کو امداد کے لیے پکارا اور الیس پہنچ کر اس کا انتظار کرنے لگے۔ بہمن جاذویہ کسریٰ کی بیماری کی وجہ سے بروقت نہ پہنچ سکا اور عیسائی لشکر کو تنہا ہی مقابلہ کرنا پڑا۔ مسلمانوں نے انہیں شکست فاش دے کر ان کی قوت کو توڑ ڈالا۔

(۵) حیرہ پر قبضہ : اُلیس کے معرکے کے بعد حیرہ کی عیسائی ریاست کے خلاف کارروائی کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ خالدؓ بن ولید اس طرف بڑھے تو ابن زبان حاکم شہر نے اپنے بیٹے کی قیادت میں ایک کثیر فوج خالدؓ بن ولید کو روکنے کے لئے روانہ کی لیکن اس فوج کو شکست ہوئی اور ابن زبان کا بیٹا مارا گیا۔ بیٹے کی موت کی خبر سن کر وہ شہر چھوڑ کر بھاگ گیا اور باقی سرداران حیرہ نے ایک لاکھ ۹۰ ہزار درہم سالانہ خراج ادا کرنے کے وعدے پر صلح کر لی۔ مسلمانوں نے اہل حیرہ کے ساتھ اتنا اچھا سلوک کیا کہ ارد گرد کے بہت سے شہر خود ہی مطیع ہو گئے اور جنوبی عراق کا ایک کثیر حصہ اسلامی سلطنت میں شامل ہو گیا۔

(۶) انبار پر قبضہ : جنوبی عراق سے فارغ ہو کر خالدؓ بن ولید شمال کی طرف بڑھے۔ انہوں نے انبار کا محاصرہ کر لیا اور سخت تیر اندازی کر کے اہل شہر کو پریشان کر دیا۔ بالآخر شہرزاد نے اس شرط پر شہر خالدؓ کے قبضے میں دے دیا کہ عام لوگوں کو تین دن کی خوراک ساتھ لے کر نکل جانے کا اختیار ہوگا۔ یہ لوگ ایران کی تازہ دم فوج کے ساتھ جا ملے اور شہر پر اسلامی پرچم لہرانے لگا۔

(۷) عین التمر کا معرکہ : عین التمر کے مقام پر ایران کا ایک تازہ دم لشکر ابن بہرام کی سربراہی میں مقیم تھا۔ اس کی امداد کے لئے ایرانیوں کے زیر اثر عرب بھی کثیر تعداد میں جمع تھے۔ ان کا سردار عقبہ تھا۔ عقبہ نے ابن بہرام سے کہا کہ ہمیں عربوں سے لڑنے دو کیونکہ ایک عرب دوسرے عرب کی جنگی چالوں کو خوب سمجھتا ہے۔" ابن بہرام نے اس کی اجازت دے دی۔ خالدؓ بن ولید نے عقبہ کو زندہ گرفتار کر لیا اور اس کا لشکر خوف زدہ ہو کر بھاگ کھڑا ہوا۔ اس شکست سے ابن بہرام اس حد تک خوف زدہ ہوا کہ قلعہ عین التمر چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا۔ خالدؓ نے قلعہ بزور شمشیر فتح کر کے مال غنیمت اور جنگی قیدی حاصل کئے۔

(۸) دومتہ الجندل : دومتہ الجندل میں عیاضؓ بن غنم۔ اکیدر بن عبدالملک اور ... بن ربیعہ سے نپٹنے میں مصروف تھے۔ انہوں نے خالدؓ بن ولید سے امداد کی درخواست کی۔ خالدؓ بن ولید کے دومتہ الجندل پہنچتے ہی صورت حال بدل گئی۔ اکیدر نے اپنے دوسرے ساتھی کے سامنے صلح کر لینے کی تجویز پیش کی۔ لیکن وہ نہ مانا۔ اکیدر بھاگ کھڑا ہوا لیکن خالدؓ بن ولید

سپاہیوں نے اسے گھیر کر قتل کر ڈالا۔ دوسرا باغی جودی گرفتار کر لیا گیا۔ شورش پسندوں نے قلعہ میں داخل ہو کر دروازے بند کر لیے۔ خالدؓ نے قلعہ بزور شمشیر فتح کیا اور جودی سمیت ان تمام لوگوں کو جنہوں نے مسلمانوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا تھا قتل کر ڈالا۔

۹) **حیرہ کو واپس لینے کی کوشش** : خالدؓ بن ولید کے شمالی عراق میں چلے جانے سے اہل فارس نے حیرہ کو واپس لینے کی آخری کوشش کی اور دو فوجیں فارس سے حیرہ کی طرف بھیجیں لیکن قعقاعؓ بن عمرو اور ابو لیلیٰؓ نے جو حیرہ کے علاقہ کے ذمہ دار تھے ان دونوں لشکروں کو شکست دے کر حیرہ پر قبضہ برقرار رکھا اور ایرانی فوج کو بری طرح تباہ کر دیا۔

۱۰) **فراض کی جنگ** : فراض، شام و عراق کی سرحد پر واقع ہے۔ یہاں ایک رومی لشکر نے خالدؓ بن ولید کو چیلنج کیا اور دریائے فرات کو عبور کر کے مسلمانوں پر حملہ آور ہوا لیکن شکست کھائی اور دریائے فرات کے پشت پر ہونے کی وجہ سے لاتعداد جانوں کا نقصان اٹھایا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ رضی اللہ عنہ کے عہد خلافت میں سرحد عراق پر یہ آخری لڑائی تھی۔

روم کے ساتھ تصادم

تصادم کے اسباب

۱) **اسلامی حکومت کے استحکام سے قیصر کو تشویش** : قیصر ہرقل اس بات کو اچھی طرح سمجھ چکا تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے سچے نبی ہیں۔ تاہم عرب میں ایک مضبوط حکومت کا قیام اس کے سیاسی مفادات کے خلاف تھا۔ اس لیے اس نے اسلام دشمنی کا طرز عمل اختیار کر لیا اور اپنے ماتحت قبائل کو اسلامی حکومت کے خلاف کاروائیاں کرنے پر اکسایا۔

(۲) **اسلامی سفیروں کے ساتھ ناروا سلوک** : ملک شام میں جن صحابہؓ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے سفیر بنا کر بھیجا تھا۔ ان کے ساتھ بدسلوکی کی گئی۔ دحیہ کلبی کو لوٹ لیا گیا اور حارثؓ بن عمیر شہید کر دیئے گئے۔ یہ حرکات اس وقت کے مسلمہ بین الاقوامی ضابطوں کے بھی خلاف تھیں اور سفیر کو لوٹنا، قتل کرنا کمینگی خیال کیا جاتا تھا۔ شامی قبائل کی ان حرکتوں کے نتیجہ کے طور پر اسلامی حکومت اور بنو غسان کے درمیان تصادم شروع ہو گیا۔

(۳) **عہد نبوت میں تصادم کا آغاز** :- نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم شامی قبائل کے متوقع حملے کی روک تھام کے لئے تبوک تک گئے تھے۔ اگرچہ اس وقت وہ مقابلے پر نہ آئے۔ لیکن ان کی جارحانہ کاروائیاں جاری رہیں۔ چنانچہ آپ نے زیدؓ بن حارث کی قیادت میں ایک دستہ سرحدات

Marfat.com

شام کی طرف بھیجا۔ شامی لشکر نے اس پر حملہ کر دیا اور زیدؓ بن حارث کو شہید کر ڈالا۔ حضرت خالدؓ بن ولید نے کمال دانائی سے اسلامی دستے کو بحفاظت واپس مدینہ پہنچایا۔ آپؐ نے اسامہ بن زیدؓ کی قیادت میں ایک اور لشکر تیار کر کے سرحد شام کی طرف بھیجا۔ ابھی یہ لشکر چند منزلیں ہی دور گیا تھا نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کی وجہ سے واپس لوٹ آیا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اس لشکر کو دوبارہ روانہ فرمایا۔ اس طرح سے شام کے ساتھ جنگ و جدل کا آغاز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہو چکا تھا اور یہ بات واضح ہو گئی تھی کہ جب تک شام پر روم کا قبضہ ہے اس سرحد پر امن قائم نہیں ہو سکتا۔

فتوحات

حضرت ابوبکرؓ نے چار لشکر تیار کئے۔ ایک لشکر کا عمروؓ بن العاص کو امیر مقرر کر کے فلسطین پر حملہ کا حکم دے دیا۔ دوسرا لشکر یزیدؓ بن ابی سفیان کی سربراہی میں دے کر دمشق کی طرف روانہ کیا گیا۔ تیسرا لشکر ابو عبیدہؓ بن الجراح کی قیادت میں حمص کی طرف اور چوتھا شرجیلؓ بن حسنہ کی سرکردگی میں اردن کی طرف روانہ کیا گیا۔ ہرقل قیصر روم اس وقت حمص میں مقیم تھا۔ اس نے اپنے حقیقی بھائی تذارق کو نوے ہزار فوج دے کر عمرو بن العاص کے مقابلے پر جرجہ کو چالیس ہزار فوج کے ساتھ یزید بن ابو سفیان کے مقابلے پر وراقص پچاس ہزار لشکر کے ساتھ شرجیلؓ کے مقابلے پر اور قیقلان کو ساٹھ ہزار فوج کے ساتھ ابو عبیدہؓ کے مقابلے پر روانہ کیا۔

بُصریٰ پر قبضہ: حضرت ابوبکرؓ کو جب رومیوں کے ان غیر معمولی لشکروں کی اطلاع پہنچی تو انہوں نے خالد بن ولید کو لکھا کہ آدھی فوجیں مثنیٰؓ بن حارثہ کی کمان میں دے دو اور باقی لشکر کے ساتھ شام پہنچو۔ خالدؓ بن ولید کے راستے میں ایک بہت بڑا صحرا تھا جس کو پانچ دن اور پانچ رات کے سفر سے عبور کیا گیا۔ سامنے بنو غسان کی بستی بُصریٰ تھی جو رومیوں کے حامی تھے۔ خالد بن ولید نے اس پر حملہ کر دیا۔ اہل بُصریٰ نے اس شرط پر صلح کر لی کہ جزیہ ادا کریں گے اور اس کے عوض ان کی بستی کی حفاظت کی جائے گی۔

اجنادین کا معرکہ ۱۳ھ: دور صدیقی کا آخری بڑا معرکہ اجنادین میں ہوا۔ عمروؓ بن العاص کے مقابلے پر نوے ہزار لشکر رومیوں کی طرف سے آیا تھا اس کا مقابلہ کرنے کے لئے مسلمانوں نے سب لشکروں کو یکجا کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ یزیدؓ بن ابو سفیان، شرجیلؓ اور ابو عبیدہؓ بھی اپنے اپنے لشکر لے کر اجنادین پہنچ گئے۔ خالدؓ بن ولید بھی خلیفہ کے حکم کے مطابق یہیں ان سے آ ملے۔ رومیوں نے بھی اپنے باقی تمام لشکر یہیں جمع کر لئے۔ حضرت خالدؓ بن ولید کو متحدہ لشکر کا سپہ سالار بنایا گیا۔ خالدؓ نے پہلے پورے لشکر کو چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کیا۔ پھر میدان میں نکل کر

تعالیٰ کی بارگاہ میں دعا کی۔

"اے پروردگار عالم یہ وہ تیرے خاص بندے ہیں جنہوں نے تیرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا ہے اور ان کے مددگار و معاون رہے ہیں۔ تیری مرضی کے لئے انہوں نے اپنے گھر بار عیال و اطفال کو چھوڑا ہے تو ہماری عزت نہ رکھ بلکہ اپنے سچے دین اور اپنے سچے رسول کی عزت رکھ ہماری مدد نہ کر بلکہ اپنے دین کی مدد کر، اے بیکسوں کے چارہ ساز توان کے ذریعے سے ہماری مدد کر اور ہم کو کفار کے ہاتھوں ذلیل و خوار نہ کر۔"

اس دعا کے بعد حضرت خالدؓ نے پوری فوج کو مخاطب کر کے ایک فصیح و بلیغ خطبہ دیا جس کا ایک ایک لفظ تعلق باللہ کی مہک لئے ہوئے تھا اور جس میں شہادت کے بلند مرتبہ کو حاصل کرنے کی ترغیب دلائی گئی تھی۔

جنگ شروع ہوئی چالیس ہزار رومیوں پر مشتمل ہراول دستہ اسلامی لشکر پر حملہ آور ہوا، خالدؓ بن ولید خود اپنے مختصر سے دستے کے ساتھ مقابلے پر آئے اور یہ عظیم لشکر ایک دستے کے ہاتھوں پسپا ہو گیا۔ جرجہ رومی کی قیادت میں دوسرا لشکر آگے بڑھا لیکن خود جرجہ نے میدان میں آگے بڑھ کر اسلام کے بارے میں سوالات کرنے شروع کر دیئے۔ حضرت خالدؓ نے جوابات دیئے تو جرجہ مسلمان ہو گیا اور مسلمانوں کی طرف سے لڑتا ہوا شہید ہوا۔ پورے رومی لشکر نے یکبارگی حملہ کیا تو مسلمانوں کو ان کی کثرت تعداد کی وجہ سے کافی مشکل پیش آئی۔ خالدؓ نے دن ڈھلے تک لڑائی جاری رکھی یہاں تک کہ رومیوں نے میدان سے بھاگنا شروع کر دیا۔ خالدؓ بن ولید نے ان کے لئے راستہ چھوڑ دیا سوار دستے میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے پیادہ اکثر میدان ہی میں مارے گئے۔ رومیوں کے بہت سے سردار گرفتار ہوئے جن کو اگلے روز قتل کروا دیا گیا۔ مسلمانوں کے تین ہزار مجاہدین شہادت کے منصب پر فائز ہوئے۔

دورِ صدیقیؓ کی یہ آخری فتح تھی۔ اسی جنگ کے دوران ہی حضرت ابو بکرؓ کی وفات کی خبر پہنچی اور مسلمان نئے خلیفہ کے احکام کا انتظار کرنے کے لئے یہیں رک گئے۔

حضرت ابو بکرؓ کی وفات

حضرت ابو بکرؓ نے دو سال تین ماہ دس دن خلافت سنبھالی۔ آپ نے ۲۱ جمادی الثانی ۱۳ھ بمطابق ۶۳۴ء کو ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ وفات سے پہلے پندرہ دن بخار آتا رہا جس سے آپ بہت نڈھال ہو گئے تھے۔ وفات کا سبب اس زہر کا اثر بیان کیا جاتا ہے جو ایک یہودی نے چاولوں میں ملا کر کھلا دیا تھا۔ عبداللہ ابن عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی کو وفات کا سبب قرار دیتے ہیں۔

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ کی سیرت حضرت ابو بکرؓ نہایت نرم دل، متواضع، منکسر المزاج، راست باز اور حق گو تھے۔ سلامت طبع کی وجہ سے زمانہ جاہلیت میں بھی بدی سے نفرت کرتے تھے۔ اپنی پاکیزگی کردار کی وجہ سے ظہورِ اسلام سے پہلے بھی آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے احباب میں شامل تھے۔ ایمان لانے والوں میں آپ کو فضیلت کا درجہ حاصل ہے کیونکہ آپ مردوں میں سب سے پہلے ایمان لانے والے تھے۔ نورِ ایمان سے فیضیاب ہونے کے بعد آپ کی شخصیت اور اوصاف حمیدہ کو مزید جلا ملی۔ اور اس شخصیت کی تشکیل کی جسے بعد میں رفیقِ رسالت اور خلیفۃ الرسول ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ آپ مومن صادق تھے خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو صدیق کے لقب سے نوازا۔

آپؓ کی سیرت کے چند اہم پہلو حسب ذیل ہیں:۔

زہد و تقویٰ حضرت صدیقؓ بڑے عبادت گزار، نرم دل اور نرم خو تھے۔ آپ دن کو روزہ رکھتے اور رات نماز میں گزار دیتے اور خشوع و خضوع کی حالت میں اس قدر آنسو بہاتے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ آں حضورؐ فرمایا کرتے تھے کہ جس طرح آسمان کے ستارے گننا مشکل ہے اسی طرح صدیق اکبرؓ کی نیکیاں ان گنت ہیں۔ نماز اس حد تک خشوع و خضوع سے پڑھتے کہ معلوم ہوتا کہ کوئی سوکھی لکڑی ہے جو ہل جل نہیں سکتی۔ خدا خوفی کا یہ عالم تھا کہ ایک مرتبہ ایک غلام کی کہانت کی کمائی میں سے کچھ کھا لیا تو انگلی گلے میں ڈال کر قے کر دی۔

خدمت خلق آپ ایام جاہلیت میں بھی لوگوں کے بہت کام آتے تھے۔ اسلام لانے کے بعد آپ کی اس عادت میں اور بھی اضافہ ہوا۔ کسی کی خدمت کرنا ثواب و سعادت سمجھتے۔ خلیفہ بننے سے قبل ایک لڑکی کی بکری دوہا کرتے تھے۔ آپ خلیفہ بنے تو لڑکی کو فکر ہوئی کہ اب بکری کون دوہا کرے گا۔ آپؓ کو خبر ہوئی تو فرمایا "خدا کی قسم آپ کی بکریاں میں دوہا کروں گا۔ خلافت مجھے خدمت خلق سے باز نہ رکھے گی۔"

جرأت ایمانی اسلام قبول کیا تو گھر والے دشمن بن گئے جس سے آپؓ کے تجارتی کاروبار کو سخت نقصان پہنچا لیکن نہ ہی مالی خسارے اور نہ ہی کفار کی ایذا رسانی کا اثر قبول کیا اور بے دھڑک اسلام کی تبلیغ کرتے رہے اور مشکل لمحات میں حضورؐ کے ساتھ رہے۔ خلیفہ بننے کے بعد کئی ایسے اقدام اٹھائے جو عام لوگوں کے خیال میں اسلامی ریاست کے لئے نقصان دہ تھے مگر آپ نے اپنی جرأت ایمانی سے منکرین زکوٰۃ، مرتدین کی سرکوبی اور اسامہؓ بن زیدؓ کی مہم کی روانگی سے یہ ثابت کر دیا کہ وہ کام جو حضرت عمرؓ جیسے صحابہ کی نظر میں نقصان دہ تھے آپ نے اپنی جرأت ایمانی کا ثبوت دیتے ہوئے پورے کر دکھائے۔

ذاتی صلاحیتیں رسول اکرمؐ کے زمانے کے غزوات میں اور خلیفہ بننے کے بعد ملکی مسائل کو سلجھانے میں حضرت ابوبکرؓ نے جس مصمم ارادے اور عزم و استقلال کا ثبوت دیا۔ اگر ان کی جگہ کوئی اور ہوتا تو شاید تاریخ کا نقشہ آج کچھ اور ہوتا۔ رسولِ اکرمؐ کی وفات ابھی ہوئی تھی کہ مدینہ پر حملہ کا خطرہ پیدا ہوگیا۔ اس وقت ہر باہوش انسان یہی کہتا کہ ان نازک حالات میں فوج کو اتنی دور بھیجنا (اسامہ بن زید کی مہم) قرینِ مصلحت نہیں لیکن آپ نے عزم و استقلال اور ارادے سے اس خوبی سے یہ کام سرانجام دیئے کہ عقل حیران رہ گئی۔ منکرینِ زکوٰۃ کے خلاف آپ کا عزم و استقلال بے مثال تھا۔

عزم و حوصلہ کی اس عظیم قوت کے ساتھ ساتھ آپ نہایت ذہین معاملہ فہم اور ٹھنڈے مزاج کے انسان تھے۔ بہت جلد معاملے کی تہ تک جا پہنچتے۔ بہت تحمل سے کام لیتے اور صرف ضرورت کے وقت ہی سختی کرتے۔ آپ بہت اچھے خطیب بھی تھے۔ آپ کی خطابت کا لوہا حضرت عمرؓ خطاب نے بھی مانا۔

ایثار و قربانی ایامِ جاہلیت میں عزیز و اقربا کی امداد۔ اسلام قبول کرنے کے بعد حضرت بلالؓ اور عامرؓ بن فہیرہ جیسے بیسیوں ایذا رسیدہ غلاموں کے ظالم مالکوں کے ہاتھوں سے آزاد کرانا۔ راہِ اسلام میں اپنا سب کچھ قربان کر دینا اور پھر جنگ تبوک کے موقع پر گھر کی ہر ایک چیز کو لاکر آنحضورؐ کے قدموں پر ڈال دینا اور خلیفہ بننے کے بعد صرف دو وقت کے کھانے کا خرچ بیت المال سے وصول کر کے ساری زندگی فقیرانہ گزار دینا اور ایسے ہی بے شمار واقعات حضرت ابوبکرؓ کے جذبہ ایثار و قربانی کے کافی ثبوت ہیں جو قیامت تک انہیں حیاتِ جاوداں بخشتے رہیں گے۔

عشقِ رسولؐ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی سیرت کا بہت ابھرا ہوا پہلو اُن کا عشقِ رسولؐ ہے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ محبت تھی اور دنیا کی کوئی چیز آپ کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ محبوب نہ تھی۔ اسی وجہ سے ہر تکلیف کے وقت آپ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ ہجرت کے موقعہ پر آپ نے دوستی کا حق ادا کر دیا۔ غزوات میں آپؐ کی ذاتی حفاظت حضرت ابوبکرؓ ہی کے ذمہ ہوتی تھی۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی گستاخی آپ کے لئے قابلِ قبول نہ تھی۔ حضرت بلالؓ اور صہیب کے عشقِ رسول کی قدر آپ ہی نے کی اور انہیں خرید کر آزاد کیا۔ جب بعض صحابہؓ نے لشکرِ اسامہؓ کو روکنے کا مشورہ دیا تو آپ نے فرمایا کہ "خدا کی قسم اگر مدینے میں میرے علاوہ کوئی نہ رہے اور درندے آ کر میری پنڈلیوں کا گوشت نوچ کر لیجائیں تو بھی اس لشکر کو نہیں روک سکتا جس کو محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم نے روانہ فرمایا ہو۔"

مثالی حکمران خلیفہ اوّل کی حیثیت سے آپ نے فرض شناسی۔ ملی خدمت اور دیانت کا انتہائی اعلیٰ نمونہ اور معیار پیش کیا۔ بار خلافت اٹھانے سے پہلے ایک متمول تاجر تھے لیکن ذمہ داری اور فرض کی ادائیگی کے احساس نے اتنا وقت اور سکت ہی باقی نہ رہنے دیا کہ وہ اس طرف توجہ دے سکیں

لہذا چھ ہزار درہم کے مقروض ہو گئے۔ یہ قرض گھر کا اثاثہ بیچ کر ادا کیا گیا۔ اس صورت حال کو دیکھ کر صحابہ نے بیت المال سے کچھ روزینہ مقرر کر دیا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے رفیق خاص کو یہ گوارا نہ ہوا چنانچہ وفات سے پہلے گھر کی تمام اشیاء فروخت کر کے جس قدر روزینہ وصول کیا تھا واپس کر کے بیت المال میں جمع کرا دیا۔ اسلامی سلطنت کے سربراہ ہونے کے باوجود آپ کی زندگی تمام شاہانہ کرو فر اور تکلفات سے پاک تھی۔ مسجد نبوی کا صحن قصر خلافت کا کام دیتا تھا وہیں تمام ملکی امور طے کئے جاتے۔

ان کا عہد حکومت شاندار ایوانوں اونچے محلات خدام وحشم اور دربانوں سے یکسو خالی تھا۔ آپ نے اپنی رہائش اسی کچے مکان میں رکھی جہاں وہ خلیفہ بننے سے پہلے رہائش پذیر تھے۔ ہر کس و ناکس کو انہیں بلا روک ٹوک ملنے کی اجازت تھی۔ آپ ایک عظیم انسان۔ مدبر۔ دور اندیش حکمران اور اعلیٰ درجہ کے منتظم تھے۔

مختصر یہ کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام کی تعلیمات کا زندہ پیکر اور اخلاق نبوی کی مجسم تصویر تھے آپ نے اپنی ساری زندگی اور خاص طور پر خلافت کے زمانے میں کوئی کام ایسا نہ کیا جو رسول اللہ کے زمانے میں نہ ہوا ہو۔ خلافت کے صرف سوا دو سال کے قلیل عرصہ میں آپ نے اسلام اور مسلمانوں کی وہ گراں قدر خدمات سرانجام دیں اور آئندہ حکمرانوں کے لئے ایسے نمونے چھوڑ گئے جو دوسروں سے برسوں میں بھی ممکن نہ تھے۔ مزید برآں آپ نے فتوحات کا آغاز کر کے اور نظام سلطنت کی بنیاد ڈال کر اور اسلامی ریاست کو اندرونی اور بیرونی خطرات سے محفوظ کر کے اپنے آپ کو " افضل البشر بعد از انبیاء " ثابت کر دکھایا۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خدمات اسلام اور کارنامے

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی خدمات اسلام کی تفصیل گزر چکی ہے ذیل میں ان کا ایک مختصر سا خاکہ دیا جا رہا ہے۔

عہد نبوی کی خدمات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور اسلام کی خدمت میں لگ گئے۔ آپ نے اپنی جان اور اپنا مال دین کی سربلندی کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ عثمان غنی رضی اللہ عنہ عبدالرحمٰن بن عوف۔ ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ بن الجراح طلحہ اور زبیر جیسے صحابہ نے آپ کے سمجھانے پر ہی اسلام قبول کیا۔ ہجرت میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ دیا اور یار غار کہلائے۔ غزوات میں آنحضرت صلعم کے ذاتی محافظ قرار پائے۔ مسجد نبوی کے لئے

Marfat.com

جگہ خرید کر وقف کی۔ غزوہ تبوک کے موقعہ پر گھر کا پورا اثاثہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نذر کیا۔ القصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال تک اسلام کی خدمت کا کوئی موقعہ ہاتھ سے نہ جانے دیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کی خدمات کو خراج تحسین ان الفاظ میں پیش فرمایا کہ "میں نے ہر شخص کے احسانات کا بدلہ دنیا میں ادا کر دیا لیکن ابوبکرؓ کے احسانات مجھ پر باقی ہیں۔ ان کا بدلہ قیامت کے روز اللہ تعالیٰ ادا فرمائیں گے"۔

مسلمانوں کے اتحاد کو برقرار رکھنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد امت مسلمہ انتشار کا شکار ہو گئی تھی۔ قریب تھا کہ مہاجرین انصار ایک دوسرے کے خلاف برسرپیکار ہو جائیں۔ جب حضرت ابوبکرؓ نے عمر فاروقؓ اور ابو عبیدہ بن الجراح کی مدد سے صورت حال کو سنبھال لیا اور سقیفہ بنو ساعدہ میں صرف آپ ہی کی ذات تھی جس پر مہاجرین و انصار کا اتفاق ہو گیا اور آپ کی محترم شخصیت کے خلاف ابوسفیان کی کانا پھوسی بھی کارگر نہ ہوئی۔ اس لئے آپ کی ذات اتحاد بین المسلمین کا نشان بن گئی۔

مستحکم حکومت کا قیام صدیق اکبرؓ نے عرب کے قبائلی نظام پر بھرپور ضرب لگائی۔ اور ایک مستحکم قومی (اسلامی) حکومت قائم کی جس کا موثر اور مضبوط کنٹرول مدینہ ہی خلیفہ کے ہاتھ میں ہوتا تھا۔ اس طرح سے بھی عرب کی انتشار کی طاقتیں زوال پذیر ہو گئیں۔

مانعین زکوٰۃ کا استیصال حضرت ابوبکرؓ نے ان قبائل کے خلاف جہاد کیا جنہوں نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا۔ حالانکہ بعض کبار صحابہؓ کی بھی یہ رائے تھی کہ کلمہ گو مسلمان کے خلاف جہاد نہیں کرنا چاہیئے۔ اس طرح آپ نے دین کی ایک بنیاد کو منہدم ہونے سے بچا لیا۔

مدعیان نبوت کا خاتمہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں اسود عنسی اور مسیلمہ کذاب نے نبوت کا دعویٰ کر دیا تھا اور آپؐ نے وضاحت فرما دی تھی کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا (لا نبیَّ بعدی) اس وجہ سے حضرت ابوبکرؓ نے ان تمام مدعیان نبوت کے خلاف جہاد کیا جو دعویٰ نبوت کو حصول اقتدار کا ذریعہ سمجھتے تھے۔ اس طرح آپ نے قیامت کے لئے اس بات کی توثیق کر دی کہ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو شخص نبوت کا دعویٰ کرے گا وہ جھوٹا ہے اور مسلمانوں کو اس کے خلاف جہاد کرنا چاہیئے

شامی سرحد کا دفاع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آخری زمانے میں مدینہ پر ہر وقت شامی حملے کا خطرہ محسوس ہوتا تھا۔ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے

Marfat.com

آپ نے اسامہؓ بن زید کا لشکر تیار کیا تھا۔ آپ نے نہ صرف مشکل ترین حالت میں اسامہؓ بن زید کا لشکر تیار کیا تھا۔ آپ نے نہ صرف مشکل ترین حالت میں اسامہؓ بن زید کا لشکر روانہ فرمایا بلکہ مسلسل مہمات بھیج کر اجنادین کے معرکے میں رومی طاقت پر کاری ضرب لگائی۔

فتوحات کا آغاز حضرت صدیق اکبرؓ نے مضبوط خارجہ پالیسی اختیار کی اور روم و ایران کی حکومتوں کے خلاف جہاد کا آغاز کر دیا جو مسلمانوں کے داخلی معاملات میں دخل دے رہی تھیں اور اسلامی حکومت کے استحکام کے خلاف سازشوں میں مشغول تھیں اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ ان جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا جنہوں نے دنیا بھر کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیا اور کسریٰ کی عظیم سلطنت چند سالوں میں مسلمانوں کے قدموں میں تھی اور قیصر کو ایشیائی علاقوں کو خیر باد کہہ کر قسطنطنیہ واپس جانا پڑا اور مسلمان دنیا کی سب سے عظیم طاقت قرار پائے۔

نظام خلافت راشدہ کی بنیاد: حضرت ابو بکرؓ نے نہ صرف یہ کہ عظیم فتوحات حاصل کیں بلکہ علیٰ منہاج النبوۃ قائم کر کے اسلامی نظام مملکت بھی دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔ عہد نبویؐ تک حکومت کی رہنمائی خدا اور رسولؐ کیا کرتے تھے خلافت میں مسلمانوں نے باہمی مشاورت سے حکومت چلانے کی تفصیلات طے کرنی شروع کیں۔ اس طرح سے پہلی اسلامی جمہوریہ وجود میں آئی۔

اس سلسلے میں یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ آپ نے بیت المال کی شرعی حیثیت بھی واضح فرما دی۔ آپ نے بیت المال کو صرف اجتماعی کاموں پر صرف کیا۔ ذاتی طور پر آپ نے کچھ دیر تک تجارت سے گزر اوقات کی۔ اس کے بعد ساتھیوں کے مجبور کرنے پر بیت المال سے صرف گزارہ الاؤنس قبول کیا اور اس کے بارے میں بھی وصیت کر دی کہ ان کا مکان بیچ کر واپس کر دیا جائے۔ آپ نے وضاحت فرما دی کہ بیت المال کے مال پر میرا اتنا ہی حق ہے جتنا یتیم کے مال پر اس کے غریب سرپرست کو۔

جمع قرآن آپ کا ایک اور عظیم کارنامہ جمع قرآن ہے۔ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ میں حفاظ قرآن کی ایک کثیر تعداد شہید ہو گئی تو آپ نے بروقت اقدام کرتے ہوئے جمع قرآن کا اہتمام فرمایا اور اس وقت کے حفاظ کی مدد سے قرآن پاک کی آیات کو اسی ترتیب سے لکھوایا جس ترتیب سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رمضان میں جبریل سے قرآن سنا کرتے تھے اور اس طرح سے قرآن پاک اپنی اصلی ترتیب کے ساتھ مرتب ہو کر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے پاس محفوظ کر دیا گیا۔

ذمیوں کے حقوق : بالعموم مفتوحہ قوبیں فاتحین کا شکار ہوا ہی کرتی ہیں لیکن صدیق اکبرؓ نے اس سلسلے میں خصوصی اقدامات کر کے ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی۔ اسلامی عساکر کو ذمیوں کے بارے میں خصوصی ہدایات دی جاتی تھیں۔ مدینۃ النبی میں بھی غیر مسلموں کی کافی تعداد موجود تھی جو معاشی، سماجی اور مذہبی آزادیوں سے ہم کنار تھے اور ان کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کی جاسکتی تھی۔ اس کا ثبوت وہ معاہدہ ہے کہ حیرہ کے عیسائیوں کے ساتھ آپ نے کیا۔ اس میں واضح کیا گیا تھا کہ "عیسائیوں کی خانقاہیں اور گرجے نہیں گرائے جائیں گے۔ ان کو مکمل مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔ ناقوس بجانے کی ممانعت نہ ہوگی۔ اور نہ ہی تہوار کے موقع پر انہیں صلیب نکالنے سے روکا جائے گا۔ ان کے قلعے جو دشمن کے حملے کے وقت ان کی پناہ گاہیں ہوتی ہیں محفوظ رکھی جائیں گی۔"

سر ولیم میور اپنی پوری اسلام دشمنی کے باوجود یہ ماننے پر مجبور ہے کہ اگرچہ آپ کا عہد حکومت مختصر تھا لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر سے زیادہ اسلام کی خدمت اور کسی نے نہیں کی۔ آپ نے نوزائیدہ اسلام کو ختم ہونے سے بچایا۔"

"His reign was short but after Muhammad himself, there is no one to whom the Faith is more beholden. He saved the nascent Islam from extinction."

امتحانی سوالات

(۱) حضرت ابوبکرؓ کا بطور خلیفہ انتخاب کیسے ہوا؟ ان کے انتخاب کے بعد کی تقریر کا خلاصہ تحریر کیجئے۔

(۲) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو خلافت سنبھالنے کے بعد کیا کیا مشکلات پیش آئیں اور آپ نے ان پر کیسے قابو پایا۔

(۳) پیغمبر اسلام کے قابل قدر خلیفہ کی حیثیت سے حضرت ابوبکر کے کردار اور کارناموں پر روشنی ڈالئے۔

(۴) خلیفہ ابوبکرؓ کی خدمات اسلام بیان کیجئے۔

(۵) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا زمانہ حکومت مختصر تھا تاہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد اسلام کی سب سے زیادہ خدمات انہوں نے ہی سرانجام دیں۔ بحث کیجئے (میور)

(۶) شام اور ایران کے ساتھ مسلمانوں کے تصادم کے اسباب بیان کریں اور حضرت ابوبکرؓ کے عہد کی فتوحات عراق و شام کا حال لکھیں۔

باب ۷

خلافتِ فاروقِ اعظمؓ

۱۳ھ تا ۲۳ھ
۶۳۴ء تا ۶۴۴ء

ابتدائی حالات عمر فاروقِ اعظمؓ قریش کے معزز قبیلے بنو عدی کے چشم و چراغ تھے۔ آپ کے والد کا نام خطاب بن نفیل تھا۔ آپ کا سلسلہ نسب آٹھویں پشت میں جا کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مل جاتا ہے۔ آپ کی والدہ مشہور قریشی سردار ہشام بن المغیرہ کی بیٹی تھیں آپ ہجرت سے ۴۰ سال قبل پیدا ہوئے۔ آپ کا خاندان خطابت میں امتیاز رکھتا تھا وہ قریش کی طرف سفارت کا شعبہ اسی خاندان کے سپرد کیا گیا تھا۔ بالعموم ثالث کے فرائض بھی اسی قبیلہ کے سربراہ کو انجام دینے پڑتے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ قوتِ فیصلہ اور عدل و انصاف کے اعتبار سے بھی اس خاندان کو امتیاز حاصل تھا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دادا عبدالمطلب اور حرب بن امیہ کے درمیان تنازعہ کا فیصلہ آپ کے دادا نفیل نے کیا تھا۔ یہ قبیلہ صفا و مروہ کے درمیان مقام صفا میں رہائش پذیر تھا۔

حضرت عمرؓ جوان ہوئے تو والد کی طرف سے اونٹ چرانے کی ذمہ داری آپ پر ڈالی گئی۔ اس سلسلے میں وہ آپ پر بہت سختی کرتے تھے۔ آپؓ نے فنونِ سپاہ گری میں امتیاز حاصل کیا۔ آپ عکاظ کے میلے کے دنگل میں کشتی بھی لڑا کرتے تھے بہت فصیح اللسان مقرر تھے۔ شعر و سخن سے بھی دلچسپی رکھتے تھے۔ بعثت نبوی کے وقت آپ ان سترہ قریشی سرداروں میں سے تھے جو لکھنا پڑھنا جانتے تھے لیکن آپ کی شخصیت کا سب سے نمایاں پہلو شجاعت تھی۔

قبولِ اسلام آپ کی عمر ۲۷ سال تھی جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قریشِ مکہ کو دینِ حق کی طرف بلایا اور یہ پرجوش نوجوان اسلام کا مخالف ہو گیا۔ ان کے خاندان کی کنیز لبینہؓ مشرف با اسلام ہوئیں تو عمر بن خطاب نے ان پر بے پناہ سختی کی۔ جب وہ مار مار کر تھک جاتے تو کہتے ابھی تھوڑا سا سستا لوں پھر مارتا ہوں۔ لیکن آپ کا یہ تشدد لبینہؓ کے دل سے نورِ اسلام کو نہ نکال سکا تو یہ ارادہ کیا (نعوذ باللہ) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ختم کر دیا جائے "تاکہ آبائی مذہب محفوظ ہو جائے" لیکن قدرتِ کاملہ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔ عمرؓ جب اس ارادہ سے گھر سے نکلے تو راستے میں نعیم بن عبد اللہ ملے جو اسلام قبول کر چکے تھے۔ انہوں نے عمر کے ہاتھ میں تلوار اور ماتھے پر تیور دیکھ کر ارادہ پوچھا تو جواب دیا۔ "محمد کا فیصلہ کرنے جاتا ہوں" انہوں نے فوراً کہا کہ "پہلے اپنے گھر کی تو خبر لو تمہاری بہن اور تمہارے

بہنوئی مسلمان ہو چکے ہیں" غصّے میں بہن کے گھر کی طرف لپکے اور دروازے کو اندر سے بند پایا اور قرآن پڑھنے کی آواز سنی۔ دروازہ کھلوایا اور بہنوئی کو پیٹنا شروع کر دیا۔ بہن بچانے کو آئیں تو ان کی بھی خبر لی۔ یہاں تک کہ ان کا بدن لہولہان ہو گیا۔ اسی حالت میں ان کی زبان سے نکلا "عمر جو چاہو کرو اسلام اب دل سے نہیں نکل سکتا" بہن کے اس غیر متزلزل ارادے نے بھائی کو بالآخر سوچنے پر مجبور کر دیا۔ کہا کہ آخر دکھاؤ تو وہ کیا چیز تھی جو تم پڑھ رہے تھے؟ بہن نے قرآن پاک کے اوراق دکھائے۔ فصیح و بلیغ کلام، غضب کے زورِ بیان اور پُر زور استدلال نے بالآخر عمرؓ کے دل کو فتح کر لیا۔ آیت سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ (جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، سب اللہ کی تسبیح بیان کرتا ہے، اور وہ غالب الحکم ہے۔) آپ کے دل میں اتر گئی اور آپ کی بہن نے اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ (ایمان لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول پر) تو وہ بے اختیار کلمۂ شہادت پکار اٹھے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دار ارقمؓ میں پناہ گزین تھے، وہاں دربار رسالت میں پیش ہوئے صحابہ کو معلوم ہوا کہ عمرؓ کی آمد ہے تو گھبرا گئے۔ حضرت حمزہؓ نے فرمایا کہ "آنے دو اگر نیک ارادے سے آیا ہے تو بہتر ورنہ اسی کی تلوار سے اس کا سر قلم کر دیا جائے گا" چنانچہ حضرت عمرؓ کو اندر بلا لیا گیا اور آپ نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کیا۔

عہدِ نبوی میں خدماتِ اسلام

حضرت عمرؓ سے پہلے کم و بیش ۵۰ آدمی مشرف بہ اسلام ہو چکے تھے۔ لیکن سبھی چھپ چھپ کر نمازیں پڑھتے تھے، حضرت عمرؓ کے ایما پر پہلی مرتبہ خانہ کعبہ میں اعلانیہ نماز ادا کی گئی اور اسی پر آپ کو دربارِ رسالت سے "فاروق" کا خطاب ملا۔ مشرکین مکہ نے مزاحمت کی کوشش کی تو حضرت عمرؓ کعبہ کے دروازے میں ننگی تلوار لے کر کھڑے ہو گئے اور پُر رعب انداز میں پکار کر کہا "جسے اپنی بیوی کو بیوہ اور بچوں کو یتیم بنانا ہو وہ میرے مقابلے پر آئے"۔ لوگ عمرؓ بن خطاب کی تلوار کی کاٹ جانتے تھے اس وجہ سے کسی کو جرأت نہ ہوئی۔

آنحضرتؐ مدینہ کی اسلامی ریاست کے بہت سے امور آپکی صائب رائے کے مطابق طے فرماتے تھے۔ اذان کا طریقہ آپ ہی کی تجویز پر رائج کیا گیا۔ غزوات میں بھی آپ کی خدمات بہت نمایاں ہیں۔ غزوۂ بدر میں اپنے سگے ماموں (عاصی بن ہشام) کو جو مشہور قریشی سرداروں میں سے تھا، اپنے ہاتھ سے قتل کیا۔ اسیرانِ بدر کے بارے میں آپ کی تجویز یہ تھی کہ جس کا جو رشتہ دار ہے۔ وہی اسے قتل کرے۔ اگرچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکرؓ کی رائے کے مطابق فیصلہ فرمایا۔ لیکن وحی الٰہی نے حضرت عمرؓ کی رائے کی تائید کی۔ غزوۂ اُحد میں بھی آپ نے شجاعت کا بھرپور مظاہرہ کیا۔ جنگ کے اختتام پر جب ابوسفیان نے ہُبل کی جے اور لات کی جے کے نعرے بلند کیے تو آپ نے باوازِ بلند تکبیر بلند کی اور اس کا جواب دیا۔ امورِ ریاست میں بالعموم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ سے مشورہ کرتے۔ یہودیوں کے ساتھ گفت وشنید میں بالعموم یہ دونوں جاں نثار آپؐ کے ساتھ ہوتے تھے۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر آپ کو جھک کر صلح کرنا پسند نہ تھا لیکن جب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی قربانی ذبح کی تو حضرت عمرؓ نے بھی فوراً اقتداء کی، غزوۂ خیبر میں جو زمین حضرت عمرؓ کے حصے میں آئی تھی وہ آپ نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں وقف کر دی۔ یہ اسلام کی تاریخ میں پہلا وقف تھا۔ بنو ہوازن نے مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کرنا شروع کیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ کو ان کے مقابلے پر بھیجا اور بنو ہوازن آپ کی آمد کی خبر سنتے ہوئے بھاگ گئے۔ القصہ حضرت عمرؓ قبول اسلام کے بعد مسلسل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے۔ ہر غزوہ میں شریک ہوئے اور جاں نثاری کا حق ادا کیا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم آپ کو اپنی نجی زندگی میں بھی مداخلت کی اجازت دیتے تھے۔ ایک مرتبہ جب آنحضرتؐ نے ازواجِ مطہرات سے بولنا بند کر دیا تو سوائے حضرت عمرؓ کے کسی کو اس بارے میں دریافت کرنے کی ہمت نہ ہوئی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو وہ عمرؓ ہوتا"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کے بعد اُمتِ مسلمہ کے مسائل الجھ سکتے تھے لیکن حضرت ابوبکرؓ، عمرؓ اور ابو عبیدہؓ نے بر وقت صورتِ حال پر قابو پا لیا۔ دورِ صدیق اکبرؓ میں حضرت عمرؓ خلیفہ کے مشیر خاص تھے۔

انتخابِ خلافت

حضرت ابوبکرؓ کی بیماری طول پکڑ گئی اور یہ اندازہ ہو گیا کہ آپ کا وقتِ انتقال آ پہنچا ہے۔ تو آپ نے صحابہ کرامؓ سے اپنے جانشین کے بارے میں مشورے شروع کر دیئے، حضرت عبدالرحمن بن عوفؓ کی حضرت عمرؓ کے بارے میں رائے یہ تھی "عمرؓ کی قابلیت میں کیا کلام ہے۔ لیکن مزاج میں سختی ہے"۔ حضرت ابوبکرؓ نے جواب میں فرمایا "ان کی سختی اس لیے تھی کہ میں نرم تھا جب کام ان پہ ہی آن پڑے گا تو وہ خود بخود نرم ہو جائیں گے"۔ حضرت عثمانؓ نے یہ رائے دی کہ "میں اس قدر کہہ سکتا ہوں کہ عمرؓ کا باطن ظاہر سے اچھا ہے۔ اور ہم لوگوں میں ان کا جواب نہیں"۔ حضرت طلحہؓ نے بھی حضرت عمرؓ کی سختی کی شکایت کی لیکن حضرت ابوبکرؓ نے انہیں بھی سمجھا دیا اور حضرت عثمانؓ سے وصیت نامہ لکھوایا جس میں حضرت عمرؓ کو خلیفہ مقرر کیا اور اپنے غلام کو وہ وصیت نامہ دے کر باہر بھیجا جہاں عامۃ المسلمین فیصلے کا انتظار کر رہے تھے، آپؓ کے غلام نے وصیت نامہ پڑھ کر سنایا اور حضرت ابوبکرؓ نے بالا خانے سے جھانک کر لوگوں سے دریافت کیا کہ کیا انہیں حضرت عمرؓ کی خلافت منظور ہے؟ سب نے اس انتخاب کی توثیق کی پھر حضرت عمرؓ کو بلایا گیا اور حضرت ابوبکرؓ نے آپؓ کو بہت سی نصیحتیں کیں، اس طرح حضرت عمرؓ امیر المومنین بنے۔ اور تاریخ اسلام میں فاروق اعظمؓ کے سنہری دور کا اضافہ ہوا۔

Marfat.com

فتوحاتِ عراق و ایران

حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالےٰ کے عہدِ حکومت ہی میں ایران اور روم کے ساتھ تصادم شروع ہوچکا تھا۔ حضرت عمرؓ نے پہلے عراق کی طرف توجہ فرمائی اور ابو عبیدہؓ ثقفی کی قیادت میں مثنیٰؓ بن حارثہ کو امدادی لشکر بھیجا۔ دوسری طرف ملکہ بوران دخت نے اپنے سالار رستم کو وسیع اختیارات دے کر مسلمانوں کے مقابلے پر مامور کیا۔ رستم نے نرسی اور جاپان کی قیادت میں ایک لشکر عراق روانہ کیا اور مختلف پروپگنڈہ کرنے والے بھیج کر مذہبی بنیادوں پر اہلِ عراق کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکایا اور عراق کے اکثر اضلاع میں بغاوت پھیلادی۔

نمارق کی جنگ ۶۳۴ء لشکرِ ابو عبید ثقفی کا مقابلہ پہلے جاپان کی فوج کے ساتھ نمارق کے مقام پر ہوا۔ ایرانی سپاہ نے بہت بہادری سے مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی۔ اس کے اکثر سردار میدان ہی میں قتل ہوئے۔ جاپان خود بھی گرفتار ہو گیا لیکن ایک مسلمان نے جو اسے پہچانتا نہ تھا اسے دو غلاموں کے عوض رہا کر دیا۔ جب اسلامی لشکر نے اسے پہچانا تو دوبارہ گرفتار کر لیا لیکن ابو عبیدؓ نے یہ کہہ کر اسے دوبارہ رہا کر دیا کہ اسلام میں بدعہدی جائز نہیں ہے۔

نرسی کی شکست ۶۳۴ء رستم کی بھیجی ہوئی دوسری فوج کا سربراہ شاہی خاندان کا ایک فرد نرسی تھا۔ ابو عبیدہ نے نمارق کی فتح کے بعد اس کا رُخ کیا اور سقاطیہ کے مقام پر بہت بڑا معرکہ ہوا۔ ایرانی فوج کو شکست ہوئی اور نرسی نے بھاگ کر جان بچائی۔

جسر کا معرکہ ۶۳۴ء رستم کو ان شکستوں کی اطلاع ملی تو اس نے مردان شاہ کو ایک بڑے لشکر کے ساتھ روانہ کیا۔ اس نے دریائے فرات کے کنارے پڑاؤ ڈال دیئے۔ مردان شاہ نے اسلامی لشکر کو اشتعال دلانے کے لیے پیغام بھیجا کہ عرب مردِ میدان نہیں ہوتے۔ ابو عبید یہ سن کر جوش میں آگئے اور مثنیٰؓ اور سلیطؓ جیسے معزز صحابہ کے اختلاف کے باوجود انہوں نے دریا عبور کر کے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ دریا کے پار جانا مسلمانوں کے لیے بہت مضر ثابت ہوا کیونکہ وہاں صف بندی کے لیے انہیں موزوں جگہ نہ مل سکی۔ جنگ میں اہم رول ایرانی ہاتھیوں نے ادا کیا۔ عربوں کے گھوڑے ان مست ہاتھیوں سے بدکنے لگے۔ ابو عبیدؓ نے لشکر کو پا پیادہ مقابلہ کرنے کا حکم دیا۔ لیکن ایک بڑے ہاتھی نے آپ کو شہید کر ڈالا۔ اور اسلامی لشکر بھی ایرانی افواج کی کثرت کی وجہ سے پسپا ہونے پر مجبور ہو گیا۔ لیکن عقب میں دریا تھا۔ اس لیے بہت سی قیمتی جانیں جاتی رہیں اور مسلمانوں کے نو ہزار مجاہدین میں سے صرف تین ہزار باقی رہ گئے تھے۔

Marfat.com

معرکہ بویب ۶۳۵ء

جسر کے معرکے میں مسلمانوں کی شکست نے پورے عرب میں غم و غصہ کی لہر دوڑا دی۔ لوگ خود بخود مثنیٰؓ کے پاس پہنچنے لگے۔ مدینہ میں رضا کاروں کے لشکروں کا تانتا لگ گیا اور اسلامی لشکر از سرِ نو مرتب کیا گیا۔ اس لشکر میں بنو تغلب کے عیسائی بھی قومی حمیت کی وجہ سے شامل ہوئے۔ عجمیوں کے حوصلے بڑھ گئے تھے۔ ملکہ بوران دخت نے مہران کی قیادت میں ایک لشکر روانہ کیا جو بویب میں دریا عبور کر کے خیمہ زن ہوا، مثنیٰؓ نے فوج کو بہت اچھی طرح منظم کیا۔ یہ معرکہ اس محاذ کے اہم ترین معرکوں میں شمار ہوتا ہے۔ ایرانی بہت بہادری سے لڑے لیکن مسلمان بھی سردھڑ کی بازی لگا رہے تھے۔ ایرانی سپاہ کا قلب (مرکزی حصہ) جس کی قیادت مہران خود کر رہا تھا۔ بہت ثابت قدمی سے جما ہوا تھا۔ مثنیٰؓ نے بھی پوری قوت سے یہیں حملہ کیا۔ ایرانی کٹ کٹ کر گرنے لگے اسلامی لشکر کے بھی بڑے بڑے سردار جن میں مثنیٰؓ کے اپنے بھائی بھی شامل تھے۔ شہید ہوئے۔ بالآخر بنو تغلب کے ایک نوجوان نے لپک کر مہران کا خاتمہ کر ڈالا، اور ایرانی لشکر بھاگ کھڑا ہوا پشت پر دریا حائل تھا، مثنیٰ نے پل پر پہرہ لگا دیا اور بے شمار ایرانی دریا عبور کرنے کی کوشش میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔

اس شکست کی خبر ایرانی دارالحکومت پہنچی تو ملکہ بوران دخت کے خلاف انقلاب آ گیا اور یزدگرد کو جو نوجوان تھا تخت نشین کیا گیا۔ تمام درباریوں نے باہمی اختلافات ختم کر کے از سرِ نو مقابلہ کرنے کا عزم کیا مذہبی بنیادوں پر اپیل کر کے ایرانیوں کا ایک کثیر لشکر تیار کیا گیا اور عراق کے مفتوحہ علاقوں میں بغاوت پھیلائی گئی چنانچہ مسلمان حضرت عمرؓ کے حکم کے مطابق سرحد عرب تک پیچھے ہٹ گئے۔

جنگِ قادسیہ کی تیاریاں

حضرت عمرؓ فاروقِ اعظم نے بھی جنگی تیاریاں شروع کر دیں سارے عرب سے رضا کار اکٹھے کئے گئے۔ شعرا، خطیب اور ماہرین حرب مدینہ پہنچنے لگے۔ حج کا موسم بھی آ گیا تھا۔ حضرت عمرؓ نے اس موقع پر صورتِ حال کی نزاکت مسلمانوں کے سامنے رکھی اور جہاد کی اپیل کی حج کے بعد آپ مدینہ واپس لوٹے تو ایک کثیر لشکر جمع ہو چکا تھا آپ نے خود محاذ پر جانے کا ارادہ کیا۔ عوام الناس نے بھی اس ارادہ کی تائید کی اور کہا کہ "امیرالمؤمنین یہ مہم آپ کے بغیر سر نہ ہو گی"، لیکن کبار صحابہؓ بالخصوص حضرت علیؓ نے اس رائے سے اختلاف کیا، اور مشورہ دیا کہ امیرالمؤمنین مدینہ ہی میں رہیں اور کسی صحابیؓ کو اس مہم کا امیر مقرر کیا جائے۔ اگر اللہ تعالیٰ فتح دے تو بہتر ورنہ کسی اور صحابی کو روانہ کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ فتح دے، چنانچہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کی تجویز پر سعدؓ بن ابی وقاص کو امیرِ لشکر مقرر کیا گیا لیکن حضرت عمرؓ نے انہیں ہدایت کی کہ کوئی اہم قدم ان کی اجازت کے بغیر نہ اٹھایا جائے۔

مثنیٰؓ جنگ جسر میں زخمی ہو گئے تھے ان کے بھائی معنیٰ سعد بن ابی وقاص سے آ ملے متحدہ لشکر

Marfat.com

نے حضرت عمرؓ کی ہدایات کے مطابق قادسیہ میں قیام کیا کیونکہ اس کے سامنے ملک عراق تھا اور پیچھے پہاڑیاں تھیں جو پسپا ہونے کی صورت میں مفید ثابت ہوسکتی تھیں۔ لشکر کی تنظیم بھی امیرالمومنین کی ہدایات ہی کے مطابق کی گئی۔ دوسری طرف سے یزدگرد نے اپنے سپہ سالار رستم کو منتخب فوج کے ساتھ روانہ کیا ایرانی لشکر سے دارالحکومت مدائن تک مسلسل پیغام رسانی کا بندوبست کیا گیا تاکہ حسب ضرورت فوج کو رسد اور کمک مسلسل بھیجی جاتی رہی۔

گفت و شنید حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ کو حکم بھیجا کہ جنگ سے پہلے ایرانیوں کو اسلام کی دعوت دی جائے۔ چنانچہ حضرت سعدؓ نے چودہ نامور شخص منتخب کئے، جن میں اشعثؓ بن قیس، عمروؓ بن معدی کرب، مغیرہؓ بن شعبہ، معنیؓ بن حارثہ، نعمانؓ بن مقرن، مغیرہؓ بن زرارہ اور حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عاصمؓ بھی شامل تھے۔ یہ سفیر اس شان سے مدائن پہنچے کہ ان کے گھوڑوں پر زین تک نہ تھی، لیکن ان کے گھوڑے رانوں سے نکلے جاتے تھے اور بار بار زمین پر پڑتاپ مارتے تھے۔ یزدگرد نے ایک عظیم الشان اور مرعوب کن دربار منعقد کرکے ان سفیروں کو دربار میں طلب کیا۔ لیکن یہ مردانِ حق اس مادی مال و متاع سے مرعوب ہونے والے نہ تھے، وہ دربار کی اس شان و شوکت سے بے پرواہ سیدھے بادشاہ کے سامنے پہنچے۔ اس وقت وہ عربی قبا پہنے اور یمنی چادریں کندھوں پر ڈالے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھ میں صرف ایک ایک کوڑہ تھا۔ ایرانی ان کی اس سادگی اور جرأت سے بڑی طرح سے متاثر و مرعوب ہو رہے تھے۔ یزدگرد نے پوچھا کہ "تم اس ملک میں کیوں آئے ہو؟" نعمان بن مقرن نے جو اس وفد کے قائد تھے اُسے اسلام کی دعوت دی۔ بصورت دیگر جزیہ قبول کر لینے کا مشورہ دیا۔ اور تیسری صورت تلوار (جنگ) کی بتائی۔ یزدگرد نے جواب میں کہا کہ تمہیں معلوم ہے کہ تم ایک ذلیل قوم ہو۔ اب تک جب کبھی بھی تمہاری سرکشی کی کوئی اطلاع ہمیں ملتی تھی ہم صرف اپنے سرحدی زمینداروں کو تمہارے مقابلے پر روانہ کرنا کافی سمجھتے تھے اور وہ تمہارے سب کس بل نکال دیتے تھے۔ اس پر مغیرہؓ بن زرارہ نے اپنی صف سے آگے بڑھ کر کہا "یہ سب رؤسائے عرب ہیں۔ زیادہ باتیں نہیں کیا کرتے میں تمہیں جواب دیتا ہوں" اس کے بعد انہوں نے کہا کہ یہ درست ہے کہ ہم ایسے ہی تھے جیسا کہ تم نے بیان کیا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ہم پر فضل کیا اور ہم میں اپنا پیغمبر مبعوث کیا۔ ہم نے پہلے اُسے جھٹلایا لیکن رفتہ رفتہ ہم اس کے قائل ہوگئے وہ جو کچھ کہتا تھا خدا کے حکم کے تحت کہتا تھا۔ اس نے ہمیں حکم دیا کہ اسلام کو دنیا بھر کے سامنے پیش کرو جو اسے قبول کرلے وہ تمہارا بھائی ہے جو قبول نہ کرنا چاہے وہ جزیہ دے کہ تمہاری حفاظت میں آجائے اور اگر ان دونوں میں سے کوئی شرط منظور نہ ہو تو تلوار سے اس کا فیصلہ کر دیا جائے۔ یزدگرد اس جواب پر بہت برہم ہوا اور چیخ کر کہا کہ "اگر قاصدوں کا قتل جائز ہوتا تو تم میں سے کوئی زندہ بچ کر نہ جا سکتا۔" اس کے بعد اس نے

حکم دیا کہ مٹی کی ایک ٹوکری لائی جائے اور ان سے سوال کیا کہ تم میں سے سب سے زیادہ معزز کون ہے۔ حضرت عمرؓ کے صاحبزادے عاصمؓ نے کہا "میں" اور یزدگرد نے یہ مٹی کی ٹوکری ان کے سر پر رکھوا دی اور کہا کہ ہماری زمین میں سے تمہارے حصے میں صرف یہ مٹی ہے۔ حضرت عاصمؓ نے وہ ٹوکری اٹھالی اور کہا "دشمن نے اپنی زمین خود ہمارے حوالے کر دی ہے۔"

یزدگرد نے رستم کو حکم بھیجا کہ بہت جلدی مسلمانوں کا صفایا کر دیا جائے لیکن رستم جنگ کو ٹالنے کی کوشش کرتا رہا۔ مسلمان اس دوران گردو نواح میں حملے کر کے رسد جمع کرتے رہے۔ بالآخر اس علاقے کے لوگوں نے بادشاہ کے پاس جا کر فریاد کی کہ مسلمانوں کا مقابلہ کیا جائے ورنہ ہم ان کی اطاعت قبول کرنے پر مجبور ہو جائیں گے۔ اس نے رستم کو فوری کارروائی کرنے کا حکم بھیجا۔ لیکن اس نے سعدؓ کو پیغام بھیجا کہ صلح کی گفت و شنید کے لئے کوئی سفیر روانہ کیا جائے۔ حضرت سعدؓ نے ربعیؓ بن عامر کو روانہ کیا۔ ربعیؓ اس شان سے رستم کے دربار میں پہنچے کہ گھوڑے پر زین نہ تھی اور تلوار نیام کی بجائے چیتھڑے لپیٹے ہوئے تھے۔ وہ دربار کے سامنے جا کر گھوڑے سے اترے اور گھوڑے کی باگ کو ایک گاؤ تکیے سے اٹکا کر نیزے کی انی سے بلا تکلف قیمتی قالین کو چھیدتے ہوئے رستم کے قریب جا پہنچے اور اپنے نیزے کو اس زور سے زمین پر مارا کہ وہ قالین پھاڑتا ہوا زمین میں گڑ گیا۔ رستم نے سوال کیا کہ "تم یہاں کیوں آئے ہو؟" ربعیؓ نے جواب دیا "تاکہ مخلوق کی بجائے خالق کی عبادت کی جائے۔" امرائے دربار نے تلوار دیکھ کر کہا "ان ہتھیاروں سے ایران فتح کرنے کا ارادہ ہے؟" ربعیؓ نے تلوار میان سے نکالی تو اس کی چمک سے آنکھیں چندھیا گئیں، اور جتنی ڈھالیں اس تلوار کی کاٹ آزمانے کے لیے پیش کی گئیں اس تلوار نے ان کے ٹکڑے اڑا دیئے۔ رستم نے اپنے امرا سے مشورہ کر کے جواب دینے کا وعدہ کیا۔

آخری سفارت مغیرہؓ بن شعبہ کی تھی۔ مغیرہؓ بھی اپنی مخصوص سادگی کے ساتھ دربار میں پہنچے اور سیدھے رستم کے ساتھ زانو سے زانو ملا کر بیٹھ گئے۔ ملازموں نے آپ کو وہاں سے اٹھا دیا تو مغیرہؓ نے کہا "میں خود نہیں آیا تمہارے بلانے سے آیا ہوں، مہمان کے ساتھ یہ سلوک روا نہیں تمہاری طرح ہم لوگوں میں یہ دستور نہیں کہ ایک شخص خدا بن کر بیٹھے اور تمام لوگ اس کے آگے بندہ ہو کر گردن جھکائیں۔ اس پر رستم کو معذرت کرنی پڑی۔ رستم نے مغیرہؓ کے ترکش سے تیر نکال کر کہا "ان تکلوں سے کیا ہوگا؟" مغیرہ نے فوراً جواب دیا "آگ کی لو خواہ چھوٹی ہو پھر بھی آگ ہے۔" رستم نے کہا "تلوار کا نیام کتنا بوسیدہ ہے۔" مغیرہ نے جواب دیا "لیکن تلوار پہ باڑھ ابھی رکھی گئی ہے۔" رستم ان کی حاضر جوابی سے مرعوب ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔ اس نے مسلمانوں کو واپس جانے پر آمادہ کرنا چاہا اور وعدہ کیا کہ اگر تم واپس چلے گئے تو تمہاری خطا سے درگزر کیا جائے گا اور شہنشاہ سے انعام بھی دلوا دیا جائے گا۔

Marfat.com

مغیرہؓ نے واضح کر دیا کہ اگر اسلام یا جزیہ منظور نہیں تو تلوار سے فیصلہ ہوگا۔ رستم اس جواب پر بھڑک اٹھا اور چلایا "آفتاب کی قسم کل تمام عربوں کو برباد کر دوں گا" مغیرہؓ واپس لوٹ آئے اور صلح کی گفت وشنید ناکام ہوگئی۔

قادسیہ کی جنگ ۶۳۵ء

اگلے دن صبح رستم نے ہتھیار پہنے فوج کو تیاری کا حکم دیا اور بہت مغرورانہ انداز میں کہا "تمام عرب کو چکنا چور کر دوں گا" کسی سپاہی نے کہا "ہاں اگر خدا نے چاہا" لیکن رستم کے دماغ میں غرور کی ہوا سمائی ہوئی تھی بولا "خدا نے نہ چاہا تب بھی" یہ کہہ کر اس نے اپنی فوج کا میمنہ میسرہ اور قلب مرتب کیے اسلامی لشکر بھی مرتب کیا گیا۔ سعدؓ بن ابی وقاص عرق النسا کی وجہ سے عملاً جنگ میں شریک نہ ہو سکے اور ایک بالاخانے پر بیٹھ کر فوج کو ہدایات دینے لگے آپؓ نے خالدؓ بن عرطفہ کو اپنا جانشین بنایا۔

قادسیہ کی جنگ تین دن تک جاری رہی۔ پہلے دن انفرادی مقابلوں سے آغاز ہوا۔ ایک بھاری بھرکم ایرانی پہلوان ہتھیاروں زیورات اور خوبصورت کپڑوں میں سجا ہوا میدان میں نکلا اور مدمقابل طلب کیا۔ عمروؓ بن معدی کرب نے اس کے وار کو خالی دے کر اسے کمربند سے پکڑ کر ہوا میں معلق کر دیا۔ اور پھر زمین پر پٹک کر تلوار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا۔ وہ ایک اور انفرادی مقابلوں میں ایرانی سردار مارے گئے پھر ایرانی فوج نے یک وقت حملہ کر ڈالا مسلمانوں کے لیے سب سے بڑا مسئلہ ایرانیوں کے ہاتھی تھے جو مسلمانوں کی پیادہ فوج کو روند ڈالتے تھے اور گھوڑوں کو بدکا دیتے تھے۔ اس دن مسلمان اسی آفتِ ناگہانی سے نپٹنے میں مصروف رہے۔ تیراندازوں نے فیل بانوں کو ہلاک کر دیا۔ عماریاں الٹ ڈالیں لیکن اس دوران شام ہوگئی اور لڑائی دوسرے دن تک ملتوی ہوگئی۔

اگلے دن صبح جنگ کا از سر نو آغاز ہوا۔ شام کی طرف سے گرد اٹھی تو معلوم ہوا کہ امین الامت ابوعبیدہؓ نے کمک بھیجی ہے۔ مسلمانوں کے حوصلے بلند ہوگئے۔ اس کمک میں قعقاعؓ بن عمرو بھی تھے پہنچتے ہی میدان میں نکل کر پکارے کہ کوئی بہادر ہو تو مقابلے پر آئے" دوسری طرف سے بہمن (مردان شاہ) نکلا اسلامی لشکر سے آواز آئی "ابوعبیدؓ کا قاتل جانے نہ پائے" (اس نے جنگ جسر میں ابوعبیدؓ ثقفی کو شہید کر ڈالا تھا) اور قعقاعؓ نے دیکھتے ہی دیکھتے اس کے ٹکڑے کر ڈالے اور بھی کئی ایرانی سردار مقابلے پر آئے لیکن ان کا حشر بھی یہی ہوا۔ دونوں لشکر پھر گتھم گتھا ہوگئے۔ اسلامی کمک اس انداز سے پہنچ رہی تھی کہ تھوڑی تھوڑی دیر کے بعد ایک دستہ پہنچتا اور اس کی آمد کے وقت اسلامی لشکر تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھتا۔ قعقاعؓ نے اس روز ہاتھیوں کا جواب اس طرح دیا کہ اونٹوں پر کالے برقعے ڈال کر انھیں میدان میں ہانک دیا۔ ان مصنوعی ہاتھیوں نے ایرانیوں کے گھوڑوں کو بدکا دیا۔ اسی دوران حضرت عمرؓ کے بھیجے ہوئے جنگی گھوڑے اور تلواریں آ پہنچیں جو فوج کے نامور بہادروں کو انعام کے

Marfat.com

طور پر دی گئیں۔ اس سے ان کی اور حوصلہ افزائی ہوئی۔

اس دن کا ایک اور واقعہ ابو محجن ثقفی کا ہے جسے شراب پینے کے الزام میں پابہ زنجیر رکھا گیا تھا۔ وہ دور سے جنگ کے منظر دیکھ کر پیچ و تاب کھا رہا تھا۔ بالآخر اس نے حضرت سعدؓ کی اہلیہ کو اس بات پر آمادہ کر لیا کہ اس کی بیڑیاں کھول دی جائیں اور وہ میدان میں جوہر دکھائے۔ اس نے وعدہ کیا کہ اگر وہ زندہ واپس لوٹا تو خود بخود بیڑیاں پہن لے گا۔ ابو محجن میدان میں پہنچا تو اس نے صفیں الٹ دیں اور تمام لشکر اسلام نے اس کی شجاعت کے کارنامے دیکھے لیکن بہت کم لوگ اسے پہچان سکے خود حضرت سعدؓ بھی اس کی شجاعت کو دیکھ کر حیران رہ گئے لیکن شام کو جنگ ختم ہوئی تو ابو محجن نے پھر سے بیڑیاں پہن رکھی تھیں۔ جب سعدؓ نے اس کی شجاعت دیکھی تو اسے رہا کر دیا اور اس نے بھی صدقِ دل سے شراب سے توبہ کی۔ اس روز دو ہزار مسلمان شہید ہوئے لیکن ایرانیوں کا نقصان کم از کم اس سے پانچ گنا تھا۔

تیسرا دن فیصلہ کن ثابت ہوا۔ مسلمانوں کے دستے ایرانیوں کو مرعوب کرنے کے لیے شام کی جانب سے سارا دن آتے نظر آتے رہے۔ ابو عبیدہؓ کا بھیجا ہوا ۰۰، سواروں پر مشتمل ایک دستہ فی الواقع بھی آ پہنچا اور شام کی فتح کی خوشخبری بھی مسلمانوں کو مل گئی۔ اس روز عمروؓ بن معدی کرب نے ہاتھیوں کے محافظ پیدل دستوں کو بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ قعقاعؓ اور ان کے ساتھیوں نے نیزے مار مار کر ہاتھیوں کی آنکھیں پھوڑ ڈالیں۔ بڑے ہاتھی کی سونڈ کاٹ ڈالی گئی اور جب وہ پیچھے بھاگا تو دوسرے ہاتھیوں نے بھی اس کی پیروی کی اور ایرانی فوج ہی ان کے پاؤں تلے روندی گئی شام ہو چکی تھی لیکن جنگ رکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔ شب بھر کشت و خون جاری رہا۔ صبح کو اسلامی لشکر کو از سر نو ترتیب دیا گیا اور قعقاعؓ اور ان کے ساتھیوں نے رستم کے حفاظتی دستے پر حملہ کر ڈالا۔ بہت زور کا معرکہ ہوا۔ لیکن ایرانی شجاعانِ اسلام کی اس لہر کو نہ روک سکے رستم تخت سے کود پڑا۔ تھوڑی دیر تک لڑتا رہا۔ لیکن پھر بھاگنے کا ارادہ کیا۔ سامنے دریا تھا اس میں چھلانگ لگائی تاکہ تیر کر عبور کر لے لیکن ایک مسلمان سپاہی بلال نے پہچان لیا اور اس کے پیچھے ہی چھلانگ لگا دی۔ اس نے رستم کو ٹانگ سے پکڑ کر باہر گھسیٹ لیا۔ اسے قتل کر ڈالا اور رستم ہی کے تخت پر چڑھ کر پکارا کہ میں رستم کا خاتمہ کر دیا ہے۔ ایرانی فوج سپہ سالار کی موت کے بعد میدان سے بھاگ کھڑی ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس جنگ میں چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ اس فتح کی خبر فوراً حضرت عمرؓ کو پہنچائی گئی۔

ایرانی دارالحکومت پر قبضہ ۱۵ھ / ۶۳۶ء

ایرانی قادسیہ سے بھاگ کر بابل میں جمع ہوتے تھے۔ سعدؓ نے بابل پر حملہ کیا تو سبھی بھاگ نکلے۔ اس کے بعد کوئی

Marfat.com

شہر یار نے مسلمانوں کا مقابلہ کیا۔ لیکن مغرور شہر یار نے جب مدِ مقابل طلب کیا تو اسلامی لشکر سے ایک کمزور سے غلام کو اس کے مقابلے کے لیے بھیجا گیا جس کے ہاتھ سے وہ قتل ہوا۔ کوثیٰ وہ جگہ تھی جہاں نمرود نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قید کیا تھا۔ مسلمانوں نے اس شہر کو نشانِ عبرت کے طور پر دیکھا۔ سامنے بہرہ شیر کا قلعہ تھا۔ جہاں کسریٰ کا سدھایا ہوا شیر رہتا تھا۔ وہی شیر پہلے اسلامی لشکر کے مقابلے پر آیا لیکن مسلمانوں کے ہراول دستے کے سپہ سالار ہاشم کی ایک ہی ضرب سے شیر مارا گیا۔ اور حضرت سعدؓ نے بے اختیار اس کی پیشانی چوم لی۔ بہرہ شیر کا شہر بھی فتح ہو گیا۔

اب مدائن سامنے تھا۔ صرف دریائے دجلہ درمیان میں حائل تھا۔ دریا طغیانی پر تھا اور اس کو عبور کرنے کے لیے ذرائع موجود نہ تھے۔ حضرت سعدؓ نے مجاہدین کو مخاطب کر کے کہا۔ "برادرانِ اسلام! دشمن نے ہر طرف سے مجبور ہو کر دریا کی پناہ لی ہے۔ یہ مہم بھی سر کر لو تو پھر مطلع صاف ہے۔" یہ کہہ کر حضرت سعدؓ نے اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا۔ اور پورا لشکر آپ کے پیچھے باتیں کرتا ہوا دریا سے پار ہو گیا۔ ایرانیوں نے یہ منظر دیکھا تو "دیوان آمدند، دیوان آمدند" (دیو آگئے دیو آگئے) کہتے ہوئے بھاگ کھڑے ہوئے۔ صرف خرزاد نے تھوڑی سی فوج سے مقابلہ کیا لیکن جلد ہی وہ بھی بھاگ نکلا۔ بادشاہ پہلے ہی شہر چھوڑ کر جا چکا تھا۔ مدائن سے مسلمانوں کو بے شمار مالِ غنیمت ہاتھ آیا۔ جس کا خمس مدینہ روانہ کر دیا گیا۔

معرکۂ جلولاء ۱۶ھ / ۶۳۷ء

رستم کے بھائی خرزاد نے مدائن سے بھاگ کر جلولاء میں فوجی تیاریاں شروع کر دی تھیں اس نے شہر کی فصیل کے باہر خندق کھدوا دی تھی، اور مسلمانوں کے حملے کے راستے پر لوہے کے گوکھرو بچھا دیئے تھے۔ مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ لیکن مہینوں اس قلعہ کو فتح نہ کیا جا سکا۔ ایرانی گاہے بگاہے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کرتے تھے لیکن پھر محصور ہو جاتے تھے۔ اس طرح کی ایک لڑائی کے موقعہ پر سخت آندھی آگئی اور ایرانی فوج کو خود قلعے میں واپس جانے کے لیے خندق کو کئی جگہ سے پاٹ کر راستہ بنانا پڑا۔ قعقاعؓ بن عمرو بھی یلغار کرتے ہوئے قلعہ کے دروازوں تک پہنچ گئے اور قلعہ پر قبضہ کر کے ایرانیوں کا قتل عام کیا۔ اور مالِ غنیمت کا خمس مدینہ بھجوا دیا۔

عام معافی کا اعلان

یزدگرد حلوان میں تھا۔ جلولاء کے حالات معلوم ہوئے تو رے چلا گیا۔ قعقاعؓ نے آگے بڑھ کر حلوان پر قبضہ کر لیا۔ یہ عراق کا آخری شہر تھا۔ حضرت سعدؓ نے عام معافی کا اعلان کر دیا۔ چنانچہ مختلف لوگ جزیہ ادا کرنے کی شرط پر صلح کرنے لگے۔ اور عراق میں ایک مرتبہ امن قائم ہو گیا۔

حضرت عمرؓ کی خواہش تھی کہ جنگ و جدال کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ وہ کہتے تھے کہ کاش

Marfat.com

ہمارے اور ایران کے درمیان کوئی دیوار حائل ہوتی اور اس سے مزید تصادم رُک جاتا۔ لیکن عملاً ایسا ممکن نہ تھا۔ یزدگرد جب تک زندہ موجود تھا۔ ساسانی سازشیں ختم نہیں ہو سکتی تھیں وہ قومی جذبات کو اپیل کر کے عربوں کے خلاف بغاوت پھیلا رہا تھا اور اس کی سلطنت کے جو علاقے ابھی تک فتح نہ ہوئے تھے وہ ان میں زبردست فوجی تیاریاں کر رہا تھا۔

جزیرہ پر اسلامی قبضہ ۱۶ھ / ۶۳۷ء سب سے پہلے جزیرہ والوں نے اسلامی حکومت کی مخالفت کی چنانچہ حضرت سعدؓ نے عبداللہؓ کو تکریت پر حملہ کرنے کے لیے بھیجا یہاں پر مقیم ایرانی فوجوں کو بعض عرب قبائل کی حمایت بھی حاصل تھی۔ لیکن عبداللہؓ نے نامہ و پیام سے انھیں ساتھ ملا لیا اور جب عملاً جنگ شروع ہوئی تو ان عربوں نے عجمی فوج پر پشت سے حملہ کر ڈالا۔ اس طرح عجمی دو طرف سے گھر کر شکست کھا گئے۔ جزیرہ کے عقبی حصہ کی تسخیر عیاضؓ بن غنم کے حصے آئی اور انہوں نے یکے بعد دیگرے تمام شہر فتح کر لیے۔

خوزستان کی فتح ۱۶ھ / ۶۳۷ء فتح خوزستان کا آغاز مغیرہؓ بن شعبہ والئے بصرہ کے ہاتھوں ہوا اور انہوں نے اہواز پر حملہ کیا۔ اہواز والوں نے پہلے تو خراج ادا کر کے صلح کر لی لیکن بعد میں پھر بغاوت کر ڈالی۔ چنانچہ گورنر بصرہ ابو موسیٰ اشعریؓ نے اسے پھر سے فتح کیا۔ سوس بھی فتح ہو گیا۔ اسی دوران میں ایک ایرانی سردار ہرمزان نے یزدگرد سے ایران و فارس کی حکومت کا پروانہ حاصل کر کے فوجی تیاریاں کر دیں۔ ابو موسیٰ اشعریؓ نے دارالخلافہ سے مزید فوجیں منگوائیں اور عمارؓ بن یاسر اور جریرؓ بجلی کی معیت میں شوستر کے قلعہ پر حملہ کیا جہاں ہرمزان ٹھہرا ہوا تھا۔ ہرمزان کو میدان میں شکست ہوئی لیکن وہ قلعہ بند ہو گیا۔ مسلمانوں نے ایک خفیہ راستہ معلوم کر لیا اور ۲۰۰ چیدہ جوان اس راستے سے شہر میں داخل ہو گئے اور دروازے کھول دیئے۔ تاہم ہرمزان نے اس شرط پر ہتھیار ڈالے کہ اسے مدینہ بھیج دیا جائے اور حضرت عمرؓ اس کی بابت جو فیصلہ کریں وہ اسے منظور ہو گا۔ ہرمزان حضرت عمرؓ کے سامنے نہایت شاندار لباس میں ملبوس ہو کر پیش ہوا۔ حضرت عمرؓ اس کی کئی مرتبہ کی بدعہدیوں اور متعدد مسلمانوں کے قتل کی وجہ سے اس کے قتل کا ارادہ رکھتے تھے۔ لیکن اس نے پانی مانگا۔ جب پانی اسے دیا گیا تو اس نے پیالہ ہاتھ میں لے کر درخواست کی کہ جب تک پانی نہ پی لوں مارا نہ جاؤں۔ حضرت عمرؓ نے اسے یقین دلایا تو اس نے فوراً پیالہ ہاتھ سے رکھ دیا اور کہا نہ میں پانی پیوں گا نہ آپ مجھے قتل کریں گے۔ حضرت عمرؓ اس کی اس حرکت پر حیران رہ گئے لیکن اس نے اسی وقت کلمہ پڑھ لیا کہ میں پہلے ہی مسلمان ہو چکا تھا یہ حرکت میں نے اس لیے کی کہ لوگ یہ نہ کہیں کہ قتل کے خوف سے مسلمان ہو رہا ہوں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اسے معاف کر دیا اور مدینہ میں رہنے کی اجازت بھی دے دی۔

Marfat.com

خوزستان کا دوسرا اہم شہر جندی شاپور تھا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کے لشکر کے ایک غلام نے اہل شہر کو جزیہ کی شرط پہ امان دے دی اور یہ شہر بھی فتح ہو گیا۔

معرکہ نہاوند ۲۱ھ / ۶۴۲ء

مسلمانوں کی مسلسل پیش قدمی اور خوزستان کی فتح نے یزدگرد پر واضح کر دیا کہ اب ایران کا بھی مسلمانوں کے ہاتھ سے بچنا مشکل ہے۔ اس نے تمام عجمیوں کو عربوں کے خلاف بھڑکا کر ڈیڑھ لاکھ کا لشکر جمع کیا۔ مردان شاہ کو جو ہرمز کا بیٹا تھا اس کا سپہ سالار مقرر کیا اور اس لشکر کو نہاوند کی طرف روانہ کیا۔ ایرانیوں کا عقیدہ تھا کہ جس جنگ میں درفشِ کاویانی (ایران کا مقدس تاریخی جھنڈا) ساتھ ہو اس میں ایران کو شکست نہیں ہو سکتی۔ چنانچہ یزدگرد نے یہ جھنڈا بھی ساتھ کر دیا تاکہ ایرانیوں کا حوصلہ بلند رہے۔ حضرت عمرؓ کو جب ان حالات کا علم ہوا تو انہوں نے صحابہؓ سے مشورہ کیا۔ حضرت عثمانؓ نے مشورہ دیا کہ حضرت عمرؓ کو خود مقابلے کے لیے نکلنا چاہیئے۔ لیکن حضرت علیؓ نے اس کی مخالفت کی ان کی رائے یہ تھی کہ حضرت عمرؓ کے دارالخلافہ سے ہٹنے کی صورت میں داخلی انتشار کا خطرہ ہے۔ انہوں نے یہ بھی مشورہ دیا کہ عراق سے تمام فوجیں نہ نکالی جائیں بلکہ تمام مفتوحہ علاقوں سے ایک تہائی فوج کو مردان شاہ کے مقابلے پہ بھیج دیا جائے۔ امیرالمومنین نے اسی رائے کو قبول کیا اور نعمانؓ بن مقرن کو اس مہم کا ذمہ دار بنایا گیا۔

نعمان بن مقرن تیس ہزار فوج لے کر مردان شاہ کے مقابلے پر پہنچے۔ پہلے مغیرہؓ بن شعبہ کو سفیر بنا کر بھیجا گیا لیکن یہ سفارت ناکام ہوئی تو جنگی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ عجمیوں نے مسلمانوں کے راستے میں گوکھرو بچھا دیئے تھے۔ نعمانؓ بن مقرن نے قعقاعؓ کو تھوڑی سی فوج دے کر مقابلے کے لیے بھیجا اور باقی فوج کو محفوظ رکھا۔ قعقاعؓ نے پہلی جھڑپ کے بعد آہستہ آہستہ پسپا ہونا شروع کر دیا یہاں تک کہ خود ایرانی بھی اس علاقے سے آگے نکل آئے جہاں گوکھرو بچھائے گئے تھے۔ اس موقع پر نعمانؓ بن مقرن نے باقی فوج کو حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ ایرانی اس اچانک حملہ کی تاب نہ لا سکے۔ تاہم انہیں معلوم تھا کہ میدان ہارنے کا مطلب یہ تھا کہ کسریٰ کی سلطنت کا باقی ماندہ حصہ بھی ہاتھ سے جاتا رہے اس لیے وہ خوب جان توڑ کر لڑے۔ اس زور کا معرکہ ہوا کہ جنگ قادسیہ کی یاد تازہ ہو گئی۔ اسلامی لشکر کے سپہ سالار نعمانؓ بن مقرن بھی شہید ہو گئے اور قیادت ان کے بھائی نعیمؓ نے سنبھال لی۔ شام تک جنگ ہوتی رہی۔ بالآخر ایرانی تیس ہزار لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ کھڑے ہوئے اور کسریٰ کے تخت کو برقرار رکھنے کی آخری کوشش بھی ناکام ہو گئی۔

اصفہان کی فتح ۲۱ھ / ۶۴۲ء

نہاوند کے معرکہ کے بعد حضرت عمرؓ نے فیصلہ کیا کہ جب تک ایران مکمل طور پر فتح نہیں ہو جاتا عراق میں امن قائم رکھنا ناممکن ہے۔ اس لئے آپ نے ہر طرف لشکر کشی کے احکام جاری فرمائے۔ عبداللہ بن عبداللہ

Marfat.com

نے اصفہان پر حملہ کیا۔ اصفہان کے باہر براز جادویہ مقابلے پر آیا لیکن عبداللہ نے اسے قتل کر ڈالا اور اس کی فوج نے صلح کر لی۔ عبداللہ نے اصفہان شہر کا محاصرہ کیا۔ حاکم شہر فاذوسفان نے اس شرط پر صلح کر لی کہ جو شخص چاہے جزیہ دے کر شہر میں رہے اور جو شہر سے نکل جانا چاہے اسے اجازت دے دی جائیگی۔

ہمدان دیلم اور رے کی فتح

اسی اثنا میں ہمدان کی بغاوت کی اطلاع ملی تو حضرت عمرؓ نے نعیم بن مقرنؓ کو روانہ فرمایا۔ انہوں نے شہر کا سخت محاصرہ کیا اور آذرگرد کے تمام شہر فتح کر لئے تاکہ کسی طرف سے امداد نہ مل سکے۔ حاکم شہر نے مجبور ہوکر صلح کی درخواست کی اور شہر مسلمانوں کے حوالے کر دیا۔

دیلم کے لوگوں نے ایک کثیر فوج جمع کر کے مقابلہ کیا لیکن ایک زبردست جنگ کے بعد شکست کھائی۔ رے پر بہرام چوبیں کے پوتے کی حکومت تھی اس نے اطاعت قبول کرنے سے انکار کیا لیکن نعیم بن مقرن نے اس کے ایک مصاحب کو ساتھ ملا لیا اور اس کی مدد سے شہر با آسانی فتح ہوگیا۔

آذربائیجان کی فتح ۲۲ھ / ۶۴۳ء

عام لشکر کشی کے سلسلے میں حضرت عمر نے آذربائیجان کی تسخیر پر عتبہ بن فرقد کو مامور کیا جنہوں نے اسفندیار اور اس کے بھائی بہرام کو شکست دے کر آذربائیجان کو اسلامی قلمرو میں داخل کیا۔

طبرستان ۲۲ھ / ۶۴۳ء

نعیم بن مقرن کے بھائی سوید نے جرجان، دہستان اور طبرستان کا رخ کیا تو تینوں علاقوں کے عوام نے جزیہ ادا کرنے کے وعدے پر صلح کر لی۔ طبرستان کے رئیس نے پانچ لاکھ درہم سالانہ ادا کرنے کا وعدہ کیا۔

آرمینیہ کی فتح ۶۴۴ء

اسلامی فوجوں کے سالار بکر آذربائیجان سے آرمینیہ کی طرف بڑھے۔ آرمینیہ کے حاکم شہر براز نے اس شرط پر صلح کر لی کہ اس سے جزیہ وصول کیا جائے بوقت ضرورت وہ فوجی امداد مہیا کیا کرے گا۔ اس کی اس شرط کو قبول کر لیا گیا۔ عہد فاروقی کی اس محاذ پر یہ آخری فتح تھی۔

فارس کی تسخیر ۲۳ھ / ۶۴۴ء

فارس کی تسخیر کی ابتدائی کوشش ۱۷ھ میں حضرت علاء بن الحضرمی نے کی تھی لیکن وہ ناکام ہوگئی تھی۔ معرکہ نہاوند کے بعد عثمان بن العاص کو بحرین کا حاکم مقرر کیا گیا انہوں نے ۶۴۴ء میں فارس کے پورے علاقہ کو مسخر کر لیا۔

Marfat.com

کرمان کی تسخیر ۲۳ھ / ۶۴۴ء کرمان کی تسخیر پر سہیلؓ بن عدی متعین ہوئے تھے۔ انہوں نے کرمان کے مرزبان کو شکست دے کر پورے علاقے کو فتح کیا۔

سیستان و مکران کی تسخیر ۲۳ھ / ۶۴۴ء سیستان کی فتح کا سہرا عاصمؓ بن عمر کے سر ہے جنہوں نے جنگ میں یہاں کے لوگوں کو شکست دی اور بالآخر انہوں نے اس شرط پر صلح کر لی کہ ان کی مزروعہ زمینوں کو نقصان نہیں پہنچایا جائے گا۔ اس فتح سے مکران اور سندھ کی فتح کا راستہ کھل گیا چنانچہ حکم بن عمرو التغلبی نے مکران پر حملہ کیا۔ مکران فتح ہو گیا لیکن حکم نے امیر المومنین کے سامنے اس علاقہ کے بارے میں بہت بُری رائے کا اظہار کیا اس لئے آپ نے اس سے آگے فتوحات کا سلسلہ روک دیا۔

خراسان کی فتح اور یزدگرد کی شکست ۲۳ھ / ۶۴۴ء یزدگرد خراسان میں مقیم تھا۔ حضرت عمرؓ نے اُس کو اُس کے حال پر چھوڑنے کا فیصلہ کیا لیکن احنفؓ بن قیس نے مشورہ دیا کہ جب تک یزدگرد موجود رہے۔ اس کے ہم قوم مسلمانوں کے خلاف بغاوتیں کرتے رہیں گے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے انہی کو اس مہم پر مامور فرمایا۔ احنفؓ کے پہنچنے کی خبر پا کر یزدگرد مرو سے مرورود چلا گیا۔ احنفؓ نے تعاقب کیا یزدگرد بلخ بھاگ گیا۔ احنفؓ نے وہیں جا لیا۔ اور یزدگرد کو شکست دی۔ یزدگرد خاقان چین کے علاقے میں جا گھسا اور اس سے مدد لے کر پھر مقابلے پر آیا لیکن خاقان چین نے جلد ہی محسوس کر لیا کہ مسلمانوں سے مقابلہ بے سود ہے۔ اس لئے وہ واپس لوٹ گیا۔ یزدگرد بھی اس کے ساتھ ہی چین چلا گیا لیکن اس کے ایرانی ساتھیوں نے احنفؓ بن قیس کی اطاعت قبول کر لی۔ احنفؓ نے حضرت عمرؓ کو فتح کی خوشخبری لکھی۔ آپؓ نے مسجد نبویؐ میں وہ خط پڑھ کر سنایا اور مسلمانوں کو اس عظیم سلطنت کے خاتمے سے عبرت پکڑنے کی ہدایت کی۔

شام کی فتوحات

دمشق کی فتح ۱۴ھ / ۶۳۴ء اجنادین کے معرکے کے بعد مسلمانوں نے دمشق کا رُخ کیا اور شہر کو چاروں طرف سے گھیر لیا۔ شامیوں نے محاصرے کو طول دینے کی پالیسی پر عمل کیا۔ ان کا خیال یہ تھا کہ مسلمان سردیاں آتے ہی واپس لوٹ جائیں گے لیکن ان کی یہ امید بھی پوری ہوتی ہوئی نظر نہ آئی۔ ان کو حمص کی طرف سے امدادی فوجوں کی بھی توقع تھی لیکن حضرت

Marfat.com

خالدؓ نے اپنی فوج کا ایک دستہ بھیج کر اس فوج کو ایک منزل دور ہی روک لیا تھا۔ محاصرہ خاصا طول پکڑ گیا، بالآخر ایک دن بطریق دمشق کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کی خوشی منانے کے لئے خوب شراب پی گئی اور اہل شہر شام ہی سے غافل ہو کر سو رہے۔ خالدؓ بن ولید نے موقع غنیمت جانا اور مشک کے ذریعے خندق عبور کی۔ کمند پھینک کر دیوار پر چڑھ گئے اور اپنے بہت سے ساتھیوں سمیت شہر کے اندر اتر گئے۔ انہوں نے ایک دروازے کے پہرے داروں کو قتل کر کے دروازہ کھول دیا۔ اور اس طرح اسلامی فوج اندر داخل ہو گئی۔ دوسرے دروازے پر ابوعبیدہؓ تھے۔ شامیوں نے ان کی خدمت میں جا کر صلح کی درخواست کی اور شرائط صلح طے کر کے دروازے کھول دیئے۔ شہر کے وسط میں خالدؓ اور ابوعبیدہؓ کی ملاقات ہوئی۔ خالدؓ بزور شمشیر شہر پر قابض ہوئے تھے لیکن ابوعبیدہؓ اہل شہر کو امان دے چکے تھے۔ اس لیے شہر والوں کو مال و جان کا تحفظ دے دیا گیا۔ اس طرح ۱۱ ستمبر ۶۳۴ء کو شہر پر اسلامی افواج کا مکمل قبضہ ہو گیا۔

اردن کی تسخیر ۱۴ھ / ۶۳۵ء

اسلامی لشکر نے اس کے بعد اردن کے شہر فحل کا رخ کیا۔ رومیوں نے مسلمانوں کے راستے روکنے کے لیے نہروں اور دریاؤں کے بند کاٹ ڈالے اور پورے علاقے میں پانی اور کیچڑ پھیل گیا۔ اس کے باوجود اسلامی فوجیں بڑھتی چلی گئیں اور رومی لشکر کے سامنے جا کر خیمہ زن ہوئیں۔

فحل کی جنگ سے پہلے رومیوں نے صلح کے لئے سفارت طلب کی تو حضرت معاذؓ بن جبل کو بھیجا گیا۔ حضرت معاذؓ نے اس دیبائے زریں کے فرش پر بیٹھنے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا جو رومیوں نے بچھا رکھا تھا کہ "میں اس فرش پر نہیں بیٹھوں گا۔ جو غریبوں کا حق چھین کر تیار ہوا ہے۔" رومیوں نے مسلمانوں کو تھوڑا سا علاقہ دے کر واپس کرنا چاہا۔ لیکن معاذؓ نے انکار کر دیا اور چلے آئے پھر رومی سفیر آیا اور اس نے خود حضرت ابوعبیدہؓ سے آ کر گفتگو کی۔ تو اسے اس مساوات پر بہت حیرت ہوئی جو اسلامی لشکر کے کیمپ میں پائی جاتی تھی۔ حضرت ابوعبیدہؓ جو امیر لشکر تھے۔ زمین پر بیٹھے تیر درست کرنے میں مصروف تھے۔ سفیر نے دو اشرفیاں فی کس اسلامی لشکر کو دینے کی پیشکش کی لیکن حضرت ابوعبیدہؓ نے اسے مسترد کر دیا۔

جنگ ناگزیر تھی ۵۰ ہزار رومی مقابلے پر آئے۔ بہت سخت معرکہ ہوا حضرت خالدؓ نے رومیوں کی سوار فوج کا صفایا کر ڈالا۔ قیسؓ بن ہبیرہ نے رومیوں کا میسرہ تباہ کر دیا، اور ہاشم بن عتبہ نے قلب پر حملہ کر کے رومیوں کو میدان چھوڑ کر بھاگ جانے پر مجبور کر دیا۔ اس فتح سے اردن کا تمام علاقہ مسلمانوں کے قبضے میں آ گیا۔

Marfat.com

حمص کی فتح ۱۴ھ / ۶۳۵ء

مسلمانوں کی اگلی منزل حمص کا شہر تھا۔ راستے میں بعلبک کا شہر بھی فتح کیا گیا اور حمص کے قریب جوسیہ کے مقام پر رومی فوجوں کے ساتھ مقابلہ ہوا۔ رومی شکست کھا کر قلعہ بند ہو گئے۔ لیکن جب محاصرہ طول کھینچ گیا اور ہرقل کی طرف سے امداد بھی نہ پہنچی تو اہلِ حمص نے صلح کر لی اور شہر فتح ہو گیا۔

حمص کے گرد و نواح کے شہر بھی فتح کر لیے گئے۔ صرف لاذقیہ میں قدرے دقت پیش آئی لیکن اسلامی لشکر نے ایک نئی جنگی چال استعمال کی۔ انہوں نے شہر کے گرد کچھ غاریں سی بنا لیں اور بظاہر محاصرہ اٹھا کر حمص کی طرف روانہ ہو گئے لیکن رات کو واپس آ کر ان غاروں میں چھپ رہے۔ اہلِ شہر نے اطمینان سے شہر کے دروازے کھول کر کاروبار شروع کیا، تو مسلمانوں نے کمین گاہوں سے نکل کر حملہ کر دیا اور شہر فتح ہو گیا۔

معرکۂ یرموک ۱۵ھ / ۶۳۶ء

حمص کی فتح کے بعد قیصرِ روم نے شام چھوڑ دینے کا ارادہ کر لیا۔ لیکن ہر شہر اور ہر علاقہ سے عیسائیوں نے قیصر کے پاس پہنچنا شروع کر دیا۔ قیصرِ روم کو مجبوراً ایک مرتبہ پھر مقابلہ کرنا پڑا۔ اِس مرتبہ اُس نے اتنا لشکر جمع کیا جتنا اس سے پہلے کبھی نہیں کیا تھا۔ دوسری طرف حضرت ابو عبیدہؓ نے مجلسِ مشاورت بلائی اور اس میں یہ فیصلہ ہوا کہ حمص چھوڑ کر یرموک پہنچا جائے۔ اور وہیں جا کر رومی فوج کا مقابلہ کیا جائے۔ حضرت ابو عبیدہ نے فوراً حکم دیا کہ مفتوحہ علاقوں سے جو جزیہ اکٹھا کیا گیا ہے۔ اُسے واپس کر دیا جائے۔ کیونکہ یہ عوام کی حفاظت کا معاوضہ ہے جس کی ذمہ داری اب ہم نہیں لے سکتے۔ اس سے مفتوحہ شہروں کے عوام پر بہت خوشگوار اثر ہوا اور انہوں نے مسلمانوں کی کامیابی کے لیے دعائیں کیں۔

یرموک کا مقام مقابلے کے لیے نہایت موزوں تھا۔ یہاں سے عرب کی سرحد قریب تر تھی اس لئے کمک پہنچنی آسان تھی شام اور اردن کی باقی فوجیں بھی یہیں آ گئیں اور مسلمانوں کے متحدہ لشکر نے رومیوں کے مقابلے کے لیے صف بندی کی لیکن تعداد اور ساز و سامان کے اعتبار سے رومیوں کا پلڑا بہت بھاری تھا؛ تاہم اسلامی لشکر کے حوصلے بہت بلند تھے۔

جنگ کا آغاز انفرادی مقابلے سے ہوا۔ ایک بطریق نے میدان میں بڑھ کر مدِ مقابل کے لیے پکارا تو قیس بن ہبیرہ نے خالدؓ کا اشارہ پا کر مقابلہ کیا اور پہلے ہی وار میں بطریق کے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالے؛ خالدؓ کے دستے نے جوش میں آ کر نعرۂ تکبیر بلند کیا اور رومیوں پر حملہ کر دیا۔ رومی دستے پسپا ہو گئے۔ شام کو رومی سپہ سالار نے ایک قاصد روانہ کیا جس نے مسلمانوں کو نمازِ مغرب ادا کرتے دیکھا تو متاثر ہو گیا اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے بارے میں چند سوالات پوچھنے کے بعد مسلمان ہو گیا۔ اس کے باوجود حضرت ابو عبیدہ نے اسے ایک دفعہ اپنے لشکر میں واپس جانے کی

Marfat.com

ہدایت کی اور خالدؓ بن ولید کو اپنے قاصد کی حیثیت سے روانہ کیا۔ خالدؓ کی سفارت خاصی دلچسپ رہی۔ باہان نے اپنے قیصر کی تعریف میں زمین و آسمان کے قلابے ملانے شروع کیے تو حضرت خالدؓ نے بات لڑک کر کہا کہ "تمہارا بادشاہ ایسا ہی ہوگا۔ لیکن جسے ہم نے اپنا سردار بنایا ہے۔ اسے اگر ایک لمحے کے لیے بادشاہت کا خیال بھی آجائے تو ہم فوراً اسے معزول کر دیں"۔ رومی سپہ سالار اس حریتِ فکر پر ششدر رہ گیا۔ اس نے مسلمانوں کو مال و دولت دے کر واپس کرنے کی کوشش کی خالد نے اس تجویز کو مسترد کر دیا اور اپنی طرف سے اسلام کی دعوت پیش کی۔ جزیہ کی شرط پیش کی اور تیسری شرط تلوار بتائی۔ القصہ صلح کی گفت و شنید ناکام ہو گئی۔

اگلے روز صبح صفیں درست کی گئیں۔ مسلمانوں کی قلتِ تعداد کی وجہ سے خواتین بھی جنگ میں شریک ہوئیں۔ مسلمان خطیبوں نے فوج کا لہو گرمایا۔ سورۂ انفال کی تلاوت کی گئی رومیوں میں سے تیس ہزار آدمیوں نے پاؤں میں بیڑیاں ڈال کر مقابلہ شروع کیا۔ عیسائی پادری صلیب و انجیل لے کر میدان میں آئے آغازِ جنگ رومیوں کی تیروں کی بارش سے ہوا۔ جس سے اسلامی لشکر کا دایاں بازو پسپا ہو گیا۔ لیکن جب وہ خیموں کے پاس پہنچے تو مسلمان خواتین نے خیموں کی چوبیں نکال لیں۔ اور مجاہدین کو وارننگ دی کہ اگر تم اس طرح پیچھے ہٹے تو ان چوبوں سے تمہارا سر پھوڑ دیا جائے گا۔ معاذؓ بن جبل اور ان کے صاحبزادے نے پسپا ہونے والے دستوں کو سنبھالا بنو ازد نے استقلال کا مظاہرہ کیا اور بڑھتے ہوئے رومی دستے رک گئے۔ خالدؓ بن ولید نے بھرپور حملہ کر کے رومیوں کی صفیں درہم برہم کرنی شروع کر دیں۔ عکرمہؓ بن ابوجہل پکارے کہ "کون موت پر بیعت کرتا ہے"؟ چار سو سرفروش سامنے آئے اور اس بہادری سے لڑے کہ رومی سیلاب رک گیا اور عکرمہؓ بن ابوجہل سمیت سبھی شہید ہوئے لیکن ان کے ہاتھوں رومیوں کے ہزاروں بہادر موت کے گھاٹ اتر چکے تھے رومیوں نے مسلمانوں کے بائیں بازو کا رخ کیا تو سعیدؓ بن زید، یزیدؓ بن ابی سفیان، عمروؓ بن العاص اور شرجیلؓ بن حسنہ سے مقابلہ تھا۔ حملہ زوردار تھا لیکن فدایانِ رسولؐ نے پیچھے ہٹنا نہ سیکھا تھا۔ مقابلہ برابر کا چل رہا تھا کہ قیسؓ بن ہبیرہ نے پشت سے نکل کر اچانک رومیوں پر حملہ کر دیا۔ رومی اس حملہ کی تاب نہ لا سکے اور بے ترتیبی سے پیچھے ہٹے۔ سعیدؓ بن زید بھی اپنے دستے کو لے کر رومیوں کی صفوں میں گھس گئے۔ رومیوں کو بھاگنے کے علاوہ کوئی چارہ کار دکھائی نہ دیا۔ لیکن پشت پر نالہ تھا۔ اس لیے بہت سے اس میں گر کر مر گئے اور اللہ تعالےٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی۔

اس جنگ کا ایک اور دلچسپ واقعہ یہ ہے کہ ایک صحابی کا پاؤں جنگ میں کٹ کر گر گیا اور بے خودی کے عالم میں انہیں اس کی خبر تک نہ ہوئی۔ جنگ کے خاتمے پر وہ اپنا پاؤں

Marfat.com

تلاش کرتے پھرتے تھے۔

حضرت عمر فاروقؓ کئی روز سے جنگ کی خبر کے لیے مضطرب تھے۔ فتح کی خبر ملی تو خدا کا شکر ادا کیا۔

شام کی تسخیر کی تکمیل

یرموک کی جنگ نے شام کی قسمت کا فیصلہ کر دیا تھا۔ قیصر روم شام کو الوداع کہہ کر قسطنطنیہ روانہ ہو گیا اور مسلمانوں نے شام کی تسخیر کی طرف توجہ دی۔ ابو عبیدہؓ خود حمص گئے۔ خالدؓ کو قنسرین روانہ کیا۔ اس کے بعد حلب فتح ہوا۔ شام میں قیصر کا دارالحکومت انطاکیہ تھا۔ یہاں شکست خوردہ فوجوں کا کچھ حصہ موجود تھا۔ اس لئے تھوڑی سی مزاحمت کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن رومیوں کے حوصلے پست ہو چکے تھے۔ اس لیے اب حدودِ شام پر مسلمانوں کا مقابلہ ان کے بس کا روگ نہ تھا۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح نے اس کے بعد لشکرِ اسلامی کو کئی دستوں میں تقسیم کر کے مختلف شہروں کی طرف بھیجا اور تمام شہروں کو فتح کر لیا۔

بیت المقدس کی فتح ۱۶ھ / ۶۳۷ء

شام کی تسخیر سے فارغ ہو کر حضرت ابو عبیدہؓ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوئے۔ فلسطین کے اکثر شہر فتح ہو چکے تھے اور عمروؓ بن العاص بیت المقدس کا محاصرہ کیے ہوئے تھے۔ حضرت ابو عبیدہؓ کے پہنچنے کے بعد تو بیت المقدس والوں کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا، اس لیے انہوں نے صلح کی درخواست کی لیکن شرط یہ عائد کی کہ خود امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ تشریف لائیں اور معاہدۂ صلح اُن کے ہاتھ سے لکھا جائے۔ چنانچہ حضرت عمرؓ نے اس شرط کو منظور فرما لیا اور حضرت علیؓ کو نائب مقرر کر کے خود بیت المقدس کی طرف چل پڑے۔

حضرت عمرؓ جابیہ پہنچے تو سردارانِ لشکرِ اسلامی بھی یہیں اُن سے آ ملے۔ یہیں معاہدۂ صلح لکھا گیا۔ یہاں سے آپ بیت المقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ اسلامی لشکر کے بعض سرداروں نے حضرت عمرؓ کے پیوند لگے ہوئے لباس کو تبدیل کروانا چاہا تو آپ نے انکار کر دیا اور فرمایا کہ "خدا نے ہمیں جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور یہی ہمارے لئے کافی ہے۔" آپ نے مقاماتِ مقدسہ کی زیارت کی۔ فوج کے سپاہیوں نے افسروں کے خلاف شکایت کی کہ یہ اچھی غذا کھاتے ہیں اور عام سپاہیوں کو ایسی خوراک نہیں ملتی۔ آپ نے مالِ غنیمت اور تنخواہ کے علاوہ سپاہیوں کی خوراک کا بھی اہتمام کروا دیا۔ آپ نے سردارانِ لشکر کو قیمتی کپڑے پہننے پر بھی ٹوکا غرضیکہ مومنوں کے امیر نے مومنین میں جو خرابیاں دیکھیں ان کی اصلاح فرمائی۔

شام میں آخری معرکہ

قیصر اگرچہ شام سے چلا آیا تھا لیکن مسلمانوں کے دشمنوں کی حوصلہ افزائی کرتا رہتا تھا۔ چنانچہ اس کے ایما پر جزیرہ سے تیس ہزار کا ایک لشکر

Marfat.com

حمص کی طرف روانہ ہوا۔ ابو عبیدہؓ نے ان کے مقابلے کی تیاریاں کیں اور حضرت عمرؓ کو صورتحال سے آگاہ کیا۔ حضرت عمرؓ نے ہر طرف سے امدادی فوجیں بھجوائیں اور ولیدؓ بن عقبہ اور سہیلؓ بن عدی کو جزیرہ کی طرف روانہ کیا۔ جب جزیرہ والوں کو احساس ہوا کہ خود ان کا اپنا ملک خطرے میں پڑ گیا ہے تو وہ حمص سے جزیرہ کی طرف واپس چل دیئے تاہم ان کے شامی ساتھیوں نے محاصرہ جاری رکھا۔ ابو عبیدہؓ نے شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح دی۔ اس جنگ میں بعض عرب قبائل بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لیے آئے تھے، لیکن وہ عین موقع پر مسلمانوں کی مخالفت سے باز آ گئے۔

عمواس کی وبا ۱۸ھ کے آخر میں اسلامی لشکر میں وبا پھوٹ پڑی جس میں ۲۵ ہزار جانباز فوت ہو گئے۔ ان میں اسلامی لشکر کے سپہ سالار ابو عبیدہؓ بن الجراح، معاذؓ بن جبل، یزیدؓ بن ابو سفیان، حارثؓ بن ہشام، سہیلؓ بن عمرو اور عتبہؓ بن سہیل جیسے اکابرین بھی شامل تھے، اس سے فتوحات کا سلسلہ رک گیا اور حضرت عمرؓ کو شام کا دورہ کر کے فوج کی از سر نو تنظیم کرنی پڑی۔

قیساریہ کی فتح شام کی فتوحات میں سے آخری قیساریہ کی فتح تھی جو ۱۹ھ میں امیر معاویہؓ کے ہاتھوں ہوئی۔

مصر کی فتح

مصر کی فتح دراصل عمرو بن العاصؓ کی تجویز کا نتیجہ تھی۔ عمواس کی وبا کے بعد حضرت عمرؓ بلادِ شام کے دورے پر گئے تو عمرو بن العاصؓ نے مصر کی فتح کی تجویز پیش کر کے منظوری حاصل کر لی۔ حضرت عمرؓ نے ۴ ہزار فوج دے کر یہ مہم انہی کے سپرد کی اور انہوں نے مصر میں پیش قدمی کی۔

عریش کی فتح ۱۹ھ بلادِ مصر میں سب سے پہلے عریش کا شہر فتح ہوا۔ اس کے بعد رومیوں اور مسلمانوں کے درمیان ایک ماہ تک جنگ ہوتی رہی۔

فسطاط ۲۱ھ عمروؓ نے اس کے بعد فسطاط کے قلعے کا رخ کیا۔ دریائے نیل کے کنارے پر واقع یہ قلعہ فوجی نقطہ نظر سے بہت اہم تھا۔ مقوقس جو مصر کا فرمانروا اور قیصرِ روم کا باجگزار تھا یہیں مقیم تھا۔ مسلمانوں کو اس دوران میں کمک بھی مل گئی تھی جس کے سربراہ زبیرؓ بن العوام تھے۔ سات ماہ کے طویل محاصرے کے باوجود یہ قلعہ فتح نہیں ہو رہا تھا۔ حضرت زبیرؓ ایک روز زبردستی قلعہ کی فصیل پر چڑھ گئے اور اپنے ساتھیوں سمیت فصیل پر کھڑے ہو کر اس زور سے نعرۂ تکبیر بلند کیا کہ رومی خوفزدہ ہو کر بھاگ کھڑے ہوئے۔ زبیرؓ نے

سے اتر کر دروازہ کھول دیا۔ اور قلعہ پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔ مقوقس نے امان کی درخواست کی جو قبول کی گئی۔

اسکندریہ ۶۴۲ء

قیصر روم نے ایک اور ملک ہاتھ سے جاتا دیکھا تو تازہ دم فوج اسکندریہ روانہ کی مسلمان بھی اسکندریہ کی طرف بڑھے۔ رومیوں نے مسلمانوں کو کثرت تعداد سے مرعوب کرنا چاہا لیکن مسلمان ہمیشہ سے اپنے سے بہت زیادہ فوج کا مقابلہ کرتے رہے تھے۔ اس لئے انہیں مرعوب کرنا ممکن نہ تھا۔ جنگ شروع ہوئی مسلمان رومیوں کو دھکیل کر قلعہ کے اندر جا گھسے۔ لیکن رومیوں نے جوابی حملہ کر کے مسلمانوں کو باہر نکال دیا اور قلعہ کے دروازے بند کر لئے۔

مسلمانوں نے قلعہ کا محاصرہ کر لیا۔ محاصرہ نے طول پکڑا تو حضرت عمرؓ نے لکھا کہ معلوم ہوتا ہے تم لوگ عیش پرست ہو گئے ہو۔ میرا خط ملتے ہی مسلمانوں کو جمع کر کے جہاد پر خطبہ دو اور یک بارگی حملہ کر دو۔ چنانچہ اس ہدایت کے مطابق مسلمانوں نے پورے جوش و خروش سے شہر پر حملہ کیا۔ اور شہر فتح ہو گیا۔

اس فتح کے بعد اسلامی لشکر کو دستوں میں تقسیم کر کے مصر کے مختلف شہروں کی طرف روانہ کیا گیا اور پورا مصر فتح ہو گیا۔ ہزاروں قیدی ہاتھ آئے۔ حضرت عمرؓ نے ان کو غلام بنانے سے منع فرما دیا اور لکھا کہ انکے سامنے اسلام یا جزیہ کی شرائط پیش کرو۔ چنانچہ اکثر نے اسلام قبول کر لیا۔ بہت سے اپنے مذہب پر قائم رہے۔

حضرت عمرؓ کی شہادت ۶۴۴ء / ۲۳ھ

فاروق اعظمؓ آدھی دنیا کے حکمران تھے۔ لیکن آپ نے کبھی حفاظتی دستے کا انتظام نہیں فرمایا تھا۔ مدینہ کے سبھی لوگ کسی وقت بھی آپ سے مل سکتے تھے۔ مغیرہؓ بن شعبہ کا ایک غلام فیروز ایک دن آپ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ میرے آقا نے اس پر محصول بہت زیادہ عائد کر رکھا ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ کتنا؟ اس نے کہا "دو درہم روزانہ"۔ حضرت عمرؓ نے اس کا پیشہ پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ بڑھئی بھی ہے، نقاش بھی اور لوہار بھی، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اس کے لئے یہ ٹیکس زیادہ نہیں۔ فیروز اس جواب سے سخت مایوس ہوا۔ اگلے روز جب آپ صبح کی نماز پڑھانے کے لئے مسجد میں تشریف لے گئے تو فیروز خنجر لے کر گھات میں چھپا رہا اور جب آپ امامت کے لئے آگے بڑھے تو اس نے خنجر کے چھ وار کئے جن میں سے ایک جو ناف کے نیچے لگا تھا مہلک ثابت ہوا، اور اسی کی وجہ سے آپ نے ۲۶ ذوالحجہ ۲۳ھ (بمطابق ۶۴۴ء) کو ۱۰ سال چھ ماہ چار دن کی خلافت کے بعد شہادت پائی۔

حضرت عمر فاروقؓ کا نظام حکومت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسلامی نظام حکومت عملاً قائم کر دیا تھا۔ لیکن آپ کے زمانے میں اسلامی حکومت کی حدود صرف عرب تک محدود تھیں۔ اسلامی ریاست کے مسائل بھی محدود تھے اور اس کے لئے کسی تفصیلی ڈھانچے کی ضرورت نہ تھی۔ حضرت صدیق اکبرؓ کا زمانہ بھی اندرونی انتشار اور دفاع ریاست میں صرف ہو گیا۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلامی سلطنت میں تمام مصر اور عراق و ایران بھی شامل ہو گئے تو یہ دنیا کی سب سے بڑی متمدن حکومت بن گئی۔ اس وسیع و عریض سلطنت کے انتظام کے لئے حضرت عمر فاروقؓ نے ایک تفصیلی نظام مرتب کیا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دیئے ہوئے اصولوں پر مبنی تھا۔ صحابہ کرامؓ کی کثیر تعداد زندہ تھی انہوں نے اس نظام کی تشکیل میں آپ کی مدد کی اور ایک ایسا نظام تیار ہو گیا جو ایک طرف عقل و حکمت کے تمام تقاضے پورے کرتا تھا اور دوسری طرف "اجماع اُمت" کی وجہ سے اسے تمام عوام کا پورا اعتماد حاصل تھا۔ فاروقی عہد کے بعد حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ نے اس نظام کو کم و بیش اسی طرح برقرار رکھا اس لئے اسے خلافت راشدہ کا نظام حکومت بھی کہا جا سکتا ہے۔ اس کے اہم خدوخال حسب ذیل ہیں۔

خلیفہ خلافت راشدہ میں مرکزی حیثیت خلیفہ کو ہوتی تھی۔ خلیفہ اللہ تعالیٰ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا جانشین تھا۔ وہ زمین پر خدا کا سایہ (ظل اللہ) نہیں سمجھا جاتا تھا۔ خلافت موروثی نہ تھی۔ عوام کی مرضی کے مطابق ہی حضرت عمرؓ کو خلیفہ بنایا گیا تھا۔ مسلمان عوام کسی وقت بھی آپؓ پر تنقید کر سکتے تھے۔ عوام اور شوریٰ کے فیصلوں کی پابندی آپ پر ضروری تھی۔ آپ نے اپنے لئے امیر المومنین کے لقب کو پسند فرمایا۔ بیت المال خلیفہ کا ذاتی مال نہیں بلکہ عوام کا مال سمجھا جاتا تھا اور حضرت عمرؓ نے خود واضح فرمایا تھا کہ "مجھ کو تمہارے مال (یعنی بیت المال) میں اسی قدر حق ہے جتنا یتیم کے مربی کو یتیم کے مال میں۔"

شوریٰ حضرت عمرؓ نے فرمایا تھا کہ "خلافت مشورے کے بغیر سرے سے جائز ہی نہیں" اسی مشورہ کے لئے آپؓ نے صحابہ کرامؓ کی مجلس بنا رکھی تھی۔ جس میں امور حکومت زیر بحث آتے تھے اور ان کا فیصلہ کیا جاتا تھا۔ اس مجلس میں بنو اوس، بنو خزرج اور مہاجرین کی نمائندگی ہوتی تھی حضرت عمرؓ کے زمانے میں اس میں حضرت عثمانؓ، حضرت علیؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف، معاذ بن جبلؓ، ابی بن کعبؓ اور زید بن ثابتؓ جیسے صحابہ کرامؓ شامل تھے۔ شوریٰ کا یہ تصور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہی سے لیا گیا تھا۔ کیونکہ آپ بھی اہم معاملات میں صحابہ سے مشورہ لیتے تھے۔

شوریٰ کی دوسری شکل مشاورت عامہ ہوتی تھی۔ زیادہ اہم مسائل پر فیصلہ کرنے کے لئے تمام مہاجرین و انصار کو مسجد نبوی میں جمع کیا جاتا تھا اور دو رکعت نماز ادا کرنے کے بعد موضوع زیر بحث

ر کیا جاتا تھا۔ اسلامی جنگوں میں جب کبھی بھی نازک صورت حال پیدا ہوئی مشاورت عامہ کی ضرورت محسوس کی گئی۔ شام و عراق کے بارے میں جب بعض صحابہؓ نے مطالبہ کیا کہ ان ملکوں کے باشندے غلام بنائے جائیں اور زمینیں مجاہدین میں تقسیم کر دی جائیں تو حضرت عمر فاروقؓ نے اس پر اعتراض کیا۔ بالآخر صحابہؓ کرام کی عام مجلس میں اس پر طویل بحث ہوئی اور فیصلہ حضرت عمرؓ کی رائے کے مطابق ہوا۔

کاتب حضرت عمرؓ اگرچہ تمام امورِ خلافت خود ہی سر انجام دیتے تھے۔ لیکن خطوط کا جواب دینے اور اسی نوع کے دوسرے کاموں کے لئے آپؓ نے حضرت عبداللہ بن ارقمؓ کو کاتب یا سیکرٹری بنا رکھا تھا۔ عبداللہؓ بہت پائے کے صحابی تھے اور خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آپ کی تحریر پسند تھی۔

صوبائی نظام

صوبائی تقسیم شروع میں اسلامی سلطنت کو انتظامی سہولت کے لئے آٹھ صوبوں میں تقسیم کیا گیا تھا۔ مکہ۔ مدینہ۔ شام۔ جزیرہ بصرہ کوفہ، مصر، فلسطین۔ لیکن مزید فتوحات حاصل ہونے پر فارس، خوزستان اور کرمان کو بھی صوبہ کی حیثیت دی گئی اور فلسطین و مصر کو دو دو صوبوں پر منقسم کر دیا گیا۔ مصر میں ایک خاص نظام قائم ہوا تھا۔ حضرت عمروؓ بن العاص کو مصر کا گورنر جنرل بنایا گیا اور مصر کے دونوں صوبوں کے اسسٹنٹ گورنر الگ مقرر کئے گئے۔ اس طرح پوری سلطنت کو حسب ضرورت اتنے صوبوں میں تقسیم کر دیا گیا کہ انتظام چلانا آسان ہو گیا۔

عامل کا تقرر کسی صوبے کا حاکم یا عامل وہاں کے عوام کی مرضی کے مطابق مقرر کیا جاتا تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے کوفہ، بصرہ اور شام کے عامل مقرر کرنے کے لئے وہاں کے عوام سے کہلا بھیجا کہ وہ سب سے اہل اور دیانت دار آدمی کا انتخاب کر کے بھیجیں اور حضرت عمرؓ نے انہی کی رائے کے مطابق گورنر (عامل) مقرر کر دیئے۔ عامل کی تقرری کے لئے مجلس شوریٰ سے بھی منظوری لی جاتی تھی چنانچہ عثمانؓ بن حنیف کی تقرری مجلس شوریٰ ہی نے کی تھی۔ اگر کسی علاقہ کے عوام اپنے گورنر کے خلاف شکایت کرتے تھے تو اسے معزول کر دیا جاتا تھا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عمارؓ بن یاسر جیسے معزز صحابہ کرام کو عوام کی شکایت کی بنا پر معزول کر دیا گیا۔

آپ جب کسی شخص کو عامل مقرر فرماتے تو اسے ایک فرمان عطا کرتے جس میں اس کے حقوق و فرائض درج ہوتے۔ اس فرمان پر مہاجرین و انصار کی گواہی ثبت ہوتی۔ عامل جہاں جاتا اس فرمان کو عوام الناس کے سامنے پڑھ کر سناتا۔ تاکہ وہ اس کی روشنی میں اس کے طرزِ عمل کا جائزہ لیتے رہیں۔ اور انحراف کی صورت میں امیر المومنین کے پاس شکایت کر سکیں۔ بالعموم آپؓ گورنر کو مندرجہ ذیل ہدایات فرماتے۔

Marfat.com

سنو میں تمہیں حاکم اور سلطان بنا کر نہیں بھیج رہا ہوں بلکہ میں تمہیں لوگوں کا قائد بنا کر بھیج [رہا ہوں] تاکہ وہ تمہارے نقش قدم پر چلیں۔ مسلمانوں کو ان کے حقوق ادا کرو۔ انہیں پیٹنا شروع نہ کر دینا کہیں [ایسا نہ] ہو کر تم ان کی بے عزتی کرو اور نہ ہی ان کی بے جا تعریف کرنا۔ مبادا کہ وہ نظم و ضبط کے تقاضوں کو بھول جائیں۔ ان پر اپنے گھر کے دروازے بند نہ کرنا کہیں ایسا نہ ہو کہ ان میں سے قوی کمزور کو ہڑپ کر جائے۔

ہر عامل سے عہد لیا جاتا کہ وہ ترکی گھوڑے پر سوار نہ ہوگا۔ باریک کپڑے نہیں پہنے گا، چھنا آٹا نہیں کھائے گا۔ دروازے پر دربان نہیں رکھے گا۔ اہل حاجت کے لئے دروازہ کھلے رکھے گا۔ جب کسی شخص کو عامل مقرر کیا جاتا تو اس کے مال و اسباب کی ایک فہرست تیار کر لی جاتی۔ کسی وقت بھی اس کی جائداد کی دوبارہ چیکنگ کی جاسکتی تھی اور اگر جائداد میں غیر معمولی اضافہ ہوتا تو اسے ضبط کر لیا جاتا۔

شعبہ تحقیقات حضرت عمرؓ فاروق نے ایک اور شعبہ کا بھی اضافہ کیا۔ آپؓ نے محمدؓ بن مسلمہ انصاری کو تحقیقات پر متعین فرمایا، جب بھی کسی گورنر کے خلاف شکایت موصول ہوتی۔ تو محمد بن مسلمہؓ کو روانہ کیا جاتا۔ آپ جلیل المرتبت صحابی تھے۔ آپ کے سامنے غلط بیانی بہت مشکل تھی۔ سعد بن ابی وقاصؓ جیسے معزز صحابی کو بھی تحقیقات کر کے گورنری سے معزول کیا جاسکتا تھا۔ بعض اوقات حضرت عمرؓ خود بھی تحقیقات فرماتے تھے۔

صوبہ کے دیگر عہدیدار صوبہ میں عامل یا والی کے علاوہ مندرجہ ذیل عہدیدار ہوتے تھے :۔ کاتب (منشی) کاتب دیوان (فوج کا ریکارڈ رکھنے والا) صاحب الخراج (خراج اکٹھا کرنے کا ذمہ دار) صاحب احداث (پولیس انچارج) صاحب بیت المال (افسر خزانہ) اور قاضی۔ صوبے کو اضلاع میں [تقسیم] کیا گیا تھا۔ اور ہر ضلع میں قاضی، خزانچی اور عامل (ٹیکس وصول کرنے والا) مقرر ہوتے تھے۔

معاشی نظام

بیت المال کا قیام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں بیت المال قائم نہیں کیا گیا تھا بلکہ خراج اور مال غنیمت سے جتنی آمدنی ہوتی تھی وہ سب تقسیم کر دی جاتی تھی۔ اور جب کوئی ضرورت پیش آتی تو مسلمانوں سے اپیل کر کے چندہ جمع کر لیا جاتا، لیکن حضرت عمر فاروق رضؓ کے عہد میں عبد اللہ بن ارقم کی تجویز پر باقاعدہ بیت المال قائم کیا گیا۔ اس مقصد کے لئے سادہ لیکن مضبوط عمارات تعمیر کی گئیں۔ اور مال ضرورت کے اوقات کے لئے ان میں جمع رہنے لگا۔ بیت المال کی حفاظت کے لئے اس پر پہرہ بھی بٹھایا گیا۔ صوبہ جات کے بیت المال میں جتنی رقوم ہوتی تھیں ان میں سے عمال حسب ضرورت رکھ کر باقی مدینہ کے مرکزی بیت المال میں بھجوا دیتے تھے۔

ذرائع آمدن

بیت المال کی آمدن کے ذرائع حسب ذیل تھے۔

۱۔ خمس غنائیم :۔ مال غنیمت کا پانچواں حصہ بیت المال میں جمع ہوتا تھا۔

۲۔ زکواۃ :۔ صاحب حیثیت مسلمانوں کے مال پہ ۲½ فیصد سالانہ وصول کی جاتی تھی صرف سونے چاندی اور نقد روپے پہ ہی زکواۃ وصول نہیں ہوتی تھی۔ بلکہ تجارتی مال اور مویشیوں پہ بھی زکواۃ وصول کی جاتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے گھوڑوں پہ بھی زکواۃ عائد کی کیونکہ ان کی وسیع پیمانے پہ پرورش اور تجارت ہونے لگی تھی۔

۳۔ عشر :۔ مسلمانوں کی زمین کی پیداوار میں اسلامی حکومت کا حصہ عشر کہلاتا ہے۔ بارانی زمین کی پیداوار میں سے دسواں حصہ لیا جاتا تھا۔ لیکن وہ زمینیں جنہیں کنویں وغیرہ سے سیراب کیا جائے وہاں یہ شرح ۵ فیصد رہ جاتی تھی۔

۴۔ خراج :۔ جن مفتوحہ علاقوں کی زمین مفتوحہ قوموں ہی کے پاس رکھی جاتی تھی۔ ان سے خراج وصول کیا جاتا تھا جس کی شرح معاہدہ صلح میں طے کی جاتی تھی۔ بالعموم یہ شرح ½ یا ⅓ ہوتی تھی۔ اگر ان خراجی زمینوں میں سے کوئی حصہ مسلمان خرید لیں تو بھی یہ زمین خراجی ہی رہتی تھی۔ قحط سالی یا خشک سالی کی صورت میں خراج معاف ہو جاتا تھا اس کے برعکس عشر معاف نہیں ہوتا تھا۔

۵۔ عشور :۔ عشور نام کا ایک بالکل نیا تجارتی ٹیکس بھی حضرت عمرؓ نے لگایا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جو مسلمان تاجر غیر مسلم حکومتوں سے تجارت کرتے تھے ان سے دس فیصد ٹیکس وصول کیا جاتا تھا چنانچہ حضرت ابو موسیٰ اشعری کی تجویز پہ حضرت عمرؓ نے بھی یہ ٹیکس لگایا۔ یہ ٹیکس سال میں صرف ایک مرتبہ وصول کیا جاتا تھا اور اس کے بعد سارا سال تجارت پہ کوئی پابندی نہیں ہوتی تھی۔ بالعموم اس کی شرح حربیوں (دشمن قوموں کے افراد) سے ۱۰ فیصد، ذمیوں سے ۵ فیصد اور مسلمانوں سے ۲½ فیصد تھی۔ اور دوسو درہم سے کم کے مال پہ ٹیکس نہیں لیا جاتا تھا۔

۶۔ جزیہ :۔ غیر مسلم رعایا پہ اسلامی ریاست کی فوج میں بھرتی ہونا لازمی نہ تھا۔ بلکہ ان سے ایک حفاظتی ٹیکس "جزیہ" وصول کیا جاتا تھا۔ جزیہ کی شرح بالکل معمولی ہوتی تھی۔ یہ جزیہ بچوں اور بوڑھوں سے وصول نہیں کیا جاتا تھا۔ اگر کوئی غیر مسلم فوجی خدمات پیش کر دے تو اس سے جزیہ نہیں لیا جاتا تھا۔

۷۔ صوافی زمین :۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت پہ عمل کرتے ہوئے حضرت عمر فاروقؓ نے بھی بہت سی زمین کو "صوافی" قرار دیا جس کی آمدن بیت المال میں جاتی تھی مفتوحہ علاقوں میں شاہی خاندان کی جاگیریں، آتشکدوں کے اوقاف، لاوارث جائدادیں، نیز باغیوں اور مفروروں کی ضبط شدہ املاک بھی بیت المال کی ملکیت قرار دی گئیں۔

زرعی اصلاحات

۱۔ پیمائش زمین و اُفتادہ زمینوں کی آبادکاری قرونِ وسطیٰ کے معاشی نظام میں زمین کو جو اہمیت حاصل تھی اس کے پیشِ نظر حضرت عمر فاروقؓ نے پیداوار بڑھانے اور سرکاری واجبات کی تشخیص کے لئے بہت سی اصلاحات کیں۔ عراق میں زمین از سرِ نو پیمائش کروائی گئی تو کل قابلِ کاشت رقبہ زمین کروڑ سات لاکھ جریب نکلا۔ ہر فصل کے لئے فی جریب تشخیص کردیا گیا، جو زمین بے کار پڑی ہوئی تھی۔ اس کے متعلق اعلان کردیا گیا کہ جو شخص اسے زیرِ کاشت لائے اس کی ملکیت سمجھی جائے گی۔ اس طرح تمام زمین زیرِ کاشت آگئی۔ اور زرعی پیداوار میں خاصہ اضافہ خراج کی رقم بھی ایک ہی سال میں سوا گنا ہوگئی۔

۲۔ جاگیرداری کا خاتمہ شام و عراق میں جاگیرداری نظام رائج تھا۔ زمین فوجی افسروں کی ملکیت جاتی تھی۔ اور کاشت کاروں کی حیثیت مزارعین کی تھی۔ حضرت فاروقؓ نے اس نظام کی خرابی کو محسوس کیا اور اس کو یکسر ختم کر ڈالا۔ کاشت کار کو زمین کا مالک قرار دے دیا گیا۔ مسلمانوں کا یہ مطالبہ کہ عراق و شام کی زمین مجاہدین میں تقسیم کردی جائے بھی مسترد کردیا گیا۔

۳۔ مسلمانوں کو زمین خریدنے کی ممانعت حضرت عمر فاروقؓ نے قریشی سرداروں کو مفتوحہ علاقوں میں زمین خریدنے سے منع کر دیا۔ تاکہ وہ مفتوحہ علاقوں میں "شہزادوں" یا زمینداروں کی حیثیت اختیار نہ کریں۔ اس پابندی کے فوائد حاصل ہوئے۔ مسلمانوں میں شجاعت و جذبہ جہاد برقرار رہا اور ماتحت علاقوں میں بغاوت و انتشار کے امکانات کم ہوگئے۔

۴۔ آبپاشی حضرت عمرؓ نے آبپاشی کی طرف بھی توجہ دی۔ نئی نہریں بنائی گئیں۔ تالاب تیار کئے گئے۔ نہروں کے پانی کی تقسیم کا از سرِ نو انتظام کیا گیا۔ صرف مصر میں ان تعمیرات میں مصروف مزدوروں کی تعداد ایک لاکھ بیس ہزار بتائی جاتی ہے۔

عدالتی نظام

مطلوبہ صفات فاروق اعظمؓ کی خلافت میں ہر شہر میں ایک قاضی مقرر کیا جاتا تھا۔ ان قاضیوں کا تقرر براہِ راست مرکزی حکومت کی طرف سے ہوتی تھی۔ اور قاضی کو بغیر کسی معقول وجہ کے معزول نہیں کیا جا سکتا تھا۔ قاضی ایسے شخص کو مقرر کیا جاتا تھا جو عاقل، بالغ مرد آزاد شہری ہو۔ جس کا کردار بے داغ ہو جو سماعت و بصارت میں کمزور نہ ہو اور جو اسلامی قانون سے پوری طرح واقف ہو اور قانون کی

وہ ماہرین فن سے مشورے لینے کا بھی مجاز تھا) وہ صاحب حیثیت اور معزز آدمی ہوتا تاکہ اس پر دباؤ نہ ڈالا جاسکے۔ قاضی کو معقول تنخواہ ملتی تھی اور اسے بلند معاشرتی مقام حاصل تھا۔ اسے تجارت یا جز وقتی کاروبار کی اجازت نہ تھی۔

قانون کی حکمرانی

اگرچہ تمام قاضیوں کا تقرر امیر المؤمنینؓ کی طرف سے ہوتا تھا لیکن خود امیر المؤمنینؓ بھی بوقت ضرورت قاضی کی عدالت میں حاضر ہوتے تھے۔ مدینہ میں زیدؓ بن ثابت قاضی تھے۔ حضرت عمرؓ اور حضرت ابی بن کعبؓ میں کوئی نزاع پیدا ہوا تو آپ خود عدالت میں گئے۔ حضرت زیدؓ نے تعظیم کی تو آپ نے ٹوکا "زید! یہ پہلی ناانصافی ہے جو تم نے کی۔" اور مقدمہ کا فیصلہ ہونے تک فریق مخالف ابی بن کعبؓ کے پاس بیٹھے رہے۔ قانون کی نظر میں مساوات کی اس سے بہتر مثال لانی ناممکن ہے۔ آج کی جمہوری ریاستوں میں بھی سربراہ ریاست کو عدالت کے سامنے جوابدہ نہیں رکھا جاتا۔

قانون کی حکمرانی میں یہ بھی شامل ہے کہ عدالت کے دروازے ہر شخص کے لئے کھلے رہیں۔ آج کی مہذب ریاستوں میں بھی قانون سے استفادہ کرنے کے لئے "کورٹ فیس" لگانی پڑتی ہے اور ہر شخص عدالت کا دروازہ نہیں کھٹکھٹا سکتا۔ فاروق اعظمؓ کی حکومت میں قاضی کیلئے الگ عدالت کی تعمیر اس لئے نہ کی گئی کہ اس سے سائل کے راستے میں رکاوٹ پیدا ہو سکتی ہے۔ مساجد کو عدالتیں قرار دیا گیا۔ کوئی شخص کسی بھی وقت عدالت کا دروازہ کھٹکھٹا سکتا تھا اور اس کے لئے نہ "کورٹ فیس" ادا کرنا پڑتی تھی نہ وکیل کی فیس۔

عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی

سربراہ مملکت کی طرف سے قاضیوں کے تقرر سے عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی کے اصول میں کوئی حرج واقع نہ ہوتا تھا اس لئے صوبائی گورنروں کو کسی قاضی کو الگ کرنے کا اختیار نہ تھا اور نہ صوبائی یا ضلعی قاضی ان کے ماتحت تھے۔ وہ براہ راست خلیفہ کے ماتحت تھے۔ اور خود خلیفہ بھی بغیر کسی شرعی وجہ کے قاضی کو الگ نہیں کرتا تھا۔

شخصی قانون اور پنچایتی نظام

ذمیوں کو شخصی قانون کی سہولت بھی حاصل تھی وہ اپنے اکثر و بیشتر مقدمات کا فیصلہ اپنے شخصی قانون (Personal Law) کے تحت ہی کرتے تھے اور اس کے لئے انہیں قاضی کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت نہ تھی اور اپنی پنچایتوں ہی میں تمام فیصلے کر لیتے تھے۔ یہ فاروقی نظام حکومت کی وہ صفت ہے جس کی مثال اس دور کے کسی غیر مسلم ملک میں نہیں ملتی۔

افتاء

"قانون سے ناواقفیت کوئی عذر نہیں" کا اصول بین الاقوامی طور پر مسلمہ ہے لیکن عوام لوگوں میں قانون کی واقفیت پیدا کرنے کے لئے کوئی معقول انتظام کہیں بھی موجود نہیں۔ عہد فاروقی میں اس کے لئے افتاء کا شعبہ قائم کیا گیا تھا۔ جگہ جگہ مفتی مقرر کئے جاتے تھے جو اسلامی قانون کے ماہرین ہوتے تھے۔

Marfat.com

کوئی شخص کسی بھی وقت مفتی کی طرف رجوع کر کے قانونی مشورے حاصل کر سکتا تھا اور اس کے لئے نہ اسے فیس ادا کرنی پڑتی تھی نہ معاوضہ، مفتی کا تقرر بھی خود خلیفہ ہی کی طرف سے ہوتا تھا۔

پولیس اور فوجداری نظام

عہد فاروقی میں دیوانی و فوجداری مقدمات کی سماعت قاضی ہی کیا کرتے تھے البتہ فوجداری نظام کو موثر بنانے کے لئے آپؓ نے پولیس کا باقاعدہ محکمہ قائم کیا۔ پولیس کے انچارج کو صاحب الاحداث کہتے تھے، ہر صوبے میں صاحب الاحداث مختلف ہوتا تھا۔ اور یہ تمام پولیس افسر خلیفہ کے ماتحت تھے۔ اس شعبہ کے ذمہ جو فرائض لگائے گئے تھے ان میں اخلاقِ عام کی حفاظت، ناپ تول اور مارکیٹ کی نگرانی، شراب کی روک تھام، انسداد بے رحمی جانوروں کا راستوں اور گزرگاہوں کی حفاظت بھی شامل تھی۔

حضرت عمرؓ نے قیام امن کے لئے جیل خانہ جات بھی بنوائے۔ وہ مجرم جنہیں جرم سے باز رکھنا مشکل ہوتا ہوتا تھا جیل خانے بھیج دیئے جاتے تھے، تاکہ لوگ ان کے شر سے محفوظ ہو جائیں اور جیل میں انہیں بھی اپنی اصلاح کا موقعہ مل سکے۔ بعض اوقات ناقابل علاج قسم کے مجرمین کو جلا وطن بھی کر دیا جاتا تھا۔

عہد فاروقیؓ کا فوجی نظام

شعبہ فوج کا قیام

نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مسلمانوں کی تعداد محدود تھی۔ اس لئے جنگ کی صورت میں تمام مسلمان جہاد میں شریک ہوتے تھے اور اس کے لئے کسی الگ شعبہ کی ضرورت نہ تھی۔ صدیق اکبرؓ کے مختصر زمانہ حکومت میں بھی یہی طریقہ جاری رہا لیکن عمر فاروقؓ کے عہد میں جنگوں کا سلسلہ بہت پھیل گیا تھا۔ اس لئے کچھ لوگوں کو مستقل طور پر مصروفِ پیکار رہنا پڑتا تھا۔ چنانچہ آپ نے ۱۵ھ میں شعبہ فوج کی باقاعدہ تشکیل کی۔ یہ شعبہ فوج کا مکمل ریکارڈ رکھتا تھا۔ فوجیوں کی تنخواہوں اور رسد اور ان کے بچوں کے لئے وظائف کا انتظام اس شعبہ کی ذمہ داری تھی۔

باقاعدہ اور رضاکار فوج

اسلامی فوج دو قسم کے مجاہدین پر مشتمل تھی۔ کچھ لوگ ہمیشہ جنگی مہمات میں مصروف رہتے تھے۔ گویا ان کی حیثیت باقاعدہ فوج کی تھی۔ اس کے علاوہ ایک کثیر تعداد ان مجاہدین کی تھی جو بوقت ضرورت میدان جنگ میں جاتے اور جہاد سے فارغ ہو کر پھر دیگر مصروفیات اختیار کر لیتے یہ رضاکار فوج تھی۔ دونوں قسم کے مجاہدین کا الگ الگ اندراج ہوتا اور دونوں کو تنخواہیں ملتی تھیں ہر سال کم و بیش ۳۰ ہزار فوج بھرتی کی جاتی تھی۔ فوج میں شروع شروع میں صرف عرب بھرتی ہوتے تھے۔ لیکن فتوحات کی وسعت اور اسلام کی اشاعت کی وجہ سے دیگر قومیں بھی فوج میں بھرتی ہونے لگیں چنانچہ اسلامی لشکر میں شامی، عراقی، رومی اور یہودی بھی بھرتی ہوئے۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کی جاٹ قوم کے لوگ بھی اسلامی لشکر میں موجود تھے۔ اہل عرب انہیں زط کہتے تھے۔ رضاکار دستوں میں ذمی بھی

Marfat.com

بھرتی ہوتے تھے۔ چنانچہ ہزاروں مجوسی مسلمان فوج کی طرف سے لڑے اور انہیں مسلمان سپاہیوں کے برابر تنخواہیں دی گئیں۔

میدان جنگ میں فوج کی تنظیم

میدان جنگ میں فوج کو تین حصوں میں تقسیم کیا جاتا تھا، قلب یا مرکز، میمنہ (دایاں بازو) اور میسرہ (بایاں بازو) لیکن ان سب سے آگے ہراول دستہ (مقدمہ) ہوتا تھا اور سب کے پیچھے ساقہ فوج ہوتی تھی۔ اس کے علاوہ دشمن کی دیکھ بھال کرنے کے لئے گشتی دستے ترتیب دیئے جاتے تھے اور تیر انداز الگ ہوتے تھے۔ اسلامی لشکر میں شتر سوار بھی ہوتے تھے گھوڑ سوار بھی اور پیادہ بھی۔ خالد بن ولیدؓ نے اس پوری ترکیب کی بجائے چھوٹے چھوٹے دستوں میں منقسم ہو کر لڑنے کا طریقہ بھی اختیار کیا۔

فوج کو بالعموم اعشاری نظام کے مطابق مرتب کیا گیا تھا۔ دس سپاہیوں پر "امیر العشرہ" افسر ہوتا تھا۔ سو پر قائد اور دس قائد ایک "امیر" کے ماتحت ہوتے تھے۔ ایک حصہ فوج کے کمانڈر کی کمان میں ایسے کئی امیر ہوتے تھے۔ یہ سارے سپاہی کمانڈر کے حکم پر براہ راست حرکت میں آتے تھے اور ان کے چھوٹے افسران کے دل بڑھانے اور ان کی تنظیم کو قائم رکھنے کے ذمہ دار تھے۔ ساری فوجوں کی کمان خود خلیفہ کے ہاتھ میں ہوتی تھی

فوجی مراکز اور چھاؤنیاں

فوج کو ٹھہرانے اور اس کی ضروریات کا انتظام کرنے کے لئے ملک میں جابجا فوجی مراکز قائم کئے گئے تھے۔ عہد فاروقی میں ایسے مراکز مدینہ کوفہ، بصرہ موصل، فسطاط، دمشق، حمص، اردن اور فلسطین تھے۔ کوفہ، بصرہ اور فسطاط کو تو خود مسلمانوں نے فوج کے قیام ہی کے لئے آباد کیا۔ تھا۔ وہ چھاؤنیاں ان فوجی مراکز کے علاوہ تھیں جو مفتوحہ علاقوں کو کنٹرول میں رکھنے کے لئے بنائی گئی تھیں اور ایسی چھاؤنیوں کی تعداد سینکڑوں تک پہنچتی تھی۔ ان فوجی مراکز میں گھوڑوں کے لئے چراگاہیں قائم کی جاتی تھیں۔ فوج کے لئے رسد اور اسلحہ کے ذخائر بھی یہیں رکھے جاتے تھے اور فوج کا ریکارڈ بھی انہی مراکز میں رہتا تھا۔ ہر مرکز میں چار ہزار گھوڑے ہر وقت تیار رہتے تھے جنہیں کسی بھی وقت ہنگامی صورت میں کام میں لایا جا سکتا تھا۔ ان گھوڑوں کو باقاعدہ داغ دیا جاتا تھا اور ان کی ران پر جیش فی سبیل اللہ کے الفاظ لکھے جاتے تھے اور ان کی دوڑیں بھی ہوتی رہتی تھیں۔

تنخواہ و وظائف

عہد فاروقی میں فوج کا باقاعدہ شعبہ قائم ہوا تو تنخواہ بھی باقاعدہ ملنے لگی۔ اس سلسلے میں سابقہ خدمات کو بھی ملحوظ رکھا گیا اور اس وقت کے جنگی کارناموں کو بھی سامنے رکھا گیا۔ چنانچہ سابقہ خدمات کے صلے میں جن صحابہؓ کو تنخواہیں ملتی تھیں۔ ان میں سب سے زیادہ تنخواہ بدری صحابہ کی تھی۔ اور ان کے بعد کے زمانے میں اسلام قبول کرنے والوں کی تنخواہیں بتدریج کم ہوتی جاتی تھیں۔ اس وقت فوجی سروس میں جو لوگ تھے ان کو کم از کم ۲۰۰ درہم سالانہ ملتی تھی اور زیادہ سے زیادہ کمانڈر کو ۲ ہزار درہم ملتے تھے۔ بعد میں اس شرح کو بڑھا دیا گیا اور کم از کم شرح ۳۰۰ درہم اور زیادہ سے زیادہ دس ہزار درہم مقرر کی گئی۔

Marfat.com

یہ تنخواہ "عریف" کے ذریعے تقسیم ہوتی تھی اور بالعموم یہ منصب قبیلہ کے سردار ہی کے پاس ہوتا تھا۔ فوجیوں کو جو تنخواہ ملتی تھی اس کے علاوہ ان کی بیویوں اور بچوں کے لئے وظائف مقرر تھے جن کی مقدار خاصی ہوتی تھی۔ شہداء کی بیویوں اور بچوں کے لئے وظائف بدستور قائم رہتے تھے۔ بہادری کا مظاہرہ کرنے والوں کو ترقی بھی ملتی تھی۔

رسد رسد کا الگ محکمہ تھا۔ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو ہر فوجی کو ایک ماہ کی رسد مل جاتی تھی۔ بعض اوقات پکا پکایا کھانا دینے کا طریقہ بھی اختیار کیا گیا۔ سوار کو گھوڑے خرچ الگ ملتا تھا۔ تنخواہ اور خوراک کے علاوہ کپڑا بھی دربارِ خلافت ہی سے ملتا تھا۔

آلاتِ حرب اسلامی لشکر فنونِ حرب میں خاصی مہارت رکھتا تھا۔ وہ تمام ہتھیار استعمال کئے جاتے تھے جو قرونِ وسطیٰ میں رائج تھے، تلوار، تیر کمان، ڈھال، زرہ بکتر اور اس طرح کے دوسرے ہتھیاروں کے علاوہ قلعہ شکن آلات بھی استعمال ہوتے تھے۔ سنگباری کرنے کے لئے منجنیق استعمال ہوتی تھی۔ قلعہ کے قریب پہنچ کر حملہ کرنے کے لئے دبابہ استعمال کیا جاتا تھا جس میں بیٹھا ہوا آدمی قلعہ کی طرف سے ہونیوالی تیراندازی و سنگباری سے محفوظ رہتا تھا۔ نقب لگانے کے آلات بھی استعمال ہوتے تھے۔

رخصت ہر فوجی کو بالعموم چار ماہ کے بعد گھر جانے کے لئے رخصت مل جاتی تھی۔ کوچ کے دوران جمعہ کے دن چھٹی ہوتی تھی۔

جاسوسی اور خبر رسانی اسلامی لشکر کے ساتھ جاسوسی کا بھی ایک نظام موجود تھا جو دشمن کی نقل و حرکت کے بارے میں اطلاعات بہم پہنچاتا رہتا تھا۔ بالعموم اس میں مفتوحہ قوموں کے لوگ ہی شامل ہوتے تھے۔

عہدِ فاروقیؓ میں غیر مسلموں سے سلوک

فاروق اعظمؓ کے عہد میں سلطنتِ اسلامی بہت وسیع ہو گئی تھی اور غیر مسلموں کی کثیر تعداد ملک میں موجود تھی۔ آپ نے اسلامی اصولوں کی روشنی میں ان کے ساتھ جو طرزِ عمل اختیار کیا اس کا مختصر سا خاکہ حسبِ ذیل ہے۔

جان و مال کی حفاظت جب کوئی شہر فتح ہوتا تھا تو اس کے باشندوں کو جزیہ کی ادائیگی کی شرط پر جان و مال کی امان دے دی جاتی تھی چنانچہ بیت المقدس کی فتح کے موقعہ پر خود حضرت عمرؓ نے جو معاہدہ لکھا اس میں بیت المقدس کے عیسائیوں کی جان و مال کی حفاظت کی ضمانت دی گئی۔ مرجان، آذربائیجان اور دیگر شہروں کی فتح کے وقت مفتوحین کے ساتھ جو معاہدے کئے گئے ان سب میں یہ تصریح موجود رہی ہے۔ جزیہ دراصل اس حفاظت کا عوضانہ تھا جو مسلمانوں کی طرف سے غیر مسلموں کو حاصل ہوتی تھی۔ اس لئے انہیں "ذمی" قرار دیا جاتا تھا۔ اس کی وضاحت اس بات سے ہوتی ہے کہ جب

یرموک کے معرکہ کی وجہ سے مسلمانوں کو بلاد شام خالی کرنے پڑے تو جزیہ یہ کہہ کر واپس کر دیا گیا کہ اب ہم آپ کی حفاظت کا ذمہ نہیں لے سکتے۔ اس لئے جزیہ لینے کا بھی ہمیں کوئی حق نہیں ہے۔

مذہبی آزادی اسلام میں دوسرے مذہب کے لوگوں کو زبردستی مسلمان بنانے کا کوئی تصور نہیں ہے۔ پھانسیوں کے زور سے تبدیلیٔ مذہب کی مثالیں "مہذب یورپ" ہی کی تاریخ میں مل سکتی ہیں، دَورِ اسلام میں ان کی کوئی گنجائش نہیں رہی ہے۔ حضرت عمرؓ نے لَا اِکْرَاهَ فِی الدِّین (مذہب کے معاملے میں کوئی جبر نہیں) پر پوری طرح عمل کیا اور جن علاقوں کو فتح کیا وہاں کے رہنے والوں کے مذہب میں کوئی مداخلت نہ کی۔ ان کے ساتھ معاہدات میں انہیں مذہبی آزادی کی ضمانت دی گئی۔ ان کی عبادت گاہیں برقرار رکھی گئیں۔ عیسائیوں کو صلیب نکالنے کی پوری آزادی حاصل رہی۔ وہ بلا تکلف ناقوس بجایا کرتے تھے یہی رویہ مجوسیوں کے ساتھ اختیار کیا گیا۔ ان کے مذہبی قوانین تک رائج رہنے دیے اور انہیں اپنے شخصی قانون (PERSONAL LAW) کے مطابق فیصلے کرنے کا بھی اختیار دیا گیا۔ بلکہ بعض جگہوں پر ان کے ہم مذہبوں نے ان کے ساتھ جو زیادتیاں کی تھیں ان کا بھی مداوا کر دیا گیا۔ سکندریہ کے لاٹ پادری کے ساتھ مسلمانوں کا رویہ اس کے ہم مذہب رومیوں کے رویہ سے بدرجہا بہتر تھا۔ مذہبی آزادی کا حال اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے عیسائی غلام کو بھی زبردستی مسلمان کرنا پسند نہ فرمایا۔

مساوات فاتح اور مفتوح کبھی بھی برابر نہیں سمجھے جاتے۔ جدید دور کی عالمگیر جنگوں کے بعد مفتوحین کے ساتھ جو سلوک کیا گیا اس سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ مفتوحین کے ساتھ مساوی رویہ عملاً بہت مشکل ہوتا ہے لیکن فاروق اعظمؓ حق و باطل کے درمیان فرق کرنے والے تھے۔ آپ نے سماجی لحاظ سے مسلمان اور ذمی کو برابر قرار دیا اور اگر کوئی مسلمان کسی ذمی کو قتل کرتا تھا تو اس کے عوض قتل کر دیا جاتا تھا۔ مثال کے طور پر جب قبیلہ بکر بن وائل کے ایک مسلمان نے ایک ذمی کو قتل کیا تو اسے مقتول کے ورثاء کے حوالے کر دیا گیا جنہوں نے اسے قتل کر ڈالا۔ شام کے ایک کاشت کار نے شکایت کی کہ اسلامی لشکر کے گزرنے سے اس کی فصل تباہ ہو گئی ہے تو اسے فوراً بیت المال سے معاوضہ دلوایا۔

زمین اور خراج میں روادارانہ سلوک حضرت عمرؓ نے ذمیوں سے زمینیں چھیننے کی بجائے انہیں زمین کا مالک برقرار رکھا۔ صرف جاگیرداری کی لعنت کو ختم کر ڈالا۔ خراج کی وصول کے سلسلے میں آپ اس حد تک احتیاط برتتے تھے کہ خراج کی رقم اس وقت تک بیت المال میں داخل نہ کی جاتی جب تک کہ معزز ین علاقہ قسم کھا کر اس بات کی تصدیق نہ کرتے کہ خراج اکٹھا کرتے وقت کسی پر ظلم نہیں ہوا ہے۔ بات صرف یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ آپ ذمیوں کو ان کے علاقے کے مسائل حل کرنے میں شریک مشورہ رکھتے تھے۔ مصر کے معاملات میں مقوقس سابق شاہ مصر کو اکثر پوچھا گیا۔ عراق و ایران کے ذمی سرداروں سے زمین کے بندوبست کے بارے میں مشورہ لیا گیا۔

Marfat.com

ایفائے عہد بالعموم دیکھا گیا ہے کہ اقلیتوں کے ساتھ کئے گئے معاہدات کو پورا نہیں کیا جاتا اور اکثریت کے زور سے اقلیت کے حقوق غصب کر لئے جاتے ہیں۔ حکومت کی طاقت کے نشے میں غیر قوموں کو تنگ کیا جاتا ہے۔ حضرت عمرؓ نے اس سلسلے میں اپنے گورنروں کو مسلسل ہدایات بھیجیں کہ ذمیوں کے ساتھ کئے گئے وعدے ہر قیمت پر پورے کئے جائیں۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنے جانشین کے نام وصیت میں بھی ذمیوں کے ساتھ کئے گئے وعدے پورے کرنے کی تائید کی۔

بیت المال پر حق بیت المال کے بارے میں عام تصور یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کا مال تھا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے واضح فرمایا کہ اس میں غیر مسلموں کو بھی حقوق حاصل ہیں۔ چنانچہ آپ نے ایک مرتبہ ایک بوڑھے کو دیکھا کہ وہ بھیک مانگ رہا تھا۔ وجہ دریافت کی تو اس نے کہا کہ جزیہ ادا کرنے کے لئے بھیک مانگنے پر مجبور ہوں۔ آپ اسے ساتھ لے گئے۔ اس کا جزیہ معاف کیا۔ اس کو بیت المال سے ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی کچھ دلوا دیا اور ساتھ ہی ناظم بیت المال کو لکھ بھیجا کہ "یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم ان کی جوانی سے فائدہ اٹھائیں اور بڑھاپے میں انہیں یوں چھوڑ دیں"۔ اس کے بعد ایک مستقل اصول قرار دیا کہ نادار بوڑھے اور اپاہج ذمی کا بھی بیت المال پر ویسے ہی حق ہے جیسے کہ مسلمان کا۔

بعض پابندیاں غیر مسلم مورخین نے حضرت عمرؓ کی لگائی ہوئی بعض پابندیوں کو غلط رنگ دے کر اسلام کے خلاف زہر چکانی کی ہے۔ لیکن انہوں نے ہر واقعہ کو سیاق و سباق سے کاٹ کر اور اپنے مقصد کے مطابق ڈھال کر پیش کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اقلیت کے حقوق ادا کرنے میں اس حد تک نہیں جایا جا سکتا کہ اکثریت کے جائز حقوق بھی قربان ہو جائیں۔ اس لئے جب بعض ذمیوں نے حدود سے تجاوز کیا تو آپ نے اس پر مناسب پابندیاں لگا دیں۔ مثلاً ناقوس کو نماز کے اوقات میں بجانے سے منع کر دیا گیا۔ سور کو مسلمانوں کے احاطوں میں لے جانے کی اجازت نہ دی گئی۔ مسلمانوں کی مجلس میں صلیب نکالنے کی اجازت نہ دی گئی۔ شراب کو برسر عام بیچنے کی ممانعت کر دی گئی۔ مسلمان والد کے نابالغ بچے کو زبردستی عیسائی بنانے سے منع کر دیا گیا۔

سادہ دلی سے جو حقوق ذمیوں کو دیئے گئے تھے بعض لوگوں نے اس سے ناجائز فائدہ اٹھایا ان میں خیبر کے یہودی اور بعض عیسائی شامل تھے جو اسلام کے خلاف سازشی رویہ رکھتے تھے۔ حضرت عمرؓ نے ان کے بارے میں صرف یہ فیصلہ کیا کہ انہیں عرب سے نکال دیا جائے لیکن انہیں شام و عراق میں آباد کرنے کیلئے بہت سی رعایتیں دی گئیں۔ یہاں تک کہ دو سال تک جزیہ معاف کر دیا گیا۔ نہیں متبادل زمینیں بھی مہیا کی گئیں۔ سرحد روم کے ساتھ عیسائیوں نے سازشیں شروع کیں تو نہیں تنبیہہ کی گئی۔ ایک سال تک ان کے طرز عمل کا مطالعہ کیا گیا اور آخر کار ان کی جائداد کی دوگنی قیمت دے کر انہیں جلاوطن کر دیا گیا اور وہ بڑے اطمینان سے ہجرت کر کے مسلمانوں کے دشمن سے جا ملے۔

Marfat.com

ایسی جماعت جس کی نسبت بغاوت اور سازش کے ثبوت موجود ہوں اس کے ساتھ اس سے بڑھ کر اور کیا رعایت کی جا سکتی ہے۔

مسلمانوں کی رواداری کے اثرات

مسلمانوں کی اس روادارانہ پالیسی کے جو اثرات ہمارے سامنے آتے ہیں وہ خود اس بات پر گواہ ہیں کہ مسلمانوں کا رویہ منصفانہ ہی نہیں مشفقانہ بھی تھا۔ اسی وجہ سے حمص کے عیسائی اپنے ہم مذہبوں کے مقابلے میں مسلمانوں کے زیادہ بہی خواہ تھے۔ ذمی اسلامی لشکر کے لئے پل بناتے تھے، ان کی رہنمائی کرتے تھے، ان کے لئے اپنے ہم مذہبوں کی جاسوسی کرتے تھے یہودی تک اس رویہ سے متاثر تھے۔ چنانچہ حمص کے یہودیوں نے توریت ہاتھ میں لے کر قسم کھائی تھی کہ ہم رومیوں کے لئے شہر کے دروازے نہیں کھولیں گے، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی حکومت کی حدود جتنی وسیع ہوتی چلی گئیں لوگ متاثر ہو کر اسلام قبول کرتے چلے گئے۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی سیرت

خشیتِ الٰہی

عمر فاروقؓ اعظم تاریخ اسلام ہی کے نہیں تاریخ عالم کے بھی مثالی حکمران ہیں۔ جس پہلو سے بھی آپ کی سیرت کا جائزہ لیا جائے بالکل بے داغ نظر آتی ہے آپ احکام شریعت کے نفاذ کے بارے میں بہت سخت تھے لیکن خدا کے خوف کا یہ عالم تھا کہ فرمایا کرتے کاش! میں بھی خس و خاشاک ہوتا۔ کاش! میری ماں مجھے نہ جنتی اور میں پیدا ہی نہ ہوتا تاکہ مجھے حساب نہ دینا پڑتا۔ آخرت کے مواخذہ سے اس حد تک ڈرتے کہ باوجود اس کے کہ آپ نے پوری زندگی خدا کے دین کی خدمت کے لئے وقف کر دی تھی۔ ایک مرتبہ فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ میں تو صرف اس قدر چاہتا ہوں کہ بے مواخذہ چھوٹ جاؤں"۔ نماز میں بالعموم وہ آیات تلاوت کرتے جن میں قیامت کا ذکر آتا ہے اور پھر زار و قطار روتے۔

حبِ رسول

حبِ رسولؐ کا یہ عالم تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے موقعہ پر آپ کو یقین نہیں آتا تھا کہ واقعی آپ وصال پا گئے ہیں چنانچہ آپ پکار رہے تھے کہ جس نے کہا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فوت ہو گئے ہیں اس کا سر تن سے جدا کر دوں گا۔ اس محبت کی وجہ سے آنحضرت صلعم کے متعلقین کا ہمیشہ بہت خیال رکھتے تھے اور وظائف وغیرہ کی تقسیم میں ان کے ساتھ ترجیحی سلوک کرتے۔ سنت کی پابندی کا احترام کرتے اور سنت سے ہٹی ہوئی چیز خواہ مباح ہی کیوں نہ ہو پسند نہ فرماتے۔ آپ کی زندگی کی سادگی ضرب المثل ہے اور

Marfat.com

اس کی وجہ یہ تھی کہ آپ کو اس خیال ہی سے نفرت تھی کہ اب سے خوشحال تر زندگی بسر کی جائے جیسی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بسر فرماتے تھے۔

سادگی | آپؓ کی زندگی کی سادگی ایک ایسا پہلو تھا کہ مخالفین و احباب سبھی حیران رہتے تھے۔ ایک طرف جاہ و جلال کا یہ عالم تھا کہ خالدؓ بن ولید جیسے فاتح آپ سے کانپتے تھے اور اس بات کا اقرار کرتے تھے کہ عمرؓ کی موجودگی میں دم مارنے کی طاقت کسی میں نہیں ہے اور دوسری طرف مصر و شام اور ایران کا یہ فاتح پیوند لگا ہوا کرتہ، پھٹی ہوئی پگڑی اور ٹوٹی ہوئی جوتی پہنے ہوئے رہتا تھا۔ ایک طرف قیصر و کسریٰ کے خلاف مہمات میں ہدایات دی جا رہی ہوتی تھیں اور دوسری طرف بیوہ عورتوں کے گھر میں پانی بھرنے کے لئے مشک کندھوں پر ہوتی تھی اور جب تھک جاتے تو مسجد نبوی کے کسی کونے میں فرش ہی پر سو رہتے۔

بیت المقدس کے صلحنامہ کے وقت جب صحابہؓ نے آپ سے قیمتی لباس پہننے کی درخواست کی تاکہ دشمن کے سامنے سبکی نہ ہو۔ تو آپ نے فرمایا "خدا نے ہمیں جو عزت دی ہے وہ اسلام کی عزت ہے اور وہ ہمارے لئے کافی ہے۔"

سخت گیری | آپ کے مزاج میں ذرا سختی تھی۔ اسلام کے قبول کرنے سے پہلے اسی مزاج کا نتیجہ تھا کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جان لینے کے ارادہ سے روانہ ہوئے اور بارگاہ رسالتؐ کے اہم رکن کی حیثیت سے لوٹے۔ اسلام کی حالت میں بھی کفار کو اپنی تلوار سے مرعوب کیا۔ اسلامی اصولوں کی مخالفت کو سختی سے دبا دیتے تھے۔ بہ حالت خلیفہ بننے کے بعد اعتدال پر آگئی تھی اور اسی مزاج کا نتیجہ تھا کہ سبھی تسلیم کرتے تھے کہ عمر فاروقؓ کی موجودگی میں انتشار کا کوئی سوال نہیں۔ اتنی بڑی سلطنت کو مدینہ بیٹھ کر قابو میں رکھنا آپ کے اسی مزاج کی وجہ سے ممکن ہوا کہ آپ کے ماتحت لڑنے والے بڑے بڑے سردار بھی جانتے تھے کہ کوئی غلط کام کرنے کے بعد عمرؓ سے یہ توقع رکھنا کہ وہ برداشت کر جائیں گے بالکل خارج از امکان ہے۔ آپ اسلامی احکام کو اپنے اور اپنے خاندان کے اوپر پوری طرح نافذ کرتے تھے۔ اور کسی اور کو بھی ان کی خلاف ورزی کی اجازت نہ دیتے تھے۔

ذاتی صلاحیتیں | حضرت عمر فاروقؓ انتہائی ذہین سلیم الطبع۔ بالغ نظر اور صائب الرائے تھے۔ قرآن پاک کی متعدد آیات آپ ہی کی رائے کے مطابق اتریں مثلاً اذان کا طریقہ۔ عورتوں کے لئے پردے کا حکم، شراب کی حرمت وغیرہ کے احکام آپ کی رائے کے مطابق اترے فصاحت و بلاغت اور خطابت میں عرب کے ممتاز ترین افراد میں سے تھے۔ شاعری سے دلچسپی تھی اگرچہ دینی خدمت کے جذبے نے اتنا غلبہ پا لیا تھا کہ اس ذوق کے اظہار کا موقعہ نہیں ملتا تھا۔ نیز قدیم جاہل شاعری کی اصلاح کے علمبردار تھے۔ فنون سپہ گری اور بہادری میں بچپن ہی سے ممتاز تھے۔ آپ

Marfat.com

اپنے والد کی طرح مشہور نساب تھے یعنی قبائل کے نسب آپ کو یاد ہوتے تھے۔ زندگی کا اکثر حصہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں گزارا۔ لیکن محتاط مزاج کی وجہ سے احادیث کی روایت کم کرتے تھے۔ فقہ میں آپ کا مقام بہت بلند تھا۔ عبداللہ بن عمرؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن مسعودؓ جن تک ائمہ فقہ کے سلسلے جا کر ملتے ہیں آپ ہی کے تربیت یافتہ تھے۔ آپ کے تفقہ کی صداقت کی گواہی اس واقعہ سے ملتی ہے جب ایک یہودی اور ایک منافق مسلمان کا کسی چیز کے بارے میں تنازعہ ہو گیا انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ کروایا۔ آپؐ نے بیانات لینے کے بعد فیصلہ یہودی کے حق میں دیا۔ وہ منافق مسلمان یہودی کو لے کر حضرت عمرؓ کے پاس پہنچا اور آپ سے فیصلہ لینا چاہا۔ اس کا خیال تھا کہ حضرت عمرؓ یہودی کے مقابلے میں فیصلہ یقیناً میرے حق میں کریں گے لیکن آپ کو جب یہ معلوم ہوا کہ اس مقدمہ کا فیصلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہلے فرما چکے ہیں اور منافق محمد مصطفےٰ کے فیصلے کے بعد مجھ سے فیصلہ چاہتا ہے تو فوراً تلوار اٹھا لائے اور اس کا سر قلم کر دیا۔ قرآن پاک نے سورہ نساء میں اس فیصلہ کی توثیق کی اور مستقل طور پر یہ اصول قرار پایا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو آخری حیثیت حاصل ہے اور جو اس فیصلے کو تسلیم نہ کرے وہ مومن نہیں ہے۔

مؤرخین کے تبصرے

حضرت عمرؓ کی شخصیت اتنی بلند ہے کہ جدید مورخین اور مستشرقین بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر رہ نہیں سکتے تھے چنانچہ انہوں نے آپ پر بہت دلچسپ تبصرے کئے ہیں۔ بالخصوص سید امیر علی آپ کے بارے میں لکھتے ہیں "وہ سخت مگر منصف مزاج تھے۔ اپنے عوام کے کردار کے مکمل طور پر جاننے والے تھے اور غیر متمدن عربوں کی قیادت کی صلاحیت کے مالک تھے۔ انہوں نے حکومت کی عنان مضبوطی سے تھامے رکھی اور خانہ بدوش اور نیم مہذب قوموں کے شہری زندگی میں جانے کے بعد غیر اخلاقی حرکات میں ملوث ہونے کے رجحان کو سختی سے دبا دیا۔"

"Stern but just, thoroughly versed in the character of his people, he was specially fitted for the leadership of unruly Arabs. He had held the helm with a strong hand, and severely repressed the natural tendency to demoralization among nomadic tribes and semi-civilized people when coming in contact with the luxary and vices of cities."

آپ کی وفات پر امیر علی کا تبصرہ یہ تھا "حضرت عمرؓ کی وفات اسلام کے لئے فی الواقعہ ایک سانحہ تھا۔"

"The death of Hazrat Omar was a real clamity to Islam."

Marfat.com

ولیم میور آپ کی وفات پر درج ذیل تبصرہ کرتے ہیں۔

"اس طرح عمرؓ کا انتقال ہوگیا جو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کے بعد اسلام کی سلطنت میں عظیم ترین تھے کیونکہ آپ ہی کی حکومت کے دس سالوں میں آپ کی عقلمندی صبر اور قوت سے شام مصر اور ایران فتح ہوئے۔"

"So died Omar, next to the Prophet the greatest in the kingdom of Islam; for it was all within these ten years that, by his wisdom, patience and vigour, the dominion was achieved of Syne, Egypt and Persia."

آپ کی اسی عظمت کی وجہ سے کہا جاتا ہے کہ اگر مسلمانوں میں ایک عمرؓ اور ہوتا تو دنیا بھر میں اسلام کے علاوہ کسی اور مذہب کا وجود ہی نہ رہتا۔

حضرت فاروق اعظمؓ کی خدمات اسلام اور کارنامے

عہد نبوی میں آپ نے جو خدمات سرانجام دیں ان کا مختصر تذکرہ پہلے گزر چکا ہے دور خلافت کی خدمات کا ایک مختصر سا خاکہ ذیل میں دیا جاتا ہے۔

۱۔ فتوحات و توسیع سلطنت

جس وقت فاروق اعظمؓ نے بار خلافت سنبھالا شام و عراق میں مسلح تصادم کا آغاز ہو چکا تھا۔ آپ نے نہایت کامیابی کے ساتھ دشمنوں کا مقابلہ کیا اور ایک طرف عراق ایران جزیرہ خوزستان اور آذربائیجان کے تمام علاقے اسلامی سلطنت میں شامل ہوگئے اور دوسری طرف شام اردن اور مصر اسلامی حکومت کا حصہ بنے اور شمالی افریقہ کے بھی بعض شہر مفتوح ہوئے۔ اس طرح اسلامی حکومت بہت وسیع ہوگئی اور دنیا بھر میں طاقت کے اعتبار سے اس کو اول حیثیت حاصل ہوگئی۔ اس مقصد کے لئے جو جنگیں لڑی گئیں ان کی تفصیل پیچھے گزر چکی ہے۔ ان جنگوں کی نوعیت دنیا کی دوسری جنگوں سے بالکل منفرد اور علیحدہ ہے۔ اس سے پیشتر دنیا میں جس قدر جنگیں لڑی گئیں اپنی غارت گری اور قہرمانی خصوصیات کی وجہ سے مشہور ہیں۔ لیکن ان اسلامی فتوحات کی بدولت مفتوحہ قوموں نے ظلم و استبداد سے نجات پائی اور ان کی ایک کثیر تعداد نے برضا و رغبت اسلام قبول کر کے دنیا میں نئے تمدن کی بنیادیں رکھیں۔ ایک ایسا تمدن جو معاشرتی انصاف اور تکریم انسانیت پر مبنی تھا۔

Marfat.com

۲۔ منظم اسلامی نظامِ حکومت حضرت عمر فاروقؓ صرف فاتح ہی نہ تھے منتظم بھی تھے۔ مفتوحہ علاقوں کا انتظام کرنا ان کے علاوہ شاید کسی اور کے بس کا روگ نہ تھا۔ عمر فاروقؓ نے پورے علاقے کو صوبوں میں تقسیم کیا۔ صوبوں کا مفصل نظام مرتب کیا۔ صوبائی سطح کے عہدیداران ہی مقرر نہ کئے ان کا معیار بھی مقرر فرمایا۔ عوام کے بنیادی حقوق کا خاص خیال رکھا۔ حکومت کی تمام سرگرمیوں کا محور عوام کی خدمت قرار پایا۔ خود اس فرض کو ادا کرنے کے لئے شب و روز محنت کی۔ اس طرح ایک مثالی اسلامی حکومت قائم کی۔ چنانچہ خلافتِ راشدہ کے باقی حصے میں نظامِ حکومت انہی خطوط پر قائم رہا۔

۳۔ آزاد عدلیہ کا قیام حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے عدلیہ کا ایسا ڈھانچہ مرتب فرمایا جس کی بدولت صدیوں تک عوام معاشرتی انصاف سے مستفید ہوتے رہے۔ آپ نے مرکز اور صوبوں میں قاضی مقرر فرمائے۔ شہروں کے قاضی ان کے ماتحت کر دیئے قاضیوں کو سرکاری افسروں کے کنٹرول سے آزاد رکھا اور ان کی تقرری و معزولی صرف سربراہ مملکت کے ہاتھ میں رکھی۔ معزولی کے لئے معقول وجہ کا ہونا لازمی تھا۔ خود سربراہِ مملکت اسی طرح عدالت میں طلب کیا جا سکتا تھا جیسے کوئی عام آدمی۔ حضرت عمر فاروقؓ نے قاضی کے تقرر کے لئے معیار مقرر کیا تاکہ صحیح معنوں میں اہل آدمی ہی انصاف کی کرسی پر بٹھائے جائیں۔ آپ نے قاضیوں کو بہت اونچی تنخواہیں اور معاشرتی تحفظ دیا تاکہ وہ انصاف کر سکیں۔ ان کو تجارت وغیرہ کے مشاغل سے روک دیا تاکہ ان کے کاروباری تعلقات انہیں انصاف کی راہ سے نہ ہٹا سکیں۔

۴۔ نظامِ شورائیت کا قیام حضرت عمرؓ نے نظامِ مملکت کے اس ڈھانچے میں رنگ بھرا جو عہد رسالت مآبؐ اور عہد صدیقی میں مرتب ہوا تھا۔ آپ نے مستقل طور پر شورائی اور مشاورت عامہ کا اہتمام کر کے ان کو باقاعدہ سیاسی ادارے بنا دیا جن کے سامنے خود خلیفہ بھی جوابدہ ہوتا تھا اور اس طرح سے اسلامی جمہوریت کی بنیاد رکھی۔

۵۔ فلاحی مملکت کا قیام عمر فاروق اعظمؓ کی حکومت میں حکومت کا فرض عوام کی خدمت قرار پایا۔ عوام کی کفالت۔ ان کے مسائل کا حل اور رفاہی امور پر توجہ کی وجہ سے آپ نے فلاحی مملکت کی بھی ایک مثالی صورت پیش کر کے دکھا دی۔ جس حکومت کا سربراہ راتوں کو گلیوں بازاروں اور جھونپڑیوں میں یہ دیکھتا پھرتا ہو کہ کوئی آدمی ایسا تو نہیں جس کو کسی قسم کی کوئی حاجت ہو اس سے بہتر فلاحی مملکت اور کونسی ہو سکتی ہے۔

۶۔ بیت المال کا قیام آپ کا ایک اور کارنامہ باقاعدہ بیت المال کا قیام ہے اس سے پہلے جتنی آمدنی ہوتی تھی تقسیم کر دی جاتی تھی اور ضرورت کے

وقت چندہ جمع کر لیا جاتا تھا لیکن آپ نے باقاعدہ بیت المال قائم کیا اور تجارتی ٹیکس وغیرہ لگا کر معاشی استحکام پیدا کیا تاکہ حکومت ہر صورتِ حال سے فوری طور پر نپٹ سکے۔

۷۔ باقاعدہ فوج کا قیام آپؓ کی حکومت کے دوران باقاعدہ فوج بھرتی کی گئی جس کو ہمیشہ چھاؤنیوں میں مقیم رہنا پڑتا تھا۔ اس فوج کی بدولت اسلامی حکومت روم و ایران کی حکومتوں کا مقابلہ کرنے کے قابل ہوئی۔

۸۔ زرعی اصلاحات زمین کا انتظام قرونِ وسطیٰ میں حکومت کا سب سے بڑا فرض رہا ہے۔ آپ نے شام، عراق اور مصر کی زمینوں کو ان کے کاشتکاروں کے قبضے میں دے کر کاشت کاروں کی حوصلہ افزائی کی۔ جاگیردار طبقہ ختم ہو گیا۔ زمین کی پیمائش اور آب پاشی کے نظام کی اصلاح آپ کے دیگر کارنامے تھے۔

۹۔ اشاعتِ اسلام آپ ایک حکمران ہی نہ تھے اسلامی جماعت کے سربراہ بھی تھے۔ آپ نے اسلام کی اشاعت کے لئے مختلف ذرائع اختیار کئے۔ قرآن پاک کو حضرت ابوبکرؓ ہی کے زمانے میں جمع کیا جا چکا تھا۔ آپ نے اس کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔ سینکڑوں نہیں ہزاروں افراد کو قرآن پاک حفظ کروا دیا گیا۔ احادیث کی روایت کے لئے قابلِ اعتماد افراد متعین کر دیئے گئے۔ فقیہہ صحابہ کو معلم مقرر کیا گیا۔ اس طرح علم کے مینار تمام سلطنت کے طول و عرض میں قائم کر دیئے گئے۔ اسلام کو غیر مسلموں کے سامنے بھی پیش کیا گیا اور نومسلموں کے ذہن نشین کرنے کے لئے بھی اقدامات کئے گئے۔ آپ کی کوششوں سے اس وقت کی مہذب دنیا کے اکثر حصے میں اسلام کے شیدائی پیدا ہو گئے۔

۱۰۔ نہروں کی تعمیر جنابِ فاروقِ اعظمؓ کے کارنامے میں رفاہِ عامہ کے کاموں کی طرف خاص توجہ دی جاتی تھی چنانچہ آپ کے عہد میں پانی کی قلت دور کرنے کے لئے مندرجہ ذیل انہار بنوائی گئیں۔

(i) **نہر ابو موسیٰ**:— بصرہ کی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے دریائے دجلہ سے یہ نہر نکالی گئی۔

(ii) **نہر معقل**: یہ نہر بھی دریائے دجلہ سے نکالی گئی تھی۔

(iii) **نہر سعد**: انبار کی پانی کی ضرورت پوری کرنے کے لئے سعد بن ابی وقاص نے اس نہر کا آغاز کیا لیکن اس کی تکمیل حجاج بن یوسف کے ہاتھوں ہوئی۔

(iv) **نہر امیر المومنین**:— دریائے نیل کو بحیرہ قلزم سے ملانے والی یہ نہر اس وقت تعمیر کی گئی جب مصر کے خشکی کے راستے غلہ پہنچنے میں دیر ہوئی۔ اس نہر کی بدولت مصر سے بسرعت مدینہ پہنچا جا سکتا تھا۔ اس نہر کی لمبائی ۶۹ میل تھی۔ اس میں بڑے بڑے

Marfat.com

جہاز سفر کر سکتے تھے۔

۱۱۔ حرم محترم کی وسعت

مسلمانوں کی روزافزوں تعداد کے پیش نظر حضرت فاروق اعظمؓ نے خانہ کعبہ کے گردونواح کے مکان خرید کر عمارت میں توسیع کروائی اور حرم کے گرد دیوار کھچوا کر اس پر چراغ جلانے کا اہتمام فرمایا۔ آپ نے خانہ کعبہ کا غلاف عمدہ کپڑے کا بنوایا۔

۱۲۔ مسجد نبویؐ کی مرمت و وسعت

فاروق اعظم نے مسجد نبوی میں بھی وسعت کروائی اور اس کا طول ۱۰۰ گز کی بجائے ۱۴۰ گز ہوگیا۔ عرض میں بھی ۲۰ گز کا اضافہ ہوا۔ عمارت کی مرمت بھی کروائی گئی لیکن عمارات کی سادگی کو برقرار رکھا گیا۔

۱۳۔ عمارات

حضرت عمرؓ کے عہد میں بیشمار عمارات بھی تعمیر ہوئیں۔ مفتوحہ علاقوں میں مساجد، فوجی چھاؤنیاں، بارکیں اور قلعے تعمیر کیے گئے۔ سرکاری دفاتر اور بیت المال کے لئے بھی عمارات تعمیر ہوئیں اور جیل خانے بنانے کے لئے بھی عمارات تعمیر کرنے کی ضرورت پیش آئی۔ شاہراہوں پر مسافر خانے بھی تعمیر کئے گئے لیکن یہ تمام عمارات نہایت سادہ تھیں۔ اور ان کا مقصد صرف ضرورت پوری کرنا تھا۔

۱۴۔ نئے شہروں کی تعمیر

فاروق اعظمؓ نے مفتوحہ علاقوں کا موثر انتظام کرنے کے لئے نئی بستیاں بھی آباد کروائیں۔ کوفہ کا شہر حیرہ کے قدیم شہر کے قریب بسایا گیا۔ اس میں مختلف قبائل کے لئے مختلف محلے بنائے گئے سیدھی سڑکیں ان محلوں کو آپس میں ملاتی تھیں۔ ہر محلے میں ایک مسجد اور ایک مارکیٹ تھی اور شہر کے عین درمیان میں جامع مسجد بنائی گئی۔ اس مسجد کے پاس دارالامارہ (گورنمنٹ ہاؤس) بنایا گیا تھا۔

اس کے علاوہ دجلہ و فرات کے سنگم پر بصرہ کا شہر بسایا گیا۔ اس شہر کے لئے اس جگہ کا انتخاب اس وجہ سے کیا گیا کہ اس کی آب و ہوا عربوں کے لئے موزوں تھی۔ اس کا نقشہ بھی کوفہ سے مشابہ تھا۔

مصر میں فسطاط کا شہر تعمیر کیا گیا۔ یہ شہر دریائے نیل کے مشرقی کنارے پر واقع ہے سنہ ۶۴۲ء میں اس شہر کی تعمیر شروع ہوئی۔ اس شہر کی تعمیر کا مقصد یہ تھا کہ عربوں کو مصریوں کی عیاشیوں سے بچایا جائے۔ نیز امیرالمومنینؓ نہیں چاہتے تھے کہ مصر کا اسلامی دارالحکومت دریائے نیل کے پار ہو۔ اس میں سب سے پہلے جامع مسجد تعمیر کی گئی۔ اس کے بعد اس کے

Marfat.com

گرد مختلف قبائل کے کوارٹر تعمیر ہوئے۔

۱۵۔ سڑکیں، پل سفر کی سہولتیں فراہم کرنے کے لئے بہت سی سڑکیں بنوائی گئیں۔ شام کے علاقہ میں حسب ضرورت پل بھی تعمیر ہوئے۔ مدینہ اور مکہ کے درمیان کے راستے پر سرائیں اور چشمے تک بنائے گئے۔

امتحانی سوالات

۱۔ حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کے دورِ خلافت کے مرکزی اور صوبائی نظم و نسق کی تفصیل بیان کیجئے۔

۲۔ حضرت عمرؓ اول رضی اللہ عنہ نے فاتح اور منتظم سلطنت کی حیثیت سے جو کارنامے سرانجام دیئے ان کی تفصیل لکھئے

۳۔ حضرت عمرؓ کے دورِ خلافت میں سول گورنمنٹ و فوجی نظام کی تشریح کیجئے (۱۹۶۲ء)

۴۔ حضرت عمرؓ نے کون کون سی آئینی اور تنظیمی اصلاحات جاری کیں؟ مختصراً بیان کیجئے۔

۵۔ حضرت عمرؓ کے عہد کی فتوحات مختصراً بیان کیجئے۔

۶۔ حضرت عمرؓ کے عہد میں شام و ایران کی فتح کا حال لکھیے۔

۷۔ حضرت عمرؓ کی سیرت اور خدمت اسلام پر نوٹ لکھئے۔

۸۔ حضرت عمرؓ کا کردار اور کارنامے بیان کیجئے۔

۹۔ حضرت عمرؓ نے غیر مسلموں کے ساتھ کیا سلوک کیا؟ اس سلسلے میں جو اعتراضات کئے جاتے ہیں ان کے جوابات بھی لکھئے۔

۱۰۔ مندرجہ ذیل پر مختصر نوٹ لکھئے۔

خالدؓ بن ولید، ابو عبیدہؓ بن الجراح، جنگ قادسیہ، جنگ یرموک، معرکہ نہاوند، بیت المقدس کی فتح، بیت المال، شوریٰ، جزیہ، ذمی،

Marfat.com

باب ۸

خلافت حضرت عثمان غنیؓ

۲۴ ــــــــــ ۳۵ھ

۶۴۴ ــــــــــ ۶۵۶ء

ابتدائی حالات

حضرت عثمانؓ قریش کی اہم شاخ بنو امیہ سے متعلق تھے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عمر میں چھ سال چھوٹے تھے۔ پیشہ تجارت تھا۔ جس میں محنت و دیانت کے ثمرہ کے طور پر آپ کو اللہ تعالیٰ نے بہت مالدار کر دیا تھا۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دوستوں میں سے تھے۔ انہی کی تبلیغ سے مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دو صاحبزادیاں رقیہؓ اور ام کلثومؓ یکے بعد دیگرے آپ کے نکاح میں آئیں اس لئے آپ کو "ذوالنورین" کہا جاتا ہے۔ اسلام قبول کیا تو اہل قبیلہ نے بے شمار سختیاں کیں۔ آپ حبشہ کی طرف ہجرت کر گئے لیکن مکہ والوں کے قبول اسلام کی افواہ ملی تو واپس لوٹ آئے۔ جب پھر وہی مظالم شروع ہوئے تو مدینہ ہجرت کر گئے۔

مدینہ میں آپؓ نے اسلام کی مال و دولت سے خوب خدمت کی۔ میٹھے پانی کا کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے آپ ہی نے وقف کیا تھا۔ آپؓ نے سوائے بدر کے باقی تمام غزوات میں شرکت کی۔ غزوۂ تبوک کے موقعہ پر بے سروسامانی کی حالت میں لشکر مرتب کرنا پڑا تو آپ نے تقریباً آدھے لشکر کو سامانِ حرب سے لیس کیا۔ اس کے علاوہ ایک ہزار اونٹ، ستر گھوڑے اور ایک ہزار دینار آنحضرتؐ کی خدمت میں پیش کئے۔

خلافت

حضرت عمرؓ کی شہادت کا وقت قریب آیا تو آپ نے مسلمانوں میں سے سب سے زیادہ بااثر چھ افراد کو منتخب کیا اور حضرت مقدادؓ کو فرمایا کہ میری وفات کے بعد ان چھ حضرات کو ایک مکان میں جمع کرنا اور وہ تین دن کے اندر اندر خلافت کا فیصلہ کریں اور "جو شخص مسلمانوں کی مرضی کے بغیر زبردستی امیر بننے کی کوشش کرے اسے قتل کر دو"۔ یہ چھ حضرات حضرات عثمان غنیؓ، علیؓ، طلحہؓ، زبیرؓ، عبدالرحمٰن بن عوف اور سعدؓ بن ابی وقاص تھے۔ عبداللہ بن عمرؓ کے بارے میں آپ نے واضح طور پر ہدایت فرمائی کہ انہیں خلیفہ نہیں بنایا جائے گا تاکہ خلافت موروثی نہ ہو جائے۔ چنانچہ حضرت مقدادؓ نے حسب ہدایت چھ اکابرین کو جمع کیا اور کافی گفت و شنید کے بعد کوئی فیصلہ نہ ہوا۔

Marfat.com

الآخر عبدالرحمن بن عوف نے تجویز پیش کی کہ جو شخص جسے زیادہ اہل سمجھتا ہو اس کا نام پیش کر دے۔ سعد نے عبدالرحمن کا نام پیش کیا لیکن آپ نے اپنا نام فوراً واپس لے لیا۔ حضرت طلحہؓ نے حضرت عثمانؓ کا نام تجویز کیا اور حضرت زبیرؓ نے حضرت علیؓ کا نام تجویز کیا۔ گویا اب زیر غور نام صرف دو رہ گئے تھے۔ علیؓ اور عثمانؓ۔ ان چھ اکابرین نے آخر کار حضرت عبدالرحمن بن عوف ہی کو یہ اختیار دیا کہ وہ عوام کی رائے معلوم کر کے ان دونوں میں سے کسی کے حق میں فیصلہ فرما دیں۔ عبدالرحمن بن عوف نے حج سے واپس جانے والے قافلوں میں گھوم پھر رائے عامہ معلوم کی۔ خود ان دونوں حضرات سے بھی گفتگو کی اور آخر کار مسجد نبویؐ میں تمام مسلمانوں کو اکٹھا کر کے حضرت عثمانؓ کو خلیفہ بنانے کا اعلان کیا اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کے بعد حضرت علیؓ نے بیعت کی اور دیکھتے دیکھتے سب نے بیعت کر کے فیصلے کی تصدیق کر دی۔ اس طرح حضرت عثمان غنیؓ کی خلافت کا دور شروع ہوا۔

عبیداللہ بن عمر کا مقدمہ — حضرت عثمانؓ کے پاس جو پہلا مقدمہ پیش ہوا وہ ہرمزان کے قتل کا تھا جس کو عبیداللہ بن عمرؓ نے اس شبہ میں قتل کر ڈالا تھا کہ اس کا حضرت عمرؓ کے قتل میں ہاتھ تھا۔ مجلس شوریٰ کی اکثریت کی رائے کے مطابق باپ کی شہادت کے فوراً بعد بیٹے کو قتل کرنا مناسب نہ سمجھا گیا اور حضرت عثمانؓ نے اپنی جیب سے خون بہا ادا کر کے انہیں رہا کر دیا۔

بغاوتوں کا خاتمہ اور فتوحات

(۱) مصر و افریقہ کی فتوحات

اسکندریہ کی بغاوت ۲۵ھ — قیصر روم کو مصر جیسے زرخیز ملک کے چھن جانے کا بہت افسوس تھا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کی خبر سنی تو مصر کو واپس لینے کیلئے اسکندریہ کے رومیوں سے بغاوت کرا دی اور جنگی بیڑہ ان کی امداد کے لئے روانہ کیا لیکن عمروؓ بن العاص نے اس بغاوت کو سختی سے کچل دیا اور آئندہ بغاوت کے انسداد کے لئے شہر پناہ مسمار کرا دی۔ مصری باشندوں نے رومیوں کی بغاوت میں ان کا ساتھ نہ دیا۔

آرمینیہ اور آذربائیجان کی بغاوت — خلافت میں تبدیلی کے نتیجہ کے طور پر آرمینیہ اور آذربائیجان میں بھی بغاوتیں رونما ہوئیں لیکن ولید بن عقبہ نے ان دونوں علاقوں کو مطیع بنا لیا۔

Marfat.com

حبیب بن مسلمہ کی فتوحات

ایشیائے کوچک کے بطریق اعظم کے بارے میں اطلاع موصول ہوئی کہ وہ ۸۰ ہزار فوج لے کر اسلامی علاقوں کی طرف بڑھ رہا ہے۔ حبیب بن مسلمہ نے اس کا مقابلہ کیا۔ ولید بن عقبہ نے بھی اس کی امداد کے لئے دس ہزار فوج بھیجی اور اسلامی لشکر نے نہ صرف بطریق کو شکست دی بلکہ بہت سے نئے علاقے بھی فتح کر لئے۔ دوسری طرف سے امیر معاویہؓ نے بھی ایشیائے کوچک پر حملہ کر دیا تھا۔ انہوں نے انطاکیہ اور طرسوس کے درمیان کے تمام علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

شمالی افریقہ کی فتوحات

حضرت عثمانؓ نے عمرو بن العاص کی بجائے عبداللہ بن ابی سرح کو مصر کا گورنر بنایا تو انہوں نے شمالی افریقہ کی مہمات کو از سر نو شروع کیا اور بہت سی فتوحات حاصل کیں۔ سب سے پہلے طرابلس کی تسخیر ہوئی اور رومیوں کو اس علاقہ کے اہم شہر مسلمانوں کے حوالے کرنے پڑے اس کے بعد ٹیونس، مراکش اور الجزائر کے علاقے فتح کئے گئے۔ یہ مہمات عبداللہ بن ابی سرح نے سر کیں اور ان کی امداد کے لئے عبداللہ بن زبیر اور متعدد صحابہ کرام موجود تھے۔

قیصر قسطنطین کی شکست

افریقہ کے چھن جانے سے قیصر قسطنطین CONSTANTINE بہت برہم ہوا۔ اس نے فوراً اسکندریہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ خود بھی بحری بیڑہ لے کر اسکندریہ پہنچا لیکن عبداللہ بن ابی سرح اور امیر معاویہؓ کی فوجوں نے اسے شکست دی اور وہ زخمی ہو کر (سسلی) چلا گیا۔

قبرص کی فتح ۶۴۹ء

قبرص کا جزیرہ رومی بحری اڈہ بنا ہوا تھا۔ امیر معاویہؓ نے فاروقی عہد میں بھی اس پر حملہ کرنا چاہا تھا لیکن عمرو بن العاص والیٔ مصر کی مخالفت کی وجہ سے حضرت عمرؓ نے اجازت نہیں دی تھی۔ حضرت عثمانؓ کا زمانہ آیا تو انہوں نے دوبارہ اجازت طلب کی۔ حضرت عثمانؓ نے اجازت دے دی تو عبداللہ بن ابی سرح اور امیر معاویہؓ دونوں نے مل کر قبرص پر حملہ کیا۔ اہل قبرص نے خراج ادا کرنے کے وعدہ پر صلح کر لی اور وعدہ کیا کہ آئندہ رومیوں کے مقابلہ میں ان کا ساتھ دیں گے۔ قبرص کے بعد روڈس کے جزیرہ پر بھی مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا۔

اسپین پر حملہ

عبداللہ بن نافع گورنر مغرب نے سپین کے ساحل پر بھی حملہ کیا لیکن علاقے فتح کرنے کا نہ ارادہ تھا اور نہ اس وقت موقع تھا اس لئے مسلمان فوجیں واپس لوٹ آئیں۔

Marfat.com

(ب) مشرقی فتوحات

عجم کی بغاوت ۶۴۴ء یزدگرد سابق کسریٰ ایران، ترکستان میں بیٹھا ایران کو واپس لینے کے منصوبے بنا رہا تھا حضرت عمر فاروقؓ کی وفات سے اہل ایران کے حوصلے بلند ہو گئے۔ انہوں نے یزدگرد کے اکسانے پر بغاوت کر دی۔ رفتہ رفتہ یہ بغاوت فارس و کرمان سے لے کر خراسان تک پھیل گئی۔ اس بغاوت کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ حضرت عثمانؓ نے تھوڑے سے عرصے میں کئی گورنر تبدیل کئے تھے جس سے حکومت کی گرفت ڈھیلی ہو گئی تھی۔

فارس پر دوبارہ قبضہ ۶۴۴ء حضرت عثمانؓ نے اس صورتِ حال پر قابو پانے کے لئے عبیداللہ بن معمر کو مقرر فرما دیا لیکن وہ کامیاب نہ ہو سکے اور شہید کر دیئے گئے۔ بعد ازاں عبداللہ بن عامر والئے بصرہ کو اس مہم کا انچارج بنایا گیا، انہوں نے اہل فارس کو شکست دے کر فارس پر قبضہ کر لیا۔

طبرستان کی فتح طبرستان کی مہم میں متعدد صحابہ کرام بھی شریک تھے جن میں امام حسنؓ، عبداللہ بن عباسؓ، عبداللہ بن عمرؓ بھی شامل تھے۔ طبرستان کے لوگوں کی بغاوت کے خاتمے کے لئے سب سے پہلے جرجان کے شہر پر ضرب لگانے کا فیصلہ کیا گیا۔ اسلامی لشکر کے پہنچنے پر جرجان کے لوگوں کے ہوش ٹھکانے آ گئے انہوں نے دوبارہ صلح کی درخواست کی اور ۲ لاکھ درہم سالانہ دینے کی شرط پر صلح کر لی۔

خراساں کی فتح یزدگرد اس وقت خراسان میں مقیم تھا۔ عبداللہ بن عامرؓ طبرستان سے فارغ ہو کر خراسان کی طرف متوجہ ہوئے اور ایک ماہ کے محاصرے کے بعد نیشاپور جو اس صوبے کا مرکزی شہر تھا فتح کر لیا۔ یزدگرد مایوس ہو کر بھاگ کھڑا ہوا لیکن ایک کسان نے اس کے قیمتی لباس اور ہیرے جواہرات کے لالچ میں اسے قتل کر ڈالا۔

طخارستان کی تسخیر ۶۵۱ء ابن عامر نے احنف بن قیس کو طخارستان کی تسخیر کے لئے بھیجا جنہوں نے اپنی فوج کو دستوں میں تقسیم کر کے تمام اہم مقامات پر قبضہ کر لیا۔

کرمان اور سجستان عبداللہؓ بن عامر نے مجاشع کو کرمان کی مہم پر روانہ کیا تھا، انہوں نے پورا کرمان فتح کر لیا۔ ربیع بن زیاد نے سجستان کے دارالحکومت زرنج پر قبضہ کر لیا لیکن ایک سال کے بعد جب وہ واپس لوٹے تو زرنج کے لوگوں نے پھر

بغاوت کردی۔ اس مرتبہ عبدالرحمن بن سمرہ کو بھیجا گیا جنہوں نے اتنے ہی سخت محاصرہ کیا اور آخر کار شہر والوں کو جھک کر صلح کرنی پڑی۔

دوار، غزنی اور کابل کی فتوحات ۶۵۲ء عبدالرحمان بجستان سے دوار کی طرف بڑھے اور فتوحات حاصل کرتے ہوئے کوہ روزر کے قریب پہنچے۔ یہاں ایک بہت بڑا بت پہاڑ پر رکھا تھا جو سونے کا بنا ہوا تھا اور اس کی آنکھیں یاقوت کی تھیں۔ اس علاقہ کے تمام لوگ اپنے اس "خدا" کی حفاظت کے لئے جمع تھے۔ عبدالرحمن نے سخت حملہ کر کے بت پر قبضہ کر لیا اور اس کے بازو کاٹ کر الگ کر دیئے۔ اس کی آنکھیں بھی نکال دیں اور بت یہ کہہ کر ان کے مذہبی پیشوا کے حوالے کر دیا کہ "مجھے اس کی ضرورت نہیں تھی میں تو صرف یہ دکھانا چاہتا تھا کہ بت کچھ نفع و نقصان نہیں دے سکتے۔" اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں کا اعتقاد اس بت سے اٹھ گیا اور وہ اسلام کی طرف راغب ہونے لگے۔

عبدالرحمن اس کے بعد غزنی کی طرف بڑھے اور غزنی سے کابل تک کا تمام علاقہ فتح کر لیا۔

یزدگرد کا انجام مسلمانوں کی ان فتوحات نے یزدگرد کی قسمت پر مہر لگا دی تھی۔ اس نے چین و تبت سے امداد حاصل کرنے کی کوشش کی لیکن اسے کہیں سے کچھ حاصل نہ ہوا۔ ۶۵۲ء میں وہ ایک دیہاتی کے جھونپڑے میں پناہ گزین تھا کہ اس نے اس کے قیمتی لباس اور ہیرے جواہرات کے لالچ میں اسے قتل کر دیا۔ اس طرح کسریٰ کا خاتمہ ہو گیا۔

حضرت عثمانؓ کے ابتدائی حصے میں مجاہدین اسلام نے نہ صرف بغاوتوں پر قابو پا لیا بلکہ شمالی افریقہ اور افغانستان کے علاقوں میں نئی فتوحات حاصل کر کے سلطنت کو وسعت بھی دی۔ فتوحات کے میدان میں عثمانی دور بھی ایک شاندار باب کی حیثیت رکھتا ہے۔

فتنہ کا آغاز اور حضرت عثمانؓ کی شہادت

بدقسمتی سے حضرت عثمانؓ کے زمانہ حکومت میں دور فتن کا آغاز ہو گیا اور اسلامی فتوحات کا سلسلہ بند ہو گیا۔ اس کے برعکس داخلی انتشار پیدا ہونے لگا اور بعض لوگوں کی مفسدانہ سرگرمیوں نے اس حد تک طول پکڑا کہ حضرت عثمانؓ شہید کر دیئے گئے۔ اس شہادت نے تاریخ اسلام پر گہرے اثرات چھوڑے ہیں اس فتنہ کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

عبداللہ بن سبا کی سرگرمیاں عبداللہ بن سبا ایک یہودی تھا، اسلام کی سربلندی سے یہودیوں کو جو نقصان اٹھانا پڑا تھا وہ اس کا انتقام لینا چاہتا تھا۔ یہودی رہتے ہوئے اس کے لئے یہ ممکن نہ تھا اس لئے وہ بظاہر مسلمان ہو گیا

Marfat.com

اس منافق نے اپنی سرگرمیوں کا آغاز اہل بیت کی محبت کے نام پر کیا۔ اس نے لوگوں میں عجیب و غریب عقائد پھیلانے شروع کر دیئے۔ اس نے دعویٰ کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرح آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی دنیا میں دوبارہ آئیں گے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ ہر نبی کا ایک وصی (جس کے حق میں وصیت کی گئی ہو) ہوتا ہے اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی علیؓ ہیں۔ اس لئے ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ غاصب ہیں، خلافت پر اصل حق صرف حضرت علیؓ کا ہے۔ اس کے نظریات کو شاہ پسند عجمیوں میں کچھ حامی مل گئے کیونکہ عجم صدیوں سے موروثی بادشاہت کا عادی تھا اس لئے قرابت داری عجمیوں کے نزدیک جانشینی کی واحد بنیاد تھی۔ عبداللہ بن سبا نے اس طرح سے اپنے گروہ کے اندر بہت سے لوگ شامل کر لیے۔

سازش حضرت عثمانؓ کے خلاف سازش کی ابتدا اس سے ہوئی کہ ابن سبا نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نعرہ لگا کر کچھ لوگوں کو ساتھ ملا لیا۔ اس کے بعد اس نے حضرت عثمانؓ کے مقرر کردہ عمال کو بدنام کرنا شروع کر دیا چونکہ اکثر عمال اموی تھے۔ اس لئے اس نے حضرت عثمانؓ پر کنبہ پروری کا الزام لگانا شروع کر دیا۔ مفتوحہ قومیں چونکہ طبعاً شاہ پسند تھیں اس لئے ان پر حب اہل بیت کا جادو چلنے لگا اور چونکہ اسلام ان کے دل میں اچھی طرح نہیں اترا تھا اس لئے وہ عبداللہ بن سبا کا ساتھ دینے کے لئے آمادہ ہو گئے۔ بعض مخلص اور سادہ دل بزرگ بھی ابن سبا کے چھانسے میں آ گئے۔ ابن سبا نے اپنے کام کا آغاز بصرہ سے کیا تھا لیکن ابن عامرؓ والیٔ بصرہ نے اسے بصرہ سے نکال دیا تو وہ مصر جا پہنچا اور مصر ہی میں اپنی تحریک کو فروغ دیا۔

بغاوت کا آغاز بغاوت کا آغاز کوفہ سے ہوا۔ اشتر نخعی اور اس کے ساتھیوں نے حضرت عثمانؓ کو بدنام کرنا شروع کر دیا۔ سعید بن العاص حاکم کوفہ نے حضرت عثمان کے پاس شکایت کی تو حضرت عثمانؓ نے ان لوگوں کو امیر معاویہؓ کے پاس شام بھجوا دیا۔ امیر معاویہؓ نے انہیں سمجھانے کی ناکام کوشش کے بعد انہیں حمص بھیج دیا جہاں عبدالرحمٰنؓ بن خالدؓ بن ولید نے انہیں سختی سے سمجھایا اور وہ لوگ بظاہر تائب ہو گئے۔

یزید بن قیس کا خروج عبداللہ بن سبا اور اس کے حامی خفیہ طریق سے حضرت عثمانؓ کے خلاف منافرت پھیلانے میں مصروف رہے۔ ان کا طریقہ یہ تھا کہ ایک جگہ سے دوسری جگہ اپنے واقف کاروں کے نام خطوط لکھتے تھے جن میں عثمانی عمال کے مظالم کی من گھڑت کہانیاں لکھتے تھے۔ ان خطوط کو دکھا کر ہر علاقے کے لوگوں کو سمجھانے کی کوشش کی جاتی تھی کہ سوائے ان کے علاقے کے باقی سب جگہ پر مظالم ہو رہے ہیں جب یہ سازشی تحریک قدرے

آگے بڑھی تو سب سے پہلا عملی اقدام کوفہ میں یزید بن قیس نے اٹھایا۔ اس نے اپنے ساتھیوں سمیت مدینہ کی راہ لی تاکہ حضرت عثمانؓ سے دست برداری کا مطالبہ کیا جا سکے۔ راستے میں قعقاع بن عمروؓ نے انہیں گرفتار کر لیا لیکن جب اس نے کہا کہ ہم تو صرف سعید بن العاص کی معزولی چاہتے ہیں تو اسے چھوڑ دیا۔ اس نے اشتر نخعی کو شام سے بلایا۔ سعید بن العاص بھی مدینہ سے آتے ہوئے انہیں مل گئے۔ اشتر نے ان کے غلام کو قتل کر ڈالا اور کہا کہ "عثمانؓ سے کہو ابو موسیٰ اشعری کو بھیج دے"[1] سعید بن العاص واپس لوٹ گئے اور حضرت عثمانؓ سے گزارش کی کہ فتنہ پسندوں نے میری معزولی کو بہانہ بنایا ہے اس لئے بہتر ہے کہ آپ ابو موسیٰ اشعریؓ کو بھیج دیں۔ حضرت عثمانؓ نے ابو موسیٰ کو گورنر کوفہ مقرر فرما دیا اور وقتی طور پر فتنہ دب گیا۔

عمال سے مشورہ جب ہر طرف سے فساد کی خبریں آنے لگیں تو حضرت عثمانؓ نے صورت حال پر غور کرنے کے لئے اپنے گورنروں کی ایک میٹنگ بلائی اور ان کو اس صورت حال کو ختم کرنے کے لئے مشورہ طلب کیا۔ عبداللہ بن عامر والئی بصرہ کی رائے یہ تھی کہ لوگوں کو جہاد میں لگا دینا چاہیئے تاکہ ان کی توجہ فتنہ و فساد کی طرف نہ جا سکے۔ سعید بن العاص نے شورش پسند لیڈروں کے خاتمے کا مشورہ دیا۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ ہر گورنر کو اپنے علاقے میں امن کا ذمہ دار قرار دیا جائے اور شام کی ذمہ داری میں لیتا ہوں۔ عبداللہ بن سعد نے شورش پسندوں کو مال و دولت سے راضی کرنے کا مشورہ دیا۔ عمرو بن العاصؓ نے کہا "آپ لوگوں کی مرضی کے خلاف کام کرتے ہیں۔ انصاف سے کام لیجئے یا خلافت سے کنارہ کشی اختیار کیجئے ورنہ پھر ہمت کر کے جو دل میں آئے کیجئے۔" یہ آخری رائے بہت عجیب تھی لیکن مجلس کے خاتمے کے بعد عمرو بن العاصؓ نے وضاحت کی کہ مجھے معلوم تھا کہ مخالفین ہماری گفتگو کی ٹوہ میں ہیں۔ میں نے یہ رائے اس لئے دی کہ وہ مجھے اپنا ہم خیال سمجھ کر راز دار بنالیں اور مجھے آپ کو ان کی شر سے بچانے کا موقعہ ملے[2]۔ اس اجلاس کے بعد حضرت عثمانؓ نے عمال کو اپنے علاقوں میں واپس جانے کا حکم دیا۔ سعید بن العاص جب کوفہ کی طرف لوٹے تو راستے میں اشتر نخعی اور اس کے ساتھی ملے۔ انہوں نے سعید کو واپس کر دیا۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کی تقرری کا مطالبہ کیا جو منظور کر لیا گیا۔

حضرت علیؓ اور اکابر صحابہ کا مشورہ عبداللہ بن سبا کے پیرو کار ہر طرف پروپیگنڈہ میں مصروف تھے۔ اس نازک صورتِ حال میں حضرت زیدؓ بن ثابت انصاری، ابو اُسیدؓ ساعدی، کعب بن مالکؓ اور حسانؓ بن ثابت نے

---

[1] ابن خلدون [2] طبری

حضرت علیؓ کو حضرت عثمانؓ کے پاس بھیجا۔ حضرت علیؓ نے حضرت عثمانؓ کی شان اور مرتبہ کا اعتراف کیا اور پھر اموی اعمال کی تقرری کے بارے میں اپنے خیالات کا اظہار کیا حضرت عثمانؓ نے وضاحت کی۔ حضرت علیؓ نے عمال پر سخت کنٹرول رکھنے کا مشورہ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے عام مسلمانوں کے اجتماع میں اس وقت کے حالات کے بارے میں ایک تقریر کی اور مخالفین کے اعتراضات کے جوابات دیئے۔

تحقیقاتی کمیشن آپ نے صحابہ کرامؓ کے مشورے سے صوبوں کے حالات دریافت کرنے کے لئے کبار صحابہ کو بھیجنے کا فیصلہ کیا چنانچہ محمد بن مسلمہ کو کوفہ، اسامہ بن زید کو بصرہ، عمارؓ بن یاسر کو مصر اور عبداللہ بن عمر کو شام بھیجا گیا۔ ان بزرگوں نے عوام سے رابطہ قائم کیا۔ اکابرین سے گفتگو کیں۔ عام حالات اور گورنروں کے طرز عمل کا جائزہ لیا اور سوائے حضرت عمارؓ بن یاسر کے باقی سب نے رپورٹ دی کہ حالات بالکل درست ہیں، ہر طرف امن وامان ہے۔ صرف چند شورش پسند سازشوں میں مصروف ہیں البتہ عمارؓ بن یاسر جو بہت سادہ دل بزرگ تھے سبائیوں کے ہاتھ آگئے اور دیر سے مدینہ لوٹے

اعلان عام حضرت عثمانؓ نے اس تحقیقات کے بعد بھی عوام کے اطمینان کے لئے ایک اعلان جاری فرمایا کہ جس کسی کو میرے کسی عامل کے بارے میں شکایت ہو وہ حج کے موقعہ پر اس کی شکایت کرے اور اپنا حق وصول کرے۔ آپؓ نے عمال کو لکھ بھیجا کہ سب کے سب حج پر آئیں۔ حج کے موقعہ پر کسی عامل کے خلاف کوئی شکایت نہیں پیش کی گئی۔

حج کے خاتمہ پر آپؓ نے پھر عمال سے مشورہ کیا۔ سعید بن العاص نے سازش کے سرغنوں کو قتل کرنے کا مشورہ دیا۔ عبداللہ بن سعد نے کہا جب آپ لوگوں کے حقوق ادا کرتے ہیں تو آپ ان سے فرائض کا بھی مطالبہ کیجئے۔ امیر معاویہؓ نے شام کے بارے میں اطمینان دلایا کہ میرے ہاں کوئی بدامنی نہیں ہے۔ عمروؓ بن العاص نے کہا کہ آپ نرمی سے زیادہ کام لیتے ہیں۔ عمرؓ سے زیادہ لوگوں کو زیادہ ڈھیل دیتے ہیں۔ ابوبکرؓ و عمرؓ کا طریقہ اختیار کیجئے۔ سختی کے موقع پر سختی کیجئے اور نرمی کے موقع پر نرمی سے کام لیجئے۔

حضرت عثمانؓ نے عمال کو ہدایات دے کر رخصت کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے جاتے ہوئے حضرت عثمانؓ سے درخواست کی کہ حالات خراب ہو رہے ہیں اس لئے میرے ساتھ شام چلے چلئے لیکن حضرت عثمانؓ نے انکار کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے کہا کہ مجھے اجازت دیجئے کہ میں شام سے فوج بھیج دوں جو بوقت ضرورت آپ کی حفاظت کرے لیکن حضرت عثمانؓ نے فرمایا — میں ہمسایگان رسولؐ کو فوج کے مصائب میں مبتلا نہ کروں گا۔ امیر معاویہؓ نے کہا مجھے آپ پر

Marfat.com

ناگہانی حملہ کا خطرہ ہے۔ آپ نے اس کے جواب میں صرف حسبی اللہ نعم الوکیل کہا۔

شورش پسندوں کا مدینہ پر حملہ

صورت حال دن بدن خراب ہوتی چلی گئی اگلے سال شوال میں بلوائیوں نے مدینہ پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ حج کی وجہ سے مدینہ کے باشندے بھی کافی تعداد میں مکہ روانہ ہو گئے تھے۔ کوفہ، بصرہ اور مصر سے ایک ایک ہزار سپاہی حج کے بہانے سے مدینہ آوارد ہوئے مدینہ پہنچکر انہوں نے حضرات طلحہؓ، زبیرؓ اور علیؓ کو ساتھ ملانے کی کوشش کی لیکن سب نے انہیں جھڑک دیا۔ شورش پسندوں نے اہم ناکوں پر قبضہ کر کے اپنی پوزیشن مستحکم کر لی تھی۔ جمعہ کا دن آیا تو حضرت عثمانؓ نے خطبہ جمعہ دیا اور نماز کے بعد باغیوں کی فہمائش کی۔ باغیوں نے مسجد پر پتھراؤ شروع کر دیا اور حضرت عثمانؓ کو اتنے پتھر لگے کہ آپ بیہوش ہو کر گر پڑے۔ صحابہ کرام نے آپ کو گھر پہنچایا۔ آپ نے حضرت علیؓ سے باغیوں کو سمجھانے کے لئے کہا حضرت علیؓ نے ۳۰ صحابہ کی جماعت کے ساتھ جن میں مہاجرین وانصار دونوں شامل تھے باغیوں کو سمجھایا اور انہیں واپس جانے پر آمادہ کر لیا چنانچہ باغی مدینہ سے باہر اپنی لشکر گاہوں کی طرف واپس لوٹ گئے۔[1]

حضرت علیؓ کے مشورہ سے حضرت عثمانؓ نے عام مسلمانوں کے سامنے تقریر کی جس میں آئندہ کے لئے اپنی پالیسی کی وضاحت کی۔ یہ تقریر اتنی پُرسوز تھی کہ صحابہ کرام روتے رہے۔

خلافت سے دستبرداری کا مطالبہ

اگلے روز بلوائی غیر متوقع طور پر مدینہ آدھمکے اور ان کے قائدین علیؓ اور محمد بن مسلمہؓ جو ان کو سمجھا بجھا کر واپس بھیجنے میں پیش پیش تھے کو ساتھ لے کر حضرت عثمانؓ سے ملے اور اس خط کے بارے میں سوال کیا جو انہوں نے ایک سرکاری قاصد سے چھینا تھا اور جس میں عامل مصر کو ان کو سخت سزا دینے کی ہدایت کی گئی تھی۔ حضرت عثمانؓ نے اس خط سے لاعلمی کا اظہار کیا۔ چنانچہ محمد بن مسلمہ نے فرمایا "یہ کام مروان کا ہے" لیکن بلوائی اس خط کی وجہ سے برہم ہو گئے تھے اور انہوں نے کہا "تعجب کا مقام ہے کہ اس قسم کے خطوط تمہاری مہر سے نکلتے جائیں اور تمہارا غلام لے کر جائے اور تم کو اس کی اطلاع نہ ہو۔ پس تم جھوٹے ہو یا سچے۔ بہر صورت تم کو معزول کرنا مناسب ہے کیونکہ جھوٹے کو مسلمانوں کا ولی بنانا جائز نہیں ہے اور اگر تم سچے ہو تو تم اس قدر کمزور اور طبعاً ضعیف ہو گئے ہو کہ بلا اجازت واطلاع جس کا جو جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ لہذا بہتر یہ ہے کہ تم خود خلافت چھوڑ دو۔"[1] امیر المومنین عثمانؓ نے فرمایا "میں اس

---

[1] تاریخ ابن خلدون

باس کو نہیں اتارنا چاہتا جس کو اللہ تعالیٰ نے مجھے پہنایا ہے[1]" ہاں اگر مجھ سے غلطی ہو گئی ہو تو میں توبہ کر دوں گا۔" لیکن بلوائی نہ ملتے اور شور کرنے لگے۔ حضرت علیؓ نے بڑی مشکل سے انہیں وہاں سے ہٹایا اور خود بھی واپس لوٹ آئے۔

حضرت عثمانؓ کے مکان کا محاصرہ

بلوائیوں نے اس کے بعد حضرت عثمانؓ کے مکان کو گھیر لیا۔ اہل مدینہ بھی مدافعت کے لئے جا پہنچے لیکن حضرت عثمانؓ نے انہیں قسم دے کر واپس کر دیا۔ حضرت حسنؓ بن علیؓ، محمد بن طلحہؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔ چالیس روز تک یہ محاصرہ ایسے ہی جاری رہا۔ یہاں تک کہ خبر مشہور ہوئی کہ اسلامی فوجیں دوسرے صوبوں سے مدینہ پہنچ رہی ہیں۔ بلوائیوں نے محاصرہ سخت کر دیا اور حضرت عثمانؓ کا پانی بند کر دیا۔ حضرت علیؓ اور ام المومنین ام حبیبہؓ نے بلوائیوں کو سمجھا بجھا کر حضرت عثمانؓ کو پانی اور کھانے کی چیزیں پہنچانے کی کوشش کی لیکن بلوائیوں نے اجازت نہ دی۔

حضرت عثمانؓ نے حضرت علیؓ کو بلا بھیجا تو بھی بلوائیوں نے انہیں اندر جانے کی اجازت نہ دی اور آپ نے اپنا عمامہ اتار کر قاصد کو دیا اور کہا کہ "جو حالت ہے دیکھ لو اور جا کر کہہ دو[2]"

حضرت عثمانؓ کی تقاریر

جب عثمانؓ ذوالنورین ہر طرف سے کٹ گئے تو انہوں نے اتمام حجت کے لئے چھت پر سے بلوائیوں کو مخاطب کیا اور اپنی پوزیشن کی وضاحت کی۔ آپ نے متنبہ کیا کہ "یاد رکھو بخدا اگر تم نے مجھے قتل کر دیا تو پھر تا قیامت نہ ایک ساتھ نماز پڑھو گے اور نہ ایک ساتھ جہاد کرو گے[3]۔" آپؓ نے اپنی خدمات اسلام گنوائیں۔ آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جو مرتبہ آپ کو دیا تھا اس کا ذکر کیا۔ لیکن شورش پسند ٹس سے مس نہ ہوئے۔ آخر پر آپ نے ان سے سوال کیا کہ اسلام میں کسی انسان کا قتل صرف تین صورتوں میں جائز ہے۔ کوئی شادی شدہ آدمی زنا کرے یا کوئی قتل عمد کا ارتکاب کرے یا اسلام لانے کے بعد مرتد ہو جائے۔ میں نے ان تینوں میں سے کون سا جرم کیا ہے کہ تم مجھے قتل کرنا چاہتے ہو۔"

حضرت عثمانؓ کی شہادت

اس مرحلے پر صحابہ کرام نے جنگ کی اجازت طلب کی۔ زیدؓ بن ثابت انصاری کی جماعت لے کر حاضر خدمت ہوئے۔ عبداللہؓ بن زبیر اور ان کے نوجوان ساتھی بھی قصر خلافت ہی میں موجود تھے لیکن حضرت عثمانؓ نے عبداللہ بن عباسؓ کو امیر الحج بنا کر روانہ فرما دیا اور باقی لوگوں کو خدا کی قسم دے کر لڑنے سے منع کیا۔ مغیرہ بن شعبہؓ نے جو عرب کے مدبرین میں شمار ہوتے تھے مشورہ دیا کہ تین میں سے ایک صورت اختیار کیجئے یا تو ہم لوگوں کو ساتھ

---

[1] تاریخ ابن خلدون [2] طبقات ابن سعد [3] طبقات ابن سعد

Marfat.com

لے کر نکلئے اور مقابلہ کیجئے۔ عقبی دروازے سے نکل کر مکہ کی طرف نکل جایئے کہ وہاں امن ہے یا شام چلے چلئے کہ وہاں معاویہؓ موجود ہیں لیکن حضرت عثمانؓ نے ان میں سے کوئی مشورہ بھی قبول نہ کیا اور فرمایا کہ میں جوارِ رسولؐ نہیں چھوڑنا چاہتا اور اپنی جان کے لئے مسلمانوں کی خونریزی پسند کرتا ہوں چنانچہ آپ کو یقین ہو گیا کہ آپ شہید کر دیئے جائیں گے۔

دروازے پر امام حسینؓ، عبداللہ بن زبیرؓ، محمد بن مسلمہؓ اور بہت سے صحابہ زادے پہرہ دے رہے تھے۔ شورش پسندوں نے دروازے سے اندر داخل ہونے کی کوشش کی لیکن معمولی سے کشت و خون کے بعد وہ پیچھے ہٹنے پر مجبور ہو گئے۔ انہوں نے دروازوں کو آگ لگا دی۔ اس دوران میں کچھ بلوائی دوسرے مکانوں پر چڑھ کر اندر داخل ہونے میں کامیاب ہو گئے۔ حضرت عثمانؓ تلاوتِ قرآن پاک میں محو تھے۔ محمد بن ابی بکرؓ نے جو حضرت عثمانؓ کے مخالفین میں سے تھا آگے بڑھ کر حضرت عثمانؓ کو داڑھی سے پکڑ لیا لیکن حضرت عثمانؓ نے فرمایا۔ "بھتیجے! تمہارے والد کبھی ایسا نہ کرتے اور اگر وہ تمہیں دیکھتے تو تمہارا یہ فعل کبھی پسند نہ کرتے۔ طبری کی ایک روایت ہے کہ محمد بن ابی بکرؓ شرمندہ ہو کر واپس لوٹ آئے۔ ایک غافقی آگے بڑھا اور اس نے قرآن پاک کو پاؤں سے ٹھوکر ماری، ایک اور شخص کنانہ بن بشر نے آپ کی پیشانی مبارک پر لوہے کی لاٹ ماری جس سے خون کا فوارہ بہہ نکلا اور آپ گر کر بیہوش ہو گئے اور ایک ظالم نے سینے پر بیٹھ کر کئی وار کئے اور آپ کو شہید کر ڈالا حضرت نائلہؓ چھڑانے کے لئے آئیں تو ان کی تین انگلیاں کٹ گئیں۔ اس طرح سے وہ عظیم سانحہ پیش آیا جس نے مسلمانوں کے اتحاد کو پارہ پارہ کر ڈالا۔

تجہیز و تکفین حضرت عثمانؓ کی شہادت جمعہ کے دن ہوئی۔ مدینہ پر باغیوں کا قبضہ تھا اور خوف کی فضا چھائی ہوئی تھی۔ ایک دن لاش مبارک بے گور و کفن پڑی رہی۔ ہفتہ کی شام کو بعض صحابہؓ نے ہمت کی اور کابل سے مراکش تک کے فرمانروا کو سترہ آدمیوں کی مختصر سی جماعت نے سپردِ خاک کیا اور باغیوں کے خوف سے قبر کا نشان چھپا دیا۔

شہادت کے اثرات

۱۔ اضطراب: فوری طور پر اس شہادت کی خبر سے ہر طرف اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ وہ صحابہ کرامؓ جو حضرت عثمانؓ سے اختلاف کیا کرتے تھے بھی سخت پریشان ہوئے۔ حضرت علیؓ نے خبر سنی تو دونوں ہاتھ اٹھا کر کہا "خدایا میں عثمانؓ کے خون سے بری ہوں"۔ حضرت عبداللہؓ بن عباس نے فرمایا۔ "اگر ساری مخلوق اس قتل میں شریک ہوتی تو قوم لوط کی طرح اس پر آسمان سے پتھر برستے" یہ اور اس کے دوسرے نعرے اس اضطراب و بے چینی کا پتہ دیتے ہیں جس نے مدینہ بھر کے لوگوں کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

Marfat.com

۲۔ مسلمانوں کے اتحاد کا خاتمہ: اس واقعہ نے مسلمانوں کے درمیان اتحاد پارہ پارہ کر ڈالا اور حضرت عثمان کی وہ پیشگوئی بالکل درست ہوئی کہ اگر آج تم نے مجھے قتل کر دیا تو تم قیامت تک نہ اکٹھے نماز پڑھ سکو گے نہ جہاد اکٹھے کر سکو گے۔ اس واقعہ نے فوراً ایک طبقہ کو جنم دیا جو حضرت عثمان کے خون کے دعویدار تھے۔ یہ لوگ عثمانی کہلائے۔ حضرت علیؓ کی حمایت میں رہنے والے لوگ شیعان علی کہلائے۔ ایک تیسرا گروہ جو سرحدوں پر جہاد میں مصروف تھا غیر جانبدار ہو گیا۔ اس طرح باہمی الزامات اور غلط فہمیوں کا وہ طویل سلسلہ شروع ہوا جس نے مسلمانوں کے اتحاد کو ہمیشہ کے لئے ختم کر ڈالا۔

۳۔ خلافت کی نوعیت میں تبدیلی: اس واقعہ سے پہلے تمام خلفائے اسلام انتخاب کے ذریعہ خلیفہ بنائے گئے تھے۔ لیکن اس واقعہ کے بعد امیر معاویہؓ نے قصاص عثمانؓ کی دعوت کی بنیاد پر اپنی خلافت قائم کر لی اور اس کے بعد اسے موروثی بنا ڈالا۔

۴۔ جاہلی تعصبات کا احیاء: دورِ جاہلیت میں قبائلی تعصب کی وجہ سے عرب ایک مستقل خانہ جنگی کی حالت میں رہتا تھے۔ اسلام نے اس قبائلی تعصب کو دبا کر سب قبائل کو اسلام کے پرچم تلے جمع کر دیا تھا لیکن حضرت عثمانؓ کی شہادت سے پھر وہ تعصبات ابھر آئے امیر معاویہؓ نے حکومت حاصل کرنے کے لئے بنو ہاشم اور بنو امیہ کے درمیان قدیم مخاصمت کو ہوا دی۔ اس کے ساتھ ہی عدنانی و قحطانی قبائل کے درمیان منافرت دوبارہ زندہ ہو گئی۔ اس طرح سے تمام جاہلی تعصبات ابھر آئے۔

شہادت عثمانؓ کے اسباب

حضرت عثمانؓ کے عہد میں یہ جو فتنہ رونما ہوا اس کے اسباب کا تجزیہ کیا جائے تو مندرجہ ذیل امور سامنے آتے ہیں۔

۱۔ کبار صحابہؓ کی کمی: عہد فاروقی تک حکومت کے اہم مناصب بڑے بڑے صحابہؓ کے پاس تھے۔ یہ وہ لوگ تھے جنہوں نے شجر اسلام کو خون پسینے سے سینچا تھا اور جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست فیض حاصل کیا تھا حضرت عثمانؓ کے عہد میں ان میں سے بہت سے فوت ہو چکے تھے اور جو باقی تھے وہ اتنے معمر ہو گئے تھے کہ ذمہ داریاں سنبھالنا ان کے لئے مشکل ہو گیا تھا۔ نتیجہ یہ تھا کہ مناصب حکومت ان لوگوں کے ہاتھ آئے جو نہ اس حد تک محترم تھے اور نہ ہی دین کے ساتھ اس حد تک مخلص۔ عوام کے اندر ان کے خلاف ردِ عمل پیدا ہونا غیر فطری نہ تھا۔

۲۔ اکابر قریش کو مدینہ سے باہر جانے کی اجازت: فاروق اعظمؓ نے قریش کے

Marfat.com

سرداروں کو مفتوحہ علاقوں میں زمینیں خریدنے اور آباد ہونے سے منع فرما دیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے اس پابندی کو اٹھا دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ پرست قوموں نے انہیں "شہزادے" بنا ڈالا۔ اور بعض لوگ ان سے حسد کرنے لگے۔ اس طرح انتشار پیدا ہوا۔

۳۔ مفتوحہ قوموں کا جذبہ انتقام: جو قومیں عربوں سے شکست کھا گئی تھیں ان کے بعض افراد بھی تک عربوں سے انتقام لینے کی سوچ رہے تھے چنانچہ ابن سبا نے سارا ہنگامہ اسی جذبے کے تحت کھڑا کیا۔

۴۔ دولت کی فراوانی: اسلامی فتوحات کی بدولت مسلمانوں میں دولت کی فراوانی ہو گئی تھی اور دولت کی زیادتی سے مزاج پر جو اثرات ہوتے ہیں، وہ ظاہر ہونے لگے تھے۔

۵۔ تربیت کی کمی: حضرت عمر فاروقؓ کے عہد خلافت کے صرف دس سالوں میں مسلمان عراق فارس ایران خراسان، شام مصر اور شمالی افریقہ کے وسیع و عریض علاقوں پر قابض ہو گئے۔ ان علاقوں کے عوام نے حسن سلوک کا سابقہ آقاؤں کے مظالم سے مقابلہ کیا تو وہ جوق در جوق مسلمان ہونے لگے۔ اگرچہ حضرت فاروق اعظمؓ نے اسلام کی تعلیمات کو پھیلانے کے لئے انتظامات کئے لیکن لوگوں کے مسلمان ہونے کی رفتار اتنی زیادہ تھی کہ چند سالوں میں ان کی تربیت نہیں کی جا سکتی تھی چنانچہ یہ لوگ اپنے اندر اپنی سابقہ تہذیب کی بہت سی باتیں برقرار رکھے رہے۔ تربیت کی اس خامی کی وجہ سے ان میں سبائی مذہب بہت تیزی سے پھیلا اور انتشار کی قوتوں کی حوصلہ افزائی ہوئی۔

۶۔ قبائلی تعصب: عرب میں قبائلی تعصب قدیم زمانے سے ہی موجود رہا تھا۔ قریش حکومت کے سیاہ و سفید کے مالک تھے۔ اس کے برعکس دوسرے قبائل جو فتوحات میں برابر کے شریک تھے اقتدار سے محروم تھے۔ اس سے ان کے ذہن میں حسد کی آگ بھڑک اٹھی۔ خود قریش کے مختلف قبائل بھی باہمی انحار نہ رکھتے تھے۔ بنو امیہ اور بنو ہاشم کے درمیان قدیم چپقلش موجود تھی۔ اگرچہ بنو ہاشم نے حضرت عثمان کی خلافت کے خلاف کوئی نارو اقدام نہیں اٹھایا۔ لیکن مفسدوں نے اس کشمکش سے فائدہ اٹھایا۔

۷۔ عبداللہ بن سبا کی سازش: عبداللہ بن سبا نے حضرت عثمانؓ کی خلافت کے خلاف اتنی کامیاب سازش کی کہ عثمانی عمال اس کا سدباب نہ کر سکے۔ اس کی تفصیل گزر چکی ہے۔

۸۔ اموی عمال کا تقرر: حضرت عمرؓ نے اپنے خاندان بنو عدی میں سے اعلیٰ حکام مقرر کرنے سے گریز کیا تھا۔ اس کے برعکس حضرت عثمانؓ کے نزدیک صوبوں کی حکومت کے لئے جو لوگ قابل اعتماد تھے وہ اموی ہی تھے۔ حضرت عثمانؓ نے خواہ کتنے بھی خلوص سے ان کو مقرر

Marfat.com

کیا ہو مخالفین کو خویش پروری کا الزام لگانے کا موقع ہاتھ آجاتا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے باوجود توجہ دلانے کے ان عمال کو برقرار رکھا اُس سے مفسد بہت برہم ہوئے۔

۹۔ جنگی مصروفیات میں کمی: عہد فاروقی تک مسلمانوں کو اتنے محاذوں پر لڑنا پڑتا تھا کہ انہیں باہمی اختلافات اور قبائلی تعصبات کی ہوش ہی نہیں رہی تھی۔ لیکن عہد عثمانؓ کے آخری سالوں میں پوری ریاست میں امن وسکون تھا اور صرف کہیں کہیں جنگ جاری تھی اس وجہ سے پرانے قبائلی تعصبات اور ایک دوسرے کے خلاف عناد دوبارہ اُبھر آیا۔ اس فضا میں کسی بھی مفسد کے لیے لوگوں کو اپنے ساتھ ملانا آسان ہو گیا۔

۱۰۔ حضرت عثمانؓ کی نرم مزاجی: حضرت فاروق اعظمؓ نہایت سخت گرفت کرنے کے عادی تھے اس کے برعکس حضرت عثمان کا مزاج نرمی کی طرف مائل تھا۔ آپ کے مخالفین کھلم کھلا آپ کے خلاف سازشیں کرتے لیکن آپ اُن پر گرفت نہ فرماتے۔ فتنہ و فساد برپا ہونے کے باوجود آپ نے صحابہؓ کو مفسدین کے خلاف جنگ کرنے کی اجازت نہیں دی۔ اس نرم مزاجی کی بدولت ابن سبا کی سازشیں کامیاب ہو گئیں۔

حضرت عثمانؓ کے خلاف الزامات کا جائزہ

الزامات بلوائیوں اور شرپسندوں نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ پر جو الزامات عائد کئے گئے۔ وہ حسب ذیل ہیں۔

(۱) کبار صحابہ کو معزول کر کے اُن کی جگہ اپنے خاندان کے ناتجربہ کار نوجوانوں کو مقرر کیا۔
(۲) بعض اکابر صحابہ ابوذر غفاریؓ، عمار بن یاسرؓ اور عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ بدسلوکی کی۔
(۳) بیت المال کا روپیہ ناجائز خرچ کیا اور اپنے اعزا کو بڑی بڑی رقمیں دیں مثلاً طرابلس کے مالِ غنیمت کا خمس مروان کو دیا اور عبداللہ بن ابی سرح کو خمس کا پانچواں حصہ دیا۔
(۴) بقیع کی چراگاہ کو اپنے لیے مخصوص کر لیا۔
(۵) اموی عمال کی بے عنوانیوں کا تدارک نہ کیا۔
(۶) حدود کے اجرا میں تغافل برتنا۔
(۷) ایک مصحف کے علاوہ باقی مصاحب جلا ڈالے۔
(۸) حکم بن العاص کو آنحضرتؐ نے جلاوطن کر دیا تھا۔ آپؓ نے اُسے مدینہ واپس بلا لیا۔
(۹) مصری وفد کے ساتھ بدعہدی کی۔

الزامات کا تجزیہ کبار صحابہ کو معزول کرنا فی نفسہٖ کوئی جرم نہیں۔ حضرت فاروقؓ نے بھی خالد بن ولیدؓ

Marfat.com

کو معزول کیا تھا۔ حضرت عثمانؓ نے مغیرہ بن شعبہؓ کو اس لیے معزول کیا کہ حضرت عمرؓ وصیت فرما گئے تھے۔ ابو موسیٰ اشعریؓ کو بصرہ کے لوگوں کی شکایت کی وجہ سے معزول کیا گیا۔ سعد بن ابی وقاصؓ کی معزولی کا سبب ان کے ناظم بیت المال عبداللہ بن مسعودؓ کے ساتھ جھگڑا تھا۔ عبداللہؓ بن مسعود ضعف پیری کی وجہ سے الگ کیے گئے اور اُن کی جگہ حضرت زیدؓ بن ثابت کو مقرر کیا گیا۔ عمروؓ بن العاص کو معزول کرنے کی وجہ مصر کے خراج میں کمی تھی اور آپ کے جانشین عبداللہ بن ابی سرح نے جاتے ہی وہ کمی پوری کر دی۔

اپنے خاندان کے نوجوان اور ناتجربہ کار لوگوں کو مقرر کرنے کے بارے میں یہ بتایا جاتا ہے۔ کہ خراسان سے شمالی افریقہ تک سبھی گورنر بنوامیہ سے متعلق تھے اور خود امورِ خلافت میں مروان بن الحکم اموی کو بہت زیادہ دخل حاصل تھا تاہم ان عثمانی عمال کی سیاسی بصیرت اور فوجی قابلیت کی بدولت اسلامی سلطنت کی سرحدات سپین، چین اور ہندوستان سے مل گئی تھیں۔ اُن کا تقرر ریاست کی بنا پر تھا۔

۲۔ اکابر صحابہ کے ساتھ بدسلوکی کی تفصیل یہ ہے کہ حضرت ابو ذر غفاریؓ سرمایہ داری کے اس حد تک مخالف تھے کہ اُن کے مذہب میں صبح کے لیے کھانا رکھ کر سونا بھی جائز نہ تھا۔ اس لیے وہ امیر معاویہؓ کے خلاف شام میں وعظ کہتے تھے۔ امیر معاویہؓ نے انہیں دارالخلافہ بھیجدیا۔ حضرت عثمانؓ نے انہیں فہمائش کی تو وہ اجازت لے کر ایک ویران جگہ زبذہ چلے گئے۔ حضرت عثمانؓ نے دو خادم اُن کے ساتھ کر دیے۔ اُن کے ساتھ بدسلوکی والی بات بالکل بے بنیاد ہے۔

حضرت عثمانؓ ساری اُمت کو مصحف صدیقی پر جمع کرنا چاہتے تھے اس لیے انہوں نے باقی مصاحب کو جلا دینے کا فیصلہ کیا۔ عبداللہؓ بن مسعود اپنا مصحف حوالے کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو حضرت عثمان کو اتحاد ملت برقرار رکھنے کے لیے سختی کرنی پڑی اور ان کا وظیفہ بھی بند کر دیا گیا۔

عمارؓ بن یاسر کو تحقیقاتی مشن پر مصر بھیجا گیا تھا وہ وہاں سبائی گروہ سے متاثر ہو گئے اور بہت دیر سے مدینہ لوٹے۔ اس پر حضرت عثمانؓ نے ان کی فہمائش کی کیونکہ غیر جانبدارانہ تحقیق کرنے والے کسی شخص کے لیے یہ مناسب نہ تھا کہ وہ ایک سازشی عنصر کے ساتھ راہ و رسم بڑھائے۔

۳۔ بیت المال کے مال میں سے ناجائز اخراجات کی حقیقت یہ ہے کہ حضرت عثمانؓ اپنے مال میں سے اپنے رشتہ داروں کو تحائف دیتے رہتے تھے اور مخالفین نے ان تحائف کو بیت المال کی طرف منسوب کر دیا۔ حالانکہ حضرت عثمانؓ بہت مالدار آدمی تھے اور انہیں اپنا مال خرچ کرنے کا پورا اختیار تھا۔ مروان الحکم نے طرابلس کا مال غنیمت ۵ لاکھ میں خریدا تھا۔ عبداللہ بن ابی سرح کی حوصلہ افزائی کے لیے حضرت عثمانؓ نے اُس سے خمس غنیمت کے پانچویں حصے کا وعدہ کیا تھا لیکن جب لوگوں نے اعتراض کیا تو اُس سے واپس لے لیا۔

۴۔ بقیع کی چراگاہ کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ نے اپنی پوزیشن خود واضح فرمائی کہ اُن کے پاس

اس وقت صرف دو اونٹ تھے جو حج کے لیے رکھے ہوئے تھے۔ دو اونٹوں کے لیے چراگاہ وقف کرنا ویسے ہی بعید از قیاس ہے۔ یہ چراگاہ عہد فاروقی ہی سے بیت المال کے جانوروں کے لیے وقف تھی اور حضرت عثمانؓ نے بھی اُسے حسب سابق بیت المال ہی کیلیے مخصوص رکھا۔

۵ - اموی عمال کی بدعنوانیوں کے تدارک کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ نے بار بار اعلان فرمایا کہ ان سے متعلق اگر کوئی شکایت ہو تو پیش کی جائے میں تدارک کے لیے تیار ہوں۔ لیکن اعلان عام کے باوجود کوئی شکایت پیش نہ کی گئی۔

۶ - حدود کے بارے میں تغافل کی دو مثالیں پیش کی جاتی ہیں، ایک یہ کہ عبید اللہ بن عمرؓ کو ہرمزان کے قتل کی بنا پر قتل نہیں کروایا۔ حضرت عمرؓ کی شہادت کے چند روز بعد اُن کے صاحبزادے کو قتل کروانا مناسب معلوم نہیں ہوتا تھا اور ارکان شوریٰ کی اکثریت اس سلسلے میں حضرت عثمانؓ کی ہمنوا تھی کہ خون بہا ادا کر دینا بہتر ہے۔ حضرت عثمانؓ نے وہ گرہ سے ادا کر دیا۔

دوسری مثال ولید بن عقبہ پر شراب کی حد کے اجراء میں تاخیر ہے۔ ولید کوفہ کا گورنر تھا اس کے بارے میں جب یہ شکایت موصول ہوئی تو حضرت عثمانؓ نے اس وقت تک توقف کیا جب تک مطلوبہ گواہی میسر نہ آگئی اور گواہی میسر ہونے کے بعد حد جاری کروادی۔

۷ - ایک مصحف کے علاوہ باقی مصاحف کو جلا دینا اُمت محمدیہؐ پر بہت بڑا احسان ہے۔ کیونکہ اسی کی بدولت پوری امت ایک قرآن پر جمع رہی۔ اس کو غلط قرار دینا صحیح نہیں ہے۔

۸ - حکم بن العاص کی واپسی کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ نے وضاحت فرمادی تھی کہ آپ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے اُس کی واپسی کی اجازت حاصل کر لی تھی۔

۹ - مصری وفد کے ساتھ بدعہدی کی صورت حال صرف اتنی ہے کہ مروان بن الحکم نے آپ کے علم و رضا کے بغیر گورنر مصر کے نام وہ خط لکھا تھا جس میں باغیوں کو سزا دینے کی ہدایت تھی حضرت عثمانؓ کا اس میں کوئی قصور نہ تھا۔

ان الزامات کو زیادہ اہمیت اس لیے مل گئی تھی کہ عثمانی دور کے تقریباً تمام گورنر اموی تھے اور بعض لوگوں کے نزدیک یہ بات قابل اعتراض تھی، نیز مروان بن الحکم جس کو آپ نے سیکرٹری بنایا ہوا تھا قابل اعتماد نہ تھا اور اس نے اپنے مخصوص مزاج کی وجہ سے صورت حال کو بگاڑنے میں کافی اہم حصہ لیا۔ حضرت عثمانؓ اپنی طبعی نرم مزاجی کی وجہ سے اس کی بے اعتدالیوں کا علاج نہ کر سکے۔

حضرت عثمانؓ کی سیرت

ذاتی صلاحیتیں | حضرت عثمانؓ غنی بہت ذہین، نرم خو، معاملہ فہم اور سمجھدار انسان تھے، آپؓ ان چند

Marfat.com

لوگوں میں سے تھے جو شروع ہی سے پڑھنا لکھنا جانتے تھے۔ اسلام کے ابتدائی دور میں ہی مشرف باسلام ہو گئے تھے اور ہر مشکل سے مشکل وقت میں بھی استقامت دکھائی۔ آپ ان صحابہؓ میں سے تھے جنہیں دنیا میں جنت کی بشارت مل گئی تھی۔ قانون وراثت کے ماہرین میں بھی آپ کا شمار ہوتا تھا۔

غنی آپ کی سب سے نمایاں خصوصیت غنا تھی۔ آپ کو اللہ تعالیٰ نے بے شمار دولت سے نوازا تھا۔ لاکھوں روپے کا تجارتی کاروبار تھا۔ نقد دولت اور تجارت کے علاوہ کافی زمین آپکی ملکیت بھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خیبر میں ایک قطعہ زمین آپ کو عنایت فرمایا تھا۔ تاہم آپ نے عمر بھر دولت کو خدا کی راہ میں بے دریغ خرچ کیا۔ عہد نبوی میں آپ کی فیاضی کا حال گزر چکا ہے۔ آپ سینکڑوں بیواؤں، یتیموں، اور مسکینوں کی کفالت کرتے تھے۔ اپنے عزیز و اقارب کی بھی اکثر امداد کرتے رہتے۔ ہر جمعہ کو ایک غلام خرید کر آزاد کرتے۔ عہد فاروقی میں جب مدینہ میں قحط پڑا تو آپؓ نے کئی اونٹ غلہ باہر سے منگوایا۔ حضرت عمرؓ نے اس غلے کو بیت المال سے خرید کر غریبوں میں تقسیم کرنا چاہا اور اُس کے لیے آپ کو اصل قیمت سے دوگنی کی پیش کش کی۔ لیکن آپ نے فرمایا میں نے اس کا سودا کر لیا ہوا ہے یہ کہہ کر آپ نے غلہ مفت تقسیم کر دیا اور فرمایا اللہ تعالیٰ اس کا سات گنا اجر دیں گے اس لیے یہ سودا زیادہ بہتر ہے۔

حیا آپ کے کردار کا اہم پہلو حیا ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم چند صحابہؓ کے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے اور زانوئے مبارک سے کپڑا ہٹا ہوا تھا۔ حضرت عثمانؓ کو آتے دیکھا تو فوراً کپڑا درست کر لیا۔ صحابہؓ نے وجہ پوچھی تو فرمایا "عثمان کی حیا سے فرشتے بھی شرماتے ہیں"۔

عفو و تحمل آپ میں صبر و تحمل اور عفو و درگزر کا وصف اس حد تک تھا کہ آپ کے عہد کے آخری حصے میں لوگوں نے شورش برپا کر دی۔ اس دوران آپ نے تمام مصائب صبر اور تحمل کے ساتھ برداشت کیے۔ طاقت اور قوت کے استعمال کی بجائے اُن سے نرمی کا سلوک کیا اور انہیں شر و فساد سے روکنے کی پوری کوششیں کیں۔ لیکن فسادیوں اور بلوائیوں نے آپ کی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے انہیں اپنے گھر میں محصور ہونے پر مجبور کر دیا آپ ۴۰ دن اس حالت میں گھر میں مقید رہے۔ اگرچہ آپ طاقت کے استعمال سے اس شر و فساد کا قلع قمع کر سکتے تھے۔ لیکن آپ نے مسلمانوں میں باہمی خونریزی کی ابتدا کرنے کی بجائے خود جام شہادت نوش کر لیا۔ اگر آپ کے مزاج میں اس حد تک درگزر و عفو کا مادہ نہ ہوتا تو مخالفین کو اتنی ہمت کبھی نہ ہوتی کہ وہ آپ کو شہید کریں۔

خشیت الٰہی حضرت عثمانؓ پر خدا کا خوف بہت غالب رہتا تھا۔ کسی قبر کے پاس سے گزرتے تو

Marfat.com

آخرت کے خوف سے اس قدر روتے تھے کہ داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی۔ کسی آدمی کے خلاف سخت رویہ اختیار کرنے سے بیشتر بہت دفعہ سوچتے کہ مبادا کہیں اللہ تعالیٰ ناراض نہ ہو جائے اسی کا نتیجہ تھا کہ آپ بہت نرم مزاج ہو گئے تھے۔ آپ کے پاس لونڈی غلاموں کی کمی نہ تھی لیکن رات کے وقت کبھی کسی کو تکلیف نہ دیتے اور اپنے کام خود ہی کرتے۔

حُبِ رسولؐ حضرت عثمانؓ مجسمہ خلق محبت تھے بالخصوص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے تو آپ کو بے حد محبت تھی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جب تک رہے آپؐ کی ہر تکلیف پر بے چین ہوئے۔ آپ کی خدمت میں حاضری باعثِ سعادت سمجھتے۔ خود نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بھی آپ سے بہت محبت تھی۔ آپؐ کی اسی محبت کا نتیجہ تھا کہ آپؐ نے اپنی دو بیٹیاں یکے بعد دیگرے حضرت عثمانؓ کے ساتھ بیاہیں۔ اور فرمایا کہ میری سو لڑکیاں ہوتیں اور وہ مرتی جاتیں تو میں برابر یکے بعد دیگرے عثمانؓ کے ساتھ بیاہتا جاتا اور اسی وجہ سے حضرت عثمانؓ ذوالنورین کہلائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ آپ کی عقیدت کا یہ حال تھا کہ جس ہاتھ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی ساری عمر اُسے جسم کسی ناپاک حصے کے ساتھ مس نہیں کیا۔

حضرت عثمانؓ کے کارنامے

۱۔ **فتوحات**: حضرت عثمانؓ کے عہد میں مملکت اسلامیہ کی سرحدات سپین، چین اور ہندوستان جا ملیں۔ شمالی افریقہ میں طرابلس، تونس، مراکش، اور الجزائر کے ممالک فتح ہوئے۔ قبرص کا جزیرہ بھی مسلمانوں کا مطیع فرمان ہوگیا۔ سپین پر ابتدائی حملہ کیا گیا۔ ایران میں وسیع پیمانے پر بغاوت ہوئی جس پر قابو پا لیا گیا۔ غزنی و کابل کے علاقے بھی مفتوح ہوئے الغرض عہد عثمانی کے پہلے پانچ سال فتوحات کی وجہ سے ممتاز ہیں۔

۲۔ **مصحف صدیقی کی اشاعت**: حضرت عثمانؓ نے امت کو مذہبی انتشار سے بچانے کے لئے صدیقی دور کے مصحف کی خوب اشاعت کی اور اس کے علاوہ باقی مصاحف جلوا دیے۔ یہ امت پر آپ کا بہت بڑا احسان ہے۔

۳۔ **مسجد نبوی کی توسیع و تعمیر**: آپ نے مسجد نبویؐ کے طول و عرض میں ۴۰ گز کا اضافہ کروایا اور چونے اور سیسے کے استعمال سے مسجد نبوی کو خوبصورت اور پائیدار بنوایا۔

۴۔ **موذنوں کی تنخواہ**: حضرت عثمانؓ نے اسلام کی اشاعت اور نماز با جماعت کے التزام کے لیے ملک کے طول و عرض میں تنخواہ دار موذن مقرر فرمائے۔

Marfat.com

۵۔ بحری بیڑہ کی تشکیل: آپؓ کے عہد میں مصر و شام کی حکومتوں نے آپ کی اجازت سے بحری بیڑہ بنوایا اور سمندری مہمات کا آغاز ہوا۔

۶۔ فوجی اصلاحات: حضرت عثمانؓ کے عہد میں مزید فوجی چھاونیاں بنائی گئیں۔ فوج کی تنخواہوں میں اضافہ ہوا۔ فوجی چراگاہوں کو وسعت دی گئی اور فوج کو مضبوط کیا گیا۔

۷۔ رفاہِ عامہ کے کام:۔ عہد عثمانیؓ میں بے شمار پبلک عمارات تعمیر ہوئیں۔ چراگاہیں، سڑکیں، پل اور مسافر خانے بنوائے گئے۔ کوفہ کا مسافر خانہ بالخصوص بہت وسیع تھا۔ مدینہ اور نجد کی راہ میں ایک سرائے تعمیر ہوئی اور کئی راستوں پر میٹھے پانی کے کنویں کھدوائے گئے۔ مدینہ کو سیلاب سے بچانے کے لیے ایک بند بنوایا گیا اور ایک نہر کھود کر پانی کا رُخ دوسری طرف موڑ دیا۔ مدینہ منورہ میں ایک کنواں کھود کر اُسے وقف کر دیا۔

امتحانی سوالات

۱۔ "وسط ایشیا اور شمالی افریقہ کی فتوحات تیسرے خلیفہ راشد کے دور کا ایک شاندار باب ہیں" وضاحت کیجئے۔

۲۔ حضرت عثمان غنیؓ کی سیرت اور کارنامے مختصر بیان کیجئے۔

۳۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف اعتراضات و الزامات کا جائزہ لیجیے اور اُن کی شہادت کے نتائج بیان کیجیے۔

۴۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے اسباب آپ کے خیال میں کیا تھے؟

Marfat.com

باب ۹

خلافت حضرت علیؓ و حضرت حسنؓ

۳۵ - ۴۰ھ
۶۵۶ - ۶۶۰ء

۶۶۱ء

حضرت علیؓ کے ابتدائی حالات

حضرت علیؓ ابی طالب خاندان بنو ہاشم کے چشم و چراغ تھے آپ کے والد ابو طالب نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پرورش کی تھی اور خود حضرت علیؓ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر میں پرورش پائی تھی جس وقت بنو ہاشم کا کوئی آدمی اسلام کی حمایت کرنے کے لیے تیار نہ تھا اس وقت حضرت علیؓ نے بچپن ہی میں اسلام کی خدمت کے عزائم کا بھرپور اظہار کیا تھا۔ بچوں میں سب سے پہلے آپؓ ہی مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ بالعموم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تبلیغی دوروں پر جایا کرتے تھے۔ ہجرت مدینہ کے وقت آپؓ ہی کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے بستر پر لٹایا تھا۔ ۲ھ میں آپ کی شادی خاتونِ جنت فاطمہ بتولؓ سے کر دی گئی آپ تمام غزوات میں شریک ہوئے۔ آپ کا خاص کارنامہ یہ ہے کہ خیبر کی فتح کا سہرا اللہ تعالیٰ نے آپ ہی کے سر باندھا صدیقی و فاروقی عہد حکومت میں آپ شوریٰ کے رکن رہے حضرت عثمانؓ کی حفاظت کے لیے آخر وقت تک کوشاں رہے لیکن جب صورتِ حال قابو سے باہر ہو گئی اور حضرت عثمانؓ نے جنگ کی اجازت بھی نہ دی تو خانہ نشین ہو گئے۔

انتخاب خلافت

حضرت عثمانؓ کی شہادت کے تین دن بعد تک مدینہ میں سراسیمگی چھائی رہی۔ زیادہ دیر تک وسیع و عریض اسلامی دنیا بغیر کسی قائد کے نہیں رکھی جا سکتی تھی۔ چنانچہ مہاجرین کی ایک جماعت جس میں طلحہؓ و زبیرؓ بھی شامل تھے۔ حضرت علیؓ کے پاس گئی اور عرض کیا کہ خلیفہ کا انتخاب ضروری ہے۔ حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ مجھ کو اس کی حاجت نہیں تم جسے منتخب کرو گے میں اسے قبول کر لوں گا۔ ان لوگوں نے کہا کہ آپؓ کے ہوتے ہوئے اور کوئی اس منصب کا استحقاق نہیں رکھا حضرت علیؓ نے پھر معذرت کی اور کہا کہ مجھے امیر کی نسبت وزیر رہنا زیادہ پسند ہے۔ لوگوں نے پھر اصرار کیا تو فرمایا کہ "میری بیعت خفیہ طریقہ سے نہیں ہو سکتی۔ عام مسلمانوں کی رضا کے بغیر ایسا ممکن نہیں ہے" مسجد نبوی میں اجتماع عام ہوا۔ تمام انصار و مہاجرین نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی صرف چند بزرگوں نے اس سے اجتناب کیا لیکن مخالفت انہوں نے بھی نہیں کی۔ بد قسمتی سے ان مفسدین نے حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی جنہوں نے حضرت عثمانؓ کو شہید کیا تھا اور غالباً اس وقت کے حالات کے تحت انہیں امر سے روک

یوں بھی ناممکن تھا۔

قصاص عثمانؓ کا مطالبہ خلافت کے بعد حضرت زبیرؓ اور طلحہؓ نے حضرت علیؓ سے مطالبہ کیا کہ عثمانؓ کے قاتلین سے انتقام لیا جائے لیکن حضرت علیؓ نے جواب دیا "جب تک لوگ راہِ راست پر نہ آئیں اور کل امور منظم نہ ہو جائیں اس وقت تک میں تمہاری رائے پر عمل نہیں کر سکتا مجھ میں ایسی قدرت نہیں ہے حالانکہ مجھ کو خود عثمانؓ کے حقوق اور قصاص کی فکر ہے"۔ اس جواب پر مدینہ میں چہ میگوئیاں ہونے لگیں مروان اور دوسرے اموی شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ امیر المومنینؓ نے عربوں کو مدینہ سے واپسی کا حکم دیا تو انہوں نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اس طرح مدینہ میں امن و امان اور قانون کی حکومت قائم نہ کی جا سکی۔

حضرت علیؓ کی مشکلات حضرت علیؓ کو خلافت کی ذمہ داری اُس وقت سونپی گئی جب کہ دورِ فتن کا آغاز ہو چکا تھا۔ اس لیے ان کا کام باقی سب خلفا سے مختلف نوعیت کا تھا۔ ان کی مشکلات کا سرسری جائزہ بھی اس حقیقت کے وضاحت کے لیے کافی ہے۔

۱۔ **قاتلین عثمان**: جس وقت آپ کو خلیفہ بنایا گیا اس وقت عملاً مدینہ پر قاتلین عثمان کا قبضہ تھا۔ ان کی قوت مدینہ میں کافی تھی اور ان کے وجود کی وجہ سے مدینہ میں عملاً لاقانونیت تھی ان سے نپٹنا بہت مشکل تھا۔

۲۔ **قصاص عثمان کا مسئلہ**: حضرت عثمانؓ کی شہادت بہت بڑا سانحہ تھا۔ ان کا قصاص لینا ضروری تھا۔ لیکن کس سے؟ اصل قاتل کا نام صرف مفسدوں کو معلوم تھا۔ موقعہ کا کوئی اور گواہ نہ تھا اور مفسد کسی کا نام بتانے کو تیار نہ تھے نیز ان سے قصاص لینا بھی ناممکن تھا۔

۳۔ **غلط فہمیوں کا موجود ہونا**: معزز صحابہ کرام جو اس وقت موجود تھے ایک دوسرے کے بارے میں بہت سی غلط فہمیوں کا شکار ہو چکے تھے۔ حضرت عثمان کے قصاص میں جو تاخیر ہو رہی تھی اس سے غلط فہمیوں میں اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔

۴۔ **عثمانی عمال**: حضرت علیؓ کے لیے ایک اور مسئلہ یہ تھا کہ حضرت عثمانؓ کے اکثر عمال ان لوگوں میں سے تھے جو فتح مکہ کے بعد مسلمان ہوئے اور اموی ہونے کی وجہ سے حضرت علیؓ کے لیے قابل اعتماد نہ تھے۔

۵۔ **دولت کی فراوانی**: دولت کی فراوانی نے مسلمان عوام پر سے تقویٰ الٰہی کی گرفت بہت ڈھیلی کر دی تھی اور وہ تعلق باللہ اور فکر آخرت باقی نہیں رہی تھی جو عہد فاروقی تک ان کا خاصہ تھی۔

۶۔ **نومسلموں کی خام تربیت**: عہد فاروقی میں اتنی زیادہ فتوحات حاصل ہوئیں اور ان کے نتیجہ پر اتنے لوگ مسلمان ہوئے کہ ان کی تربیت کرنا مشکل ہو گیا۔ اسی طرح سے حضرت علیؓ

نے ایسی جمہوری حکومت کی سربراہی قبول کی تھی جس کے عوام باشعور نہیں تھے

امیر معاویہؓ کی معزولی اور اس کے اثرات

حضرت علیؓ نے خلافت سنبھالتے ہی امیر معاویہؓ کو معزول کر دینے کا فیصلہ کیا، مغیرہ بن شعبہؓ جو سیاسی تدبر میں بہت بلند مانے جاتے تھے حضرت علیؓ کو اس اقدام سے منع کرتے رہے۔ لیکن حضرت علیؓ نے اپنا فیصلہ برقرار رکھا، عبداللہ بن عباسؓ نے بھی مشورہ دیا کہ فی الحال امیر معاویہؓ کو معزول نہ کیا جائے لیکن حضرت علیؓ نے اس مشورہ کو بھی تسلیم نہ کیا، اور تمام اموی عمال کو یک قلم معزول کر کے نئے گورنر مقرر فرما دیئے۔ چنانچہ بصرہ پر عثمانؓ بن حنیف کوفہ پر عمارہ بن شہاب کو یمن میں عبداللہ بن عباسؓ کو مصر پر قیس بن سعد کو اور شام پر سہیل بن حنیف کو والی مقرر کیا گیا ان نئے والیوں میں سے کوفہ کا نامزد والی راستے ہی سے پلٹ آیا کیونکہ وہاں کے لوگ ابوموسیٰ اشعریؓ کی جگہ کسی اور کو والی بنانے کے لیے تیار نہ تھے۔ قیس بن سعد نے بڑی حکمت عملی سے مصر کی حکومت کا قبضہ لیا، یمن اور بصرہ میں حضرت علیؓ کے عمال کو تسلیم کر لیا گیا شام کے نامزد گورنر سہیل بن حنیف جب سرحد شام میں داخل ہوئے تو انہیں روک دیا گیا اور وہ بھی واپس لوٹ آئے۔

امیر معاویہؓ نے اس دوران میں مدینہ سے حضرت عثمانؓ کے خون آلودہ کپڑے اور حضرت نائلہ کی کٹی ہوئی انگلیاں منگوا لیں اور ان کو دمشق کی جامع مسجد میں رکھ دیا تاکہ سب لوگ دیکھیں شامی سرداروں کو یہ تاثر دیا گیا کہ یہ سب کچھ حضرت علیؓ کی وجہ سے ہوا ہے اور شامیوں نے ماتم کرنا اور قصاص کا مطالبہ کرنا شروع کر دیا اسی دوران حضرت علیؓ کا قاصد پہنچا جس کے ذریعے حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو سمجھانے کی کوشش کی تھی اور ان کے مطالبہ قصاص عثمانؓ کا جواب دیا تھا جواب میں ایک سر بمہر لفافہ جس میں خالی کاغذ تھا بھیجا گیا۔ حضرت علیؓ کے پاس جواب پہنچا تو وہ صورت حال کو بھانپ گئے، قاصد نے زبانی تمام حالات بتائے کہ کیسے ہزاروں شامی حضرت عثمانؓ کا انتقام لینے کے لیے بے قرار ہیں۔ چنانچہ حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کا مقابلہ کرنے کی تیاری شروع کر دی۔

جنگ جمل دسمبر ۶۵۶ء

ابھی امیر معاویہؓ کا مقابلہ کرنے کی تیاریاں شروع ہونے والی تھیں کہ ایک اور طوفان اٹھ کھڑا ہوا ام المومنین حضرت عائشہؓ مکہ میں تھیں حضرت طلحہ اور زبیرؓ بھی حضرت علیؓ سے اجازت لے کر مکہ چلے گئے انہوں نے مدینہ کی صورت حال جا کر بتائی تو حضرت عائشہ نے حضرت عثمانؓ کے خون بے گناہ کے قصاص اور فتنہ و فساد دور کرنے کے لیے دعوت دی عام مسلمانوں کو خطاب کر کے انہیں قصاص عثمانؓ لینے پر آمادہ کیا ہزاروں مسلمان اس دعوت پر آمادہ ہو گئے اور حضرت عائشہؓ ان کو ساتھ لے کر بصرہ کی طرف گئیں قصاص حضرت عثمانؓ کے لیے ایک دوسرا طریقہ یہ ہو سکتا تھا کہ سیدھا مدینہ کا رخ کیا جاتا اور حضرت علیؓ سے گفت و شنید کی جاتی۔ حضرت عائشہ کی ذاتی رائے

Marfat.com

بھی تھی لیکن مروان بن الحکم، عبداللہ بن عامر اور بہت سے اموی جو اس لشکر میں شامل ہو گئے تھے وہ اس کے خلاف تھے اور انہوں نے بصرہ چلنے کا مشورہ دیا تاکہ حضرت علیؓ کے مقابلے پر ایک اور محاذ کھول دیا جائے۔

بصرہ کے گورنر عثمانؓ بن حنیف نے حضرت عائشہؓ کو روکنے کی کوشش کی لیکن وہ شکست کھا کر گرفتار ہوا اور حضرت عائشہؓ کے حکم سے رہا کر دیا گیا۔ بصرہ سے بہت سے سبائی گرفتار کر کے قتل کر ڈالے گئے اس کا نتیجہ یہ ہوا چھ ہزار بصری حضرت عائشہؓ کے خلاف ہو گئے۔ حضرت علیؓ کو ان واقعات کی اطلاع ملی تو انہوں نے امیر معاویہؓ کے مقابلے کو ملتوی کر دیا اور نظام خلافت کو بچانے کے لیے بصرہ کی طرف پیش قدمی کی اس موقع پر بہت سے اکابر صحابہؓ نے آپ کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا جن میں سعد بن ابی وقاصؓ اسامہ بن زیدؓ عبداللہ بن عمرؓ اور محمد بن مسلمہؓ بھی شامل تھے محمد بن مسلمہؓ نے فرمایا "مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا کہ میں اپنی تلوار کفار کے مقابلہ میں استعمال کروں اور جب مسلمانوں سے لڑنے کا وقت آئے تو اس کو کوہِ اُحد کے پتھر پر مار کر توڑ دوں۔ چنانچہ میں نے کل اس کو توڑ دیا۔" تاہم حضرت علیؓ کو دس ہزار کوفی فوج میسر آگئی۔ اور آپ اسے لے کر بصرہ پہنچے۔

قعقاعؓ بن عمرو کی گفت و شنید قعقاعؓ بن عمرو ایک صحابی اور بہت بہادر جرنیل تھے وہ کوفہ میں مقیم تھے، انہوں نے اصلاحِ حال کی کوشش کی انہوں نے حضرت علیؓ سے گفتگو کی اور ان کا مسلک سمجھ کر حضرت عائشہؓ اور طلحہؓ و زبیرؓ سے گفتگو کی۔

انہوں نے پوچھا اماں "آپ یہاں کیوں آئی ہیں؟" حضرت عائشہؓ نے جواب دیا "صرف اصلاح کے لیے حضرت طلحہؓ و زبیرؓ نے اس کی تائید کی قعقاعؓ نے پوچھا" وہ کیسے ممکن ہے؟" ان سب نے جواب دیا "عثمانؓ کا قصاص لے کر، اگر اسے چھوڑ دیا گیا تو قرآن کو چھوڑ دیا گیا اگر اسے لیا گیا تو قرآن کو زندہ کیا گیا۔" اس کے جواب میں قعقاعؓ نے انہیں سمجھایا کہ آپ نے بصرہ کے قاتلین عثمان کو قتل کیا تو اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ چھ ہزار بصری آپ کا ساتھ چھوڑ گئے آپ نے حرقوص بن زبیرؓ کو گرفتار کرنا چاہا تو یہی چھ ہزار بصری مزاحم ہوئے اور آپ کو انہیں رہا کرنا پڑا گویا آپ جس قصاص کا دعویٰ لے کر آئے خود ہی اسے چھوڑ گئے آپ نے جنگ کا ارادہ ترک نہ کیا تو یہی چھ ہزار بصری آپ کے خلاف لڑیں گے اس گفتگو کا اچھا اثر ہوا اور حضرت عائشہؓ زبیرؓ اور طلحہؓ صلح پر آمادہ ہو گئے اور حضرت علیؓ کو بھی اس گفت و شنید سے خوشی ہوئی اور انہوں نے اعلان فرمایا کہ جو لوگ حضرت عثمانؓ کے قتل میں کسی طرح بھی شریک ہیں انہیں ہم سے اچھی توقع نہ رکھنی چاہیے۔

جنگ اس کے باوجود جنگ ہو کر رہی۔ سبائی گروہ کے دلوں نے اس صلح کو اپنے لیے مہلک جانا اور پہلے تو علیؓ زبیرؓ اور طلحہؓ تینوں کو ختم کرنے کا ارادہ کیا اور پھر یہ فیصلہ ہوا کہ صلح کے معاہدے کو آخری شکل

Marfat.com

ملنے سے پہلے ہی جنگ شروع کر دی جائے۔ چنانچہ صبح ہونے سے پہلے پہلے سبائی مکہ سے آنے والے لشکر پر ٹوٹ پڑے۔ جب حضرت علیؓ نے وجہ پوچھی تو انہوں نے بتایا کہ دوسرے لشکر کی طرف پہل ہوئی ہے۔ حضرت عائشہؓ یہ سمجھیں کہ حضرت علیؓ کے لشکر کی طرف سے بدعہدی ہوئی ہے۔ اس طرح میدان کارزار گرم ہوگیا بصری حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے گرد جمع ہوگئے اور تمام جنگ اسی اونٹ کے گرد ہوئی اسی وجہ سے اُسے جنگ جمل کہتے ہیں۔ عین میدانِ جنگ میں حضرت زبیرؓ اور حضرت علیؓ آمنے سامنے ہوئے تو حضرت علیؓ نے حضرت زبیرؓ سے فرمایا، زبیرؓ تمہیں یاد ہے، ایک مرتبہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک مرتبہ تم علیؓ کے خلاف ناحق لڑو گے؟" یہ سنتے ہی حضرت زبیرؓ نے جنگ سے ہاتھ کھینچ لیا، لیکن ایک سبائی نے آپ کو جاتے دیکھا تو پیچھے ہولیا اور جب آپ حالت نماز میں تھے آپ پر حملہ کر کے آپ کا سر کاٹ لیا اور حضرت علیؓ کے پاس لے آیا حضرت علیؓ نے اس پر اُسے بہت ملامت کی حضرت طلحہؓ بھی زبیرؓ کی طرف دیکھ کر جنگ سے الگ ہو گئے لیکن مروان بن حکم نے جو انہی کے ساتھ مکہ سے آیا تھا ایک تیر سے آپکو شہید کر ڈالا جنگ کا خاتمہ اس طرح ہوا کہ حضرت علیؓ نے حضرت عائشہؓ کے اونٹ کے پاؤں زخمی کر کے اسے بٹھا دینے کا حکم دیا اونٹ کے بیٹھتے ہی بصری فوجیں منتشر ہوگئیں اور حضرت علیؓ اور حضرت عائشہؓ آمنے سامنے ہوگئے۔ حضرت علیؓ نے صرف اتنا کہا "ام المومنینؓ خدا اہمیں معاف فرمائے" اور حضرت عائشہ نے "آمین" فرمایا۔ حضرت علیؓ نے ام المومنینؓ کو نہایت احترام کے ساتھ مدینہ بھجوا دیا۔

جنگِ جمل کی اہمیت جنگ جمل محض غلط فہمی کا نتیجہ تھی اس بات کا اعتراف بعد میں حضرت عائشہؓ نے بھی فرمایا یہ جنگ یقیناً ٹل سکتی تھی لیکن دونوں لشکروں میں نزاعی عناصر موجود تھے جو ہر قیمت پر جنگ چاہتے تھے۔ یہ پہلا موقع تھا کہ مسلمانوں کی تلواریں ایک دوسرے سے ٹکرائیں۔ دس ہزار قیمتی جانیں باہمی تصادم کی نذر ہوگئیں۔ اس جنگ نے حضرت علیؓ کی قوت کم کر دی امیر معاویہؓ کو تیاری کا مزید موقع فراہم کر دیا۔ حضرت علیؓ کو بہت سے مخلص ساتھیوں سے محروم کر دیا۔ طلحہؓ و زبیرؓ جیسے لوگوں کی شہادت نے بہت سے لوگوں کو دل برداشتہ کر دیا اور بحیثیت مجموعی اس جنگ سے امیر معاویہؓ کو بہت فائدہ پہنچا۔

دار الخلافہ کی تبدیلی ۶۵۶ء مسلمانوں کی باہمی جنگوں میں اہل مدینہ کی اکثریت نے شامل ہونے سے انکار کر دیا تھا حضرت علیؓ کے حامیوں کی زیادہ تعداد کوفہ میں تھی اس لیے آپ نے دار الخلافہ مدینہ سے کوفہ منتقل کر دیا اس میں یہ مصلحت بھی پیش نظر تھی کہ شام کے خلاف جنگ میں سہولت رہے گی اور یہ بھی کہ حرم رسول (مدینہ) جنگ کا مرکز نہیں بنے گا لیکن اس کا یہ نتیجہ ضرور ہوا کہ حکومت کے مشیر صحابہؓ و تابعین کی بجائے کوفی سردار بن گئے۔

Marfat.com

امیر معاویہؓ کو بیعت کی دعوت

جنگِ جمل سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کو ایک خط لکھا اور جریر بن عبداللہ کے ہاتھ اسے شام پہنچایا۔ اس میں امیر معاویہؓ سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ "جن لوگوں نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی انہوں نے میری بیعت بھی کر لی ہے لہٰذا مہاجرینؓ و انصارؓ کے فیصلے کو تم بھی مان لو۔ قاتلینِ عثمانؓ کی بہت آڑ لے چکے اب باقاعدہ بیعت کے بعد شرعی طریقہ سے مقدمہ پیش کرو۔ اور میں کتاب اللہ کے مطابق اس کا فیصلہ کر دوں گا۔"

یہ خط دمشق پہنچا تو امیر معاویہؓ نے عمرو بنؓ العاص کو بلا کر مشورہ کیا اور کہا کہ میں اس وقت تین مشکلات سے دوچار ہوں میری مدد کرو ایک محمد بنؓ خدیفہ (جو قید سے نکل بھاگے تھے انکے خلاف پراپیگنڈہ کر رہے تھے) دوسرے رومی (جو ساحل شام پر حملہ کر رہے تھے) تیسرے علیؓ۔ عمرو بن العاص نے محمد بن خدیفہ کے بارے میں مشورہ دیا کہ انہیں تلاش کرا دو اور اگر نہ ملیں تو بھی وہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے رومیوں کے بارے میں مشورہ دیا کہ ان کے قیدی رہا کر کے ان سے صلح کر لو اور حضرت علیؓ کے مقابلے پر امداد کیلئے وہ اس وقت تک تیار نہ ہوئے جب تک مصر کی حکومت کا وعدہ نہ لے لیا۔

جریر کو امیر معاویہؓ کافی دیر تک ٹالتے رہے اور اس دوران میں جریر نے شام کے سرداروں سے ملاقاتیں کر کے انہیں سمجھانے کی کوشش کی کہ علیؓ کا شہادت عثمانؓ کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ بالآخر عمرو بنؓ العاص اور امیر معاویہؓ نے طے کیا کہ حضرت علیؓ کو شہادت عثمان کا ذمہ دار قرار دے کر ان سے جنگ کی جائے اور جریر کو سخت جواب دے کر واپس بھیج دیا گیا اور پانچ آدمی ایسے تیار کیے گئے جنہوں نے اہل شام کے سامنے شہادت دی کہ حضرت عثمانؓ کو حضرت علیؓ نے قتل کیا ہے۔

جنگ صفین جولائی ۶۵۷ء / ۳۷ھ

جنگ ناگزیر تھی۔ جنگ جمل نے عراقی فوجوں کے درمیان اتحاد کاری ضرب لگائی تھی اس کے باوجود حضرت علیؓ نوّے ہزار فوج لے کر شام کی طرف بڑھے۔ اسّی ہزار شامی بھی عراق کی طرف چلے دونوں فوجوں کا مقابلہ دریائے فرات کے کنارے صفین کے مقام پر ہوا۔ امیر معاویہؓ نے دریا پر قبضہ کر کے حضرت علیؓ کے لشکر کو پانی سے روک دیا۔ حضرت علیؓ کی فوج نے دریا پر زبردستی قبضہ کیا لیکن شامی فوج کو پانی لینے کی کھلی اجازت دے دی۔ حضرت علیؓ نے ایک مرتبہ پھر مصالحت کا پیغام بھیجا۔ لیکن امیر معاویہؓ کا جواب یہ تھا کہ "میرے اور تمہارے درمیان تلوار کے سوا کچھ نہیں ہے۔"

جنگ شروع ہوئی لیکن محرم کی آمد کی وجہ سے جنگ ملتوی کر دی گئی۔ اس دوران مصالحت کی مزید کوشش کی گئی لیکن کوئی کوشش کامیاب نہ ہوئی جنگ دوبارہ شروع ہوئی اور ایک مرحلہ پر حق و باطل نکھر کر سب کے سامنے آ گیا حضرت عمارؓ جو علوی فوج میں شامل تھے۔ امیر معاویہؓ کی

Marfat.com

فوج کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے بارے میں پیش گوئی فرمائی تھی کہ وہ ایک باغی گروہ کے ہاتھوں شہید ہوں گے۔ اور اس کی گواہی امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی فوج کے کئی آدمیوں نے بھی دی اس سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو گئی کہ باغی گروہ امیر معاویہ کا گروہ ہے تاہم جنگ جاری رہی یہاں تک کہ امیر معاویہؓ کی فوج شکست کھاتی نظر آنے لگی اس مرحلہ پر عمرو بن العاصؓ نے ایک اور چال چلی انہوں نے امیر معاویہؓ کے لشکر کو حکم دیا کہ نیزوں پر قرآن پاک کے ورق اُٹھاؤ اور یہ نعرہ لگانا شروع کر دو کہ تمہارے اور ہمارے درمیان قرآن حکم ہے۔ اس کا اثر جس کا عمرو بن العاصؓ کو پہلے سے اندازہ تھا یہ ہوا کہ عراقی فوج میں پھوٹ پڑ گئی۔ حضرت علیؓ نے اس کو محض ایک جنگی چال قرار دیا لیکن عراقیوں نے قرآن کو حکم بنانے پر زور دیا اور لڑنے سے انکار کر دیا بالآخر حضرت علیؓ کو جنگ بند کر کے تحکیم کا معاہدہ کرنا پڑا۔

حکمین کا تقرر

امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان حکم مقرر کرنے کے سلسلے میں جو معاہدہ ہوا تھا وہ یہ تھا کہ دو حکم نزاعی امور کا فیصلہ قرآن و سنت کے مطابق کریں۔ اس مقصد کے لیے وہ دومۃ الجندل میں ملاقات کریں اور فریقین کے چار چار سو فوجی وہاں موجود ہوں اس کے علاوہ غیر جانبدار صحابہؓ کرام بھی وہاں موجود ہوں اس معاہدے کی بعض عراقیوں نے حمایت کی بعض نے مخالفت بھی کی جب حکم مقرر کیے گئے تو امیر معاویہؓ نے عمرو بن العاص کو اپنا نمائندہ بنایا اور نے ابو موسیٰ اشعری کو اگرچہ ان حضرت علیؓ کو ان کی سیاسی بصیرت پر اعتماد نہ تھا لیکن وہ اپنی فوج کے کہنے پر ان ہی کو نمائندہ بنانے پر مجبور ہو گئے۔

حکمین کا فیصلہ

وقت مقررہ پر جب حکمین دومۃ الجندل میں اکٹھے ہوئے ان کے ذمہ پر جو مسئلہ لگایا تھا وہ یہ نہیں تھا کہ وہ خلافت کا فیصلہ کریں بلکہ ان کو نزاعی امور کا فیصلہ کرنا تھا جو امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کے درمیان تصادم کا باعث بن رہے تھے لیکن ابو موسیٰؓ سادہ دل بزرگ تھے اور عمرو بن العاصؓ ہوشیار سیاستدان انہوں نے ابو موسیٰؓ کی عزت و تکریم کی اور انہیں امیر معاویہؓ کی خلافت پر آمادہ کرنا چاہا آخر کار ابو موسیٰؓ نے یہ تجویز پیش کی کہ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور امت کو ایک مرتبہ پھر خلیفہ کے انتخاب کا موقع دیا جائے تو عمرو بن العاصؓ نے نے فوراً اسے قبول کر لیا۔

فیصلہ کے اعلان کا وقت آیا تو عمرو بن العاصؓ نے ابو موسیٰؓ سے کہا کہ آپ بزرگ ہیں پہلے آپ فیصلے کا اعلان فرمائیں حضرت ابو موسیٰؓ نے اعلان فرمایا کہ ہم نے متفقہ طور پر فیصلہ کیا ہے کہ علیؓ اور معاویہؓ دونوں کو معزول کر دیا جائے اور امت کو از سر نو خلیفہ منتخب کرنے کا اختیار دیا جائے" عمرو بن العاصؓ کھڑے تو انہوں نے کہا" لوگو ابو موسیٰؓ کا فیصلہ آپ لوگوں نے سن لیا۔

Marfat.com

انہوں نے اپنے آدمی کو معزول کر دیا میں بھی اس کو معزول کرتا ہوں لیکن اپنے آدمی معاویہؓ کو برقرار رکھتا ہوں وہ امیر المومنین عثمانؓ کے ولی اور کے قصاص کے طالب ہیں اس لیے ان کی قائم مقامی کے سب سے زیادہ مستحق ہیں، ابو موسیٰؓ چلائے کہ یہ غدّاری ہے لیکن اب کچھ نہیں ہو سکتا تھا ابو موسیٰؓ مکّہ کی طرف چلے گئے اور حضرت علیؓ نے کوفہ واپس جا کر پھر سے تیاریاں شروع کر دیں۔

جنگِ صفین کی اہمیت و اثرات

یہ جنگ تاریخ اسلام کا اہم موڑ ہے اس جنگ نے امیر معاویہؓ کو داعی قصاص سے اٹھا کر خلافت کا دعویدار ہی نہیں عملاً خلیفہ بنا دیا تھا اس سے پہلے ان کی حیثیت صرف ایک مخالف کی تھی جو ایک وجہ بنا کر مرکزی حکومت سے کٹ گیا ہو اب وہ خلافت کے دعویدار اور حضرت علیؓ کے باقاعدہ رقیب بن گئے، اور شامیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

اس جنگ کے نتیجہ کے طور پر حضرت علیؓ کو ایک اور مصیبت کا سامنا کرنا پڑا! ان کی فوج کا ایک حصہ یہ کہہ کر الگ ہو گیا کہ حکم سوائے خدا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا جن لوگوں نے انسان کا حکم مانا ہے وہ سب کافر و مرتد ہو گئے ہیں وہ یا تو توبہ کریں ورنہ وہ واجب القتل ہیں حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ دونوں کے بارے میں ان کی رائے یہی تھی عملاً ان کا مقابلہ حضرت علیؓ سے تھا یہ لوگ جہاں جاتے لوگوں کا حکم کے بارے میں عقیدہ معلوم کرتے اور اگر کوئی ان سے اختلاف کرتا تو اسے قتل کر ڈالتے تاریخ میں یہ لوگ خارجی کہلائے۔

اسلامی اتحاد کی جو تھوڑی بہت امید رہ گئی تھی اس جنگ میں وہ ختم ہو گئی۔ اور سلطنت اسلامی دو حصّوں میں تقسیم ہو گئی نیز امیر معاویہؓ نے رشتہ داری کی بنیاد پر خلافت کا دعویٰ کیا تھا اور یہ اصول آہستہ آہستہ موروثیت کی شکل اختیار کر گیا اور خلافت عملاً بادشاہت میں بدل گئی۔

خوارج کا ظہور

خوارج حضرت علیؓ کی فوج کے وہ نا سمجھ لوگ تھے جو عجمی ہونے کی وجہ سے قرآن پاک کو اچھی طرح سمجھتے نہیں تھے اور مزاج میں تشدّد اور اکھڑ پن تھا جو بات جس طرح سمجھ آتی اس کو تشدّد سے منواتے جب حضرت علیؓ نے امیر معاویہؓ کے لشکر کا قرآن کے ورق نیزوں پر اٹھانا محض جنگی چال قرار دیا تو انہوں نے اصرار کیا کہ جنگ بند کر کے قرآن کا فیصلہ مانا جائے جب حکم مقرر ہونے لگے تو انہوں نے ابو موسیٰؓ اشعری کو حکم بنانے پر اصرار کیا لیکن جب فیصلہ حسبِ منشا نہ آیا تو انہوں نے کہنا شروع کیا کہ لَا حُکْمَ اِلَّا لِلّٰہ (فیصلہ کن حیثیت صرف خدا کی ہے) دین کے معاملات میں کسی انسان کو حکم نہیں بنایا جا سکتا، جن لوگوں نے اس فیصلہ کو تسلیم کیا ہے وہ سب مرتد ہو گئے ہیں یا تو توبہ کریں یا وہ واجب القتل ہیں انہوں نے حضرت علیؓ سے بھی توبہ کرنے

کے لیے کہا لیکن حضرت علیؓ نے ان کی غلطی ان پر واضح کی اور یہ بھی سمجھایا کہ تم لوگوں کے کہنے سے ہی تو میں نے حَکَم بنانا قبول کیا تھا اب میں وعدہ خلافی نہیں کر سکتا ان کا جواب یہ تھا کہ ہم نے کفر کیا تھا ہم نے توبہ کر لی ہے تمہیں بھی توبہ کرنی چاہئے۔

قصہ مختصر ان لوگوں نے عبداللہ بن وہب کو اپنا قائد بنا لیا اور حضرت علیؓ کی عملی مخالفت شروع کر دی انہوں نے کوفہ بصرہ مدائن اور عراق کے بہت سے دوسرے شہروں میں اپنے عقائد پھیلانے شروع کیے اور بہت سے خارجی نہروان میں جمع ہونے لگے۔ اس پورے علاقہ میں انہوں نے انتشار اور بدامنی پھیلا دی وہ کسی بھی آدمی کو پکڑ کر حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے بارے میں اس کا عقیدہ دریافت کرتے تھے اگر وہ ان کے عقیدے کے مطابق انہیں کافر قرار دیتا تو اسے اپنے ساتھ چلنے کے لیے کہتے اور اگر کوئی ان کے عقیدے سے اختلاف کرتا تو اسے کافر قرار دے کر قتل کر ڈالتے

جنگ نہروان

خوارج کے فتنہ کا خاتمہ ضروری تھا حضرت علیؓ نے اسی ہزار فوج جمع کر کے خوارج کو پیغام بھیجا کہ حکمین کے فیصلہ کو ہم نے نہیں مانا اب ہم اپنے اور تمہارے دشمن کے خلاف لڑنے جا رہے ہیں اس لیے تمہیں ہمارے ساتھ تعاون کرنا چاہئے خوارج نے جواب دیا کہ اگر تم اقرار کرو کہ تم نے حکمین کو تسلیم کر کے کفر کیا اور اب رجوع کرو تو ہمارا تعاون ممکن ہے ورنہ ہم تمہارے خلاف لڑیں گے مجبوراً حضرت علیؓ کو نہروان کا رخ کرنا پڑا۔

نہروان میں بھی حضرت علیؓ نے انہیں سمجھانے کی ناکام کوشش کی۔ ایک ہزار خارجی حضرت علیؓ سے آملے بعض نے غیر جانبداری اختیار کی اور گھر کی راہ لی لیکن باقی ماندہ خوارج بہت بہادری سے لڑے۔ تاہم آخر کار شکست کھائی اور اکثر میدان میں قتل ہوئے اور جو باقی بچے انہوں نے خفیہ سرگرمیاں شروع کر دیں۔

خوارج کے عقائد

خوارج کا عقیدہ تھا کہ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی خلافت صحیح تھی حضرت عثمانؓ اور علیؓ کا انتخاب صحیح تھا تاہم بعض کاموں کی وجہ سے ان کی خلافت بعد میں غلط ہو گئی تھی حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کے بارے میں خوارج کا یہ عقیدہ تھا کہ کسی انسان کو حَکَم نہیں بنایا جا سکتا اس لیے امیر معاویہؓ حضرت علیؓ دونوں نے حکم مقرر کر کے کفر کیا ہے وہ قریش کو دوسری قوموں سے برتر نہیں جانتے تھے اور حکومت کا حق صرف قریش کو دینے کے لیے تیار نہ تھے ان کے نزدیک حکومت کا حق ایک منتخب کمیٹی کو حاصل ہونا چاہئے تھا جس پر کسی خاص قبیلہ کا اثر نہ ہو اس عقیدہ کی وجہ سے خوارج مفتوحہ قوموں میں مقبولیت حاصل کر لیتے تھے۔

خوارج جنگ نہروان کے بعد

خوارج کی سرگرمیاں جنگ نہروان کے بعد بھی جاری رہیں۔ انہوں نے حضرت علیؓ۔ معاویہؓ۔ عمرو بن العاصؓ تینوں کو بیک وقت قتل کرنے کا منصوبہ بنایا۔ حضرت علیؓ کو شہید کرنے میں یہ کامیاب ہو گئے۔ امیر معاویہؓ بھی زخمی ہوئے لیکن ان کے زخم کاری نہ تھے۔ عمرو بن العاصؓ اتفاق سے اس دن مسجد نہیں آئے اور ان کی جگہ امامت کرنے والے کوئی اور صاحب شہید ہوئے۔ حضرت علیؓ کے بعد خوارج کی سرگرمیاں بنو امیہ کے خلاف تھیں۔ بنو عبداللہ بن زبیرؓ کو بھی ان کا مقابلہ کرنا پڑا یہ تحریک اتنی مضبوط ثابت ہوئی کہ بنو امیہ کے زوال کے وقت آخری اموی خلیفہ خوارج ہی کے خلاف لڑ رہا تھا جب ابو مسلم خراسانی نے اس کی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

حضرت علیؓ کی کوفہ کو واپسی

خوارج کی جنگ سے فارغ ہو کر حضرت علیؓ نے شام کی طرف چلنا چاہا تو فوج نے ساتھ نہ دیا۔ وہ لوگ تھک چکے تھے اس میں بہت سوں نے گھر کی راہ لی اور حضرت علیؓ مجبوراً کوفہ لوٹ آئے۔

مصر پر امیر معاویہؓ کا قبضہ ۳۹ھ / ۶۵۹ء

مصر پر حضرت علیؓ نے قیس بن سعدؓ کو گورنر بنایا تھا جو نہایت مدبّر تھے۔ امیر معاویہؓ نے انہیں ساتھ ملانے کی ناکام کوشش کی لیکن قیسؓ نے سخت جواب دیا۔ امیر معاویہؓ نے ان کے متعلق مشہور کر دیا کہ وہ ہمارے خاص آدمی ہیں اس لئے انہیں برا بھلا نہ کہا جائے اور قیس کی طرف سے ایک فرضی خط پڑھ کر لوگوں کو سنایا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ قیسؓ واقعی امیر معاویہؓ کے ساتھ ہیں حضرت علیؓ کے ساتھیوں میں سے جذباتی لوگوں کو جب یہ افواہیں ملیں تو انہوں نے قیسؓ کی معزولی پر اصرار کیا اور حضرت علیؓ کو مجبور کر کے محمد بن ابی بکر کو مصر بھجوا دیا۔ قیس کو یہ بات پسند نہ آئی اور وہ مستعفی ہو کر مدینہ چلے گئے۔ محمد بن ابی بکر کے رویے نے مصر میں بہت سے مخالفین پیدا کر دیئے جنہوں نے امیر معاویہؓ کے ساتھ خط و کتابت شروع کر دی۔ اشتر نخعی کو محمد بن ابی بکر کی مدد کے لئے بھیجا گیا لیکن امیر معاویہؓ نے راستے ہی میں اسے قتل کروا ڈالا اور عمرو بن العاصؓ کو مصر پر حملہ آور ہونے کا حکم دیا۔ عمرو بن العاصؓ کو مصر میں پہلے ہی کافی اثر و رسوخ حاصل تھا اس لئے محمد بن ابی بکر مقابلہ نہ کر سکا اور میدان سے بھاگ کر روپوش ہو گیا۔ عمرو بن العاصؓ نے گرفتار کروا کر قتل کروا ڈالا۔

امیر معاویہ اور حضرت علیؓ میں مصالحت

امیر معاویہؓ نے اس کے بعد حضرت علیؓ کے مقبوضہ علاقوں پر حملے کروانے شروع کر دیئے۔ اس میں انہوں نے عین التمر، انبار و مدائن پر حملے کروائے اپنی طرف سے یزید بن

Marfat.com

شجرہ کو امیر الحج بنا کر بھیجا، امیر معاویہؓ نے جزیرہ اور دومتہ الجندل پر بھی حملے کروائے لیکن کامیابی نہ ہوئی حجاز پر قبضہ کرنا ضروری تھا۔اس لئے انہوں نے بسر بن ابی ارطاۃ کو مدینہ و مکہ پر حملہ کرنے کے لئے بھیجا۔ بسر نے دونوں جگہ کے لوگوں سے زبردستی بیعت لی اور اصحاب رسولؐ کو قتل کی دھمکیاں دیں۔اس کے بعد یمن پر حملہ کر کے وہاں بھی مظالم ڈھائے حضرت علیؓ نے بھی ہر جگہ مقابلہ کے لئے فوجیں روانہ کیں لیکن حرمین میں بدامنی کوئی پسندیدہ چیز نہ تھی اس لئے حضرت علیؓ نے ۴۰ھ میں امیر معاویہؓ کے ساتھ مصالحت کر لی اور شام، شمالی افریقہ اور مصر پر ان کا قبضہ تسلیم کر لیا۔

حضرت علی کی شہادت ۴۰ھ / ۶۶۰ء

جنگ نہروان کے بعد تین خارجیوں نے بیک وقت حضرت علیؓ، امیر معاویہؓ اور عمرو بن العاصؓ کو قتل کرنے کا پروگرام بنایا۔ ان میں سے عبدالرحمٰن ابن ملجم نے حضرت علیؓ پر حملہ کرنے کا ذمہ لیا چنانچہ ۱۷ رمضان المبارک کو جب آپ صبح کی نماز کے لئے گھر سے نکلے تو اس نے آپ پر زہر آلود خنجر سے وار کیا، آپ کے آواز دینے پر بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے اور ابن ملجم گرفتار ہو گیا۔ آپ نے اسی زخم سے ۲۰ رمضان المبارک ۴۰ھ کو جام شہادت نوش فرمایا اپنے قاتل کے بارے میں آپؓ نے وصیت فرمائی کہ اسے قصاص میں قتل کر دیا جائے لیکن ایک وار کے بدلے صرف ایک ہی وار کیا جائے۔ آپ سے آخری وقت میں پوچھا گیا "آپ کے بعد حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لیں؟" آپ نے فرمایا "تم کو نہ اس کا حکم دیتا ہوں اور نہ اس سے روکتا ہوں تم لوگ اس کو بہتر سمجھتے ہو"

حضرت علیؓ کی سیرت

علم و فضل

حضرت علیؓ بچپن ہی سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیر تربیت رہے تھے اس لئے جتنا فیض آپ کو حاصل ہوا اور کسی کو حاصل نہ ہو سکا۔ علم کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مشہور ارشاد ہے کہ "میں علم کا شہر ہوں اور علیؓ اس کا دروازہ ہیں" حضرت عبداللہ بن عباس فرماتے تھے کہ " علم کے دس حصوں میں خدا نے علیؓ کو نو حصے عطا فرمائے تھے اور دسویں میں بھی آپ شریک تھے"۔ آپ قرآن پاک کے حافظ تھے، ہر آیت کی شان نزول اور زمانہ نزول سے آگاہ تھے۔ قرآن پاک کے مفہوم سے پوری طرح آگاہ تھے، مفسر قرآن تھے، محدث تھے۔ آپ نے احتیاط کی وجہ سے بہت کم روایتیں بیان کیں لیکن آپ کا ذخیرہ حدیث بہت وسیع تھا، آپ فقہ کے بھی امام تھے تفقہ فی الدین کی وجہ سے آپ کو مقدمات کے فیصلے پر مامور کیا جاتا صحابہ کرام مسائل دین کو سمجھنے کے

Marfat.com

آپ ہی کی طرف رجوع کرتے۔ عبداللہ بن مسعودؓ جن کے فتاویٰ پر حنفی فقہ کی بنیاد رکھی گئی آپ ہی کے فیض یافتہ تھے۔ آپ کا شمار قانون وراثت کے ماہرین میں ہوتا تھا۔

ذاتی صلاحیتیں حضرت علیؓ ذاتی طور پر بہت ذہین اور سلیم الطبع انسان تھے۔ مستقل مزاج تھے۔ خود اعتمادی آپ میں اس حد تک تھی ایک معاملہ میں اپنی رائے قائم کر لیتے تو پھر کوئی بھی آپ کو اپنی رائے سے ہلا نہیں سکتا تھا چنانچہ عمال کو معزول کرنے کے بارے میں آپ نے سب مشیروں کا مشورہ مسترد کر دیا تھا۔ مشکل سے مشکل صورتِ حال میں بھی گھبراتے نہ تھے مشکل ترین حالات میں خلافت سنبھالنے کے باوجود آپ عمر بھر صورت حال کی اصلاح کے لئے کوشاں رہے اور سخت مشکلات میں گھر جانے کے باوجود ان کا حوصلہ کبھی پست نہ ہوا۔

عبادت و ریاضت حضرت علیؓ کا تعلق بہت مضبوط تھا۔ آپ زندگی بھر عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ بنو ہاشم میں آپ سے زیادہ عبادت گزار کوئی نہ تھا۔ حضرت عائشہؓ فرماتی تھیں کہ علیؓ رات کو اللہ کے حضور کھڑے ہونے والے اور دن کو روزہ رکھنے والے تھے۔ تمام صوفیائے کرام کا اس بات پر اتفاق ہے کہ خواجہ حسن بصریؒ نے آپ سے فیض حاصل کیا تھا۔ اس لئے تصوف کے تمام سوتے آپ ہی کے علم و فضل سے پھوٹتے ہیں۔

شجاعت و بہادری غزوہ بدر سے شہادت تک آپ کے ہر فعل سے بہادری کا وصف ظاہر ہوتا ہے۔ جنگِ خندق کے موقع پر ابن عبدود کو قتل کرنا جو ہزار سواروں کے برابر سمجھا جاتا اور خیبر کا قلعہ فتح کرنا آپ ہی کے حصہ میں لکھی ہوئی سعادتیں ہیں :۔

استغنا اور درویشی دنیا کے بارے میں آپ کا مشہور قول ہے کہ دنیا مردار ہے جو اسے حاصل کرنا چاہے۔ اسے کتوں کی صحبت کے لئے تیار رہنا چاہیئے۔" آپ کے ذرائع آمدن محدود نہ تھے لیکن آپ ساری آمدنی سخاوت کر دینے کے عادی تھے آپ کے مال پر بعض اوقات ۴۰ ہزار زکوٰۃ وصول کی گئی لیکن انہی دنوں میں آپ پر فاقہ کی حالت بھی طاری ہو جاتی۔ طرزِ رہائش نہایت ہی سادہ تھا۔ معمولی سا گھر سونے کے لئے ایک چادر جس سے سر چھپایا جاتے تو پاؤں ننگے ہو جائیں اور پاؤں چھپائیں تو سر ننگا ہو جائے یہ اور اسی طرح کی چند اور چیزیں آپ کی جائداد تھیں۔ گھر میں ملازم نہ تھا حضرت فاطمہؓ اپنے ہاتھوں سے چکی پیستی تھیں پیسے ختم ہو جاتے تو حضرت علیؓ مزدوری بھی کر لیتے تھے بعض اوقات گھر کا سامان بیچنے کی بھی ضرورت پیش آ جاتی لیکن یہ سب کچھ سخاوت کی وجہ سے تھا

Marfat.com

امانت و دیانت

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ دنیا کے مال و متاع سے محبت نہیں رکھتے تھے انتہائی تنگی کی حالت میں بھی اپنے حق سے زیادہ بیت المال سے کچھ لینے کو تیار نہ ہوئے۔ ایک مرتبہ سردی میں ایک پھٹی پرانی چادر اوڑھے ہوئے تھے جسم کانپ رہا تھا۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ یا امیرالمومنین بیت المال پر آپ کا اور آپ کے اہل و عیال کا بھی حق ہے۔ آپ اپنے آپ کو مصیبت میں کیوں ڈالتے ہیں۔ آپ نے جواب دیا اس لئے کہ میں تمہارے حصے کو نقصان نہیں پہنچا سکتا اپنے رشتہ داروں کو بھی بیت المال سے کوئی ناجائز امداد نہ دیتے جب کہ اس کے برعکس امیر معاویہؓ نے اپنے حامیوں کے لئے بیت المال کے دروازے کھول رکھے تھے اور وہ داد و دہش کی وجہ سے مخالفین کے منہ بھی بند کر لیتے تھے۔ آپ کے بھائی عقیل کو کچھ رقم کی ضرورت ہوئی تو آپ نے بیت المال سے دینے سے انکار کر دیا۔ وہ امیر معاویہؓ کے پاس گئے تو انہوں نے اس شرط پر یہ رقم دے دی کہ نماز جمعہ کے بعد جامع مسجد میں اس کا اعلان کریں گے۔

نظامِ حکومت کی اصلاح

حضرت علیؓ نے خلافت راشدہ کے نظام کو فاروقی خطوط پر قائم رکھا بلکہ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں اموی عمال میں خامیاں پیدا کر دی تھیں ان کو دُور کیا۔ فوج کے شعبہ کو مضبوط بنانے کی کوشش کی لیکن مسلسل خانہ جنگی کی وجہ سے فوج میں وہ جوش و خروش باقی نہیں رہ گیا تھا جو کفار کے خلاف جہاد کے وقت ہوتا تھا۔ آپ نے بیت المال کی پوری حفاظت کی۔ فاروقی عہد کے ذرائع آمدن میں سے تجارتی گھوڑوں پر زکوٰۃ معاف کر دی۔ جنگلات پر ٹیکس لگا دیا۔ عمال کی سخت نگرانی کی جو عمال ظلم کے مرتکب پائے جاتے تھے انہیں سختی سے تنبیہہ کی جاتی تھی اور جو فرائض کی سرانجام دہی میں کوتاہی کے مرتکب پائے جاتے تھے ان کے خلاف کارروائی ہوتی تھی۔ اس سلسلے میں عوام کو شکایات کرنے کا پورا موقع ملتا تھا۔ آپ خود بھی تحقیقاتی کمیشن بھیجتے تھے۔ ذمیوں پر ظلم قطعاً برداشت نہیں کرتے تھے۔ بیت المال میں خیانت کے سلسلے میں کوئی مداہنت نہ کرتے تھے خواہ وہ کتنی ہی معمولی کیوں نہ ہو خواہ کسی آدمی نے ہی کیوں نہ کی ہو۔ آپ کے قریبی عزیزوں نے بھی جب امیر معاویہؓ کی بخششوں کی طرف دیکھ کر آپ سے اس طرح کے مطالبات کئے تو آپ نے صاف انکار کر دیا۔ آپ نے عدلیہ کی آزادی برقرار رکھا۔ خود فریق مقدمہ کی حیثیت سے عدالت میں گئے اور قاضی نے آپ کے خلاف بھی فیصلہ سنایا۔ آپ بازار کی بھی نگرانی کرتے تھے اور ناپ تول میں کمی نہیں آنے دیتے تھے۔

Marfat.com

خلافت حضرت حسن رضؓ ابن علی رضؓ

حضرت علی رضؓ کے بڑے صاحبزادے حضرت حسن رضؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نہایت ہی محبوب تھے آپ نے جوان ہونے کے بعد ہمیشہ خدمتِ دین میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا تھا حضرت عثمان رضؓ کی مدافعت کرتے ہوئے زخمی ہوئے تھے حضرت علی رضؓ کی شہادت کے بعد لوگوں نے آپ کو خلیفہ منتخب کیا آپ طبعاً صلح جو تھے اس لئے امیر معاویہ رضؓ نے موقع مناسب جان کر عراق پر فوج کشی کر ڈالی آپ رضؓ نے قیس رضؓ بن سعد انصاری کو ۱۲ ہزار فوج دے کر ہراول دستے کے طور پر بھیج دیا اور خود بقیہ فوج کے ساتھ پیچھے روانہ ہوئے۔ اچانک خبر مشہور ہوگئی کہ قیس رضؓ قتل کر دیئے گئے ہیں۔ عراقی فوج نے حضرت حسن رضؓ کے خیمہ پر حملہ کر کے اُسے لوٹ لیا اور جس فرش پر آپ تشریف فرما تھے وہ بھی چھین لیا حضرت حسن رضؓ بھانپ گئے کہ اس فوج میں خلوص نہیں اس لئے اسے ساتھ لے کر مقابلہ کرنا بہت دشوار ہے لہٰذا آپ مصالحت کے لئے آمادہ ہو گئے۔

حضرت حسن رضؓ کے مصالحانہ رویہ کی وجہ سے ایک خارجی نے آپ پر حملہ کر دیا اور آپ کو زخمی کر دیا۔ آپ رضؓ کے زخم اچھے ہوئے تو آپ رضؓ پھر مقابلے کے لئے آئے لیکن عراقی فوج میں غداری کے آثار دیکھ کر پھر مدائن لوٹ گئے امیر معاویہ رضؓ خود محاذ پر آئے تو آپ رضؓ نے ان کے حق میں دستبرداری پر رضامندی ظاہر کر دی اور مندرجہ ذیل شرائط طے ہوئیں۔

۱۔ کسی عراقی کو محض پرانی عداوت کی بنا پر نہ پکڑا جائے۔

۲۔ سب کو امان دے دی جائے۔ ۳۔ اہل عراق کی بدزبانی کو برداشت کیا جائے۔

۴۔ دارالجبرد کا پورا خراج حضرت حسن رضؓ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔

نیز دو لاکھ سالانہ پنشن بھی ملا کرے گی۔

۵۔ وظائف میں بنو ہاشم کو بنوامیہ پر ترجیح دی جائے۔

حضرت قیس رضؓ بن سعد انصاری اور کوفی لشکر کو اس مصالحت سے سخت صدمہ ہوا لیکن بغیر امیر کے جنگ جاری رکھنا پسندیدہ نہ تھا اس لئے سب نے امیر معاویہ رضؓ کی اطاعت قبول کر لی۔ اس طرح خلافتِ راشدہ کا دور ختم ہوا۔ اور بنوامیہ کی حکومت پورے عالم اسلام پر حاوی ہوگئی

شیعہ فرقہ کا آغاز

شیعہ کے لفظی معنی صرف حامی کے ہیں شہادت حضرت عثمان رضؓ کے بعد جن لوگوں نے قصاص عثمان رضؓ کی دعوت بلند کی وہ عثمانی کہلائے لیکن عملاً کشاکش بنوامیہ اور حضرت علی رضؓ کے درمیان شروع ہوگئی جن لوگوں نے حضرت علی رضؓ کی حمایت کی وہ شیعانِ علی رضؓ کہلائے۔ اور جن لوگوں نے بنوامیہ کی

Marfat.com

حمایت کی وہ شیعانِ بنوامیہ کہلاتے رہے رفتہ رفتہ شیعانِ بنوامیہ تو ختم ہو گئے البتہ شیعانِ علیؓ نے ایک مذہبی فرقہ کی شکل اختیار کرلی۔

جس وقت شیعانِ علیؓ کا آغاز ہوا تھا اُس وقت شیعہ وہ لوگ تھے جو حضرت علیؓ کی خلافت کے حامی تھے رفتہ رفتہ انہوں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فوراً بعد حضرت علیؓ کو خلیفہ نہ بنانے کو ظلم قرار دیا اور پہلے تینوں خلفاء پر اس ظلم کا الزام عائد کیا شہادت حضرت حسینؓ کے بعد تو یہ لوگ زیرِ زمین تحریکیں چلانے لگے انہوں نے امامت کا ایک تصور پیش کیا امامت کی بنیاد پر ان کے مزید کئی گروہ ہو گئے جن میں سے اکثر سیاسی گروہوں کی حیثیت رکھتے تھے۔ فقہی طور پر ان کے مسالک عام لوگوں سے مختلف ہونے لگے تو

شیعہ اور سنی دو فرقے بن گئے تاہم بنوامیہ یا بنوعباس کے خلاف ہمیشہ عامۃ المسلمین نے ان کی حمایت کی یہاں تک کہ جدوجہد خفیہ تحریکوں کی شکل اختیار کر گئی۔

امتحانی سوالات

۱۔ خلافت سنبھالتے وقت حضرت علیؓ کو کون کون سی مشکلات درپیش تھیں اور انہوں نے کس حد تک ان پر قابو پایا؟

۲۔ جنگِ صفین کن حالات کا نتیجہ تھی اس کے اثرات کا جائزہ لیجیے۔

۳۔ شیعہ اور خارجی فرقوں کی ابتدا بیان کیجیے اور ان کے عقاید کا مختصر سا جائزہ لیجیے۔

۴۔ حضرت علیؓ کی سیرت اور کارناموں کو مختصراً بیان کیجیے۔

۵۔ مندرجہ ذیل میں سے کسی تین پر مختصر نوٹ لکھیے۔

(ا) حسنؓ ابن علیؓ (ب) حضرت علی کا انتظامِ سلطنت (ج) جنگِ جمل (د) حضرت طلحہؓ (ہ) حضرت زبیرؓ۔

باب ۱۰

خلافتِ راشدہ پر ایک نظر

اس باب میں خلافت راشدہ کے بعض خاص پہلو بیان ہوں گے جو تمام دورِ خلافتِ راشدہ کے متعلق ہیں۔ خلافتِ راشدہ اُس دور کو کہتے ہیں جس میں خلافت اُن اصولوں پر قائم رہی جو اسلام نے دیئے تھے۔ اسلام کا نظامِ حکمرانی اس میں موجود رہا اور خلیفہ نے نہایت خلوص و اخلاص کے ساتھ اُن مقاصد کے لیے کام کیا جو اسلامی حکومت کے مقاصد قرار دیئے تھے۔ خلافت راشدہ کی اہم خصوصیات حسب ذیل ہیں:

خلافتِ راشدہ کی خصوصیات[1]

۱۔ **منتخب خلیفہ**: خلافت راشدہ میں خلیفہ کے انتخاب کے لیے سرکاری دباؤ نہیں ڈالا جاتا تھا اور کسی شخص کو خلیفہ بنانے کے لیے تلواریں بے نیام ہوتی تھیں بلکہ عوام اپنی رضا و رغبت سے کسی شخص پر اعتماد کا اظہار کرتے تھے۔ حضرت ابوبکرؓ کے انتخاب کی تجویز انصار کے اجتماع میں پیش ہوئی اور مسجد نبوی میں سبھی لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ حضرت عمرؓ کا نام حضرت ابوبکرؓ نے کبار صحابہؓ کے مشورے سے تجویز کیا اور عام لوگوں سے اس انتخاب کی توثیق کرائی۔ حضرت عثمانؓ کے انتخاب کے لیے ایک چھ رکنی کمیٹی بنائی گئی۔ اس کے فیصلے کو عوام نے تسلیم کیا۔ حضرت علیؓ کے پاس جا کر صحابہؓ نے مجبور کیا تو انھوں نے عوام سے پوچھ کر خلافت سنبھالی۔ خلفائے راشدین میں سے کوئی بھی ایسا نہ تھا جو عوام کی منشا کے خلاف کرسیٔ خلافت پر متمکن ہوا ہو۔ ابوموسیٰ اشعریؓ نے خلافتِ راشدہ اور بادشاہت میں فرق اس طرح واضح فرمایا کہ خلافت وہ ہے جسے قائم کرنے میں مشورہ کیا گیا ہو اور بادشاہی وہ ہے جس پر تلوار کے زور سے غلبہ حاصل کیا گیا ہو۔

۲۔ **نمائندہ مجلس شوریٰ کا وجود**: خلافت شوریٰ کے بغیر جائز نہیں ہے کیونکہ قرآن پاک نے ہدایت فرمائی ہے کہ مومنین کے مسائل باہمی مشورے سے طے ہوتے ہیں۔ خود حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں معزز صحابہ کرامؓ سے امورِ

---

[1] یہ خصوصیات سید ابوالاعلیٰ مودودی کی کتاب خلافت و ملوکیت سے ماخوذ ہیں۔

Marfat.com

ریاست کے بارے میں مشورہ لیا جاتا تھا۔ حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے تو تمام اہم معاملات پر شوریٰ ہی فیصلہ کروایا۔ اہل شوریٰ کو اپنی بات پوری آزادی کے ساتھ ظاہر کرنے کا حق حاصل ہوتا تھا۔ شوریٰ خلیفہ کی ذات پر بھی تنقید کر سکتی تھی۔ اور عملاً اگر شوریٰ خلیفہ سے اختلاف کرے اور خلیفہ کے پاس کوئی صریح نص موجود نہ ہو تو اُسے شوریٰ کی رائے کے سامنے جھکنا پڑتا تھا۔

۳۔ **بیت المال کو عوام کا مال سمجھنا:** شخصی حکومت میں بیت المال حکمران کا مال ہوتا ہے۔ لیکن خلافت راشدہ کا نظام بیت المال کو عوام کی امانت قرار دیتا تھا خلیفہ کا حق اس میں صرف اتنا تھا جتنا ایک یتیم کے وارث کو یتیم کے مال پر ہو سکتا ہے۔ خلیفہ صرف گزارہ الاؤنس لینے کا مجاز تھا اور وہ بھی اس صورت میں کہ اُس کا کوئی اور ذریعہ آمدن نہ ہو حضرت ابوبکرؓ نے عمر بھر میں تقریباً ۸ ہزار درہم بیت المال سے لیے تھے۔ لیکن وفات کے وقت وصیت کی کہ میرے ترکے میں سے یہ رقم بیت المال میں دوبارہ جمع کرادی جائے۔ حضرت عمرؓ بھی محض گزارہ الاؤنس لیتے تھے اور جو درویشی کی زندگی وہ خلیفہ ہونے کے باوجود بسر کرتے تھے وہ اپنی مثال آپ ہے۔ حضرت عثمانؓ غنی تھے انھیں بیت المال سے کچھ لینے کی کبھی ضرورت پیش نہیں آئی۔ حضرت علیؓ نے ابوبکرؓ و عمرؓ کے مسلک پر عمل کیا اور اسی وجہ سے عمر بھر کوئی خادم میسر نہ آیا۔ بیت المال کے بارے میں خلافت راشدہ اور بادشاہت کے طرز عمل کے فرق کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔ کہ حضرت علیؓ کے بھائی عقیلؓ نے جب بیت المال سے کچھ رقم مانگی تو حضرت علیؓ نے جواب دیا کہ کیا تم چاہتے ہو کہ تمہارا بھائی مسلمانوں کا مال تمھیں دے کر جہنم میں جائے۔ حضرت عقیلؓ ناراض ہو کر امیر معاویہؓ کے پاس چلے گئے جنھوں نے بلا تکلف وہ رقم بیت المال سے دلوادی۔

۴۔ **کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق حکومت:** خلافت راشدہ کسی شخص کی ذاتی حکومت نہ تھی اور نہ خلیفہ کی صوابدید (SWEET WILL) کا کوئی زیادہ دخل حکومت میں ہوتا تھا۔ بلکہ خلیفہ اور اس کے عمال کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہؐ کے مطابق مسلمانوں کے معاملات کو چلانا تھا۔ ظالم کے ظلم کو روکنا اور مظلوم کی داد رسی خلیفہ کا فرض منصبی تھا۔ اس مقصد کے لیے خلیفہ اور عوام کے درمیان پردے حائل نہیں ہونے دیئے جاتے تھے۔ حضرت علیؓ اور حضرت عمرؓ جب

Marfat.com

دُرّہ لے کر بازاروں میں نکلتے اور لوگوں کے ناپ تول کی پڑتال کرتے تو کوئی شخص ان کی طرف دیکھ کر یہ اندازہ نہ لگا سکتا تھا کہ یہ ایک وسیع و عریض سلطنت کا سربراہ جا رہا ہے۔ خلافت کے اس مقصد کو حضرت ابو بکرؓ حضرت عمرؓ اور حضرت عثمانؓ نے اپنی پہلی تقریر ہی میں واضح کر دیا تھا اور حضرت علیؓ نے اپنے عمال کو جو خطوط لکھے ان میں بار بار اُن کو اسی چیز کی طرف متوجہ کیا۔

۔ **قانون کی حاکمیت** (RULE OF LAW): ۔خلافت راشدہ میں قانون کی حاکمیت کا تصور مکمل طور پر پایا جاتا تھا۔ قانون کی نظر میں سب مساوی تھے خواہ وہ ذمی ہوں یا مسلمان۔ نیز عدلیہ خود مختار، دیانتدار اور عاملہ کے کنٹرول سے آزاد تھی۔ مثلاً ذمی کے قتل کے عوض مسلمان قاتل کو قتل ہی کی سزا ملتی تھی خواہ خلیفہ وقت اور کسی ذمی کے درمیان بھی کوئی جھگڑا کیوں نہ ہو عدالت میں حاضر ہونا پڑتا تو فریق مخالف کے ساتھ قاضی کے سامنے کھڑے ہوئے۔ حضرت علیؓ نے جب وہ خلیفہ تھے۔ اپنی زرہ حاصل کرنے کے لیے عدالت میں استغاثہ دائر کیا تو نصرانی کے ساتھ عدالت میں حاضر ہوئے اور کافی ثبوت مہیا نہ کر سکنے کی وجہ سے آپ کا استغاثہ خارج کر دیا گیا۔ آج کی مہذب و جمہوری دنیا میں بھی قانون کی حاکمیت کا تصور اس حد تک مکمل نہیں ہے کہ خود سربراہ ریاست کو بھی عدالت میں طلب کیا جا سکے۔

۱۰۔ **جمہوریت کی روح**: خلافت راشدہ میں عوام کو خلیفہ کے ہر کام پر تنقید کا حق حاصل تھا وہ اُسے مشورے دے سکتے تھے۔ اس سے سوالات پوچھ سکتے تھے۔ اُسے غلط کام سے روک سکتے تھے۔ خلیفہ عوام سے الگ تھلگ نہیں رہتا تھا بلکہ پانچوں وقت مسجد میں اُن کے ساتھ نماز پڑھتا تھا اس کے مکان پر کوئی دربان نہیں ہوتا تھا۔ وہ عام لوگوں کے اندر گھومتا پھرتا تھا اس لیے ہر شخص کسی وقت بھی اس سے اپنی بات کہنے کا مجاز تھا۔ خلفا خود اپیل کرتے تھے کہ انھیں غلطی سے روکا جائے حضرت ابو بکرؓ نے پہلی تقریر میں فرمایا تھا کہ اگر میں ٹھیک کام کروں تو میرا ساتھ دو اگر غلط کام کروں تو مجھے سیدھا کر دو۔ حضرت عمرؓ کو کئی مرتبہ تنقید کے نتیجے کے طور پر اپنی رائے بدلنی پڑی۔ حضرت عثمانؓ نے عمر بھر لوگوں کی تنقیدیں سنیں اور جان دے دی لیکن لوگوں کے حقوق غصب نہیں کیے حضرت علیؓ نے خوارج تک کو اظہار رائے کی آزادی دی۔ اس لحاظ سے خلافت راشدہ میں عوام کو اس سے زیادہ جمہوری حقوق حاصل تھے جتنے کہ موجودہ جمہوریتوں میں حاصل ہوتے ہیں۔

Marfat.com

۷۔ عصبیتوں سے پاک حکومت: خلافتِ راشدہ کی ایک اور خصوصیت یہ ہے کہ اس دور میں فیصلے قبائلی عصبیتوں کی بنیاد پر نہیں کیے گئے۔ بلکہ جن لوگوں نے اس عصبیت کو بڑھکانے کی کوشش کی انہیں ناکامی ہوئی مثلاً بعض انصاری صحابہ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد خلافت کا فیصلہ قبائلی بنیاد پر طے کرنے کی کوشش کی تو عامۃ المسلمین حضرت ابوبکرؓ کو خدمات اسلام اور ذاتی بلندی کی بنا پر منتخب کر لیا۔ مسیلمہ کذاب نے اپنی نبوت کو منوانے کے لیے قحطانی قبائل کے تعصب کو بڑھکا دیا لیکن اُسے شکست ہوئی اور وہی قحطانی قبائل اسلامی جنگوں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے رہے۔ ابوسفیان نے قبائلی بنیادوں پر حضرت علیؓ کو حضرت ابوبکر کے خلاف بڑھکانا چاہا۔ تو حضرت علیؓ نے سخت جواب دیا۔ حضرت عثمانؓ کے خلاف فتنہ انگیزی میں بنوہاشم کے اکابرین نے حضرت عثمانؓ کے دفاع کی بھرپور کوشش کی حضرت علیؓ کے دورِ حکومت کو بھی "ہاشمی" دور قرار نہیں دیا جا سکتا۔ کیونکہ آپ نے اپنے اعزا و اقارب کو کبھی ناجائز فائدے نہیں پہنچائے۔ الغرض امیر معاویہؓ پہلے حکمران ہیں جنہوں نے امویوں کو "شاہی خاندان" قرار دیا۔ اسی وجہ سے ان کا دور خلافت راشدہ میں شامل نہیں کیا جا سکتا۔

خلافت راشدہ کا سیاسی و معاشی نظام

دور خلافت میں خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیقؓ کوئی باقاعدہ نظم حکومت قائم نہ کر پائے کیونکہ ان کے عہد میں سلطنت محدود تھی ان کا عہد حکومت مختصر تھا اور ارتداد کی جنگوں کی وجہ سے تعمیری پروگراموں کی طرف توجہ نہیں دی جا سکتی تھی۔ حضرت عمرؓ نے ایک تفصیلی ڈھانچہ تیار کیا، اور آپ کے بعد یہی نظام خلافت راشدہ میں نافذ رہا۔ یہ نظام تفصیل کے ساتھ عہد فاروق اعظم میں لکھا جا چکا ہے اس کا ایک نہایت مختصر خاکہ یہاں دیا جا رہا ہے تاکہ تیسرے اور چوتھے خلیفہ راشد کے زمانے میں جو تھوڑی بہت تبدیلیاں ہوئیں ان کا اظہار کیا جا سکے۔

۱۔ مرکزی حکومت: مرکزی حکومت میں خلیفہ کی حیثیت مرکزی تھی۔ لیکن وہ شوریٰ کے مشورے کے بغیر قدم نہیں اٹھا سکتا تھا۔ ایسے اہم ترین مسائل پر عوامی مشاورت بھی منعقد کرنی پڑتی تھی اور عوام کی تنقید کا جواب بھی دینا پڑتا تھا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں امور حکومت کے سلسلے میں شوریٰ کے علاوہ صوبائی عمال

Marfat.com

یعنی گورنروں سے بھی مشورے لیے گئے شاید اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ معاملات ان سے متعلق تھے یا حضرت عثمانؓ کو ان پر زیادہ اعتماد تھا حضرت علیؓ کے عہد حکومت میں چونکہ دارالخلافہ مدینہ سے کوفہ منتقل ہو گیا تھا اس لیے شوریٰ میں صحابہؓ سے زیادہ عراق کے سردار تھے۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اس وقت تک صحابہؓ کی کثیر تعداد فوت ہو چکی تھی۔

ب۔ صوبائی نظام: صوبائی نظام بھی حضرت عمرؓ کے دیے ہوئے خطوط پر ہی قائم رہا۔ صرف فرق یہ واقع ہوا کہ حضرت عثمانؓ نے شام کے چاروں صوبوں کو متحد کر کے ان پر امیر معاویہؓ کو عامل بنایا اور مشرقی مقبوضات پر بھی عبداللہؓ بن عامر کو کئی صوبوں کا امیر مقرر کیا گیا۔ نیز صوبائی گورنروں کو تقریباً داخلی خودمختاری مل گئی اور مرکزی حکومت کی طرف سے ان کا احتساب بہت کم ہوا۔ ہاں اگر عوام نے شکایت کی تو ان کے خلاف کارروائی کی گئی۔ حضرت علیؓ کے عہد میں مصر شام اور مغرب میں امیر معاویہؓ کی حکومت قائم ہو گئی تھی اس لیے ان علاقوں کو صوبوں کی فہرست سے خارج سمجھنا چاہیے حضرت علیؓ نے وہ پورا نظام احتساب دوبارہ قائم کر دیا جو حضرت عمرؓ کے عہد میں رائج تھا۔ صوبوں کے عہدیدار حسب سابق ہی رہے۔

ج۔ معاشی نظام: حضرت عمرؓ نے بیت المال کو جن خطوط پر قائم کیا تھا وہ ویسے ہی برقرار رہا۔ لیکن بیت المال کے سلسلے میں حضرت عثمانؓ اتنے سخت نہ تھے جتنے حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ سخت تھے۔ تاہم شوریٰ کی طرف سے مخالفت کی صورت میں وہ شوریٰ کے فیصلوں پر عمل کرتے تھے۔ ذرائع آمدن وہی برقرار رکھے گئے جو عہد فاروقی میں تھے البتہ حضرت علیؓ نے گھوڑوں پر زکوٰۃ لگانے کے فاروقی فیصلے کو منسوخ کر دیا کیونکہ ان کے نزدیک سنت سے زیادہ قریب رہنا ہی بہتر تھا۔
حضرت عثمانؓ کے عہد میں وہ پابندیاں بھی اٹھالی گئیں جو مفتوحہ علاقوں میں زمین خریدنے کے سلسلے میں قریش پر لگائی گئی تھیں اور اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ قریشی سرداروں کو عجمیوں نے شہزادے بنا ڈالا۔ حضرت علیؓ کے لیے پھر سے پابندیاں لگانا ممکن نہیں رہا تھا۔ نیز شام و مصر کے ہاتھ سے نکل جانے کے بعد ایسی کسی پابندی کا کوئی خاص فائدہ بھی نہیں رہ جاتا تھا۔

د۔ عدلیہ: آزاد اور بااختیار عدلیہ پورے دورِ خلافتِ راشدہ میں موجود رہی اور اس کے نظام میں کوئی تبدیلی نہیں ہوئی۔

Marfat.com

۵۔ فوجی نظام: حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں فوج کا نظام صوبائی گورنروں کے کنٹرول میں چلا گیا۔ نیز بری فوج کے ساتھ بحری فوج کی ترقی کی طرف بھی توجہ دی گئی۔ حضرت علیؓ نے فوج کو مرکز ہی کے کنٹرول میں رکھا۔ لیکن اُن کا دور اس حد تک ہنگامی دور تھا کہ فوج کی تنظیم کو بہتر نہ بنایا جا سکا۔ قیس بن سعد کی زیر کمان فوج حضرت حسنؓ کے زمانے میں بھی بہت مستعد تھی لیکن اُس کی وجہ فوجی نظم کم اور جذباتی ہمدردی زیادہ تھی۔

مسلمانوں کی فتوحات کی وجوہات

خلافت راشدہ میں اسلامی حکومت یہی نہیں کہ جزیرہ نماعرب میں بہت مستحکم ہوگئی بلکہ مصر، شام، شمالی افریقہ، عراق اور ایران بھی اس میں شامل ہوگئے اور اس کی سرحدات ایک طرف چین تک اور دوسری طرف ہندوستان تک جا پہنچیں۔ نیز رومی حکومت کو اپنے تمام جنوبی صوبوں سے ہاتھ دھونا پڑا، ایشیائے کوچک کے علاوہ کوئی ایشیائی یا افریقی علاقہ ان کے قبضے میں نہ رہا۔ مسلمانوں نے سپین و اٹلی کے ساحلی علاقوں پر بھی حملے کرنے شروع کر دیئے۔ یہ بات بہت حیران کن ہے کہ صحرائے عرب کے وہ غیر ترقی یافتہ لوگ جن کو ایران و روم والے اپنا غلام سمجھتے تھے کس طرح دیکھتے ہی دیکھتے دنیا کی سب سے بڑی قوت بن گئے اور دو متمدن ترین حکومتوں میں سے ایک تو ان کے ساتھ ٹکرا کر بالکل پاش پاش ہوگئی اور دوسری بھی ادھ موئی ہو کر رہ گئی۔ اس عظیم تاریخی انقلاب کے اسباب حسب ذیل ہیں:۔

۱۔ مسلمانوں کا جذبۂ جہاد:۔ مسلمانوں کی کامیابی کا سب سے بڑا سبب ان کے نظریات رہے ہیں۔ مسلمانوں کا نظریہ زندگی اس حد تک جاندار ہے کہ اس قوم کا مغلوب ہونا بہت ہی مشکل ہے۔ اسلام نے انھیں جو تعلیم دی ہے وہ یہ ہے کہ خدا کی زمین پر خدا ہی کی حکومت ہونی چاہیے اور خدا کے اس پیغام کو خدا کے تمام بندوں تک خواہ وہ باغی ہی کیوں نہ ہوں پہنچا دینا اُن کا فرض ہے اور اگر کوئی قوت اسلام کا راستہ روکنے کی کوشش کرے تو اس کے خلاف جہاد فرض ہے اس 'جہاد' میں اگر کوئی مسلمان جان دے دے تو وہ "شہید" ہے اور وہ زندہ جاوید بھی ہے اور جنت الفردوس کا مستحق بھی، اور اگر وہ بچ جائے تو وہ غازی ہے اور اس کے تمام گناہ معاف ہوگئے یہی وہ بات ہے جو اسلامی سیفر

نے ایرانی جرنیل سے کہی تھی کہ "اسلام قبول کرلو یا جزیہ دینا قبول کرو ورنہ تمھیں ایک ایسی قوم سے جنگ کرنی پڑے گی جو موت سے اتنی ہی محبت کرتی ہے جتنی تم زندگی سے کرتے ہو" ایسی قوم کے خلاف لڑکر فتح حاصل کرنا قریب قریب ناممکن تھا۔*

۲۔ **عربوں کی بہادری:۔** دورِ جاہلیت کے عرب میں بے شمار برائیاں تھیں لیکن کچھ اچھائیاں بھی تھیں۔ اُن میں سے ایک شجاعت و بہادری بھی تھی۔ یہ قوم سخت کوش تھی جنگ وجدل کی عادی تھی۔ تہذیب کی برائیوں نے ابھی تک ان کی صلاحیتوں کو گھن نہیں لگایا تھا۔ اس لیے جب یہ میدان میں آئے تو دوسری قوموں سے برتر ثابت ہوئے۔

۳۔ **مسلمان سپہ سالار:** فوج کی فتح کا بہت زیادہ انحصار سالار کی قابلیت پر بھی ہوتا ہے۔ اس زمانے میں مسلمانوں کو جو سالار میسّر آئے تھے وہ صلاحیتوں اور جذبہ جہاد کے اعتبار سے بہت ممتاز تھے۔ خالدؓ بن ولید۔ ابو عبیدہؓ بن الجراح۔ اسامہؓ بن زید۔ سعدؓ بن ابی وقاص، عکرمہؓ بن ابوجہل اور عمروؓ بن العاص میں سے ہر کوئی ایرانی و رومی سالاروں سے بہت اونچا تھا۔ تھوڑی تعداد کے ساتھ کثیر فوج کا حوصلے اور عقل سے مقابلہ کرنا انھیں آتا تھا اور اسی وجہ سے ہر جگہ فتح نے مسلمانوں کے قدم چومے۔

۴۔ **ایران و روم کی جاگیردارانہ فوج:۔** ایران و روم میں مستقل فوج (STANDING ARMY) کا رواج کم تھا۔ زیادہ تر جاگیردار ہی فوج قائم رکھتے تھے اور بوقت ضرورت وہی ان کی قیادت کرتے ہوئے انھیں میدان میں لاتے تھے۔ ایسی فوج کمانڈر انچیف کے نہیں بلکہ انہی جاگیرداروں کے ماتحت ہوتی تھی اگر جاگیردار مارا گیا یا بھاگ گیا تو اس کے فوجی دستے بھی ساتھ ہی بھاگ کھڑے ہوتے۔ نظم وضبط پیدا کرنا اس فوج میں یوں ہی ناممکن تھا۔ اس کے برعکس مسلمانوں کی فوج زیادہ منظم ہوتی تھی۔ پوری فوج کمانڈر انچیف کے کنٹرول میں ہوتی تھی اور اپنے سپہ سالار کے حکم پر فوراً حرکت میں آجاتی تھی۔ پیچھے ہٹنا اس کے مذہب ہی میں حرام تھا اس لیے اس کا میدان چھوڑنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

۵۔ **ایران کی سیاسی صورتِ حال:۔** سلطنت ایران جو عرب کی اسلامی ریاست سے ٹکرا کر پاش پاش ہوگئی کچھ دیر سے اندرونی انتشار کا شکار تھی۔ نوشیروان کی

Marfat.com

اولاد نے ایک دوسرے کے خلاف لڑنا شروع کر رکھا تھا۔ شیرویہ نے اپنے باپ کو قتل کر کے حکومت پر قبضہ کیا اور باقی تمام شہزادوں کو قتل کر ڈالا۔ لیکن اس کی عمر نے بھی وفا نہ کی اور ملکہ بوران دخت کو امور سلطنت کا نگران بنایا گیا۔ بوران دخت سلطنت کے امرا کو کنٹرول کرنے میں ناکام رہی۔ سازشی ماحول بدستور قائم رہا اور اسلامی فوجیں اس گھن لگی ہوئی سلطنت کو ڈھا کر نئی عمارت بنانے میں مصروف ہو گئیں۔ یزدگرد نے صورت حال کو سنبھالنے کی کوشش کی لیکن اُس وقت تک ایرانی مسلمانوں سے بُری طرح مرعوب ہو چکے تھے۔

۶۔ **بازنطینی حکومت کا داخلی انتشار :**۔ قیصر کی حکومت بظاہر بہت مضبوط نظر آتی تھی لیکن سازشیں بازنطینی سلطنت کی گھٹی میں پڑی ہوئی تھیں ۵۶۵ء تک بازنطینی حکومت کے کل باسٹھ فرمانروا تخت نشین ہوتے جن میں ۲۴ کو قتل کیا گیا۔ ۳ نے خودکشی کر لی اور دو کو تخت سے دستبردار ہونا پڑا[1]۔ حکمران طبقے کی سازشوں کا اثر صرف بادشاہ پر ہی نہیں پڑتا تھا بلکہ عوام بھی اس کا شکار ہوتے تھے۔ شروع میں یہ حکومت عیسائیت کی مخالف تھی اس لیے اس نے عیسائیوں پر بہت شدید ظلم ڈھائے جب قیصر خود عیسائی ہوا تو عیسائی مذہب میں فرقے پیدا ہونے لگے۔ سرکاری فرقے کو چھوڑ کر باقی تمام فرقے ہمیشہ مظلوم ہوتے تھے۔ مذہبی اختلاف کی بنا پر پھانسی کا رواج غالباً بازنطینی حکومت نے ہی سب سے پہلے شروع کیا تھا۔ طبقہ اُمرا خاص دنوں میں مشغلہ کے طور پر قیدیوں کو درندوں سے پھڑوا کر تماشا دیکھنے کا عادی تھا۔ عوام اس قسم کی حکومت کو ختم کرنے کا کوئی موقعہ کیسے ہاتھ سے کھو سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ شام و مصر کے عوام نے اپنے آقاؤں کے خلاف مسلمانوں کی مدد کی۔

۷۔ **مسلمانوں کا حسنِ سلوک :** بازنطینیوں نے جن قوموں کو فتح کیا تھا ان کے ساتھ ان کا سلوک اتنا اچھا نہ تھا۔ ایرانی فوج بھی فتح حاصل کرنے کے بعد بے پناہ مظالم ڈھایا کرتی تھی لیکن اسلامی نظام حیات میں جنگ کا باقاعدہ ضابطہ اخلاق موجود تھا جس کی سختی کے ساتھ پابندی کرائی جاتی تھی۔ مسلمان مجاہدین خود بھی چونکہ مذہبی جذبات سے سرشار تھے اس لیے وہ اپنے مذہب کی مقرر کی ہوئی

---

[1] انسائیکلوپیڈیا تاریخ عالم۔

Marfat.com

حدود سے قطعاً تجاوز نہیں کرتے تھے اس کا مفتوحین پر اچھا اثر پڑتا اور وہ یا تو اسلام قبول کر لیتے یا کم از کم مسلمانوں کے ساتھ تعاون کی راہ اختیار کرتے۔

جزیہ کا ایک معمولی سا ٹیکس دینے کے بعد مفتوحہ قوموں کو ہر طرح کی حفاظت حاصل ہوتی، بلکہ اوروں سے ان کی حفاظت کی ذمہ داری مسلمانوں پر عائد ہو جاتی اور اگر مسلمان اس ذمہ داری کو نباہ نہ سکتے تو جزیہ واپس کر دیتے اس سے مفتوحین پر بہت اچھا اثر پڑتا۔

شکست خوردہ قوموں کے ساتھ جتنا حسنِ سلوک اسلامی لشکر نے کیا اس کا اس وقت تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا، حضرت عمرؓ نے اُن جنگی قیدیوں کو بھی غلام بنانے کی اجازت نہ دی جو مصر سے حاصل ہوتے تھے۔ وجہ اس کی یہ تھی کہ جو قوم بحیثیت مجموعی اطاعت قبول کرے اُس کا شیرازہ بکھرنا ضروری نہیں رہتا۔ مصر پر اس کا بہت ہی خوشگوار اثر ہوا۔ اسی طرح اہل فارس میں سے بھی کافی لوگ مسلمانوں کی طرف سے جنگوں میں شریک ہوتے رہتے۔

۸۔ **مخالفین اسلام کے اخلاقی مفاسد**: اسلامی لشکر کی اخلاقی برتری کو اس کے مخالفین بھی تسلیم کرتے تھے۔ برعکس اس کے مخالفین اسلام کے فوجی شراب کے رسیا تھے اور رعایا کی عزت و آبرو کا خیال نہیں رکھتے تھے۔ اس لیے عوام کے اندر ان کے خلاف ردِّ عمل پایا جاتا تھا۔ اس سے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچا۔

۹۔ **مسلمانوں کا رعب**: مسلمانوں نے جب ابتدائی معرکوں میں مخالفین کے دانت کھٹے کیے تو اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کے دل میں اُن کا رُعب بٹھا دیا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر کے ساتھ ہی مخالفین کے دل بیٹھنے لگتے اور تعداد میں قلت کے باوجود فتح مسلمانوں ہی کو حاصل ہوتی۔ مسلمانوں کے رُعب کا اندازہ اس سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب اسلامی لشکر مدائن پر حملہ آور ہوا تو وہاں کے لوگ "دیوان آمدند دیوان آمدند" کہتے ہوئے بھاگ گئے۔

۱۰۔ **نصرت الٰہی**: فتح کا فیصلہ اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہوتا ہے۔ اس لیے ہمیں یہ ماننا پڑے گا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت مسلمانوں کے شامل حال تھی اس لیے وہ جہاں گئے فتح اُن کے قدم چومتی رہی۔

Marfat.com

دورِ خلافتِ راشدہ کے معاشرتی و ثقافتی حالات

خلافت راشدہ کے دور کے معاشرتی و ثقافتی پہلو پر اگر غور کیا جائے تو ہمیں مندرجہ ذیل امور بہت نمایاں نظر آتے ہیں:۔

تقویٰ کا ماحول خلافتِ راشدہ کا ماحول مجموعی طور پر تقویٰ اور خشیتِ الٰہی کا ماحول ہے۔ چونکہ صحابہ کرام کی ایک کثیر تعداد موجود تھی اس لیے ایک دوسرے کو اکثر نصیحت کی جاتی تھی۔ کسی بھائی سے اگر کوئی غلطی ہو جائے تو اس کی نشاندہی اس طرح کرائی جاتی تھی کہ "اللہ تعالیٰ سے ڈر اور اپنی اصلاح کر۔" صحابہؓ کرام کے درمیان غلط فہمیاں بھی پیدا ہوئیں اور لڑائیاں بھی ہوئیں لیکن تقویٰ اس حد تک غالب تھا کہ غلطی واضح ہو جانے کے بعد فوراً رجوع کیا جاتا۔ جب یہ صورتِ حال ختم ہوئی خلافتِ راشدہ کا دور بھی ختم ہو گیا اور جن لوگوں نے فکرِ آخرت پر فکرِ دنیا کو ترجیح دی انہی کے ہاتھوں خلافت راشدہ کا خاتمہ ہوا۔

قبائلی نظام عرب کا قدیم قبائلی نظام خلافتِ راشدہ میں بھی موجود تھا۔ حضرت ابوبکرؓ نے اس کی بگڑی ہوئی شکل (فتنہ ارتداد) کی اصلاح کی۔ حضرت عمر فاروق اعظمؓ نے پوری کوشش کی قبائلی تعصبات مٹ جائیں۔ انھوں نے اسی وجہ سے اپنے خاندان کے لوگوں کو عہدے و منصب دینے سے پرہیز کیا۔ اور اس طرح کے جراثیم جہاں کہیں بھی انہیں نظر آئے انھوں نے انھیں ختم کرنے کی کوشش کی، لیکن اس کے باوجود اس کا مکمل خاتمہ نہ ہو سکا۔ حضرت عثمانؓ کے عہد میں آپ کے اموی عمال کے خلاف ردِ عمل ہوا، بنو ہاشم اور بنو اُمیہ کے درمیان ذہنی تصادم اس وقت اور بھی بڑھ گیا۔ جب امیر معاویہؓ نے قصاص عثمانؓ کے نعرے پر حضرت علیؓ کے خلاف تلوار اُٹھائی۔ چنانچہ خلافت راشدہ میں قبائلی تعصب میں جس حد تک کمی آئی تھی وہ بے کار ہو گئی اور امویوں کے عہد حکومت میں شمالی و جنوبی قبائل کے درمیان جنگ ایک مستقل سر درد ثابت ہوئی۔

خلافت راشدہ میں قبائلی نظام میں ایک اضافہ یہ بھی ہوا کہ مفتوحہ قوموں نے بھی قبائل کے ساتھ تعلقات جوڑ لیے اور وہ ان کے موالی بن گئے۔ اس طرح عرب کا قبائلی تصادم اب عجم کو بھی لپیٹ میں لے سکتا تھا۔

غلامی کا خاتمہ اسلام کا رجحان شروع ہی سے غلامی کے خلاف تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی جو ہدایات دی تھیں اُن میں غلامی کے خاتمے کا رجحا

Marfat.com

الب تھا چنانچہ حضرت عمرؓ نے غلامی کے خاتمے کے لیے کئی ایک اور تدابیر اختیار فرمائیں آپ نے کسی عرب کو غلام بنانے کی اجازت نہیں دی، عجم کی جنگوں میں بھی ماسوائے چند مقامات کے اور کسی جگہ غلام بنانے کی اجازت نہیں دی، آپ نے قاعدہ بنا ڈالا کہ جس لونڈی کے اولاد ہو جائے اس کو خریدا بیچا نہیں جا سکتا۔ غلاموں کو یہ بھی اختیار دیا گیا کہ وہ اپنے مالک سے معاہدہ کر لیں اور مزدوری کر کے اپنی قیمت قسط وار ادا کر کے آزاد ہو جائیں، کفارہ اور فدیہ کے ذریعے رہائی کے طریقے اس کے علاوہ تھے۔ لونڈی غلام کو گھر میں جو حقوق دیئے گئے تھے ان کی وجہ سے غلام کا معاشرے میں مقام بھی خاصہ بلند ہو گیا تھا۔

عورت کا مقام

خلافتِ راشدہ میں عورت کو وہی مقام حاصل تھا جو آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے دیا تھا۔ عورت کو قابلِ احترام سمجھا جاتا تھا۔ وہ گھر کی ملکہ تھی اور اسے اگلی نسل کی تربیت کی ذمہ داری سونپی گئی تھی عورتوں کو زندہ دفن کرنے کی رسم بد ختم ہو چکی تھی، کثرت ازدواج پر بھی پابندی لگائی جا چکی تھی۔ زنا پر قدغنیں لگا کر عورت کی آبرو کی حفاظت کا بھی اہتمام کیا گیا تھا۔ عورت کو مسجد میں جانے کی اجازت تھی۔ عام طور پر خواتین ملکی معاملات میں دلچسپی بھی لیتی تھیں۔ وہ بعض جنگوں میں بھی شریک ہوتی تھیں۔ جہاں مرہم پٹی یا اس طرح کے دوسرے فرائض ان کو سونپے گئے جا سکتے تھے۔ تاہم عورت پر وہ تمام ذمہ داریاں نہیں ڈالی جاتی تھیں جو مرد اٹھاتا ہے۔

طرز بود و باش

طرز بود و باش میں خلافت راشدہ کی شانِ امتیاز سادگی ہے۔ آسودہ حال گھروں میں بھی پر تکلف نشست اس طرح لگتی کہ کمرے کے فرش پر کھال ڈال لی جاتی اور میزبان اپنے مہمانوں کے ساتھ یہیں بیٹھتا یہیں پر کھانا کھایا جاتا۔ عورتیں الگ کھانا کھاتی تھیں۔ چھری کانٹے کا رواج نہ تھا۔ ہاتھ سے کھانا کھایا جاتا اور تین انگلیوں سے زیادہ پلیٹ میں ڈالنا بدتمیزی خیال کیا جاتا تھا۔

بدوؤں کا لباس اُس وقت بھی ایسا ہی تھا جیسا کہ اب ہے۔ ایک لمبا سا کرتا جس کی آستین کلائیوں تک پڑتی تھی اور جسے کمر پر ایک پیٹی سے کسا ہوتا تھا۔ اب تک مردوں اور عورتوں کا یہی لباس چلا آتا ہے۔ کرتے کے اوپر ایک ڈھیلی ڈھالی عبا ہوتی تھی جو عام طور پر اونٹ کے بالوں سے بنی ہوتی تھی۔ شہری عرب قبائلی شیوخ اور اعلیٰ طبقہ کے لوگ شلوار یا پاجامہ جس کے اوپر ایک کرتا ہوتا تھا پہنتے تھے۔ اس کے اوپر ایک کسا ہوا چغہ اور کمر کے ارد گرد ریشم یا شال کا ایک پٹکا ہوتا تھا۔ ان سب کے اوپر جبّہ یا عبا ہوتی تھی۔ پاؤں میں سینڈل استعمال ہوتے تھے یا بوٹ۔ عورتوں کا لباس ایک ڈھیلی شلوار اور ایک ایسے

Marfat.com

کرُتے پر مشتمل ہوتا تھا جو گردن پر کھلا رہتا تھا۔ اس کرُتے کے اُوپر خاص کر سردیوں میں کسی ہوئی جیکٹ پہنی جاتی تھی۔ گھر سے باہر نکلتے وقت سب سے اُوپر ایک ڈھیلا پہنا جاتا تھا جس سے چہرہ چھپانا اور کپڑوں کو گرد و غبار اور کیچڑ سے بچانا مقصود ہوتا تھا[1]۔

فنِ تعمیر خلافت راشدہ کے نصف اوّل میں فنِ تعمیر میں سادگی برقرار رہی۔ مکانات پتھر یا اینٹوں کو گارے سے لگا کر بنائے جاتے تھے۔ مسجد نبوی بھی بہت سادہ بنی ہوئی تھی۔ حضرت عمر فاروقؓ ویسے ہی اس معاملے میں اسراف کے قائل نہ تھے۔ اُنھوں نے مسجد نبوی کی توسیع کروائی تو بھی سادگی کو برقرار رکھا۔ تاہم ضرورت پیش آنے پر حضرت عمرؓ بھی عمدہ اور مضبوط عمارت کا اہتمام فرماتے۔ عہد فاروقی میں کوفہ بصرہ اور فسطاط وغیرہ شہر بسائے گئے تو حضرت عمرؓ نے بانسوں کے ستون اور گھاس پھوس کی چھت کا حکم دیا۔ لیکن جب کوفہ بصرہ میں ان مکانات کو آگ لگی تو آپ نے سب مکانات کو پکا بنانے کا حکم دیا، آپ نے جو مکانات بنوائے تھے ان میں صرف تین کمرے بنانے کی اجازت تھی۔ بعض عمّال نے اپنے لیے ڈیوڑھی یا بالاخانہ تعمیر کروایا تو آپ نے اس امتیاز کو ناپسند فرمایا اور اسے گروا دیا۔ عہد فاروقی میں مصر میں ایک قلعہ بنایا گیا تھا جو بہت مضبوط تھا اس کی تعمیر میں پورا ایک سال صرف ہوا کوفہ میں جو مسجد بنائی گئی وہ بلند چبوترے پر مشتمل اور وسیع تھی اور اس میں چالیس ہزار سپاہی اکٹھے آ سکتے تھے۔ حضرت عثمانؓ کے زمانے میں بہت سے غیر ملکی معمار یہاں پہنچ گئے تھے۔ جنھوں نے غیر ملکی فنِ تعمیر کا رواج شروع کیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنے لیے جو مکان تعمیر کروایا تھا وہ بھی خاصہ عظیم الشان تھا۔ حضرت زبیر بن عوام نے کوفہ و بصرہ میں عظیم مکانات بنوائے تھے۔ دوسرے صحابہؓ کرام نے بھی اپنے لیے شاندار عمارات تعمیر کروائیں مکہ والے تو تھے ہی تاجر پیشہ انھوں نے بے شمار عمدہ عمارات تعمیر کروائیں۔ حضرت علیؓ نے بھی مساجد اور بیت المال تعمیر کروائے لیکن اپنے لیے کوئی گھر کہیں بھی تعمیر نہ کروایا۔ خلافت راشدہ کے بعد کے عہد میں فنِ تعمیر نے خوب ترقی کی۔ لیکن وہ عظیم الشان سادگی ختم ہوتی چلی گئی جو حضرت عمرؓ نے قائم رکھی تھی۔

مسجد کا مقام خلافت راشدہ تک مسجد اسلامی معاشرے کا ثقافتی و علمی مرکز تھی۔ اس کی حیثیت قومی اجتماع گاہ کی تھی۔ یہاں پر مذہبی۔ علمی۔ سیاسی۔ اور ثقافتی سرگرمیاں فروغ پاتی تھیں۔ خلافت راشدہ کے بعد شاہی دربار اور مدارس الگ ہوتے چلے گئے اور مسجد صرف نماز پڑھنے کی جگہ رہ گئی۔

---

[1] تاریخ اسلام از سید امیر علی۔

Marfat.com

...کی اشاعت تعلیم کی اشاعت کا اہتمام بھی خلافت راشدہ میں کیا گیا۔ حضرت فاروق اعظمؓ نے ابتدائی مدارس قائم کیے جن میں قرآن مجید، اخلاقی ...مثال عرب کی تعلیم دی جاتی تھی۔ قرآن پاک جمع کر لیا گیا تھا اس لیے اب حدیث کی ...ت کی طرف توجہ دی جا رہی تھی۔ بڑے بڑے علماء حفاظ جن میں اکثر و بیشتر صحابہؓ تھے ...علم میں محو رہنے تھے۔ تفصیل سے فاروقؓ اعظم کے کارناموں میں اس کا ذکر ہو چکا ...مدرسین و معلّمین باقاعدہ تنخواہیں لیتے تھے حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس نظام ...ر رکھا بلکہ اس میں ترقی کی کوشش کی۔ حضرت علیؓ بھی علم کے قدر دان تھے اُنھوں نے ...ی سلسلے میں بھی خصوصی توجّہ دی۔

...آزادی خلافت راشدہ میں تمام مذہب کو آزادی حاصل تھی۔ ذمی حسبِ منشاء پوری آزادی کے ساتھ اپنی عبادت گاہوں میں عبادت کرتے۔ بہت سے شہر فتح ہوئے اسلامی فوج کے جرنیلوں نے جو مذہبی حقوق ذمیوں کو دیئے اس کی مثال ...لم ہی ملتی ہے اس کی تفصیل عہد فاروقی میں گزر چکی ہے۔

خلافتِ راشدہ میں اشاعتِ اسلام

...فاروقؓ اعظم کی خلافت میں نہ صرف یہ کہ اسلامی سلطنت وسیع ہوئی بلکہ اسلام کی بھی وسیع پر اشاعت ہوئی اس مقصد کے لیے آپ نے بہت سی تدابیر اختیار کیں۔ حضرت ...اور حضرت علیؓ کے عہد میں ان پر بدستور عمل ہوتا رہا۔ جن میں سے چند ایک اقدامات درج ...

جنگ سے پہلے اسلام کی دعوت کا حکم: ایران و شام کی جنگوں میں عمر فاروقؓ ...نے ہدایت فرمائی تھی کہ جنگ شروع کرنے سے پہلے اسلام کی دعوت پہنچائی جائے ...دیگر فتوحات میں بھی اس روایت پر عمل ہوتا رہا۔

اسلامی لشکر کی تربیت: اسلامی لشکر کے سپاہی پوری طرح اسلامؐ کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے لہٰذا ہر شخص جو اس سے ملتا تھا اسلام سے متاثر ہوتا تھا۔

مساجد کی تعمیر اور موذنوں اور اماموں کا تقرر: حضرت عمرؓ نے اشاعتِ اسلام کے لیے تمام مفتوحہ ممالک میں مساجد تعمیر کروائیں اور ان میں امام اور موذن مقرر کیے ...جامع مساجد میں خطیبوں کا تقرر کیا گیا۔ ان لوگوں کی کوششوں سے مفتوحہ علاقوں میں

Marfat.com

اسلام کی کافی اشاعت ہوئی۔ حضرت عثمانؓ نے موذنوں کی بھی تنخواہیں مقرر فرمائیں اور مساجد کے اس نظام کو مزید ترقی دی۔

۴۔ **قرآن پاک کے درس کا انتظام:** حضرت عمرؓ نے تمام مفتوحہ علاقوں میں جو مساجد تعمیر کروائیں اُن میں درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا گیا۔ اس مقصد کے لیے دارالخلافہ سے معلّم و قاری مقرر کر کے بھیجے گئے جن کو معقول تنخواہیں ملتی تھیں خانہ بدوشوں کو بھی جبری طور پر قرآن کی تعلیم دی جاتی تھی۔ مدینہ میں پانچ حفاظِ قرآن موجود تھے جنھوں نے خود نبی اکرم سے قرآن حفظ کیا تھا۔ ان میں سے دو (ابوایوبؓ اور اُبی بن کعبؓ) بہت کمزور ہو گئے ہوئے تھے۔ باقی تین حفاظ (حضرت ابوالدرداؓ عبادہ صامت اور معاذ بن جبلؓ) کو بلاد شام میں قرآن کی تعلیم کے لیے بھیجا گیا اکیلے ابودرداؓ کے شاگردوں کی تعداد سولہ سو تھی۔ اس طرح مفتوحہ قوموں میں اسلام کی تعلیمات پھیلتی چلی گئیں۔ حضرت عمرؓ نے حدیث و فقہ کی تعلیم کا اہتمام کیا یہ نظام دورِ خلافت راشدہ میں قائم رہا۔

۵۔ **مسلمانوں میں ذوقِ اشاعتِ اسلام پیدا کرنا:** حضرت عمرؓ نے اپنے گورنروں اور دیگر افسروں میں یہ احساس پیدا کیا کہ آپ کی حیثیت عوام کے قائد کی سی ہے اس لیے اگر آپ لوگوں کے سامنے اچھا نمونہ پیش کریں گے تو لوگ اسلام کی طرف کشش محسوس کریں گے۔ آپ نے ان کے اندر مشنری جذبات کو اُبھارا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وسیع پیمانے پر لوگوں نے اسلام قبول کر لیا۔ افسوس کہ حضرت عمرؓ کے بعد یہ صورتِ حال پوری طرح برقرار نہ رہی۔

اشاعت اسلام کے اسباب

حضرت عمرؓ کے عہد میں اسلام کی جو وسیع اشاعت ہوئی اس کے اسباب حسب ذیل تھے:

۱۔ **مسلمان حکام کی کوششیں:** مجاہدین اسلام جہاں کہیں گئے ان کے دل میں یہ عزم موجزن تھا کہ انھیں تمام دنیا کے سامنے اسلام کو پیش کرنا ہے۔ چنانچہ ہر جنگ سے پہلے مسلمانوں کے سفیر دشمن کے سرداروں کے پاس جاتے اور انہیں اسلام کی دعوت دیتے تھے۔ یہ دعوت اتنے اچھوتے انداز میں ہوتی تھی کہ مخالفین اسلام کو اخلاقی شکست تسلیم کرنی پڑتی تھی۔ مثلاً ایران میں انسان اور انسان میں جو فرق روا رکھا جاتا تھا اس پر بر سر دربار یہ کہہ کر بھرپور ضرب لگاتا کہ ہمارے ہاں یہ طریقہ نہیں کہ ایک شخص خدا بن کر بیٹھے اور باقی اس کے بندے بن کر بیٹھیں اور جب قیصر

روم کے سپہ سالار اور اس کی شان میں زمین و آسمان کے قلابے ملا کر یہ ثابت کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ ہمارا شہنشاہ بہت ہی اونچا بادشاہ ہے۔ مومنین کے سالار نے جواب دیا کہ "جو ہمارا سردار ہے اگر وہ چند لمحوں کے لیے بھی بادشاہ بننے کے خواب دیکھنے لگے تو ہم اسے فوراً معزول کر دیں" اس طرح سے ان مردانِ حُر نے اپنے مخالفین کے اندر سوئے ہوئے انسان کو بیدار کرنے کی کامیاب کوشش کی اور بہت سے سفیر پیغام پہنچانے آئے اور اسلام قبول کر کے واپس لوٹے۔

۲۔ **مسلمانوں کی شجاعت اور رعب:** اسلام کے علمبرداروں نے اس وقت دو عظیم ترین سلطنتوں سے بیک وقت ٹکر لی تھی۔ اُن میں سے ہر ایک کا خیال تھا کہ عرب ان کا کوئی مقابلہ نہیں ہیں۔ لیکن اسلام نے عربوں کو اب تک منظم کر دیا تھا اور انہیں فکرِ آخرت کے نشے سے سرشار کر کے شجاعت و بہادری کی اعلیٰ ترین صفات سے متصف کر دیا تھا۔ اس لیے دنیا نے دیکھا کہ مسلمانوں کی کاٹ کا کوئی علاج نہیں اس لیے لوگ اسلام سے پہلے مرعوب ہو گئے۔ اسلام کی طرف مائل ہونے لگے۔ ایک پارسی جرنیل کو جو میدان سے بھاگ نکلا تھا اس کی فوج والوں نے میدان چھوڑنے کی وجہ پوچھی تو اس نے اپنے تیر سے ایک بہت بڑا پتھر توڑتے ہوئے کہا کہ یہ تیر بھی جن لوگوں پر اثر نہیں کرتے خدا اُن کے ساتھ ہے اور ان سے لڑنا بیکار ہے۔"

۳۔ **اسلام کی تعلیمات کی بلندی:** اسلام کی اشاعت کی سب سے بڑی وجہ دوسرے مذہب کے مقابل میں اسلام کی تعلیمات کی سادگی اور بلندی ہے۔ عیسائیت کی تعلیمات میں کافی الجھاؤ پیدا ہو چکا تھا۔ آرنلڈ کے الفاظ میں "یونانی فلسفہ نے حضرت عیسیٰؑ کی سادہ تعلیمات کو ناقابلِ فہم عقیدوں اور ناقابلِ یقین باتوں سے بھر دیا تھا اور نصاریٰ میں کئی فرقے پیدا ہو گئے تھے۔ ان کے نزاعات نے ان کی جڑیں کھوکھلی کر دی تھیں اس سے عوام سخت پریشان تھے۔ اسلام کو قبول کر کے انہوں نے اس پریشانی سے نجات حاصل کر لی۔"

مجوسیوں کے مذہب کی حالت بھی اس سے مختلف نہ تھی۔ مذہب توہمات سے بھرپور تھا۔ ان کے نزدیک نیکی اور بدی کے الگ الگ خدا تھے۔ اور بدی کرنے کے لیے وہ بدی کے خدا کا سہارا لے سکتے تھے۔ جب برائی کی حوصلہ افزائی کے لیے ایک خدا موجود ہو تو معاشرے سے برائیوں کو دور کرنا ناممکن ہو جاتا ہے۔ ایرانی معاشرے کے لیے بھی اسلام ایک نعمت ثابت ہوا۔

Marfat.com

۴۔ ایرانی و رومی حکمرانوں کے مظالم :۔ اسلام کی اشاعت کی تیزی کی وجہ ایرانی و رومی حکمرانوں کے مظالم تھے، بازنطینی حکومت میں پادریوں اور حکمرانوں کی ملی بھگت موجود تھی۔ اور عوام الناس پر مظالم ڈھانے میں برابر کے شریک تھے۔ زمین فوجی سرداروں کی ملکیت ہوتی تھی۔ مزارعین کی حالت غلاموں سے بھی بدتر تھی۔ وہ محنت شاقہ کے باوجود ضروریات زندگی سے محروم تھے۔ انہیں زمین چھوڑنے کی بھی اجازت نہ تھی اور ان کی اولاد بھی انہی کی طرح غلامی کی زندگی اختیار کرنے پر مجبور تھی۔ نصرانی حکمرانوں کا محبوب ترین کھیل انسانوں کو درندوں سے پھڑوانا تھا۔ شام و مصر کے عیسائی ہم مذہب بھی ان کے مظالم سے نالاں تھے۔ اسلام نے اس غیر انسانی سلوک کو ختم کرنے کی کوشش کی تو تمام سلیم الطبع لوگوں نے لبیک کہی۔

ایران میں مزدکیت کی تعلیمات کی بدولت کسی شخص کی عزت و آبرو اور جان و مال محفوظ نہ تھے۔ حکومت چند سرکاری افسروں کے ہاتھوں میں تھی جن میں اکھاڑ پچھاڑ ہوتی رہتی تھی اور عوام کی فلاح کی طرف کسی کا خیال نہ جاتا تھا۔ عوام سے بے پناہ ٹیکس وصول کیے جاتے تھے جو اونچے طبقہ کے عیش و عشرت کے کام آتے تھے۔ اخلاقی فروتری کا یہ عالم تھا کہ طبری کے بیان کے مطابق بہرام چوبین نے اپنی سگی بہن سے شادی کر لی تھی۔ پانچویں صدی میں بزدگرد ثانی نے پہلے اپنی بیٹی سے شادی کی اور پھر اسے قتل کروا ڈالا۔ جب شاہی خاندان میں بد اخلاقی کا یہ عالم ہو تو عوام کی آبرو کیسے محفوظ رہ سکتی ہے۔ اس صورتِ حال میں اسلام کی پاکیزہ تعلیمات پیش کی گئیں تو ان کی حیثیت پیاسے کے لیے پانی کی سی تھی۔

۵۔ جذبہ قومیت :۔ حدود عرب میں اشاعت اسلام کی وجہ جذبہ قومیت تھا۔ شروع شروع میں عربوں نے اسلام کی مخالفت کی تھی لیکن رفتہ رفتہ جنگوں نے عرب و عجم کے درمیان ٹکر کی صورت اختیار کر لی تو اہل عرب کو عرب مذہب کو قبول کرنے میں عار نہ رہی۔ شام کے عیسائی عرب اور عراق کے مجوسی عرب اسی جذبہ کے تحت حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

۶۔ حسنِ سلوک :۔ اسلام کی اشاعت میں سب سے اہم عامل مسلمانوں کا حسن سلوک رہا۔ مسلمانوں نے مفتوحہ قوموں کے ساتھ جتنا اچھا سلوک کیا کہ اس کا وہ لوگ تصور بھی نہیں کر سکتے تھے۔ مصر کے لوگوں کو جب بین الاقوامی قانون کے تحت غلام بنا کر فاتح فوج میں تقسیم کیا گیا تو حضرت عمرؓ نے فوراً عمرو بن العاصؓ کے اس حکم کو منسوخ کر دیا اور قیدیوں کو رہا کر کے ان کے

وطن واپس بھجوا دیا اور انہیں اختیار بھی دیا کہ وہ چاہیں تو اسلام قبول کریں اور چاہیں تو اپنے مذہب پر قائم رہیں۔ اسی حسن سلوک کی بدولت وہ اسلام کے معتقد ہو گئے۔ یونان کے اصلی باشندے بھی مسلمانوں کے قریب آئے تو حلقہ بگوش اسلام ہو گئے۔ غیر مسلمانوں کے ساتھ مسلمانوں کا طرز عمل اتنا اچھا تھا کہ خود ان کے ہم مذہبوں کا نہ تھا۔ اس سے وہ متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ جب وہ مسلمانوں کے انصاف پر سختی سے عمل کرتے ہوئے دیکھتے تھے تو اسلام کے گرویدہ بننے لگتے تھے۔

امتحانی سوالات

۱۔ خلافتِ راشدہ کی خصوصیات مختصراً بیان کیجئے۔

۲۔ ایرانی و بازنطینی شہنشاہوں کے خلاف پہلے مسلمانوں کی عظیم فتوحات کی وجوہات وضاحت سے بیان کیجئے۔

۳۔ خلافت راشدہ کا مرکزی و صوبائی نظام لکھئے۔

۴۔ خلفائے راشدین کے دور کے معاشرے کا معاشرتی و ثقافتی جائزہ پیش کیجئے۔

۵ خلافت راشدہ میں اشاعت اسلام کا حال لکھیے۔ اسلام کے سرعت سے پھیل جانے کے اسباب کا تجزیہ

Marfat.com

Marfat.com

عہدِ بنو امیّہ

Marfat.com

Marfat.com

باب

حضرت امیر معاویہؓ

ابتدائی زندگی

حضرت امیر معاویہؓ ابوسفیان بن حرب کے بیٹے تھے۔ ظہور اسلام سے قبل ابوسفیان کا شمار رؤسائے عرب میں ہوتا تھا۔ فتح مکہ کے بعد جب نبی کریمؐ نے عفو عام کا اعلان کیا تو ابوسفیان اور ان کے تمام خاندان نے اسلام قبول کر لیا۔ امیر معاویہؓ بھی ان میں شامل تھے۔ ہجرتِ مدینہ سے تقریباً پندرہ برس پیشتر مکہ میں آپ کی پیدائش ہوئی۔ اعلان نبوت کے وقت آپ کی عمر کوئی چار برس کے قریب تھی۔ جب اسلام لائے تو زندگی کے چھبیسویں برس میں تھے۔ فتح مکہ کے بعد حضور نبی کریمؐ نے ان لوگوں کی تالیفِ قلب کے لیے ابوسفیان کے گھر کو بیت الامن قرار دیا (یعنی جو شخص ان کے گھر چلا جائے وہ مامون ہے) اور ان کے بیٹے معاویہؓ کو کاتبِ وحی مقرر کیا۔ اس کے علاوہ بیرونِ ملک سے آئے ہوئے لوگوں اور ملاقاتیوں کی مہمان نوازی اور دیکھ بھال کا کام بھی آپ کے سپرد تھا۔ یہ دور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا آخری حصہ تھا۔ اس لیے امیر معاویہؓ زیادہ عرصہ آستانۂ نبوت سے منسلک نہ رہ سکے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں سوائے کتابتِ وحی غزوۂ حنین اور محاصرۂ طائف میں شرکت کے ان کا اور کوئی نمایاں کارنامہ قابلِ ذکر نہیں۔ ان کے کارناموں کی ابتداء عہد صدیقیؓ سے ہوتی ہے۔ شام پر فوج کشی کے وقت آپ اپنے بھائی یزید بن ابوسفیان کے ماتحت پہلی بار شامی محاربات میں شریک ہوئے۔ ۱۸ھ میں حضرت عمرؓ نے یزید بن ابوسفیان کی موت کے بعد ان کی جگہ معاویہؓ کو دمشق کا حاکم مقرر کیا۔ اس دور میں آپ نے رومیوں کے خلاف بڑی بڑی لڑائیوں میں شرکت کر کے ان کی طاقت کا طلسم توڑا۔ قیساریہ کا عظیم معرکہ جس میں تقریباً ۸۰ ہزار رومی مارے گئے تھے آپ ہی نے سر کیا۔ حضرت عثمانؓ کے عہدِ حکومت میں آپ کو تمام بلادِ شام بشمول دمشق اردن اور فلسطین کا والی مقرر کیا گیا۔ اس دور میں آپ نے زبردست بحری بیڑا تیار کر کے شام کی سرحدوں کا رومیوں کے حملوں سے تحفظ کیا اور ایشیائے کوچک تک اسلامی فتوحات کے دائرہ کو وسعت دی۔ جزیرہ قبرص جو اپنی سرسبزی اور شادابی کے لیے مشہور تھا

Marfat.com

آپ ہی کے ہاتھوں فتح ہوا۔ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے بعد حضرت علیؓ نے آپ کو معزول کر دیا لیکن آپ نے ان کے احکامات کو تسلیم نہ کیا اور شام میں اپنی خود مختار حیثیت قائم کر لی۔

خلافت حضرت علیؓ کی وفات کے بعد اہلِ کوفہ نے امام حسنؓ کی بیعت کر لی لیکن آپ کے اعلان خلافت کے فوراً بعد امیر معاویہؓ نے عراق پر فوج کشی کر دی۔ کوئی قابلِ اعتماد نہ اس کے علاوہ امام حسنؓ کی پوزیشن بھی مستحکم نہ تھی اس لیے آپ نے دل برداشتہ ہو کر بہتر یہی سمجھا اُمتِ مسلمہ کو مزید خونریزی سے بچانے کے لیے وہ امیر معاویہؓ کے حق میں دست بردار ہو جائیں آپ کے اعلان دست برداری کے بعد ۶۶۱ء میں امیر معاویہؓ نے اپنی خلافت کا اعلان کر دیا یہیں سے اموی خلافت کا آغاز ہوا۔

اہم واقعات

خوارج کی سرگرمیاں کوفہ مخالفین بنو امیہ میں سب سے زیادہ منظم اور خطرناک گروہ خوارج کا تھا۔ امیر معاویہؓ کے تخت نشین ہونے کے فوراً بعد ۶۶۱ء میں ایک خارجی فردہ بن نوفل نے کوفہ کے قریب علم بغاوت بلند کیا۔ سرکاری افواج ان کے عزم و ہمت کا مقابلہ نہ کر سکیں اور شکست کھانے پر مجبور ہوئیں امیر معاویہؓ نے اس بغاوت کے لیے اہلِ کوفہ کو ذمہ دار سمجھتے ہوئے انھیں تنبیہہ کی کہ اگر انھوں نے فردہ کو گرفتار کر کے حکومت کے سپرد نہ کیا تو انھیں اس کا خمیازہ بھگتنا پڑے گا اس دھمکی کا خاصہ اثر ہوا اور کوفیوں نے فردہ کو گرفتار کرا دیا لیکن خوارج نے اس کے باوجود عبداللہ بن ابی الحوسا کی زیر سرکردگی اپنی جد و جہد کو بدستور جاری رکھا۔

مغیرہ بن شعبہ کا تقرر: امیر معاویہؓ نے خوارج کی سرگرمیوں کے تدارک کے لیے اب مغیرہ بن شعبہ کو کوفہ کا والی مقرر کیا۔ مغیرہ مسلسل ایک سال تک ان کے خلاف نبرد آزما رہے اسی دوران ایک خارجی سردار مستورد اور اس کے ہمنواؤں نے سازش کی کہ جونہی لوگ نماز عید میں مشغول ہوں تو ان پر اچانک حملہ کر دیا جائے مگر مغیرہؓ کو سازش کا بر وقت علم ہو گیا چنانچہ یہ سازش ناکام بنا دی گئی مغیرہ کی سختیوں کی وجہ سے تنگ آ کر مستورد اپنے قبیلہ چھوڑ کر بھاگ نکلا۔ مغیرہ نے معقل کو اس کا تعاقب کرنے پر مامور کیا اگرچہ ایک لڑائی کے دوران مستورد مارا گیا مگر معقل خود بھی قتل ہوا مستورد کی موت کے بعد خوارج کا زور ٹوٹ گیا۔

بصرہ ۔ کوفہ کے بعد خوارج کا دوسرا مرکز بصرہ تھا۔ بصرہ کے خوارج کی سرکوبی کے لیے زیاد ابن ابیہ کو بصرہ کی ولایت سپرد کی گئی۔ زیاد کے متعلق روایت ہے کہ زمانہ جاہلیت میں ابوسفیان نے ایک لونڈی سے بیاہ کیا تھا جس کے بطن سے اس کی پیدائش ہوئی۔ شروع شروع میں یہ حضرت علیؓ کے ہمنواؤں میں سے تھا لیکن مغیرہ بن شعبہ کے توسط سے امیر معاویہؓ نے اس سے صلح کر لی اور اس کے ساتھ نرمی و شفقت سے پیش آئے اور اس کو بھائی کہہ کر پکارا۔ یہ دراصل امیر معاویہؓ کی سیاسی چال تھی تاکہ وہ اس کی خدمات حاصل کر کے اموی خلافت کو تقویت و استحکام بخشیں۔ زیاد بن ابیہ نے اہلِ بصرہ کے جذبۂ خودسری کو کچل دیا۔ اس کی سخت گیری و تشدد کی بدولت تمام عراق میں امن و امان قائم ہوا۔ مغیرہ کی وفات کے بعد کوفہ کی ولایت بھی اس کے سپرد کر دی گئی۔

حجر بن عدیؓ اور ان کے ساتھیوں کا قتل

حجر بن عدی حضرت علیؓ کے فدائیوں میں سے تھے۔ جب امیر معاویہؓ نے اپنے عہد اقتدار میں حضرت علیؓ پر سب و شتم کی بنیاد رکھی اور تمام صوبوں کے والیوں اور عمالِ حکومت کو حکم دیا کہ وہ بھی جمعہ کے خطبہ میں حضرت علیؓ کو برسرِ منبر برا بھلا کہیں تو حجر بن عدی حضرت علیؓ کی توہین برداشت نہ کر سکے۔ انھوں نے بھی جواب میں امیر معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو برا بھلا کہنا شروع کر دیا۔ زیاد نے اپنی کوفہ کی امارت کے زمانہ میں حجر بن عدی اور ان کے چند ساتھیوں کو گرفتار کر کے امیر معاویہؓ کے ہاں پیش کر دیا۔ امیر معاویہؓ نے زیاد کی رپورٹ پر حجر اور ان کے ساتھیوں کو قتل کرا دیا۔ حجر بن عدیؓ بڑے مرتبہ کے صحابی تھے۔ آپ کے قتل نے دنیائے اسلام پر بڑا اثر چھوڑا۔ ام المومنین جناب عائشہ صدیقہؓ تک نے امیر معاویہؓ سے اس قتل پر ناراضگی کا اظہار کیا۔

بغاوتوں کی روک تھام

۶۶۱ء میں بلخ، بخارا، ہرات اور بادغیس کے حکمرانوں نے اموی اقتدار کے خلاف بغاوت کر دی۔ امیر معاویہؓ نے قیس بن ہیثم کو خراسان کا والی مقرر کیا۔ عبداللہ ابن خازم اور قیس نے مل کر ان علاقوں پر لشکر کشی کی اور انھیں اطاعت قبول کرنے پر مجبور کیا۔

۶۶۳ء میں کابل کے حکمران نے بغاوت کر دی۔ عبدالرحمٰن بن سمرہ اس بغاوت کو فرو کرنے پر مامور ہوا۔ اس نے شہر کا محاصرہ کرنے کے بعد فوج کو سنگباری کا حکم دیا۔ محصورین نے

Marfat.com

بقول شعبی از خود شہر کے پھاٹک کھول دیئے اس کے بعد اموی افواج اردگرد کے علاقوں کو
کرتی ہوئی غزنہ پہنچیں۔ اہل غزنہ نے تھوڑی سی مزاحمت کے بعد شکست قبول کر لی۔ اسی
بخارا سے لے کر غزنہ اور کابل تک کے تمام علاقہ کو اموی احاطۂ اقتدار میں دوبارہ شامل

فتوحات

سندھ پر حملہ امیر معاویہ رضؓ کے زمانہ میں سندھ پر دو طرفہ حملہ کیا گیا ایک مہم مہلب
میں اور دوسری ساحل بلوچستان سے منذر کی زیر سرکردگی روانہ کی گئی
کابل، قندھار فتح کرتا ہوا سرزمین سندھ میں داخل ہوا۔ دوسری طرف منذر مکران کا علاقہ فتح
ہوا قلات کی طرف آگے بڑھا۔ یہ دونوں مہمیں بہت کامیاب رہیں اور بہت سامال غنیمت
کر کے واپس ہوئیں۔ اس کے بعد بھی یکے بعد دیگرے کئی ایک مہمات روانہ کی گئیں جو
ہو کر واپس لوٹیں۔

ترکستان کی فتوحات اگرچہ عبیداللہ ابن زیاد کے زمانہ میں ترکستان کی فتح کے لیے
ایک کامیاب مہمات روانہ کی گئی تھیں لیکن سعید بن عثمان
ولایت کوفہ کے زمانہ میں ترکستان پر باقاعدہ لشکر کشی کی گئی۔ سعید دریا جیحوں پار کر کے اس
کے پایہ تخت تک جا پہنچا ملکہ قبق نے صلح کی خواہش کا اظہار کیا لیکن سغدیوں نے ملکہ کا
دینے سے انکار کر دیا اور ایک لاکھ بیس ہزار سپاہی لے کر مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے نکل
بخارا میں دونوں افواج کے درمیان زبردست جنگ ہوئی لیکن چونکہ سغدی باہمی پھوٹ کا
شکار ہو گئے اس لیے ملکہ صلح کرنے پر مجبور ہوئی۔ بخارا پر قبضہ کے بعد اسلامی لشکر نے
کا محاصرہ کر لیا۔ اہل سمرقند نے کچھ عرصہ تو مزاحمت کی لیکن بالآخر سات لاکھ درہم سالانہ
وعدہ پر صلح کر لی سمرقند کے بعد ترمذ کا علاقہ بھی فتح کر لیا گیا۔ اس طرح ترکستان کا بیشتر حصہ
اموی سلطنت کا جزو بنا۔

شمالی افریقہ کی فتوحات شمالی افریقہ کا بیشتر حصہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں فتح
ہو چکا تھا۔ امیر معاویہ رضؓ کے زمانہ میں ان علاقائی فتوحات
میں مزید توسیع کی گئی۔
عمرو بن العاص رضؓ شمالی افریقہ کے گورنر تھے آپ نے عقبہ بن نافع اور معاویہ بن خدیج کو

Marfat.com

شمالی افریقہ کی فتح کے لیے نامزد کیا۔ ۶۶۱ء میں عقبہ نے شمالی افریقہ پر فوج کشی کر کے طرابلس، تونس اور الجزائر کے علاقوں پر قبضہ کر لیا اور اس کے بعد لواتہ اور زناطہ تک اپنے حلقۂ اقتدار کو وسیع کیا۔ ۶۶۳ء میں سوڈان پر لشکر کشی کی گئی اور اس کے کثیر حصہ پر قبضہ کر لیا گیا افریقہ کے سرکش بربروں کو کچل دیا گیا اور قیروان کی مشہور چھاؤنی قائم کی گئی تاکہ افریقہ میں مستقل اور پائدار امن قائم رہے۔

قسطنطنیہ پر حملہ

شام اور مصر پر اسلامی غلبہ کے باوجود رومی آئے دن اسلامی سرحدوں پر حملے کرتے رہتے تھے کیونکہ رومیوں کو ایشیائے کوچک اور یورپی مقبوضات پر ابھی تک پوری طرح بالادستی حاصل تھی۔ نیز مشرقی کلیسا کے مرکز کی حیثیت سے بھی بازنطینی حکمران عیسائیوں کی امیدوں کا مرکز تھے۔ اسی بنا پر وہ اسی کوشش میں لگے رہتے تھے کہ وہ اپنے کھوئے ہوئے علاقے دوبارہ حاصل کر سکیں۔ رومی حملوں کی روک تھام کیلئے امیر معاویہؓ نے بالآخر بازنطینی حکومت کے دارالخلافہ قسطنطنیہ کی تسخیر کا باقاعدہ منصوبہ بنایا۔ آپ کے اس منصوبہ کی اطلاع جب مکہ و مدینہ تک پہنچی تو اکابر صحابہ نے بھی اس میں شمولیت کے لیے آمادگی کا اظہار کیا کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فاتحین قسطنطنیہ کو مغفرت کی بشارت دی تھی۔ ۵۵ھ میں سفیان بن عوف ازدی کو اس فوج کا انچارج بنایا گیا۔ اس مہم میں حضرت ابوایوبؓ انصاری، عبداللہ بن عمرؓ اور عبداللہ بن عباسؓ عبداللہ بن زبیرؓ جیسے مقتدر صحابی بھی شریک ہوئے فوج کے ایک دستہ کی کمان امیر معاویہؓ کے بیٹے یزید کے ہاتھ میں بھی تھی۔ قسطنطنیہ چونکہ مشرقی کلیسا کا مرکز تھا اس لیے رومیوں نے بھی اس کے دفاع کے زبردست انتظامات کر رکھے تھے۔ محاصرہ کے دوران شہر کی بلند فصیل سے وہ مسلمانوں پر آگ کے گولے برساتے جس کی وجہ سے مسلمانوں کو سخت جانی نقصان اٹھانا پڑا جب کامیابی کی صورت نظر نہ آئی تو محاصرہ اٹھانے کا حکم دیا گیا۔ یہ حملہ اگرچہ ناکام رہا لیکن رومیوں پر اس قدر خوف طاری رہا کہ آئندہ کئی برسوں تک انھوں نے مسلمانوں کے خلاف کوئی جارحانہ کاروائی نہ کی۔

اس محاصرہ کے دوران مشہور صحابی حضرت ابوایوب انصاری وفات پا گئے۔ مسلمانوں نے آپ کو شہر کی فصیل کے نیچے لے جا کر دفن کر دیا مسلمانوں نے رومیوں کو خبردار کر دیا کہ وہ لاش کی یا مزار کی بے حرمتی نہ کریں ورنہ اس کے نتائج اچھے نہ ہوں گے۔ لیکن

Marfat.com

آپ کی شخصیت ہی ایسی پرکشش اور قابل قدر تھی کہ خود رومی اس کا احترام کرنے لگے اور منتیں ماننے لگے عثمانی ترکوں کے زمانہ میں آپ کے مزار پر مقبرہ بنوایا گیا اور مسجد تعمیر کی گئی جو جامعہ ایوبیہ کہلائی۔

جزائر روڈس اور ارواڈ کی فتح شامی علاقہ کے تحفظ کے نقطۂ نظر سے جزائر روم کی فتح ضروری تھی چنانچہ اس مقصد کی خاطر اس سے پیشتر جزیرہ قبرص فتح کیا جا چکا تھا۔ امیر معاویہؓ نے اپنے زمانۂ اقتدار میں ایک قدم مزید آگے بڑھا کر جزیرہ روڈس پر قبضہ کر لیا۔ یہ اناطولیہ کے قریب جنوب مغرب میں واقع ہے۔ جزیرہ سسلی پر بھی قبضہ کی کوشش کی گئی مگر کامیاب نہ ہوئی۔ اس کے بعد ۵۴ھ میں جزیرہ ارواڈ پر قبضہ ہوا۔

یزید کی جانشینی مغیرہ بن شعبہ نے ۵۰ھ میں پہلی بار امیر معاویہؓ کے سامنے خلافت کو ان کے خاندان میں منتقل کرنے اور یزید کو ولی عہد مقرر کرنے کی تجویز پیش کی اور کہا کہ عثمان کی شہادت کے بعد سے مسلمانوں میں جو اختلافات اور خونریزی قائم ہوئی ہے وہ آپ کی نگاہوں کے سامنے ہے اس لیے میری رائے میں یزید کی ولیعہدی کی بیعت لے کر اسے جانشین بنا دینا چاہیئے تاکہ جب آپ کا وقت آئے تو مسلمانوں کے لیے ایک سہارا اور جانشین موجود ہو۔ اور ان میں خونریزی اور فتنہ وفساد پیدا نہ ہوئے یہ امیر معاویہؓ کے دل کی آواز تھی لیکن انھیں اس راہ میں پیش آنے والی مشکلات کا پورا پورا احساس تھا۔ سیاسی نقطۂ نظر سے ملک کے تین طاقتور مرکز تھے اور امیر کی اس پر نگاہ تھی کوفہ و بصرہ دنیاوی لحاظ سے اور حجاز مذہبی نقطۂ نظر سے نہایت ہی اہم مراکز تھے۔ مغیرہ نے فوراً تجویز پیش کی کہ کوفہ کی ذمہ داری مجھ پر رہی۔ بصرہ کے لیے زیاد کافی ہیں اور حجاز کی ذمہ داری مروان بن حکم کے سپرد کی جائے۔ کوفہ جو مغیرہ کے ماتحت تھا کے ایک وفد نے امیر معاویہؓ کے سامنے باقاعدہ یزید کی نامزدگی کی تجویز پیش کر دی اس وفد کی قیادت خود مغیرہ کے بیٹے موسیٰ نے کی۔

زیاد حاکم بصرہ کو جب امیر معاویہ کی رائے کا علم ہوا تو انھوں نے از خود کوئی معاملہ طے کرنے کی بجائے عبید بن کعب سے مشورہ کیا۔ زیاد کی رائے میں یزید کی نامزدگی کی وجہ سے بہت سے مسائل اور الجھنیں پیدا ہونے کا خدشہ تھا۔ لہٰذا اس معاملہ میں عجلت موزوں نہ تھی

چنانچہ عبید نے یزید کو تمام صورت حالات سے آگاہ کیا اور اسے خلاف شرع حرکات سے اجتناب پر زور دیا۔ کہا جاتا ہے کہ یزید نے اس کے بعد اپنے کردار میں کافی اصلاح کر لی۔ لہٰذا بصرہ کا ایک وفد بھی امیر معاویہ رضؓ کی خدمت میں حاضر ہوا اور یزید کی نامزدگی کی تجویز کو پسند کیا۔

حجاز کی نوعیت کوفہ اور بصرہ سے بالکل مختلف تھی۔ ایک تو یہ وہ خطہ تھا جس پر آفتاب رسالتؐ کی شعاعیں براہِ راست پڑیں اور دوسرے ایسے مقتدر صحابی اور اکابرین بھی موجود تھے جو ہر لحاظ سے یزید پر فوقیت رکھتے تھے لہٰذا ایسے اہل الرائے اور اہل اللہ سے یزید کی نامزدگی کی تائید حاصل کرنا بے حد مشکل کام تھا۔ امام حسینؓ۔ عبداللہ رضؓ بن عمر۔ عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ رضؓ بن زبیر اور عبدالرحمٰن رضؓ بن ابی بکر خصوصی طور پر امیر معاویہ رضؓ کی نگاہ میں تھے اس کام کے لیے راہ ہموار کرنے کے لیے مروان بن حکم کو تحریر کیا گیا اور اُسے اہل مدینہ کا مشورہ اور رائے معلوم کرنے کی ہدایت کی گئی۔ امیر معاویہ رضؓ نے اپنے پہلے خط میں یزید کی نامزدگی کا ذکر نہ کیا چنانچہ لوگوں نے آپ کے خیالات کو سراہا۔ مگر اپنے دوسرے خط میں امیر معاویہ رضؓ نے یزید کی نامزدگی کی وضاحت کر دی۔ لوگوں نے یزید کا نام سنتے ہی اختلاف کیا۔ عبدالرحمٰن رضؓ بن ابی بکر نے کہا کہ یہ سنت ہرقل و کسریٰ کی ہے۔ اس سے امت کی کوئی بھلائی مقصود نہیں بلکہ معاویہ رضؓ خلافت کو ہرقل کی شہنشاہی بنانا چاہتے ہیں کہ ایک ہرقل کے بعد دوسرا ہرقل جانشین ہو۔ مروان نے تمام صورتِ حالات اور کیفیت امیر معاویہ رضؓ کو لکھ دی۔ اس دوران کوفہ۔ بصرہ اور حجاز کے وفود دمشق پہنچ چکے تھے۔ امیر معاویہ رضؓ نے بصرہ کے وفد کے قائد احنف بن قیس کی موجودگی میں دربار منعقد کیا۔ اور حاضرین دربار کے روبرو یزید کی خوبیاں بیان کیں۔ پھر احنف بن قیس سے رائے طلب کی۔ احنف صاف گو آدمی تھے کہا کہ اے امیر اگر جھوٹ بولوں تو خدا سے ڈر لگتا ہے اور اگر سچ بولوں تو آپ کا خوف لاحق ہے۔ آپ یزید کے شب و روز اور افعال سے اچھی طرح واقف ہیں۔ اگر اس کے بعد بھی آپ اُسے اُمت محمدیؐ کے لیے بہتر سمجھتے ہیں تو پھر صلاح و مشورہ کی کیا ضرورت ہے اور اگر ایسا نہیں سمجھتے تو پھر خود دوسرے عالم کو جاتے ہوئے اس کو دنیا کا توشہ نہ دیجئے۔ ورنہ ہمارا کام تو آپ کا حکم سننا اور بجا لانا ہے۔ چونکہ امیر معاویہ رضؓ یزید کی نامزدگی طے کر چکے تھے اس لیے باوجود اختلافِ حق کے انھوں نے کچھ لوگوں کو ڈرا دھمکا کر کچھ کو انعام و اکرام سے نواز کر ہموار کر لیا۔ چنانچہ عراق اور شام کے باشندوں نے یزید کی بیعت کر لی۔

Marfat.com

حجاز کا معاملہ اس سے مختلف تھا امیر معاویہؓ نے خود مکہ اور مدینہ کا سفر اختیار کیا۔ انھیں حضرت عبداللہ بن عمرؓ عبداللہ بن عباسؓ۔ عبداللہ ابن زبیرؓ امام حسینؓ اور عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ سے شدید مخالفت کا خطرہ تھا۔ یہاں بھی انھوں نے سیاست سے کام لیا اور ہر ایک کو فرداً فرداً مل کر ہر ایک سے کہا کہ تم پانچ آدمیوں کے علاوہ سب نے یزید کی ولیعہدی قبول کر لی ہے اور تم ان چاروں کی رہبری کر رہے ہو۔ سوائے عبدالرحمٰن ابی بکرؓ کے سب نے جواب دیا کہ میں کسی کی رہبری نہیں کر رہا ہوں۔ آپ چاروں آدمیوں کو کہیئے کہ اگر وہ بیعت کا اعلان کر دیں تو مجھے عذر نہ ہوگا۔ بعض مورخین کا یہ خیال بھی ہے کہ یہ حضرات امیر معاویہؓ کی آمد کا سن کر مدینہ سے چلے گئے تھے۔ بہرحال ان بزرگوں نے بیعت سے انکار کر دیا لیکن امیر معاویہؓ نے لوگوں میں یہ مشہور کر دیا کہ یہ حضرات بیعت کر چکے ہیں۔ اس کے علاوہ اپنے مقاصد کے حصول کی خاطر عوام کے ضمیر اور آراء کو خریدنے کے لیے امیر معاویہؓ نے دل کھول کر روپیہ خرچ کیا۔ مگر اہلِ حجاز کو اپنی اس تجویز کا حامی نہ بنا سکے۔ حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ نے باقی چار اصحاب کی نمائندگی کرتے ہوئے انھیں حضور نبی کریمؐ اور خلفائے راشدین کے سلسلہ میں اختیار کردہ تین طریقہ ہائے انتخاب کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ان پر واضح کر دیا کہ جانشینی کا طریقہ انھیں کسی صورت میں بھی منظور نہیں۔ ان حالات میں امیر معاویہؓ واپس دمشق پہنچے اور یزید کی نامزدگی کا اعلان کر دیا۔

وصیت اور وفات ۶۸۰ء میں امیر معاویہؓ کا انتقال ۷۸ برس کی عمر میں دمشق میں ہوا مدت خلافت ۱۹ سال چند ماہ ہے۔ آپ نے تجہیز و تکفین کے بارے میں وصیت کی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کرتہ مبارک کا کفن پہنایا جائے اور آپ کے ناخن مبارک اور موئے مبارک کو منہ اور آنکھوں میں رکھ دیا جائے شاید ان کی طفیل خدا مجھے بخش دے۔ یزید کی جانشینی کے بارے میں وصیت کی "جانِ پدر میں نے تمھاری راہ کے تمام کانٹے ہٹا کر تمھارے لیے راستہ ہموار کر دیا ہے۔ دشمنوں کو زیر کر کے سارے عرب کی گردنیں تمھارے سامنے جھکا دی ہیں اور تمھارے لیے ایک بڑا خزانہ جمع کر دیا ہے۔ میں تم کو وصیت کرتا ہوں کہ اہلِ حجاز کے حقوق کا ہمیشہ خیال رکھنا کہ وہ تمھاری اصل بنیاد ہیں جو حجازی تمھارے پاس آئے اس سے حسنِ سلوک سے پیش آنا، اس کی عزت کرنا اس پر احسان کرنا اور جو نہ آئے اس کی خبرگیری کرتے رہنا، اہل عراق کی ہر خواہش پوری کرنا۔ اگر وہ روزانہ عاملوں کا تبادلہ چاہیں

Marfat.com

تو روزانہ کر دینا کہ عمال کا تبادلہ تلواروں کے بے نیام ہونے سے بہتر ہے۔ شامیوں کو اپنا مشیر بنانا ان کا خیال ہر حال میں مد نظر رکھنا۔ جب تمھارا کوئی دشمن تمھارے مقابلہ میں آئے تو ان سے مدد لینا۔ لیکن کامیاب ہونے کے بعد ان کو فوراً واپس بلا لینا۔ ورنہ دوسرے مقام پر زیادہ ٹھہرنے سے ان کے اخلاق بدل جائیں گے۔

خلافت میں حسین بن علیؓ، عبداللہ ابن عمرؓ، عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ کے علاوہ کوئی حریف نہیں ہے۔ عبداللہ بن عمرؓ سے کوئی خطرہ نہیں انھیں زہد و عبادت کے علاوہ اور کسی چیز سے واسطہ نہیں ہے عام مسلمانوں کی بیعت کے بعد انھیں بھی کوئی عذر نہ ہوگا عبدالرحمٰن بن ابی بکرؓ میں کوئی ذاتی حوصلہ و ہمت نہیں ہے۔ جو ان کے ساتھی کریں گے وہ اس کی پیروی کریں گے۔ البتہ حسین بن علیؓ کی جانب سے خطرہ ہے اہل عراق انھیں تمھارے مقابلہ میں لا کر چھوڑیں گے۔ جب وہ تمھارے مقابلہ میں آئیں اور تم کو ان پر قابو حاصل ہو جائے تو درگزر سے کام لینا کہ وہ قرابت دار بڑے حقدار اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز ہیں البتہ جو شخص لومڑی کی طرح دکھائی دے گا اور شیر کی طرح حملہ کرے گا وہ عبداللہ بن زبیر ہے اگر وہ صلح کرلے تو خیر ورنہ قابو پانے کے بعد اس کو ہرگز نہ چھوڑنا اور اس کے ٹکڑے اڑا دینا۔"

نظامِ حکومت

امیر معاویہؓ نے اپنے ۱۹ سالہ دور حکومت میں ملک سے بدامنی اور خانہ جنگی دور کر کے عالم اسلام کو متحد کیا۔ "نظم و نسق" حکومت کی اصلاح کر کے حکومت کو استحکام بخشا اور فوجی اور دیگر اصلاحات سے ملک کو بیرونی حملوں سے تحفظ دیا۔ ان ساری کامرانیوں اور کامیابیوں کی وجہ بہتر نظام حکومت ہے جس کا خاکہ درج ذیل ہے:۔

مرکزی حکومت خلیفہ مرکزی حکومت کا سربراہ تھا جو تمام اقتدار اور اختیارات اعلیٰ کا سرچشمہ تھا۔ تمام فوجی اور انتظامی اختیارات اس کی ذات میں جمع تھے اور وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہ تھا لیکن خلافت امویہ کے مرکزی نظام میں سب سے بڑی تبدیلی یہ رونما ہوئی کہ خلافت راشدہ کے شورائی اور جمہوری طرز حکومت کی بجائے اب حکومت موروثی اور شخصی تھی۔ اگرچہ حکومت کا ظاہری ڈھانچہ خلافتِ راشدہ کے نمونہ پر قائم رہا مگر اس کے اندر ملوکیت کی روح کارفرما تھی۔

Marfat.com

خلافت راشدہ کے نمونہ پر قائم شدہ مجلس شوریٰ موجود نہ تھی۔ اس کی جگہ نامور عرب مدبرین مثلاً عمرو بن العاص، مغیرہ بن شعبہ، زیاد بن ابی سفیان وغیرہ نے امیر کے مشیران کار کی حیثیت لے لی تھی۔ امیر معاویہؓ ان اکابرین سلطنت اور مشیروں سے اکثر مشورہ کیا کرتے تھے۔ تمام مشیروں کا انتخاب امیر کی ذاتی پسند یا ناپسند پر مبنی تھا۔

مرکزی حکومت کا کام چلانے کے لیے الگ الگ محکمے قائم تھے۔ جن کی ذمہ داریاں مخصوص اور واضح تھیں۔

صوبائی نظام ملکی تقسیم اور صوبائی حد بندی کا نظام تقریباً وہی رہا جو حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں تھا۔ ہر صوبے کے لیے الگ گورنر مقرر تھا جسے والی کہتے تھے۔

صوبائی گورنروں کی تقرری اور تبدیلی کا اختیار خلیفہ کو تھا اور وہ خلیفہ کی ہدایات اور وضع کردہ احکامات کے تابع و فرمان تھے۔ بعض مقامی نوعیت کے معاملات میں انھیں فیصلوں کا اختیار تھا۔ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں صوبوں میں مکمل امن و امان قائم رہا۔

فوجی نظام بری فوج:۔ حضرت عمرؓ نے اپنے عہد خلافت میں بری فوج کے نظام کی تکمیل کر دی تھی۔ چنانچہ جہاں تک فوجی نظام کا تعلق ہے وہ فاروقی عہد کے نمونہ پر ہی چلتا رہا۔ فوج کے دو حصے تھے جنھیں گرمائی اور سرمائی علی الترتیب صائفہ اور شاتیہ کہتے تھے۔ فوج کی تنخواہ اور بھرتی کے نظام کی اور زیادہ اصلاح کی گئی۔ غیر ملکی حملہ آوروں کے خلاف ملکی دفاع کیلئے نئی نئی چھاؤنیاں اور شہر آباد کیے گئے۔ دوران جنگ تلواروں تیروں اور دیگر رائج الوقت اسلحہ کے علاوہ قلعہ شکن آلات کا عام استعمال ہوتا تھا جس کے ذریعہ بڑے بڑے قلعوں کی فصیلوں میں شگاف کر دیا جاتا تھا۔ امیر معاویہؓ نے فوج کی تنظیم اسی طرح کی کہ ڈسپلن اور استعداد کے لحاظ سے یہ دنیا کی صف اول کی افواج کی ہم پلہ بن گئی۔

بحری فوج:۔ فوجی نظام کے ضمن میں امیر معاویہ کا سب سے شاندار کارنامہ اسلامی بحریہ کی تشکیل ہے۔ آپ سے پہلے اسلامی حکمرانوں نے بحریہ کی اہمیت کو محسوس کر لیا تھا۔ چنانچہ تخت خلافت پر متمکن ہونے کے بعد آپ نے سب سے زیادہ توجہ بحریہ کی ترقی پر صرف کی۔ عہد عثمانی ہی میں ۵۰۰ جنگی بحری جہازوں سے قبرص کے جزیرہ پر حملہ کیا جا چکا تھا۔ بحری فوج کے سپہ سالار کو امیر البحر کہا جاتا تھا۔ جنادہ بن ابی امیہ اور عبداللہ ابن قیس اس عہدہ پر فائز رہے۔ مصر اور شام کے متعدد ساحلی مقامات پر جہاز سازی کے کارخانے تعمیر کیے گئے۔

Marfat.com

پولیس ملک کے اندرونی نظام اور امن و امان کے قیام کے لیے محکمہ پولیس کو باقاعدہ منظم کیا گیا۔ عراق میں بالخصوص پولیس کا بڑا زبردست انتظام تھا۔ شہر کوفہ میں ۴۰ ہزار پولیس کے سپاہی موجود تھے۔ راہ پڑی اشیاء وہیں کی وہیں پڑی رہ جاتیں اور کوئی دوسرا انھیں اٹھانے کی جرأت نہ کرتا۔ ملک کے اندر ایک سرے سے دوسرے سرے تک مکمل امن و امان قائم تھا۔ مشتبہ لوگوں کے نام رجسٹر میں درج تھے۔ بعض ہنگامی حالات میں لوگوں کے باہر آنے جانے پر پابندی لگا دی جاتی جس طرح موجودہ حالات میں کرفیو آرڈر نافذ کیا جاتا ہے پولیس کی اس نگرانی اور سختی کا خاطر خواہ اثر پڑا۔ تمام شورشیں اور غیر قانونی سرگرمیاں ختم ہو گئیں اور لوگوں نے امن و سکون کا سانس لیا۔

دیوان البرید اس سے پہلے خبر رسانی اور ڈاک کی ترسیل کے لیے مملکت اسلامی میں کوئی باقاعدہ محکمہ نہ تھا۔ امیر معاویہؓ نے اس کام کے لیے برید کے نام سے مستقل محکمہ قائم کیا۔ اس کام کے لیے ہر منزل پر تازہ دم گھوڑے ہر وقت موجود رہتے جو ملک کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک ڈاک پہنچاتے اور اس طرح حکومت ملکی حالات سے اچھی طرح باخبر رہتی۔

دیوان الخاتم اس سے پہلے دفتروں میں سرکاری ریکارڈ کی نقل رکھنے کا کوئی بندوبست نہ تھا۔ ایک دفعہ ایک شخص نے جعل سازی کر کے ایک لاکھ کی جگہ دو لاکھ وصول کر لیے۔ جب یہ بات امیر معاویہؓ کے علم میں آئی تو انھوں نے دیوان خاتم کے نام سے ایک محکمہ قائم کیا۔ جس کے ذمہ تمام ریکارڈ کی نقلیں رکھنا اور خطوط کو سر بمہر کر کے متعلقین تک پہنچانا تھا۔

دیگر خدمات مجاہدین کے بچوں کے لیے حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں وظائف مقرر تھے۔ آپ نے اس سلسلہ کو جاری رکھا۔ لیکن اس میں یہ ترمیم کر دی گئی کہ وظیفہ اب بچہ کے دودھ چھوڑنے کی عمر سے شروع ہوتا تھا۔

اس کے علاوہ آپ نے اشاعت اسلام پر زور دیا۔ ان کوششوں کے نتیجہ کے طور پر بہت سے لوگ حلقہ بگوش اسلام ہوئے۔

خلافت راشدہ کے زمانے ہی سے کعبہ پر غلاف چڑھانے کی رسم چلی آ رہی تھی۔ امیر معاویہؓ نے دیبا سے آراستہ کیا ہوا غلاف کعبہ پر چڑھایا۔ اس کے علاوہ پرانی مسجدوں کی

Marfat.com

تعمیر کروائی۔ مسجدوں پر مینار بنانے کا طریقہ آپ ہی نے رائج کیا۔

حکمتِ عملی

امیر معاویہؓ قریش کے ایک معزز خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کی شخصیت کو مجموعہ صفات تھی۔ عربی سوانحی اور تاریخی ادب میں شاید ہی کوئی کتاب ایسی ہو جس میں امیر معاویہؓ کی نرمی ضبط اور تحمل کی صفات کو خراج عقیدت پیش نہ کیا گیا ہو۔ ان کی حکمتِ عملی کی سب سے نمایاں خصوصیت حلم تھی۔ ان کا یہ وصف تاریخی مسلمات میں شمار کیا جاتا ہے۔ وہ بے جا اور بے وقت سختی کے قائل نہ تھے۔ مخالفین اور معترضین کی نقطہ چینی کا خندہ پیشانی سے جواب دیتے۔ اس معاملہ میں اُنھوں نے اپنے طرزِ عمل کی یوں وضاحت کی ہے۔

"جہاں میرا کوڑا کام کرتا ہے وہاں میں تلوار کام میں نہیں لاتا اور جہاں زبان کام دیتی ہے وہاں کوڑا کام میں نہیں لاتا اگر میرے اور لوگوں کے درمیان بال برابر بھی رشتہ قائم ہو تو میں اس کو نہیں توڑتا۔ جب لوگ اس کو کھینچتے ہیں تو میں ڈھیل دے دیتا ہوں۔ اور جب وہ ڈھیل دیتے ہیں تو میں کھینچ لیتا ہوں۔"

انھوں نے ایک ایسی کامیاب حکمت عملی اختیار کی کہ حضرت امام حسنؓ کو خلافت سے دست برداری پر آمادہ کر لیا نیز مغیرہ بن شعبہ۔ عمرو ابن العاص اور زیاد بن سمیہ جیسے عرب اکابر اور دانشوروں کو اپنا معاون بنانے میں کامیابی حاصل کر لی یہی لوگ سیاسی معاملات میں اور انتظامی امور میں ان کے دست و بازو تھے اس کے علاوہ انھوں نے مختلف عرب قبائل مثلاً یمنی اور عدنانیوں میں اس طرح توازن قائم رکھا کہ ان کی قبائلی عصبیتیں دبی رہیں اور انھیں دونوں قبیلوں کا عملی تعاون حاصل رہا۔ اس سے یہ اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ وہ ایک مدبر حکمران اور دور اندیش سیاستدان تھے۔

کارہائے نمایاں

اموی خلافت کا قیام

حضرت علیؓ اور امیر معاویہؓ کی باہمی آویزش نے اتحاد اسلامی کو بے مثال نقصان پہنچایا تھا حضرت علیؓ نے اگرچہ انھیں شام کی گورنری کے عہدہ سے علیحدہ کر دیا تھا لیکن انھوں نے قصاص عثمانؓ کے نام پر وہاں اپنی خود مختار حکومت قائم کر لی۔ اور آخر دم تک حضرت علیؓ کی خلافت کو تسلیم نہ کیا۔ اُن کی وفات کے بعد جب امام حسنؓ خلافت سے دست بردار ہو گئے تو امیر معاویہؓ ۶۶۱ء میں پہلے اموی خلیفہ کی حیثیت سے

دنیائے اسلام کے امیر تسلیم کر لیے گئے اور یہیں سے اموی خلافت کی ابتدا ہوئی۔

استحکام سلطنت اموی سلطنت کے قیام کے بعد امیر معاویہؓ نے تدبر اور اپنی حکمت عملی کی بدولت اس حکومت کی بنیادوں کو مضبوط کیا۔ جب آپ خلیفہ بنے تو مملکت اسلامیہ باہمی انتشار کا شکار تھی اور جابجا باغی سر اٹھا رہے تھے ان حالات میں آپ نے مغیرہ بن شعبہ عمرو بن العاصؓ اور زیاد جیسے نامور اکابرین کا تعاون حاصل کر کے امن وامان قائم کیا اور ملکی انتشار کا خاتمہ کر کے ملت اسلامیہ کو دوبارہ ایک مرکز پر جمع کیا۔ بقول سید امیر علی "بحیثیت مجموعی معاویہؓ کا عہد داخلی طور پر پرامن اور بیرون ملک نہایت کامیاب تھا"

توسیع سلطنت اندرون ملک تمام شورشوں اور بغاوتوں کا قلع قمع کرنے کے بعد امیر معاویہؓ نے فتوحات کا سلسلہ دوبارہ شروع کیا۔ مہلبؒ سندھ اور عبیداللہ ابن زیاد نے ترکستان پر کامیاب حملے کیے اور انھیں اموی حکومت میں شامل کیا۔ عمرو بن العاصؓ کی زیر نگرانی شمالی افریقہ کے سرکش بربریوں کی سرکوبی کی گئی جزائر روم کی تسخیر بھی اس عہد میں کی گئی چنانچہ امیر معاویہؓ کے زمانہ میں اسلامی مملکت کی سرحدیں جزائر بحیرہ روم سے شمالی افریقہ اور بحر اوقیانوس تک اور حجاز سے سندھ اور ترکستان تک پھیل چکی تھیں۔

حسن انتظام ملکی انتظام میں یگانگت اور وحدت پیدا کرنے کے لیے امیر معاویہؓ نے کئی ایک اقدامات اٹھائے۔ مرکزی اور صوبائی نظام کی تنظیم جدید کی اپنی نگرانی اور توجہ سے ملکی انتظام میں پختگی پیدا کی لائق اور زبردست منتظم گورنر مقرر کیے۔

لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کے لیے پولیس فورس قائم کی گئی۔ مجرمین کو سخت سزائیں دی جاتیں۔ اس حسن انتظام کی بدولت امن وامان کے قیام کے علاوہ ملکی آمدنی اور خوشحالی میں بھی اضافہ ہوا۔ مورخین کے نزدیک وہ بلاشبہ ایک عظیم منتظم اور راہنما تھے۔

فوجی تنظیم اور بحریہ کا قیام امیر معاویہؓ نے فوج کی باقاعدہ تنظیم کی جو سرائی اور گرائی دستوں پر مشتمل تھی فوج کے لیے باقاعدہ قواعد و ضوابط وضع کیے گئے اور انھیں ڈسپلن کا خوگر بنا کر ان کی مستعدی اور کارکردگی میں اضافہ کیا گیا بحریہ کا قیام تو آپ کا عظیم الشان کارنامہ ہے بحری فوقیت کی بنا پر جزائر بحیرہ روم کی تسخیر ہوئی۔ اسکندریہ میں جہاز سازی کا بہت بڑا کارخانہ تعمیر کیا گیا۔ ملک میں کئی ایک نئی چھاؤنیاں تعمیر کی گئیں۔

Marfat.com

ان کے دور میں آلاتِ حرب میں نئے نئے ہتھیاروں کا اضافہ ہوا۔

نئے شہروں کی تعمیر

جیساکہ بیان کیاجاچکا ہے امیر معاویہؓ نے فوجی ضروریات کی بناپر نئی نئی چھاؤنیاں تعمیر کیں اور برباد شدہ شہروں کو دوبارہ آباد کیا یہ فوجی چھاؤنیاں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ بڑے بڑے شہروں میں تبدیل ہوگئیں واسط اور قیروان کی چھاؤنیاں بعد میں بڑے بڑے شہروں کی شکل اختیار کرگئیں۔ ارواڈ کے جزیرہ میں مسلمانوں کو آباد کیاگیا اسی طرح انطاکیہ میں ایک مسلم نوآبادی قائم کی گئی۔

رفاہِ عامہ کے کام

زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہ تھا جو معاویہؓ کی اصلاحات سے متاثر نہ ہوا ہو۔ خوشحالی اور زراعت کی ترقی کے لیے آبپاشی کے نظام کی طرف خصوصی توجہ دی گئی۔ مدینہ کے قرب وجوار میں متعدد نہریں کھدوائی گئیں جس سے اناج اور پھلوں کی پیداوار میں خاطر خواہ اضافہ ہوا۔ نہر معقل جو بصرہ میں حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کھودی گئی تھی کو دوبارہ کھدواکر آبپاشی کے قابل بنایا گیا نئے شہروں میں لوگوں کے دینی فرائض کی بجاآوری کے لیے مسجدیں تعمیر کی گئیں۔

غیرمسلموں سے حسن سلوک

حضرت عمرؓ کے زمانہ میں غیرمسلموں کے ساتھ برتاؤ کے لیے کچھ طریقے مقرر کیے گئے تھے۔ امیر معاویہؓ نے انھیں بدستور جاری رکھا تمام مواعید جو ان سے کیے جاتے ان کو پورا کیا جاتا ان کی جان عزت وآبرو محفوظ تھی۔ انھیں عبادت اور اجتماع کی آزادی تھی۔ خلافتِ راشدہ کے زمانہ میں غیرمسلموں کو کلیدی اسامیوں پر فائز نہیں کیاجاتا تھا لیکن امیر معاویہؓ نے یہ روایت ترک کرکے انھیں اعلیٰ مناصب پر فائز کیا۔

سیرت وکردار

امیر معاویہؓ کا شمار اپنے زمانہ کے پانچ بڑے مقررین میں کیاجاتا ہے ایک بار انھوں نے خود کہا کہ میں نے بہ نسبت زیاد کی تلوار کے اپنی زبان سے کہیں زیادہ ہمنوا اور حامی پیدا کیے۔ ان میں لوگوں کو متاثر کرنے کی بے پناہ صلاحیتیں موجود تھیں اگرچہ وہ خلفائے راشدین کی خصوصیات کے حامل نہ تھے لیکن وہ ایک اعلیٰ درجے کے حکمران ضرور تھے۔ تدبر ورائے اور سیاست دانی میں زوسائے عرب میں سے کوئی بھی ان کا ہم پلہ نہ تھا۔ فصاحت وبلاغت میں بھی وہ یکتا تھے اس کے علاوہ وہ ایک بہترین خطیب بھی تھے۔ خورد ونوش، رہائش، لباس اور عادات واطوار میں شاہانہ طرزِ زندگی

Marfat.com

خوگر تھے ان کے دربار سے قیصر و کسریٰ کی شان ٹپکتی تھی۔ درباریوں، شاعروں، دوستوں اور حاجت مندوں کو خواہ وہ دشمن ہی کیوں نہ ہوں خسروانہ عنایات سے نوازتے اونچے ایوانوں میں رہنے کے باوجود وہ رعایا کے کمزور سے کمزور اور غریب سے غریب آدمی کے حالات سے باخبر رہتے تھے مسجد میں بیٹھ کر لوگوں کی شکایات سنتے اور وہیں ان کی تکالیف کا ازالہ کا حکم صادر فرماتے۔ اہل دربار پر بھی یہ واضح کر دیا گیا تھا کہ وہ لوگ جو ان تک نہیں پہنچ سکتے ان کی ضروریات کو امیر تک پہنچانا ان کا ذمہ ہے۔

ایک سپاہی اور مجاہد کی حیثیت سے وہ یقیناً حضرت علیؓ سے شجاعت اور بہادری میں کم تھے لیکن ایک فوجی ماہر کی حیثیت سے ان کا کوئی ثانی نہ تھا ملک کے اندرونی دشمنوں اور رومیوں کے خلاف کامیاب فتوحات ان کی اس صفت کی شاہد ہیں۔ سب سے بڑھ کر جو چیز ان کو معاصر حکمرانوں سے ممتاز اور ممیز کرتی ہے وہ ان کی سیاست دانی، معاملہ فہمی اور تدبر ہے آپ کی سیاست ہمیشہ کامیاب رہی ان ہی اوصاف اور کارہائے نمایاں کی بدولت انھوں نے ایک مضبوط اموی حکومت کی بنیاد رکھی جس کی کامرانیاں اور کامیابیاں یقیناً ملت اسلامیہ کے عروج اور کامرانی کا مظہر ہیں۔

مسلم بادشاہت کا آغاز امیر معاویہؓ بنیادی طور پر ایک دنیاوی حکمران تھے لہٰذا ان کے عہد حکومت کو خلفائے راشدین کے معیار پر جانچنا ایک تاریخی غلطی ہے ان کا اپنا قول ہے "انا اول الملوک" سب سے پہلا بادشاہ میں ہوں۔ اگرچہ انھوں نے حکومت کا ظاہری ڈھانچہ خلفائے راشدہ کے مطابق ہی قائم رکھا۔ لیکن اسلامی طرز حکومت میں مندرجہ ذیل بنیادی تبدیلیاں کیں جس کی وجہ سے مسلم بادشاہت کا آغاز ہوا اور ان کی حکومت خلفائے راشدین کے راستہ سے ہٹ گئی۔

۱۔ اسلامی تعلیمات میں شخصی حکومت کا کوئی تصور موجود نہیں۔ خلفائے راشدین عوامی تائید و حمایت سے ہی مسند خلافت پر متمکن ہوئے تھے۔ عوام کو ان کے احتساب کا پورا پورا حق تھا۔ لیکن امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنی زندگی ہی میں اپنا جانشین نامزد کر دیا اور اس کے لیے بیعت بھی لے لی۔ یہ بیعت لالچ اور جبر کا نتیجہ تھی۔ یہیں سے اسلام میں شخصی اور موروثی حکومت کا آغاز ہوا۔

۲۔ خلافت راشدہ کی بنیاد شورائیت پر تھی۔ ان کی راہنمائی کے لیے مجلس شوریٰ موجود

Marfat.com

تھی جس کے رکن اکابرینِ عرب میں سے تھے۔ یہ لوگ پوری آزادی سے ملکی معاملات میں خلیفہ کو مشورہ دیتے لیکن امیر معاویہؓ نے مجلس شوریٰ کو ختم کر کے اس کی جگہ اپنے درباری مشیروں کو دے دی۔ یہ مشیر بالعموم ان کے رشتہ دار یا اُن کے ہمنوا ہوتے۔

۳۔ بیت المال خلفائے راشدین کے زمانہ میں قومی امانت سمجھا جاتا تھا لیکن اب یہ خلیفہ کے ذاتی تصرف میں تھا آمد و خرچ میں بھی جائز و ناجائز کی تخصیص روا نہ رکھی جاتی بیت المال کی رقوم عموماً عوامی تائید و حمایت حاصل کرنے کے لیے استعمال کی جاتیں چنانچہ امیر معاویہ کے زمانہ میں بیت المال "شاہی خزانہ" کی حیثیت اختیار کر چکا تھا۔

۴۔ اعلیٰ مناصب پر تقرری کے لیے تقویٰ اور اہلیت کی بجائے اب خلیفہ کے ساتھ خاندانی اور ذاتی تعلقات بنیادی حیثیت رکھتے تھے۔

۵۔ خلافت راشدہ سادگی کا انتہائی حسین نمونہ تھی۔ مسجد نبوی کا صحن قصر خلافت کا کام دیتا تھا لیکن امیر معاویہؓ نے اپنے دفاتر اور محل قیصر و کسریٰ کے نمونہ پر تعمیر کرائے۔ ان کا طرز رہائش بھی شاہانہ تھا۔ محل پر پہرہ دار اور دروازوں پر دربان مقرر کرنے کا طریقہ آپ ہی نے پہلی بار اختیار کیا۔ آپ نے اپنے بیٹھنے کے لیے ایک ایسی چیز بنوائی تھی جو تخت کے مشابہ تھی اگرچہ آپ مسجد میں امامت کے فرائض ادا کرتے تھے لیکن وہاں بھی آپ نے اپنے لیے آڑ (مقصورہ) تیار کی تھی۔ یہ طور طریقے آپ نے رومی شہنشاہوں سے مستعار لے کر اپنے ملک میں رواج دیئے۔ لہٰذا ان تمام تبدیلیوں کی روشنی میں یہ کہنا درست ہوگا کہ امیر معاویہؓ کے عہد سے مسلم بادشاہت کا آغاز ہوا۔

سوالات

۱۔ امیر معاویہؓ کی سیرت و کردار پر تبصرہ کیجئے۔

۲۔ امیر معاویہؓ کے کارہائے نمایاں اور فتوحات کا مختصر ذکر کیجئے۔

۳۔ "امیر معاویہؓ کی خلافت سے مسلم بادشاہت کا آغاز ہوا" تبصرہ کیجئے۔

۴۔ حضرت امیر معاویہؓ کے برسر اقتدار آنے سے جو تبدیلیاں اسلامی طرزِ حکومت میں آئیں اُن پر تفصیلاً بحث کیجئے۔

۵۔ امیر معاویہؓ کے انتظامِ حکومت اور حکمت عملی کا جائزہ لیں۔

Marfat.com

باب ۲

یزید اوّل اور سانحہ کربلا

۶۴ - ۶۰
۶۸۳ - ۶۸۰

تخت نشینی جانشینی کا مسئلہ امیر معاویہؓ اپنی زندگی ہی میں طے کر چکے تھے۔ آپ کی وفات کے بعد ۶۸۰ء میں یزید کی خلافت کا اعلان کر دیا گیا۔ یزید کی ولادت ۲۶ھ میں اس وقت ہوئی جب کہ امیر معاویہؓ پورے شام کے مضبوط ترین گورنر تھے۔ یزید کی طبیعت عیش پسندی کی طرف مائل تھی۔ سیر و شکار اور شعر و شاعری سے بھی گہری دلچسپی تھی لیکن فنونِ حرب اور سپہ گری کے خصائص بھی موجود تھے قسطنطنیہ کی مہم میں شرکت کے علاوہ کئی دیگر فوجی مہموں کی کمان کر چکا تھا۔ شریعت اسلامیہ کے اصول و نظریات کے مطابق مسلمانوں کے امیر کے انتخاب کے لیے قابلیت۔ تدبر۔ ذہانت کے علاوہ سب سے پہلی اور لازمی شرط تقویٰ اور پرہیزگاری کی ہے " تم میں سے اللہ تعالیٰ کے نزدیک افضل وہ ہے جو زیادہ تقویٰ رکھتا ہو"۔ کے مصداق یزید خلافت کا کسی طور پر حقدار نہ تھا۔ دنیاوی نقطۂ نظر سے بھی وہ ان کمالات اور خصائص سے عاری تھا جن کا ایک بڑے حکمران میں پایا جانا ضروری ہے۔ اگر امیر معاویہؓ جیسی دوراندیش سیاسی سوجھ بوجھ اور حالات سے باخبری کا تھوڑا سا حصہ بھی یزید کو میسّر ہوتا تو حادثہ کربلا پیش نہ آتا۔ یزید چونکہ ایک مطلق العنان حکمران تھا اس لیے یہ تسلیم نہیں کیا جا سکتا کہ جو کچھ بھی امام حسینؓ کے ساتھ پیش آیا وہ اس سے لاعلم تھا اور ابن زیاد نے اس کی اجازت کے بغیر ہی آپ کو شہید کیا۔ اور اگر یہ قول تسلیم کر بھی لیا جائے تو یہ امر بھی یزید کی نا اہلی کا ایک واضح ثبوت ہے لہذا نا اہلیت کی بنا پر بھی وہ خلافت کے منصب کا کسی طرح بھی حق دار نہ تھا۔ اگر یزید ابن زیاد وغیرہ کو امام حسینؓ کے ساتھ نرمی اور مہربانی اختیار کرنے کا حکم دیتا تو ابن زیاد اور شمر جیسے کارندوں کی جرأت نہ ہوتی کہ وہ مطلق العنان اموی حکمران کے احکامات کی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے۔

اہم واقعات یزید کے عہد حکومت کے اہم واقعات تین ہیں۔ پہلا حادثہ کربلا جس میں امام حسینؓ کو کربلا کے میدان میں شہید کیا گیا۔ دوسرا واقعہ سانحہ حرہ ہے۔

Marfat.com

جس میں یزید کے لشکر نے مدینۃ الرسول پر حملہ کر کے اس کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ شامی لشکر میں چونکہ عیسائیوں کی اکثریت تھی اس لیے انھوں نے قتل و غارت کے علاوہ لوگوں کی عزت و ناموس پر ہاتھ ڈالنے سے دریغ نہ کیا۔

تیسرا اہم واقعہ مکہ کا محاصرہ ہے۔ شامی افواج نے جنگ کے دوران شہر پر پتھر پھینکے خانہ کعبہ بھی پتھروں کی بارش سے محفوظ نہ رہا۔

وفات ۶۴ھ / ۶۸۳ء میں حوران کے نزدیک یزید کا انتقال ہوا۔ انتقال کے وقت اس کی عمر صرف ۳۸ برس تھی۔

سانحۂ کربلا

وجوہات ۱۔ یزید کی نامزدگی اور شخصی حکومت کا قیام:۔ اسلامی نظام حکومت کی بنیاد شورائیت پر تھی۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کے ادوار اس کی بہترین مثال تھے۔ امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنا جانشین نامزد کر کے اسی اصول کی خلاف ورزی کی تھی کیونکہ اسلامی نظام حیات میں شخصی حکومت کے قیام کا کوئی جواز نہیں۔ ابھی تک سرزمین حجاز میں ایسے کبار صحابہؓ اور اکابرین موجود تھے جنھوں نے براہ راست نبی کریم صلعم کا دور دیکھا تھا لہٰذا ان کے لیے امیر معاویہؓ کی غلط روایت کا قبول کرنا ممکن نہ تھا۔ امام حسینؓ نے ان ہی اصولوں کی خاطر یزید کی بیعت قبول کرنے سے انکار کر دیا۔

۲۔ یزید کا ذاتی کردار:۔ یزید کا ذاتی کردار ان تمام اوصاف سے عاری تھا جو امیر یا خلیفہ کے لیے شریعت اسلامیہ نے مقرر کیے ہیں۔ سیر و شکار اور شراب و شباب اس کے پسندیدہ مشاغل تھے لہٰذا ذاتی حیثیت سے بھی کسی فاسق و فاجر کو بطور حکمران تسلیم کرنا امام حسینؓ جیسے عالی مقام شخص کے لیے کس طرح ممکن ہو سکتا تھا۔

۳۔ بیعت پر اصرار:۔ یزید نے تخت نشین ہونے کے بعد حاکم مدینہ ولید بن عقبہ کی وساطت سے بیعت طلب کی ولید نے سختی سے کام نہ لیا لیکن مروان بن الحکم بزور بیعت لینے کے لیے مجبور کر رہا تھا۔ ان حالات میں امام حسین نے سفر مکہ اختیار کیا اور وہاں سے اہل کوفہ کی دعوت پر کوفہ پہنچے۔

Marfat.com

۴ - کوفیوں کی دعوت:- جب امام حسینؓ مکہ پہنچے تو اہل کوفہ نے انھیں سینکڑوں خطوط لکھ کر کوفہ آنے کی دعوت دی تاکہ وہ خلافت اسلامیہ کے قیام کی جدوجہد کا آغاز کر سکیں لیکن اہل کوفہ نے ان سے غداری کی اور اپنے وعدوں سے پھر کر ابن زیاد کے حکم کی تعمیل کی۔

واقعات

مکہ کو روانگی:- ولید بن عتبہ نے امام حسینؓ اور عبداللہ بن زبیرؓ کو قاصد کے ذریعہ بلایا۔ ابھی تک امیر معاویہؓ کی وفات کی خبر مدینہ میں عام نہ ہوئی تھی تاہم بلاوے کا مقصد دونوں حضرات نے سمجھ لیا۔ امام حسینؓ سے جب بیعت کے لیے کہا گیا تو انھوں نے جواب دیا کہ میرے جیسا آدمی خفیہ بیعت نہیں کر سکتا۔ جب بیعت عامہ ہوگی اس وقت آجاؤنگا ولید راضی ہوگیا اور انھیں واپس لوٹنے کی اجازت دے دی۔ عبداللہ ابن زبیرؓ ایک دن کی مہلت لے کر مکہ روانہ ہوگئے۔ بعد میں ان کا تعاقب کیا گیا۔ مگر اس اثنا میں وہ کہیں دور جا چکے تھے۔ جب مروان کو ان صورتِ حال کا علم ہوا تو ولید سے بہت ناراض ہوا اور کہا کہ تم نے بیعت کا وقت کھو دیا اب قیامت تک ان سے بیعت نہ لے سکو گے۔

امام حسینؓ عجیب الجھن سے دوچار تھے اگر مدینہ میں قیام پذیر رہیں تو بیعت کے بغیر کوئی چارۂ کار نہیں لہذا محمد بن حنیفہ کے مشورہ سے شعبان ۶۰ھ میں مع اہل و عیال مکہ روانہ ہوگئے۔ مکہ پہنچ کر شعب ابی طالب میں قیام کیا۔

مسلم بن عقیل کی کوفہ کو روانگی

امام حسینؓ نے کوفیوں کے خطوط آنے کے بعد مسلم بن عقیل کو کوفہ روانہ کیا تاکہ وہ اصل صورت حال معلوم کریں۔

مسلم کے کوفہ پہنچنے کے پہلے ہی دن بارہ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ کوفہ کے اموی حاکم نعمان بن بشیر نے ان کے ساتھ نرمی سے کام لیا کوفیوں کے جذبات سے متاثر ہوکر مسلم بن عقیل نے امام حسینؓ کو کوفہ آنے کے لیے لکھا۔

ابن زیاد کوفہ میں

ان حالات کی بنا پر یزید نے فوراً نعمان کو معزول کر دیا۔ اور عبیداللہ بن زیاد کو کوفہ کا حاکم مقرر کر دیا۔ کوفہ پہنچ کر اس نے اعلان کیا کہ جو لوگ مسلم سے اپنی وفاداریاں توڑ لیں گے انھیں امان دی جائے گی۔ اس کے بعد ہر محلہ کے رئیس کو بلایا اور اسے اپنے اپنے علاقہ کے امن و امان کا ذمہ دار قرار دے کر مسلم بن عقیل کی جائے پناہ کی تلاش شروع کر دی۔ اس وقت مسلم ایک محب اہل بیت ہانی بن عروہ کے

ہاں چلے گئے۔ ابن زیاد نے ہانی کو بلا کر مسلم کو پیش کرنے کا حکم دیا اور ہانی کے انکار پر انھیں قید میں ڈال کر مار پیٹ کی۔

مسلم کی گرفتاری اور شہادت

شہر میں افواہ پھیل گئی کہ ہانی قتل ہو گئے۔ یہ خبر سنتے مسلم نے اٹھارہ ہزار ہمنواؤں کے ساتھ ابن زیاد محل کا محاصرہ کر لیا۔ ابن زیاد کے پاس اس وقت صرف پچاس آدمی موجود تھے۔ چنانچہ اس حکمت سے کام لیا اور ان رؤسائے کوفہ کی ترغیب سے لوگوں کو منتشر کرنے میں کامیاب ہو آخر کار مسلم کے ساتھ صرف تیس آدمی رہ گئے۔ مجبوراً مسلم بن عقیل نے ایک بڑھیا کے پناہ لی لیکن اس بڑھیا کے بیٹے نے انعام کے لالچ میں آکر خود جا کر ابن زیاد کو اطلاع کر ابن زیاد نے یہ اطلاع پا کر مکان کا محاصرہ کر لیا۔ حضرت مسلم تن تنہا لڑنے پر مجبور ہوئے جب زخموں سے چور ہو گئے تو محمد بن اشعث نے امان دے کر گرفتار کر لیا لیکن جب آپ کو ابن کے پاس پیش کیا گیا تو اس نے امان کے وعدہ کو پس پشت ڈالتے ہوئے آپ کے قتل کا حکم مسلم بن عقیل نے محمد بن اشعث سے کہا کہ میرے قتل کی اطلاع امام حسینؓ تک پہنچا دینا اور میرا یہ پیغام بھی پہنچا دینا کہ اہل کوفہ پر ہرگز بھروسہ نہ کریں اور جہاں تک پہنچ چکے ہوں وہیں سے واپس چلے جائیں (ابن اشعث نے اپنا وعدہ پورا کیا اور ایک قاصد حضرت امام حسینؓ کی طرف روانہ کر دیا۔)

امام حسینؓ کا سفر کوفہ

اہل مکہ اور مدینہ نے آپ کو کوفہ جانے سے باز رکھنے کے لیے کوششیں کیں کیونکہ کوفیوں کا سابقہ غدارانہ طرز عمل ان کے سامنے تھا۔ عمرو بن عبدالرحمٰنؓ، عبداللہ ابن عباسؓ، عبداللہ ابن زبیرؓ سب نے مشورہ دیا کہ چونکہ کوفہ یزید کی حکومت کے تحت ہے وہاں ان کی افواج اور سامان سب کچھ موجود ہے اور کوئی قابل اعتماد نہیں اس لیے مناسب یہی ہے کہ آپ مکہ ہی میں رہیں۔ عبداللہ ابن زبیرؓ نے تجویز کیا کہ آپ مکہ میں رہ کر اپنی خلافت کی جدوجہد کریں ہم سب آپ کی مدد کریں گے۔ لیکن جب امام حسینؓ رضامند نہ ہوئے تو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے آپ کو کوفہ کی بجائے یمن جانے کی تجویز پیش کی اور کہا کہ اگر کوفہ کا سفر آپ کے نزدیک ضروری ہے تو پہلے کوفیوں کو لکھے کہ وہ یزید کے حاکموں کو وہاں سے نکالیں پھر آپ وہاں کا قصد کریں۔ لیکن امام حسینؓ نے کہا اے ابن عم! میں جانتا ہوں کہ تم میرے خیر خواہ ہو۔ لیکن میں عزم کر چکا ہوں

Marfat.com

ابن عباسؓ نے کہا کہ " اگر آپ نہیں مانتے تو کم از کم اہل و عیال کو ساتھ نہ لے جائیے مجھے ڈر ہے کہ عثمانؓ کی طرح آپ بھی بال بچوں کے سامنے ذبح کیے جائیں گے " لیکن ان تمام ترغیبات کے باوجود امام حسینؓ اپنے فیصلہ پر قائم رہے اور بالآخر ۳ ذوالحج ۶۰ھ کو مکہ معظمہ سے کوفہ کیلئے چل پڑے۔ آپ کی روانگی کے بعد آپ کے چچازاد بھائی عبداللہ بن جعفر نے ایک عریضہ اپنے لڑکوں عون اور محمد کے ہاتھ روانہ کیا کہ " میں آپ کو اللہ تعالیٰ کا واسطہ دیتا ہوں کہ جونہی میرا خط آپ کو ملے لوٹ آیئے کیونکہ جس جگہ آپ جا رہے ہیں مجھے ڈر ہے کہ وہاں آپ کی ہلاکت اور آپ کے اہل بیت کی بربادی ہے اگر خدانخواستہ آپ ہلاک ہو گئے۔ تو دنیا تاریک ہو جائے گی۔ کیونکہ اس وقت آپ ہی ہدایت یافتہ لوگوں کا علم اور مومنوں کی امیدوں کا مرکز ہیں آپ سفر میں جلدی نہ کیجیے۔ میں بھی جلد آپ کے پاس پہنچتا ہوں "

حضرت عبداللہ بن جعفر۔ عمرو بن سعید حاکم مکہ کا سفارشی خط لے کر امام حسینؓ سے ملے اور انھیں بتایا کہ کوفہ کے لوگوں پر اعتماد کرنا مناسب نہیں عمرو بن سعید اس بات کا وعدہ کرتا ہے کہ آپ مکہ لوٹ آئیں تو میں یزید کے ساتھ آپ کے معاملات طے کرا دوں گا اور آپ کو کوئی گزند نہیں پہنچے گا۔ لیکن آپ نے اس مشورہ کو ماننے سے انکار کر دیا اور اپنے ضمیر کی آواز کے مطابق سفر کوفہ جاری رکھنے کا فیصلہ کیا۔

. . . . مجبور ہو کر عبداللہ بن جعفر واپس ہو گئے مگر عون اور محمد کو ساتھ رہنے دیا۔ راستہ میں مشہور شاعر فرزدق آپ سے ملا اور امام حسینؓ سے عرض کی " لوگوں کے دل آپ کے ساتھ ہیں لیکن تلواریں بنوامیہ کے ساتھ قضاء الٰہی آسمان سے اتری ہے۔ اور اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے کرتا ہے " لیکن آپ نے اس کے باوجود اپنے سفر کو بدستور جاری رکھا۔

ابن زیاد کی تیاریاں ابن زیاد کے حکم سے پولیس کے افسر اعلیٰ حصین بن نمیر نے قادسیہ سے جبل لعل تک سواروں کو مقرر کر دیا اور تمام اہم راستوں کی ناکہ بندی کر دی۔ امام حسینؓ کے قاصد قیس کو ابن زیاد کے آدمیوں نے گرفتار کر کے قتل کر دیا۔ جب آپ بطن رملہ سے آگے بڑھے تو انھیں عبداللہ بن مطیع ملے۔ انھوں نے بھی آپ کو آگے جانے سے روکا محمد بن اشعث کے بھیجے ہوئے قاصد نے آپ کو مقام ثعلبیہ پر مسلم بن عقیل کے قتل کی خبر دی۔ اب آپ سفر کوفہ کے بارے میں متردد ہوئے ساتھیوں نے واپس لوٹنے کا مشورہ دیا لیکن مسلم کے بھائیوں نے اپنے بھائی کے خون کا انتقام لینے کی خاطر سفر کوفہ

Marfat.com

جاری رکھنے کے لیے زور دیا جس کے بعد پوزیشن واضح ہوگئی۔ آپ کے ساتھ دوران سفر بہت سے بدوی شامل ہو چکے تھے۔ آپ نے ان سب کو جمع کیا اور فرمایا کہ جو لوگ واپس جانا چاہیں انھیں اجازت ہے۔ چنانچہ سوائے ان جان نثاروں کے جو مدینہ سے ساتھ آئے تھے سب ساتھ چھوڑ گئے۔

حُربن یزید تمیمی کی آمد

ابن زیاد نے امام حسینؓ کی پیش قدمی روکنے کے لیے حُربن یزید تمیمی کو روانہ کیا۔ ذی حشم کے مقام پر آپ سے اس کی ملاقات ہوئی۔ امام حسینؓ نے اسے کوفیوں کے خطوط کے دو تھیلے منگوا کر دکھائے اور کہا کہ اب آپ لوگوں کی رائے بدل گئی ہے تو میں واپس جانے کے لیے تیار ہوں لیکن حُر نے کہا کہ ہمیں تو آپ کو گرفتار کرنے کا حکم ہے۔ چنانچہ امام حسینؓ نے اپنا سفر کوفہ جاری رکھا۔

آپ نے مقام بیضہ پر خطبہ دیا جس میں اپنے مقاصد کی وضاحت کی۔ آپ نے فرمایا۔ "لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جس نے ظالم، محرمات الٰہی کو حلال کرنے والے، خدا کا عہد توڑنے والے، خدا اور رسولؐ کے مخالف اور خدا کے بندوں پر گناہ اور زیادتی کے ساتھ حکومت کرنے والے بادشاہ کو دیکھا اور فعل یا قول کے ذریعہ سے غیرت کا اظہار نہ کیا تو خدا کو حق ہے کہ اس شخص کو اس بادشاہ کے ساتھ دوزخ میں داخل کر دے۔ لوگو! خبردار ہو جاؤ۔ ان لوگوں نے شیطان کی اطاعت اختیار کی اور رحمٰن کی اطاعت چھوڑ دی ہے ملک میں فساد پھیلایا ہے۔ حدود الٰہی کو معطل کر دیا ہے۔ مال غنیمت میں اپنا حصّہ زیادہ لیتے ہیں۔ خدا کی حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال اور حرام کی ہوئی چیزوں کو حلال کر دیا ہے اس لیے مجھ کو غیرت آنے کا زیادہ حق ہے۔" کچھ دور جا کر طرماح بن عدی سے آپ کی ملاقات ہوئی انھوں نے آپ کو یمن چلنے کی دعوت دی لیکن آپ نے یہ پیش کش شکریہ کے ساتھ ٹال دی۔

میدان کربلا میں آمد

امام حسینؓ کا قافلہ اور حُربن یزید کا لشکر ساتھ ساتھ آگے کی طرف چلتے رہے۔ جہاں کہیں آپ کے قافلہ کا رُخ صحرائے عرب کی طرف ہو جاتا حُر آپ کو روک دیتا اور رُخ پھیر کر کوفہ کی طرف کر دیتا۔ چلتے چلتے آپ نینوا پہنچے۔ وہاں ابن زیاد کے ایک قاصد نے حُر کو ایک خط پہنچایا جس میں حکم تھا "جونہی میرا یہ خط اور میرا قاصد تمھارے پاس پہنچے حسینؓ اور ان کے ساتھیوں کو جہاں وہ ہیں وہیں روک لو اور انھیں ایسی جگہ پر اترنے پر مجبور کرو جو بالکل چٹیل میدان ہو اور جہاں کوئی سرسبزی اور پانی کا چشمہ وغیرہ نہ ہو میرا یہ قاصد

Marfat.com

اس وقت تک تمہارے ساتھ رہے گا جب تک مجھے یہ معلوم ہو جائے کہ جو حکم میں نے تمہیں دیا ہے تم نے اس کی حرف بحرف تعمیل کی" حُر نے تمام صورت حالات سے امام حسینؓ سے کہا کہ" اب میں آپ کو اس جگہ نہ رہنے دوں گا" بالآخر یہ مختصر سا قافلہ ۲۔ محرم الحرام ۶۱ھ بمطابق ۲۔ اکتوبر ۶۸۰ء کو کربلا کے میدان میں اترا۔ دوسرے ہی روز عمرو بن سعد ۴ ہزار سپاہ لے کر پہنچا۔ عمرو بن سعد چونکہ امام حسینؓ سے لڑنے کا خواہشمند نہ تھا اس لیے قرہ بن سفیان کو آپ کے پاس بھیجا۔ قرہ بن سفیان سے حضرت حسینؓ نے کہا کہ اگر تمہیں میرا آنا ناپسند ہے تو میں مکہ واپس جانے کے لیے تیار ہوں لیکن ابن زیاد نے اس تجویز کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اور عمرو بن سعد کو حکم دیا کہ اگر امام حسینؓ بیعت نہ کریں تو ان کا پانی بند کر دیا جائے۔

ایک رات امام حسینؓ کی درخواست پر آپ اور عمرو بن سعد کے درمیان رات کے وقت علیحدگی میں بات چیت ہوئی۔ جس کے نتیجے کے طور پر مندرجہ ذیل ۳ تجاویز حضرت امام کی طرف سے پیش کی گئیں۔ کسی ایک پر اتفاق مسئلہ کا حل قرار دیا گیا:۔

۱۔ مجھے واپس مکہ جانے کی اجازت دے دی جائے۔

۲۔ یزید سے براہ راست معاملہ طے کرنے کے لیے مجھے شام بھیج دیا جائے۔

۳۔ مجھے اجازت دی جائے کہ میں کسی محاذ کی طرف نکل جاؤں کفار کے خلاف جہاد میں مصروف ہو جاؤں۔

عمرو بن سعد نے یہ تینوں تجاویز ابن زیاد کو لکھ دیں۔ اور اپنی طرف سے ان پر اطمینان کا اظہار کیا۔ ابن زیاد نے خط پڑھنے کے بعد ان تجاویز کو سراہا۔ مگر شمر ذی الجوشن نے ان تمام تجاویز کو رد کرنے کا مشورہ دیا اور امام حسینؓ کو ایسی حالت میں جب کہ وہ قابو میں آ چکے ہیں گرفتار کرنا زیادہ مناسب اور ضروری قرار دیا۔ یہ سن کر ابن زیاد نے اپنی رائے بدل دی۔ اور عمرو بن سعد کو اس کی نرمی پر سرزنش کرتے ہوئے حکم دیا کہ اگر امام حسینؓ اور اس کے ساتھی اپنے آپ کو حوالہ کر دیں تو بہتر ہے ورنہ جنگ کی راہ لو۔ شمر معہ خط کے عمرو بن سعد کے پاس پہنچ گیا۔ عمرو بن سعد اپنے اقتدار کو قائم رکھنے کی خاطر امام حسینؓ کے خلاف تلوار اٹھانے کیلئے تیار ہو گیا۔ یہ ۹ محرم الحرام کا دن تھا۔

المیہ کربلا اور شہادت عظمیٰ

صلح کی آخری گفتگو کے ناکام ہونے کے بعد حضرت امام حسینؓ نے اپنے ساتھیوں سے فرمایا کہ جو جانا چاہتے ہیں انہیں میری طرف سے اجازت ہے۔ اس پر کچھ جان نثار اور اعزہ باقی رہ گئے جنہوں نے

Marfat.com

آخری وقت تک ساتھ دینے کا عہد کیا۔ ان جان نثاروں کی تعداد صرف ۷۲ تھی۔ امام حسین رض نے اس مختصر ترین فوج کو منظم کیا۔ میمنہ پر زہیر بن قیس کو اور میسرہ پر حبیب بن مظہر کو متعین کر کے علم عباس رض کو مرحمت فرمایا۔ جنگ کے آغاز سے پیشتر اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کی اور اس سے تائید اور نصرت چاہی۔ اس کے بعد اتمام حجت کے لیے دشمنوں کی صفوں کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا "اے لوگو! جلدی نہ کرو۔ پہلے میری بات سن لو۔ مجھ پر تمھیں سمجھانے کا جو حق ہے اسے پورا کر لینے دو اور میرے آنے کی وجہ بھی سن لو۔ اگر تم میرا عذر قبول کر لو گے اور مجھ سے انصاف کرو گے تو تم انتہائی خوش بخت انسان ہو گے لیکن اگر تم اس کے لیے تیار نہ ہوئے تو تمھاری مرضی۔ تم اور تمھارے شریک مل کر میرے خلاف زور لگا لو۔ اور مجھ سے جو برتاؤ کرنا چاہتے ہو کر ڈالو۔ اللہ تعالیٰ میرا کارساز ہے اور وہی اپنے نیک بندوں کی مدد کرتا ہے۔" جونہی آپ تقریر کے اس حصہ پر پہنچے تو خیموں سے اہل بیت کی مستورات کی شدت رنج کی وجہ سے چیخیں نکل گئیں۔ آپ تھوڑی دیر کے لیے رک گئے اور اپنے بھائی عباس کو انھیں چپ کرانے کے لیے بھیجا۔ جب خاموشی طاری ہوئی تو آپ نے اپنی تقریر کو جاری رکھتے ہوئے فرمایا "لوگو! تم میرے حسب و نسب پر غور کرو اور دیکھو کہ میں کون ہوں۔ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالو اور اپنے آپ کو ملامت کرو۔ تم خیال کرو کیا تمھیں میرا قتل اور میری توہین زیب دیتی ہے؟ کیا میں تمھارے نبی ص کا نواسہ اور ان کے چچیرے بھائی کا بیٹا نہیں جنھوں نے سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کی آواز پر لبیک کہی اور اس کے رسول پر ایمان لائے؟ کیا سید الشہدا حمزہ رض میرے والد کے چچا نہ تھے؟ کیا جعفر طیار رض میرے چچا نہ تھے؟ کیا تمھیں رسول اللہ کا وہ قول یاد نہیں جو انھوں نے میرے اور میرے بھائی کے بارے میں فرمایا تھا کہ دونوں نوجوانان جنت کے سردار ہوں گے؟ اگر میرا یہ بیان سچا ہے اور ضرور سچا ہے کیونکہ جب سے مجھے علم ہوا ہے کہ جھوٹ بولنے والے پر اللہ تعالیٰ ناراض ہوتا ہے۔ اس وقت سے آج تک میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ تو بتاؤ کیا تمھیں ننگی تلواروں سے میرا مقابلہ کرنا ہے؟ اور اگر تم مجھے جھوٹا سمجھتے ہو۔ تو آج بھی تم میں وہ لوگ موجود ہیں جنھوں نے میرے متعلق رسول اللہ کی حدیث سنی ہے۔ تم ان سے دریافت کر سکتے ہو تم مجھے بتاؤ کہ کیا آپ کی اس حدیث کی موجودگی میں بھی تم میرا خون بہانے سے باز نہیں رہ سکتے؟" لیکن کوفیوں اور ان کے سرداروں پر کوئی اثر نہ ہوا۔ صرف حر بن یزید پر آپ کی اس تقریر کا اثر ہوا اور وہ یہ کہتے ہوئے کہ "

Marfat.com

جنت یا دوزخ کے انتخاب کا موقع ہے میں نے جنت کا انتخاب کر لیا ہے خواہ مجھے ٹکڑے ٹکڑے کر دیا جائے یا جلا دیا جائے" حضرت امام حسینؓ کے لشکر میں آشامل ہوا۔ اس کے بعد شخصی مبارزت کے طریقے سے جنگ کا آغاز ہوا جس میں اہل بیت اطہر کا پلہ بھاری رہا۔ یہ دیکھ کر ابن سعد نے عام حملہ کا حکم دیا۔ فدایان و اراکین اہل بیت نے دشمنوں کی یلغاروں کا پوری قوت ایمانی سے ڈٹ کر مقابلہ کیا۔ فدائی ایک ایک کر کے کٹ مرے لیکن میدان جنگ سے منہ نہ پھیرا۔ دوپہر تک امام حسینؓ کے بیشتر آدمی کام آچکے تھے۔ چنانچہ اب باری باری حضرت علی اکبر، عبداللہ بن مسلمؓ، جعفر طیارؓ کے پوتے عدی، عقیل کے فرزند عبدالرحمن، حضرت حسنؓ کے صاحبزادے قاسم اور ابوبکرؓ وغیرہ میدان میں اترے اور شہید ہوئے۔ ان کے بعد امام حسینؓ آئے دشمنوں نے ہر طرف سے آپ پر یورش کی۔ یہ دیکھ کر آپ کے بھائی عباسؓ عبداللہ، جعفر اور عثمان آپ کی حفاظت کے لیے ڈٹ گئے مگر چاروں نے شہادت پائی۔ امام حسینؓ تنہا میدان میں جمے ہوئے تھے زخموں سے چور ہونے کی بنا پر آپ نے پیاس کی شدت محسوس کی۔ فرات کی طرف بڑھے تاکہ پیاس بجھا سکیں۔ پانی پینے ہی لگے تھے کہ حصین ابن نمیر نے ایک تیر چلایا جو آپ کے حلق میں لگا۔ تیر نکالنے کے بعد آپ واپس لوٹے۔ اب آپ میں کوئی سکت باقی نہ تھی۔ عراقیوں نے آپ کو ہر طرف سے نرغہ میں لے لیا مگر شہید کرنے کی کسے بھی جرأت نہ ہو رہی تھی کیونکہ کوئی نہ چاہتا تھا کہ یہ گناہ اس کے سر ہو۔ بالآخر شمر کے اکسانے پر زرعہ بن شریک تمیمی نے یہ بدبختی مول لی اور ہاتھ اور گردن پر تلوار کے وار کیے سنان بن انس نے تیر چلایا اور آپ گر گئے۔ اس حالت میں سنان نے سر مبارک تن سے جدا کر دیا۔ اور پھر ابن زیاد کے حکم کے مطابق آپ کا سر بریدہ جسم گھوڑوں کے ٹاپوں سے روندوا دیا گیا اہل بیت کے مردوں میں سے صرف امام زین العابدین بیماری کی وجہ سے بچ سکے۔ یہ دردناک واقعہ ۱۰ محرم الحرام ۶۱ھ مطابق ۱۰ اکتوبر ۶۸۰ء پیش آیا۔

اہل بیت کی شام کو روانگی

حضرت امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اہل بیت اطہر کے بقیہ افراد پر مشتمل قافلہ ابن زیاد کے پاس کوفہ پہنچا۔ یہ سیاہ بخت انسان اس خستہ حالت میں بھی افراد اہل بیت سے انتہائی بدتمیزی سے پیش آیا۔ حضرت امام حسینؓ کا کٹا ہوا سر ابن زیاد کے سامنے پڑا ہوا تھا۔ ہر خاص و عام کو محل میں داخل ہونے کی اجازت تھی۔ ابن زیاد سر مبارک کو دیکھ کر آپ کے لبوں پر بار بار چھڑی مارتا اور مسکراتا

Marfat.com

صحابی رسولؐ زیدؓ بن ارقم وہاں ایک کونے میں موجود تھے ان سے نہ رہا گیا تو فرمایا "ان لبوں سے چھڑی ہٹالو۔ اللہ تعالیٰ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں میں نے اپنی ان آنکھوں سے دیکھا ہے کہ رسول اللہؐ ان ہونٹوں پر اپنے ہونٹ رکھتے تھے" یہ کہہ کر وہ رونے لگے۔ یہ سن کر ابن زیاد کے غضب کی کوئی حد نہ رہی بولا "اللہ تیری دونوں آنکھیں رلائے۔ واللہ! اگر تو بوڑھا ہو کر سٹھیا نہ گیا ہوتا اور تیری عقل ماری نہ گئی ہوتی تو میں تیری گردن اڑا دیتا" یہ دیکھ کر زید بن ارقم مجلس سے اٹھتے ہوئے کہہ گئے "اے لوگو! آج کے بعد تم غلام بن گئے کیونکہ تم نے فاطمہؓ کے لخت جگر کو قتل اور ابن زیاد کو اپنا حاکم بنایا جو تمہارے نیک لوگوں کو قتل کرتا اور شریروں کو نوازتا ہے"

یزید اور افراد اہل بیت

کوفہ سے یہ قافلہ معہ امام حسینؓ کے کٹے ہوئے سر کے دمشق میں یزید کے پاس روانہ کیا گیا۔ یزید اہل بیت کے بچے کھچے افراد امام حسینؓ کے کٹے ہوئے سر اور اس ظلم کے نتائج کو محسوس کر کے رنجیدہ ہوا اور قاصد سے کہا کہ اس کے بغیر بھی میں تم سے خوش ہو سکتا تھا واللہ اگر میں وہاں ہوتا تو حسینؓ سے درگزر سے کام لیتا۔ یہ کہہ کر قاصد کو بغیر انعام کے لوٹا دیا اور محل سے متصل ایک گھر خالی کروانے کے بعد افراد اہل بیت کو وہاں رکھا اور ہر طرح کا آرام بہم پہنچانے کی کوشش کی۔ اس کے اس سلوک کو دیکھ کر حضرت حسینؓ کی صاحبزادی سکینہ کہا کرتی تھی "میں نے کبھی کوئی ناشکرا انسان یزید سے اچھا سلوک کرنے والا نہیں دیکھا" حرم شاہی میں جب اہل بیت کی مستورات کا داخلہ ہوا تو ان کی بے بسی دیکھ کر ایک کہرام مچ گیا اور تین دن تک متواتر قائم رہا دمشق چند روز رکھنے کے بعد یزید نے تمام اراکین اہل بیت کو مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔

حادثہ کربلا کے نتائج

۱۔ بنو ہاشم کی قوت کا خاتمہ:۔ سانحہ کربلا نے بنو ہاشم کی قوت پر ایسی ضرب کاری لگائی کہ وہ اب دعوۂ خلافت سے خاموشی اختیار کر کے میدان سیاست سے ہٹ گئے اور اس کے بعد وہ اس قابل ہی نہ رہے کہ ہاشمی خلافت کے قیام کی جدوجہد از خود کر سکیں۔

۲۔ واقعہ حرہ:۔ شہادت حسینؓ کی خبر جب سرزمین حجاز میں پہنچی تو کوئی آنکھ ایسی نہ تھی جو اس سانحہ پر اشکبار نہ ہو لہذا حجاز میں فوری طور پر انقلاب برپا ہو گیا۔ اہل مدینہ نے اموی حکام کو صوبہ سے نکال دیا اور عبداللہ ابن زبیرؓ کی بیعت کر لی۔ یزید نے

---

[1] طبری جلد ہفتم۔

Marfat.com

ولید بن عقبہ کی ماتحتی میں شامیوں کی فوج روانہ کی۔ اس فوج میں عیسائی کثیر تعداد میں شامل تھے۔ جب اہلِ مدینہ نے اطاعت قبول نہ کی تو ولید بن عقبہ نے شہر پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔ اہلِ مدینہ اگرچہ بڑی بے جگری سے لڑے لیکن شامی افواج کے سامنے کوئی پیش نہ گئی۔ اس جنگ میں بڑے بڑے اکابر مدینہ شہید ہوئے جن میں فضل بن عباس اور عبداللہ بن حنظلہ قابلِ ذکر ہیں۔ شہر پر قبضہ کے بعد مدینۃ الرسولؐ تین دن تک شامی فوجوں کے ہاتھوں لٹتا رہا۔ مسلمانوں کی عزت و آبرو برباد ہوئی اور تین روز تک مسلسل قتل و غارت کا بازار گرم رہا۔ عیسائی فوجیوں نے جی بھر کر ہر وہ نازیبا فعل کیا جس پر عقل انسانی آج بھی شرمسار ہے۔ تاریخ اسلام میں یہ واقعہ بہت اہم ہے اور سانحہ کربلا کے بعد یزید کا دوسرا بڑا سیاہ کارنامہ قرار دیا جاسکتا ہے۔

۳۔ عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت کا قیام:۔ اہلِ مکہ نے یزید کی بجائے عبداللہ ابن زبیرؓ کو خلیفہ چن لیا۔ شہادتِ حسینؓ نے لوگوں کے اندر سوئے ہوئے جذبات کو از سر نو بیدار کر دیا اور سرزمین حجاز میں ناراضگی کی ایک ہمہ گیر لہر اموی اقتدار کے خلاف اُٹھ کھڑی ہوئی اہل حجاز کو ابن زبیرؓ جیسی مؤثر شخصیت بطور راہنما میسر آئی۔ چنانچہ اہلِ مدینہ نے بھی جلد آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا اور آپ کی بیعت کر لی۔ اس انقلاب نے اموی اقتدار کے لیے بے پناہ مشکلات پیدا کر دیں۔ حجاز کی سرزمین سے مخالفت کے یہ اُبلتے ہوئے جذبات درحقیقت تمام عالم اسلامی میں پیدا شدہ ہمہ گیر اضطراب کے ترجمان تھے۔

۴۔ انتقامی جذبات:۔ عراق ہمیشہ کے لیے انتقامی کارروائیوں کا مرکز بن گیا۔ کوفہ کے لوگ اپنے رویہ پر پریشان اور شرمسار تھے چنانچہ توابین کا فرقہ وجود میں آیا۔ توابین کا مقصد خونِ حسینؓ کا انتقام تھا کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ ان کی نجات اخروی کا یہی ایک ذریعہ ہے۔ اس گروہ کی کوششوں کا فائدہ مختار ثقفی نے حاصل کرنے کی کوشش کی اور ان کو ساتھ ملا کر علم بغاوت بلند کر دیا۔ توابین تو اپنی کوششوں میں مخلص تھے لیکن یہ شخص محض اقتدار کے حصول کے لیے میدان عمل میں اترا تھا۔

۵۔ گروہی تعصبات:۔ سیاسی اور مذہبی لحاظ نے اتحاد اسلامی کو بے مثال نقصان پہنچایا۔ ملتِ اسلامیہ میں نئے نئے سیاسی گروہوں نے جنم لیا۔ جو بعد میں مذہبی رنگ اختیار

کر کے فرقوں کی شکل اختیار کر گئے۔ یہ فرقے اپنے گروہی اقتدار کی خاطر ایک دوسرے کے خلاف صف آراء رہے۔ ایرانی چونکہ شاہ پرستی کا صدیوں سے شکار تھے اس لیے شیعہ فرقہ کو یہاں کافی فروغ حاصل ہوا۔

۶۔ اموی خلافت کا زوال:۔ واقعہ کربلا اموی خلافت کے زوال کا اہم سبب قرار دیا جاتا ہے۔ اموی حکومت اور اس کے عمال پہلے ہی عوام الناس میں مقبول نہ تھے کیونکہ مسلمان جب ان کی حکومت کا موازنہ خلافت راشدہ سے کرتے تو انھیں سخت مایوسی ہوتی۔ امام حسین رضؓ کی شہادت نے ملّتِ اسلامیہ کو بہت زیادہ متاثر کیا۔ خود یزید کا بیٹا معاویہ دل برداشتہ ہو کر خلافت سے ہی دست بردار ہو گیا۔ اگرچہ امویوں نے اپنی قوت اور استقلال کی بدولت حکومت کو وقتی طور پر اپنے خاندان میں محفوظ کر لیا لیکن خلیفہ مروان ثانی کے زمانے تک کھلم کھلا اور زیرِ زمین کئی تحریکیں مسلسل اس بات کے لیے کوشاں رہیں کہ وہ امویوں کی حکومت کا تختہ الٹ دیں۔

۷۔ عباسی تحریک:۔ عباسیوں نے امویوں کے خلاف اس ردعمل سے خوب فائدہ اٹھایا ان کے داعی ملک کے کونے کونے میں پھیل گئے اور اموی مظالم کی داستان اس قدر پر زور اور پُر تاثیر انداز میں پیش کی کہ عوام کے جذبات بھڑک اُٹھے۔ چنانچہ عباسیوں نے بھی حسین رضؓ کے انتقام کو اپنے مقاصد کے لیے نہایت کامیابی سے استعمال کیا جیسے امویوں نے قصاص عثمان رضؓ اور ان کا خون آلود پیرہن کیا تھا۔ بنو عباس نے اپنی تحریک کی بنیاد انتہائی رازداری سے بنو ہاشم کے نام پر ہی اٹھائی۔ ان کی کامیابی درحقیقت اس جذبۂ انتقام ہی کی بدولت تھی جسے انھوں نے اپنا مقصد بنایا تھا۔

۸۔ حق پرستوں کے لیے مثال:۔ اس واقعہ کا سب سے بڑا اور اہم نتیجہ یہ تھا کہ امام حسین رضؓ کا کردار داعیِ حق کے لیے ہمیشہ کے لیے روشنی کا ایک مینار بن گیا۔ حریت آزادی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جب بھی مسلمانوں نے اپنی جدوجہد کا آغاز کیا تو امام حسین رضؓ کی قربانی کو مشعل راہ پایا۔ آپ ہی سے مسلمانوں نے سیکھا کہ جبر و استبداد کے سامنے سینہ سپر ہونا ہی عین رضائے الٰہی ہے۔

اہمیت۔ سیاہ وصیہ؟

اسلامی تاریخ کو کسی اور واقعہ نے اس قدر اور اس طرح متاثر نہیں کیا جیسے سانحہ کربلا نے کیا۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم

ور خلفائے راشدین نے جو اسلامی حکومت قائم کی اس کی بنیاد انسانی حاکمیت کی بجائے اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے اصول پر رکھی گئی تھی۔ اس نظام کی روح شورائیت میں پنہاں تھی۔ اسلامی تعلیمات کا بنیادی مقصد بنی نوع انسان کو شخصی غلامی سے نکال کر خدا پرستی، حریت فکر، انسان دوستی، مساوات اور اخوت و محبت کا درس دینا تھا۔ خلفائے راشدین کے دور تک اسلامی حکومت کی یہ حیثیت برقرار رہی۔ یزید کی حکومت چونکہ ان اصولوں سے ہٹ کر شخصی بادشاہت کے تصور پر قائم کی گئی تھی۔ لہذا جمہور مسلمان اس تبدیلی کو اسلامی نظام شریعت پر ایک ضرب کاری سمجھتے تھے اس لیے امام حسینؓ محض ان اسلامی اصولوں اور قدروں کی بقا اور بحالی کے لیے میدان عمل میں آئے۔ راہ حق پر چلنے والوں پر جو کچھ میدان کربلا میں گزری وہ جور و جفا، بے رحمی اور استبداد کی بدترین مثال ہے یہ تصور ہی کہ اسلام کے نام لیواؤں پر یہ ظلم و تعدی خود ان لوگوں نے کی جو خود کو مسلمان کہتے تھے بڑا روح فرسا ہے مزید برآں امام حسینؓ کا جو تعلق آنحضورؐ سے تھا اُسے بھی ظالموں نے نگاہ میں نہ رکھا۔ نواسۂ رسول کو میدانِ کربلا میں بھوکا پیاسا رکھ کر جس بے دردی سے قتل کر کے ان کے جسم اور سر کی بے حرمتی کی گئی اخلاقی لحاظ سے بھی تاریخ اسلام میں اوّلین اور بدترین مثال ہے اس جرم کی سنگینی میں مزید اضافہ اس امر سے بھی ہوتا ہے کہ امام حسینؓ نے آخری لمحات میں جو انتہائی معقول تجاویز پیش کیں انھیں سرے سے درخور اعتنا ہی نہ سمجھا گیا اس سے یزید کے اعمال کی آمرانہ ذہنیت کا اظہار بھی ہوتا ہے یہاں یہ نقطہ قابل غور ہے کہ جب شخصی اور ذاتی مصالح، ملی، اخلاقی اور مذہبی مصلحتوں پر حاوی ہو جاتے ہیں تو انسان زندگی کی بدترین مثالیں بھی پیش کرنے پر قادر ہے اور ایسی مثالوں سے تو یورپ کی ساری تاریخ بھری پڑی ہے۔ لہذا ان حقائق کی روشنی میں سانحہ کربلا کا جائزہ لیا جائے تو یہ واقعہ اسلام کے نام پر سیاہ دھبہ ہے کیونکہ اس سے اسلامی نظام حکومت میں ایسی خرابی کا آغاز ہوا جس کے اثرات آج تک ہم محسوس کر رہے ہیں۔

لیکن اگر ہم اس سانحہ کو اسلام کے نام پر ایک سیاہ دھبہ ہی قرار دیں تو یہ تصویر کا صرف ایک رُخ ہوگا کیونکہ جہاں تک حق و انصاف، حریت و آزادی اور اعلائے کلمۃ الحق کے لیے جدوجہد کا تعلق ہے یہ کہنا درست ہوگا کہ سانحہ کربلا تاریخ اسلام کا ایک شاندار اور زرین باب بھی ہے جہاں تک اسلامی تعلیمات کا تعلق ہے اس میں شخصی حکومتوں یا بادشاہت کا کوئی تصور موجود نہیں۔ یزید کی نامزدگی اسلام کے نظام شورائیت کی نفی تھی لہذا امام حسینؓ نے

Marfat.com

جس پامردی اور صبر سے کربلا کے میدان میں مصائب و مشکلات کو برداشت کیا وہ حریت، جرأت اور صبر و استقلال کی لازوال داستان ہے۔ باطل کی قوتوں کے سامنے سرنگوں نہ ہوکر آپ نے حق و انصاف کے اصولوں کی بالادستی، حریت فکر اور خدا کی حاکمیت کا پرچم بلند کرکے اسلامی روایات کی لاج رکھ لی اور انھیں ریگ زار عجم میں دفن ہونے سے بچا لیا۔ امام حسین رضؓ کا یہ ایثار اور قربانی تاریخ اسلام کا ایک ایسا درخشندہ باب ہے جو رہروان منزل شوق و محبت اور حریت پسندوں کے لیے ایک اعلیٰ ترین نمونہ ہے۔ سانحہ کربلا آزادی کی اس جدوجہد کا نقطۂ آغاز ہے جو اسلامی اصولوں کی بقا اور احیا کے لیے تاریخ اسلام میں پہلی بار شروع کی گئی۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ نے اس کی یوں ترجمانی کی ہے۔

سر داد نہ داد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الہٰ است حسین رضؓ

سوالات

۱۔ مختصر طور پر وہ حالات بیان کرو جن کی بنا پر حادثہ کربلا وقوع پذیر ہوا۔ نیز اس کے نتائج بھی بیان کرو۔

۲۔ حادثۂ کربلا اسلام کے نام ایک سیاہ دھبہ ہے۔ تبصرہ کیجیے۔

۳۔ تاریخ اسلام میں حادثۂ کربلا کی اہمیت کیا ہے۔

۴۔ سانحہ کربلا کس حد تک بنوامیہ کے زوال کا سبب بنا؟

Marfat.com

باب ۳

معاویہ ثانی اور مروان بن حکم

معاویہ ثانی

یزید نے اپنے بیٹے معاویہ کو اپنی زندگی ہی میں جانشین نامزد کر دیا تھا۔ چنانچہ ۶۴ھ میں وہ باپ کی وفات کے بعد تخت نشین ہوا۔ ۲۱ سال کا یہ نوجوان عادات و خصائل میں اپنے باپ کی ضد تھا۔ عبادت اور ریاضت اس کا معمول تھا۔ امام حسینؓ کی شہادت کے بعد اُسے کاروبارِ حکومت سے اس قدر نفرت ہو چکی تھی کہ ۳ ماہ کی حکومت کے بعد از خود خلافت سے یہ کہہ کر دست بردار ہو گیا کہ "مجھ میں حکومت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں ہے میں نے چاہا تھا کہ ابوبکرؓ کی طرح کسی کو اپنا جانشین بنا دوں یا عمرؓ کی طرح چھ آدمیوں کو نامزد کر کے ان میں سے کسی ایک کا انتخاب شوریٰ پر چھوڑ دوں لیکن نہ عمرؓ جیسا کوئی نظر آیا اور نہ ویسے چھ آدمی ملے اس لیے میں اس منصب سے دست بردار ہوتا ہوں تم لوگ جسے چاہو اپنا خلیفہ بنا لو"۔ حکومت چھوڑنے کے چند ماہ بعد معاویہ کا انتقال ہو گیا۔ اگرچہ اس کی دست برداری سے ایک سیاسی خلا پیدا ہوا لیکن عبداللہ ابن زبیرؓ اور مروان بن حکم کی کشمکش نے بالآخر تاج و تخت مروانی ہاتھوں میں منتقل کر دیا۔

مروان بن حکم
۶۴ - ۶۵ھ
۶۸۴ - ۶۸۵ء

مروان بن حکم کا تعلق بنو اُمیّہ کی دوسری شاخ بنی عاص سے تھا۔ حکم نے فتح مکّہ کے بعد اسلام قبول کیا لیکن دل پوری طرح نورِ ایمان سے منوّر نہ ہوا۔ چنانچہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے اپنی نامناسب حرکات کی بنا پر طائف جلاوطن کر دیا۔ مروان بھی جلاوطنی کے دوران طائف میں مقیم رہا۔ یہ حضرت عثمانؓ کا انتہائی قریبی رشتہ دار تھا چنانچہ انھوں نے اپنے عہدِ خلافت میں حکم کو مدینہ آنے کی اجازت دے دی۔ حکم کے مرنے کے بعد حضرت عثمانؓ نے مروان کو اپنا سیکرٹری مقرر کر دیا۔ یہ نہایت ہی عیار اور چالاک شخص تھا۔ مگر حضرت عثمانؓ کو اس پر بے حد اعتماد تھا اس لیے مہرِ خلافت بھی اس کے سپرد کر رکھی تھی۔ جب آپ کے خلاف فسادیوں نے شور و شر پیدا کیا تو حاکم مصر کے نام منسوب خط وغیرہ کی جعلسازی کی ذمہ داری بھی اس پر عائد کی جاتی ہے شہادتِ عثمانؓ کے بعد مدینہ چھوڑ کر بھاگ نکلا اور امیر معاویہؓ کے ساتھ جنگ جمل اور صفین میں حضرت علیؓ کے خلاف لڑا حضرت طلحہؓ کی شہادت بھی اس کے ہاتھوں ہوئی۔ امیر معاویہؓ

Marfat.com

کے بر سر اقتدار آنے کے بعد اسے مدینہ کا گورنر مقرر کیا گیا۔ یزید کی موت کے وقت یہ مدینہ ہی میں مقیم تھا۔

مروان کی شام میں آمد اور خلافت

ابن زبیرؓ محاصرہ مکہ کے بعد حصین بن نمیر کی تجویز اور مشورہ کو رد کر کے پہلی سیاسی غلطی کے مرتکب ہو چکے تھے لیکن انھوں نے مروان بن حکم کو مدینہ سے شام دھکیل کر دوسری بار پھر یہی غلطی کی۔ اور یہی غلطی ان کی ناکامی کا باعث بنی جب یزید کی وفات کی خبر مدینہ پہنچی تو حاکم مدینہ مروان بن حکم کی ہمت دیگر اموی افراد کی طرح اس حد تک پست ہو چکی تھی کہ اس نے عبداللہ بن زبیرؓ کے ہاتھوں پر بیعت کرنے کے لیے آمادگی کا اظہار کیا اس کا بیٹا عبدالملک بھی بیماری کی حالت میں مدینہ میں موجود تھا۔ ابن زبیرؓ نے بنو امیہ کے خلاف اپنی آتش انتقام اور نفرت کی رو میں بہہ کر مروان اور دیگر امویوں کو فوراً اسی حالت میں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ مجبوراً مروان نے عبدالملک کے ساتھ سفر شام اختیار کیا۔ بعد میں ابن زبیرؓ نے اپنی غلطی محسوس کرتے ہوئے انھیں پکڑنے کے لیے آدمی روانہ کیے لیکن اب سب کچھ بے سود تھا۔ لوگ تلاش بسیار کے باوجود نہ مل سکے۔ اگر ابن زبیرؓ سے یہ فاش سیاسی غلطی سرزد نہ ہوتی تو تاریخ اسلام ایک نیا موڑ اختیار کر لیتی۔

جب مروان شام پہنچا تو اموی اس وقت خوف اور پریشانی کے عالم میں باہم اختلافات کا شکار تھے۔ خلافت کے لیے دو نام سامنے تھے خالد بن یزید اور عمرو بن سعید بن العاص۔ خالد کے ساتھ قبیلہ کلب کی ہمدردیاں تھیں اور قبیلہ قیس ابن زبیر کی حمایت میں تھا۔ اور کچھ دیگر اراکین عمرو بن سعید کے ساتھ تھے۔ مروان کے دمشق آجانے سے بنو کلب کے بہت سے افراد اس کی حمایت پر اتر آئے۔ مروان اس صورت حالات سے سخت پریشان تھا اور چاہتا تھا کہ ابن زبیرؓ کی اطاعت کر لے لیکن عین اس وقت عبیداللہ ابن زیاد نے پہنچ کر تمام نقشہ ہی بدل دیا۔ ابن [illegible] مروان کو قریش کا سردار ہونے کی حیثیت سے عبداللہ ابن زبیرؓ کی بیعت کرنے سے منع [illegible] مروان کو ابن زیاد کے مشورہ سے حوصلہ ہوا اور ابن زبیرؓ کی بیعت نہ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ بالآخر مقام جابیہ میں بنو امیہ کے حامی جمع ہوئے تاکہ کوئی متفقہ لائحہ عمل تیار کیا جاسکے۔ وہاں تمام بڑے بڑے اموی سردار اور عمائدین حکومت جمع تھے۔ چنانچہ بحث و تمحیص کے بعد فیصلہ ہوا کہ مروان کو خلیفہ نامزد کر دیا جائے اور خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو علی

ولی عہد مقرر کر دیا جائے۔ وہیں مروان کے ہاتھوں پر بیعت کر لی گئی اور اسے ۶۴ھ میں خلیفہ منتخب کر دیا گیا۔

معرکۂ مرج راہط

قبیلہ بنو قیس نے امویوں کے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ بنو قیس کے سردار ضحاک بن قیس نے عبداللہ ابن زبیرؓ کی حمایت کا اعلان کر دیا اور مرج راہط پہنچ کر خیمہ زن ہو گئے۔

دوسری طرف مروان بنو کلب اور دیگر اموی حامیوں کے ساتھ مقابلہ کے لیے روانہ ہوا۔ مرج راہط کے مقام پر دونوں کے درمیان زبردست جنگ ہوئی ضحاک میدان جنگ میں کام آئے اور اس واقعہ کے بڑے دوررس نتائج ظاہر ہوئے جہاں کہیں بھی ابن زبیرؓ کے حامی موجود تھے انھوں نے بھاگنا شروع کر دیا۔ چنانچہ شام ہمیشہ کے لیے اموی دائرۂ اقتدار میں چلا گیا۔ اور امویوں کی ایک دوسری شاخ جو آل مروان کہلاتی ہے نے ایک مستحکم حکومت کی بنیاد رکھی۔ اس کے علاوہ عربوں کے دو بڑے قبیلوں کے درمیان دشمنی کی ایک مستقل دیوار حائل ہو گئی۔ جو بعد کے ادوار میں خانہ جنگیوں کی صورت میں ظاہر ہوتی رہی۔

مصر پر قبضہ

شام پر اپنے قبضہ کو مستحکم کرنے کے بعد مروان نے مصر کا رخ کیا مصر پر دو طرف سے حملہ کیا گیا۔ ایک طرف سے عمرو بن سعید حملہ آور ہوا اور دوسری طرف سے مروان خود بڑھا۔ عبدالرحمٰن بن حجدم جو ابن زبیرؓ کے ہمنواؤں میں سے تھے مقابلہ کے لیے نکلے لیکن جب عمرو بن سعید کے داخلۂ مصر کی اطلاع پائی تو مروان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس طرح بغیر جنگ کے مصر بھی اموی دائرہ اقتدار میں آ گیا۔

وفات

مروان نے رمضان ۶۵ھ میں ۶۳ سال کی عمر میں وفات پائی۔ عام خیال کے مطابق مروان کی وفات اس کی بیوی ام خالد کے ہاتھوں ہوئی۔ اگرچہ مقام جابیہ پر مروان کی خلافت کے ساتھ ساتھ خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کی تقرری بطور جانشین کی توثیق کی گئی تھی۔ مگر مروان کی یہ خواہش تھی کہ اس کی اپنی اولاد ہی اس کی وارث ہو چنانچہ اس مقصد کے حصول کی خاطر اس نے خالد کی بیوہ ماں کے ساتھ شادی کر لی۔ جس کا تعلق بنو کلب سے تھا۔ مقصد اس طرح بنو کلب کی ہمدردیاں حاصل کرنا تھا۔ اس کے علاوہ انعام و اکرام دے کر اس نے بالآخر خالد اور عمرو بن سعید کی تقرری منسوخ کر دی اور علانیہ عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا جانشین مقرر کر دیا۔ مروان نے اسی پر اکتفا نہ کیا

Marfat.com

بلکہ خالد کو ذلیل کرنے کے لیے خالد اور اس کی ماں کے خلاف نازیبا الفاظ استعمال کیے
جن کی شکایت خالد نے ماں سے کی۔ چنانچہ اس نے مروان کو زہر دے کر یا گلا گھونٹ کر مروا
دیا۔ مروان نے اموی اقتدار کو از سر نو قائم کیا تھا ورنہ اموی حکومت کا خاتمہ صاف نظر آرہا تھا۔

سوالات

۱۔ ان اسباب کی وضاحت کیجئے جن کی بنا پر معاویہ ثانی نے خلافت سے دست برداری
کا اعلان کیا۔

۲۔ مروان بن حکم کے دور کے اہم واقعات بیان کرو۔

Marfat.com

باب ۱۴

حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ

۶۴ - ۷۳ھ

۶۸۵ - ۶۹۵ء

ابتدائی زندگی حضرت عبداللہ زبیرؓ بن عوام کے صاحبزادے تھے آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ حضرت ابوبکرؓ صدیق کی بڑی بیٹی اور حضرت عائشہؓ کی حقیقی بہن تھیں مدینہ منورہ میں ۲ھ کو پیدا ہوئے۔ اس سے پہلے مہاجرین کے ہاں چونکہ کافی عرصہ تک کوئی اولاد نہ ہوئی اس لیے یہود مدینہ نے اسے سحر کاری کا کرشمہ مشہور کر رکھا تھا۔ لہذا آپ کی پیدائش پر مسلمانوں نے خوب خوشیاں منائیں تقریباً ۸ برس کی عمر میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی۔ آپ کا شمار ان مشاہیر اسلام میں ہوتا ہے جنھوں نے حق وصداقت کا علم بلند رکھنے کے لیے اپنی جان تک بھی نثار کرنے سے دریغ نہ کیا۔

بچپن ہی سے آپ کی پیشانی پر بڑائی کے آثار ہویدا تھے۔ دلیری بہادری شجاعت اور صاف گوئی کے اوصاف کی وجہ سے خواص وعوام میں معروف تھے۔ خلفائے راشدہ کے دور میں آپ کئی ایک مہمات میں شریک ہوئے اور قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ جنگ جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کی حمایت میں بڑی ہی بے جگری سے لڑے اس لڑائی میں ان کے جسم پر ۴۰ سے زیادہ زخم لگے۔ جب امیر معاویہؓ نے اپنی زندگی میں یزید کو خلیفہ نامزد کیا تو آپ نے شدید مخالفت کی۔ امیر معاویہؓ کی وفات کے بعد جب یزید کے قاصد آپ سے بیعت لینے آئے تو آپ ایک دن کی مہلت لے کر مدینہ سے نکل کر مکہ میں آگئے اور حدود حرم میں پناہ لی۔ آپ کی پیہم کوششوں کے نتیجہ کے طور پر اہل حجاز نے اموی خلافت کے خلاف علم بغاوت بلند کر دیا۔

اعلان خلافت شہادت حسینؓ نے لوگوں کے دلوں کے اندر سوئے ہوئے جذبات کو اس بُری طرح سے برانگیختہ کیا کہ ملک کے طول وعرض میں اموی اقتدار کے خلاف عام ناراضگی اور بغاوت کی ایک زبردست لہر اٹھ کھڑی ہوئی چنانچہ جب

Marfat.com

ابن زبیرؓ نے اہل حجاز کو انقلاب کی دعوت دی تو اہل مکہ نے ان کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اس وقت دنیائے اسلام میں آپ جیسی مؤثر شخصیت کا حامل کوئی دوسرا شخص نہ تھا اس لیے اہل مدینہ نے بھی جلد آپ کو خلیفہ تسلیم کر لیا۔

واقعہ حرّہ

یزید نے اہل مدینہ کو بیعت پر مجبور کرنے کے لیے مسلم بن عقبہ کو دس ہزار فوجیوں کے ساتھ حجاز روانہ کیا۔ اہل مدینہ نے شامی افواج کا بڑی پامردی سے مقابلہ کیا مگر تین دن کی جنگ کے بعد شکست کھائی۔ شامی افواج میں اکثریت عیسائی فوجیوں کی تھی جنھوں نے مسلمانوں کی عزت و آبرو پر بڑی بے دردی سے ہاتھ ڈالا اور ان کے مال و متاع کو جی بھر کر لوٹا۔ اس تباہی سے جو لوگ زندہ بچ گئے انھوں نے بیعت کر لی "تاریخ اسلام میں اس واقعہ کو سانحہ حرّہ کا نام دیا جاتا ہے۔

یزید کی وفات

مدینہ کو تاخت و تاراج کرنے کے بعد یزید کی افواج مکہ کی طرف بڑھیں مسلم بن عقبہ دوران سفر ہی مر گیا لہذا حصین بن نمیر کو سربراہ مقرر کر دیا گیا۔ ابن نمیر نے مکہ کا محاصرہ کر لیا جو ۶۴ دن جاری رہا۔ اس دوران جب یزید کی موت کی خبر آئی تو محاصرہ اٹھا لیا گیا۔ اس وقت ابن زبیرؓ ہی مسلمانوں میں سب سے معروف اور مؤثر شخصیت کے حامل تھے لہذا ابن نمیر نے آپ کو خلافت کی پیش کش کی اور آپ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کی خواہش کا اظہار کیا۔ ابن زبیرؓ اگرچہ ایک دلیر اور بہادر السان تھے مگر انھوں نے دور اندیشی سے کام نہ لیتے ہوئے اس پیش کش کو ٹھکرا دیا اور کہا کہ جب تک ایک ایک حجازی کے بدلے دس دس شامیوں کو قتل نہ کر لوں گا تب تک کچھ نہیں ہو سکتا۔ یہ جواب سن کر حصین نے کہا "جو شخص آپ کو عرب کا مدبر کہتا ہے وہ غلطی پر ہے میں آپ کو راز کی بات کہتا ہوں۔ اور آپ چلا کر اس کا جواب دیتے ہیں خلافت دلانا چاہتا ہوں اور آپ جنگ و خونریزی پر آمادہ ہیں"۔ ابن نمیر مایوس ہو کر شام واپس لوٹ گیا۔ یہ آپ کی ایک سیاسی غلطی تھی اگر آپ جذبات کی بجائے دور اندیشی سے کام لیتے تو حجاز کے علاوہ شام اور عراق بھی فوری طور پر آپ کی خلافت کو تسلیم کر لیتے اور اس طرح اموی خلافت حرف غلط کی طرح صفحہ ہستی سے مٹ جاتی۔

عراق اور مصر کی اطاعت

ابن زبیرؓ کی شخصیت اس وقت تمام عالم اسلام میں نمایاں اور محترم تھی۔ کوئی شخص بھی ان کے مدمقابل دعوئ خلافت کرنے کی اہلیت اور حوصلہ نہ رکھتا تھا۔ چنانچہ ان کے داعیوں اور ساتھیوں نے عراق، مصر و شام

مرج کیا۔ سوائے شام کے باقی سب ملکوں کے حکمرانوں اور عمائدین حکومت نے عبداللہ ابن زبیرؓ کو اپنی وفاداریاں سونپ دیں۔ عوام نے بھی ان کی سیادت کو تسلیم کر لیا اس طرح آپ کی خلافت کی حدود حجاز کے علاوہ عراق اور مصر تک وسیع ہو گئیں۔

معرکۂ مرج راہط کے اثرات

عبداللہ ابن زبیر نے مروان کو شام دھکیل کر زبردست سیاسی غلطی کا ارتکاب کیا۔ چنانچہ مدینہ منورہ سے جب مروان شام پہنچا تو تمام اموی اس کے گرد جمع ہو گئے۔ اور اکثر امویوں نے اس کے وجود کو غنیمت جانا اور باہمی مشورہ اور رائے کے بعد دوسرے دو خلافت کے دعویداروں کی بجائے مروان بن حکم کو ہی ۶۸۳ء میں اپنا خلیفہ چن کر اس کی بیعت کر لی۔ قبیلہ بنو قیس نے امویوں کے اس فیصلہ کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا چنانچہ مروان اور حامیان عبداللہ ابن زبیرؓ اور قیس کے درمیان معرکہ مرج راہط پیش آیا جس میں بنو قیس کو شکست ہوئی اور اس طرح عبداللہ ابن زبیرؓ کی قوت کو پہلی کاری ضرب لگی۔

توابین اور مختار ثقفی کی بغاوت

یزید کی وفات کے بعد عراقیوں نے بھی عبداللہ بن زبیرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا تھا۔ کیونکہ بصرہ پر ان کے بھائی مصعب بن زبیرؓ کا قبضہ تھا اور کوفہ ان کے مقرر کردہ والی عبداللہ بن یزید کے ماتحت تھا۔ عراق ہمیشہ کی طرح شورشوں اور سازشوں کا مرکز تھا۔ افراتفری کے اس عالم میں کئی ایک گروہ اور اشخاص اس کشمکش سے فائدہ اٹھا کر اپنے لیے راہ ہموار کر رہے تھے۔ ان میں توابین کا گروہ سرفہرست تھا یہ وہ لوگ تھے جنھوں نے امام حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی مگر خوف کی بنا پر ان کی کوئی مدد نہ کی انھوں نے اپنے گناہوں کے کفارہ کے لیے یہ عہد کیا کہ وہ خون حسینؓ کا بدلہ لیں گے۔ چنانچہ اسی وجہ سے توابین کہلائے۔ توابین کے راہنما سلیمانؓ بن صرد نے عراق میں علم بغاوت بلند کیا لیکن شکست کھا کر شہید ہوئے مختار ثقفی نے جو کہ ایک نہایت ہی زیرک مگر عیار انسان تھا حالات سے خوب فائدہ اٹھایا۔ توابین نے اب اسے اپنا راہنما بنا کر کوفہ پر حملہ کر دیا۔ کوفہ کا حاکم عبداللہ بن مطیع جو کہ عبداللہ ابن زبیرؓ کا ہمنوا تھا قتل کر دیا گیا مختار ثقفی نے کوفہ پر قبضہ کے بعد قاتلین حسینؓ کو چن چن کر قتل کیا۔ اس نے اسی پر اکتفا نہ کیا بلکہ عام عرب آبادی کو بھی نشانہ ستم بنانا شروع کر دیا۔ عرب اکابرین نے مصعب ابن زبیرؓ سے شکایت کی چنانچہ مصعب نے اپنے نامور سپہ سالار مہلب بن ابی صفرہ کو مختار ثقفی کی سرکوبی

کے لیے مقرر کیا۔ پہلی جھڑپ میں ہی کوفیوں نے شکست کھائی اور ان کی فوج کا کثیر حصہ تباہ ہوگیا مختار ثقفی نے اب محصور ہو کر لڑنے کو ترجیح دی یہ محاصرہ تقریباً چار ماہ قائم رہا لیکن بالآخر مختار قتل ہوگیا مختار کے قتل کے بعد عراق عبداللہ ابن زبیرؓ کی عملداری میں آگیا۔

خارجیوں کے خلاف اقدامات مختار کی سرکشی کے خاتمہ کے بعد عبداللہ ابن زبیرؓ نے اب اپنے دوسرے طاقتور حریف خوارج سے مقابلہ کی ٹھانی۔ اگرچہ یزید کے مقابلہ میں انھوں نے ابن زبیرؓ کا ساتھ دیا لیکن وہ اپنے انتہاپسند نظریات کی بنا پر کسی کے ساتھ بھی زیادہ عرصہ نہ چل سکتے تھے۔ چنانچہ خوارج کے سردار نافع بن ارزق نے عراق میں بڑی سخت بدامنی اور شورش برپا کی۔ عبداللہ بن حارث والئی بصرہ کے ساتھ مقابلہ میں نافع مارا گیا لیکن خوارج کی مزاحمت میں کوئی کمی نہ آئی لہٰذا ابن زبیرؓ نے مہلب ابن ابی صفرہ کو خارجیوں کے قلع قمع کے لیے روانہ کیا جس نے بڑے خونریز معرکوں کے بعد ان کی طاقت کو کچل دیا۔

عراق پر عبدالملک کا قبضہ عبداللہ ابن زبیرؓ کی سیاسی غلطیوں کی بنا پر حالات آہستہ آہستہ امویوں کے لیے سازگار ہو رہے تھے عبدالملک کسی صورت بھی یہ برداشت نہ کر سکتا تھا کہ عراق پر ابن زبیرؓ کا قبضہ بدستور بحال رہے۔ لہٰذا اس نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ عراق پر فوج کشی کر دی۔ مصعب بن زبیرؓ جو ایک بہادر اور نڈر سپاہی تھے بڑی جانبازی اور شجاعت سے لڑے مگر عراقیوں نے پھر بے وفائی کی اور ان کے بڑے بڑے سردار عبدالملک سے مل گئے۔ اس سے اگرچہ مصعب کی قوت کمزور ہوگئی مگر انھوں نے مقابلہ جاری رکھا۔ ابراہیم بن مالک جو اس جنگ میں مصعب کے دست راست تھے کام آئے۔ اس کے بعد مصعب خود بھی لڑتے ہوئے مارے گئے۔ مصعب کی افواج کو شکست ہوئی اور وہ میدان سے فرار اختیار کر گئیں۔ اب عراق عبدالملک کی حکومت کے قبضہ میں تھا۔

محاصرۂ مکہ ابن زبیرؓ کا اقتدار پہلے ہی رو بہ زوال تھا لیکن مصعب بن زبیرؓ کے قتل نے عبدالملک اور ابن زبیرؓ کے درمیان سیاسی کشمکش اور رسہ کشی کا حتمی فیصلہ کر دیا۔ عراق کے ہاتھوں سے نکل جانے کے بعد ابن زبیرؓ کی سیاسی اور فوجی قوت بہت زیادہ کمزور ہو چکی تھی۔ لہٰذا ان حالات میں عبدالملک کے لیے زبیری اقتدار پر ضرب کاری لگانا آسان تھا

چنانچہ حجاج بن یوسف کو ابن زبیرؓ کے خلاف مہم کا انچارج بنا کر روانہ کیا گیا۔ حجاج نے ۶۹۵ء میں مکہ کا محاصرہ کر کے شہر پر سنگباری شروع کر دی۔ حدود حرم بھی اس سے محفوظ نہ رہ سکیں اور خانہ کعبہ کی عمارت کو بھی خاصہ نقصان پہنچا۔

محاصرہ طویل مدت تک جاری رہا جس کی وجہ سے اہل مکہ کو بے پناہ دشواریوں کا سامنا کرنا پڑا۔ محاصرہ اس قدر شدید تھا کہ کوئی چیز باہر سے اندر نہ جا سکتی تھی۔ اشیائے خورد و نوش کی قلت پیدا ہو چکی تھی۔ عام آبادی قحط اور بھوک کا شکار تھی۔ لیکن یہ مصائب ابن زبیرؓ کے پایۂ استقلال میں کوئی لغزش پیدا نہ کر سکے محصورین ان صعوبتوں کو آخر کب تک برداشت کر سکتے تھے۔ آہستہ آہستہ ابن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑنا شروع کر دیا۔

عبداللہ ابن زبیرؓ کی شہادت

یہ محاصرہ تقریباً ۷ ماہ جاری رہا۔ دونوں افواج نے حج کے دوران طواف وغیرہ کے لیے جنگ روک دی۔ حج کے اختتام پر جنگ دوبارہ شروع ہوئی تو حجاج نے شہر پر سنگباری کا حکم دیا جس سے شہر کا اکثر حصہ منہدم ہو گیا۔ جب مقابلہ جاری رکھنے کی کوئی صورت باقی نہ رہی تو آپ مشورہ کی غرض سے اپنی والدہ حضرت اسماءؓ کے پاس گئے اور عرض کیا کہ اب جب کہ میرے بیٹے بھی میرا ساتھ چھوڑ گئے ہیں اور جو چند باقی رہ گئے ان میں بھی لڑنے کی تاب نہیں ہے۔ ہمارا دشمن ہمارے ساتھ کوئی رعایت کرنے کو تیار نہیں ہے۔ ایسی حالت میں آپ کا کیا ارشاد ہے؟ حضرت اسماءؓ حضرت صدیق اکبرؓ کی بیٹی نے جواب دیا "بیٹا تم کو اپنی حالت کا اندازہ خود ہوگا۔ اگر تم حق پر ہو اور حق کے لیے لڑتے ہو۔ تو اب بھی اس کے لیے لڑو کیونکہ تمہارے بہت سے ساتھیوں نے اس کے لیے جان دی ہے اور اگر دنیا طلبی کے لیے لڑتے تھے تو تم سے برا کون خدا کا بندہ ہوگا کہ خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا اور اپنے ساتھ کتنوں کو ہلاک کیا اگر یہ عذر ہے کہ حق پر ہو لیکن اپنے مددگاروں کی وجہ سے مجبور ہو گئے ہو تو یاد رکھو شریفوں اور دینداروں کا یہ شیوہ نہیں ہے۔ تم کو کب تک دنیا میں رہنا ہے۔ جاؤ حق پر جان دینا دنیا کی زندگی سے ہزار درجہ بہتر ہے۔"

یہ جواب سن کر ابن زبیرؓ نے کہا ماں مجھے ڈر ہے کہ میرے قتل کے بعد بنو امیہ میری لاش کو مثلہ کر کے سولی پر لٹکائیں گے" اس خدا پرست خاتون نے جواب دیا "ذبح ہو جانے کے بعد بکری کی کھال کھینچنے سے تکلیف نہیں ہوتی۔ جاؤ خدا سے مدد مانگ کر اپنا کام پورا کرو۔"

ماں کے اس جواب سے ابن زبیرؓ ایک نئے ولولہ اور جذبہ سے اٹھے۔ ماں کو آخری بار

Marfat.com

الوداع کہہ کر دشمنوں کی صفوں میں گھس گئے اور ان کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا۔ لیکن بالآخر میدانِ جنگ میں لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ حجاج نے آپ کی لاش کو سولی پر لٹکا دیا۔ جو تین دن وہیں لٹکتی رہی آپ کی والدہ حضرت اسماءؓ کا ادھر سے گزر ہوا تو دیکھ کر بولیں "یہ شہسوار ابھی اپنی سواری سے نہیں اترا"

ابن زبیرؓ کی ناکامی کے اسباب

امویوں کا مدینہ سے اخراج

یزید کی موت کے بعد دنیائے اسلام میں سوائے عبداللہ ابن زبیر کے کوئی ایسی شخصیت موجود نہ تھی جو ملتِ اسلامیہ کے اتحاد کو برقرار رکھ سکے۔ مروان، عبدالملک اور حصین بن نمیر جیسے نامور اموی امرا یزید کی وفات کے وقت مدینہ میں موجود تھے۔ مروان بن حکم عبداللہ ابن زبیرؓ کی بیعت کرنے کے لیے تیار تھا لیکن ابن زبیرؓ کو امویوں سے شدید نفرت ہو گئی تھی اس لیے آپ نے بیعت لینے کی بجائے انھیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم دیا۔ یہ آپ کی بہت بڑی سیاسی غلطی تھی کیونکہ مروان نے شام پہنچ کر حکومت پر قبضہ کر لیا اور اموی حکومت کی بنیاد رکھنے میں کامیاب ہوا۔ اگر ابن زبیرؓ ان کو گرفتار کر لیتے یا ان کی بیعت حاصل کر لیتے تو مروانی خلافت کے قیام کے امکانات بہت محدود ہو جاتے

مختار ثقفی اور خارجیوں کی شورشیں

دعوۂ خلافت کے بعد عبداللہ ابن زبیرؓ کی قوت توابین، مختار ثقفی اور خارجیوں کی شورشوں اور بدامنیوں کو فرو کرنے میں زائل ہو گئی اس دوران میں عبدالملک خاموشی سے حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اپنی طاقت کو مجتمع کرتا رہا ان تمام ہنگاموں سے نپٹنے کے بعد ابن زبیر کی قوت چونکہ بہت کمزور پڑ چکی تھی اس لیے اموی انھیں آسانی سے شکست دینے میں کامیاب ہو گئے۔ اگر یہی قوت بروقت امویوں کے خلاف استعمال میں لائی جاتی تو اموی کسی صورت بھی سر اٹھانے کے قابل نہ رہتے۔

عراقیوں کی غداری

عراق بالعموم اور کوفی بالخصوص متلون مزاجی اور وفاداریاں تبدیل کرنے میں بدنامی کی حد تک مشہور تھے۔ حضرت علیؓ امام حسینؓ اور دیگر تمام داعیانِ حق کی ناکامی کا باعث یہی کوفی تھے غداری اور بے وفائی ان کے خمیر میں شامل ہو چکی تھی۔ چنانچہ جب حجاج نے عراق پر فوج کشی کی تو مصعب کی فوج میں شامل عراقی

Marfat.com

افسروں کی ایک کثیر تعداد انعام و اکرام اور عہدوں کے لالچ میں جنگ کے دوران حجاج سے جا ملی جس کی وجہ سے مصعب کو شکست ہوئی اور عراق پر دوبارہ اموی اقتدار قائم ہوا۔ اس شکست کے نتیجہ کے طور تمام عراق، ایران اور شام سے ابن زبیر محروم ہو گئے۔

مصعب بن زبیرؓ کی شہادت عراقیوں کی غداری کی بدولت مصعب بن زبیر حجاج بن یوسف کے خلاف لڑتے ہوئے مارے گئے مصعب ایک بہادر اور دلیر انسان تھے۔ عراق اور اس سے ملحقہ علاقے مصعب بن زبیرؓ کی حکمت عملی اور کوششوں کی وجہ سے ابن زبیرؓ کے قبضہ میں تھے مصعب کا قتل عبداللہ ابن زبیرؓ کے لیے ایک ایسا نقصان تھا جس کے اثرات اموی خلافت کے قیام کی صورت میں ظاہر ہوئے اور ابن زبیرؓ کی طاقت کا شیرازہ بکھر گیا۔

حجاج بن یوسف کی سفاکی حجاج بن یوسف نے جس غیر متوقع سفاکی سے کام لیا اس سے لوگوں کے حوصلے پست ہو گئے۔ مکہ پر اس قدر پتھروں کی بارش کی گئی کہ بیت اللہ کی عمارت بھی نقصان سے محفوظ نہ رہ سکی۔ حجاج بن یوسف کی سختیاں اور ظالمانہ رویہ بھی ابن زبیرؓ کی شہادت ۷۳ھ کا بھی کا باعث بنا کیونکہ اہل مکہ اس طویل محاصرہ کی شدت برداشت نہ کر سکے اور ایک ایک کر کے ابن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ گئے۔

شخصیت و کردار قبیلہ قریش کا یہ قابل فرزند عبداللہ ابن زبیرؓ جو تقریباً ۹ برس تک اموی اقتدار کے خلاف نبرد آزما رہا ۱ھ میں مدینہ منورہ میں پیدا ہوا وہ حسب و نسب، عزت و وقار، بہادری اور شجاعت میں کسی سے کم نہ تھے صغیر سنی ہی میں کئی مہمات میں شامل ہو کر اپنی عملی زندگی کا آغاز کر چکے تھے۔ صرف ۱۴ برس کی عمر میں اپنے باپ کے ساتھ جنگ یرموک میں موجود تھے۔ تین برس بعد عمرو بن العاص فاتح مصر کے لشکر میں آپ نے اپنے باپ کے ساتھ کئی ایک مہمات میں شرکت کی۔ افریقی فتوحات کے ضمن میں بھی آپ نے قابل قدر خدمات سرانجام دیں۔ شہادت عثمان کے وقت آپ ان کے زبردست ہمنواؤں میں سے تھے۔ اور جنگ جمل میں اپنی خالہ حضرت عائشہؓ کی کمان میں بہادری اور شجاعت کے بے مثال جوہر دکھائے حق کی راہ میں آپ ایک نڈر اور بے باک سپاہی تھے۔

آپ نے حضرت حسینؓ کی شہادت تک خلافت کے حصول کی کبھی تمنا نہیں کی تھی۔ یزید کی

Marfat.com

نامردگی کے آپ شدید مخالف تھے۔ آپ کا شمار چونکہ اکابرین عرب میں ہوتا تھا اس لیے یزید کی موت کے بعد عوام اور خواص نے آپ کو خلیفہ تسلیم کرلیا لیکن سیاسی نقطۂ نظر آپ سے چند ایسی غلطیاں سرزد ہوئیں جن کی بدولت مروان بن الحکم شام میں اپنی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگیا۔ ۹ سال کے مختصر سے عرصے میں، چونکہ آپ کا اکثر وقت جنگ وجدل اور بغاوتوں کے فرو کرنے میں گزرا اس لیے آپ نظام حکومت کی طرف کوئی توجہ نہ دے سکے لیکن پھر بھی رفاہ عامہ کے کاموں سے بے اعتنائی نہ کی کعبہ کی تعمیر کا کام بھی آپ ہی نے شروع کیا تھا۔ آپ کا زہد و تقویٰ مثالی تھا۔ عوام و خواص میں آپ اپنے اخلاق، خدا خوفی، تقویٰ اور عبادات میں مستغرق رہنے کی بنا پر مقبول تھے۔ علم و ادب سے بھی خدا نے بہرہ ور کر رکھا تھا چنانچہ آپ ایک اعلیٰ درجہ کے شاعر بھی تھے۔ ان کی سب سے بڑی خصوصیت جذبۂ جہاد، بہادری اور شجاعت تھی۔ وہ ایک نڈر سپاہی تھے۔ آپ کی وفات کے ساتھ مملکت اسلامیہ سے ایک ایسی شخصیت اٹھ گئی جو سنت نبویؐ کی علم بردار اور خلفائے راشدین کے دور کی عملی تصویر تھی۔ اس کے بعد حجاز دنیائے اسلام کا سیاسی مرکز نہ رہا۔ شمع رسالت کے اس آخری پروانہ کی موت کے ساتھ خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا آفتاب بھی غروب ہوگیا۔

سوالات

۱۔ عبداللہ ابن زبیرؓ کی سیرت و کردار اور ان کے دور کے اہم واقعات بیان کرو۔

۲۔ عبداللہ ابن زبیرؓ کی ناکامی کے اسباب کیا تھے؟

۳۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھئے:۔

توابین۔ مختار ثقفی۔ مہلب بن ابی صفرہ۔ معصب بن زبیر۔

باب ۵

عبدالملک بن مروان

۶۵ - ۸۶ھ
۶۸۵ - ۷۰۵ء

ابتدائی حالات اور تخت نشینی

مروان کی وفات کے بعد ۶۸۵ء میں عبدالملک مسند خلافت پر متمکن ہوا۔ اس کی پیدائش حضرت عثمان کے عہد خلافت میں ۲۶ھ کو ہوئی۔ تخت نشینی کے وقت اس کی عمر ۳۹ سال تھی مروان نے اپنی زندگی میں خالد بن یزید اور عمرو بن سعید کو ولیعہدی سے خارج کرکے عبدالملک کے لیے بیعت حاصل کرلی تھی۔ مروان نے اس کی تعلیم و تربیت کی طرف پوری توجہ دی۔ اس کی پرورش مدینہ کے علمی ماحول میں ہوئی اور ارباب علم و فضل اور اہل کمال کی صحبتوں سے فیضیاب ہوا۔ اسی وجہ سے وہ اموی حکمرانوں میں سب سے زیادہ پڑھا لکھا خلیفہ شمار ہوتا ہے۔ اگرچہ عبدالملک انتہائی ناسازوگار ماحول میں تخت نشین ہوا لیکن وہ محض اپنے عزم و استقلال تدبر اور دوراندیشی کی بدولت تمام مخالفین پر قابو پانے میں کامیاب ہوا اور اس طرح ایک مستحکم اموی حکومت کی بنیاد رکھی۔

عبدالملک کی مشکلات

تخت نشین ہونے کے بعد عبدالملک کو مندرجہ ذیل مشکلات کا مقابلہ کرنا پڑا:۔

۱۔ عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت

سانحہ کربلا نے مسلمانوں میں ایک ہمہ گیر اضطراب پیدا کر دیا تھا اہل حجاز نے مسلمانوں کے ان جذبات کی ترجمانی کی اور امویوں کی خلافت کو تسلیم کرنے سے انکار کر دیا عبداللہ ابن زبیر چونکہ چوٹی کے اکابرین میں شمار ہوتے تھے اور لوگوں میں مقبول بھی تھے اس لیے جب آپ دعوۂ خلافت لے کر اٹھے تو اہل مکہ اور مدینہ نے فوراً آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی مصعب ابن زبیرؓ نے عراق، کوفہ، بصرہ وغیرہ پر اپنا قبضہ جما لیا۔ چنانچہ ان حالات میں عبداللہ ابن زبیرؓ کی خلافت

امویوں کے لیے بہت بڑا چیلنج تھی ۔

۲۔ خوارج اگرچہ خوارج نے شروع شروع میں امویوں کے مقابلہ میں عبداللہ ابن زبیرؓ کا ساتھ دیا لیکن بعد میں ان کے ساتھ بھی نہ چل سکے۔ عبداللہ ابن زبیرؓ نے ان کے خاتمہ کی کوششیں کیں لیکن ان کی وفات کے بعد خوارج پھر امویوں کے خلاف شدت کے ساتھ سرگرم عمل ہو گئے ۔

۳۔ توابین توابین کے راہنما سلیمان بن صرد تھے ان لوگوں نے قصاصِ حسینؓ کو اپنا مقصد بنا کر ۶۸۵ء میں باقاعدہ تنظیم کی شکل اختیار کر لی ان کی تعداد میں دن بدن اضافہ ہو رہا تھا اس لیے یہ تحریک بھی اموی اقتدار کے لیے زبردست خطرہ تھی ۔ مختار ثقفی نے سلیمان کی وفات کے بعد توابین کو اپنے ساتھ ملا کر سیاسی انتشار سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی ۔

۴۔ عوامی رد عمل اموی خلافت شخصی بادشاہت کا رنگ اختیار کر چکی تھی مسلمان چونکہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اسے خلافتِ راشدہ کی راہ سے ہٹا ہوا سمجھتے تھے اس لیے وہ دل سے اموی خلافت کے قیام پر خوش نہ تھے ۔ سانحہ کربلا نے نفرت کے ان جذبات کو مزید تقویت دی چنانچہ جا بجا بغاوتیں اور شورشیں اس اجتماعی رد عمل کا مظہر تھیں

۵۔ ترکوں اور بربروں کی شورش پسندی ترکستان اور شمالی افریقہ کے ترک اور بربر چونکہ خود سر تھے اس لیے ان کی طرف سے بغاوتوں اور شورشوں کا خطرہ بھی عبدالملک کے لیے انتہائی تشویش کا باعث تھا ۔ یہ لوگ کسی بھی ایسے موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیتے تھے جس کو استعمال میں لا کر وہ اپنی خود مختارانہ حیثیت برقرار رکھ سکیں ۔

۶۔ بیرونی حملہ رومی اپنے سابقہ علاقوں کو واپس حاصل کرنے کی خاطر اکثر اسلامی سرحدات پر حملے کرتے رہتے تھے اس وقت چونکہ ملک میں افراتفری کا عالم تھا اس لیے رومی حملہ کا خطرہ بھی عبدالملک کے لیے انتہائی پریشان کن تھا

اقدامات

جنگ توابین کوفہ کے وہ لوگ جنھوں نے امام حسینؓ کو کوفہ آنے کی دعوت دی تھی ۔ لیکن اموی حکومت کے خوف اور ڈر کی وجہ سے ان کی امداد نہ کر سکتے تھے ۔ اب

Marfat.com

اپنے کیے پر شرمسار اور نادم تھے۔ ان کا خیال تھا کہ امام حسینؓ کی مدد نہ کر کے ہم گناہ کبیرہ کے مرتکب ہوئے ہیں۔ لہٰذا اس گناہ کی تلافی کا ایک ہی ذریعہ ہے کہ ہم قاتلین حسینؓ سے انتقام لیں چنانچہ انھوں نے اپنے آپ کو ایک تحریک کی شکل میں منظم کر کے اپنا نام توابین رکھا۔ ۶۸۵ھ کو سلیمان کی سرکردگی میں ۱۷ ہزار کی تعداد میں یہ لوگ کوفہ سے نکلے اور میدان کربلا میں شہدا کے مزاروں کی زیارت کے بعد سرحد شام کی طرف روانہ ہو گئے۔ عبیداللہ ابن زیاد عبدالملک کی طرف سے کوفہ کا گورنر تھا۔ عین الوردہ کے مقام پر توابین کے گروہ اور عبیداللہ کی افواج کے درمیان جنگ ہوئی یہ سلسلہ تین روز تک جاری رہا۔ ابن زیاد کے لشکر کو دوبارہ ناکامی ہوئی لیکن بالآخر تیسری بار کامیاب رہا۔ سلیمان بن صرد میدانِ جنگ میں شہید ہوئے جو لوگ بچ گئے وہ کوفہ واپس چلے گئے۔

مختار ثقفی کی شورش

وہ لوگ جنھوں نے عبدالملک کے ابتدائی ایام میں سیاسی انتشار سے فائدہ اٹھا کر عنان حکومت اپنے ہاتھوں میں لینے کی کوششیں کیں ان میں مختار ثقفی نہایت اہم ہے۔ یہ طائف کے قبیلہ ثقیف کے سردار مسعود ثقفی کا پوتا تھا یہ ایک بے اصول شخص تھا جس نے اقتدار حاصل کرنے کے لیے کوئی حربہ بھی استعمال کرنے سے گریز نہ کیا۔ یہ وہی شخص تھا جس کے گستاخانہ رویہ کی بنا پر امام حسنؓ نے خلافت سے دست برداری کا فیصلہ کیا تھا لیکن بعد میں ذاتی اقتدار کی ہوس کی خاطر قصاص حسین کو اپنا مقصد قرار دیا۔ عبداللہ ابن زبیرؓ اور عبدالملک کی کشمکش کے ابتدائی دور میں مکہ جا کر عبداللہ ابن زبیرؓ کے دامن میں پناہ لینے کی کوشش کی۔ جب یہاں مقصد برآری کی امید نظر نہ آئی تو توابین کے راہنما سلیمان کی موت کے بعد اُن کی صفوں میں گھس کر اُن کی قیادت کا کام سنبھال لیا۔ توابین اپنے نظریات اور جذبات کے لحاظ سے پر خلوص لوگ تھے اور مختار ثقفی کے عزائم سے ان کا کوئی واسطہ نہ تھا۔ لیکن یہ شخص اس مخلص گروہ کو بھی استعمال کرنے میں کامیاب ہو گیا اپنی قوت میں اضافہ کرنے کے لیے اُس نے امام زین العابدین کو بھی ہمنوا بنانے کی کوشش کی لیکن امام موصوف نے اس کی جعلسازیوں اور جھوٹے دعوؤں کی وجہ سے مسجد نبوی میں اعلانیہ اس کی تکذیب کی اور لوگوں کو اس کا ساتھ دینے سے منع کیا۔ اس طرف سے مایوس ہو کر یہ امام زین العابدین کے سوتیلے چچا امام محمد بن حنفیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ اگرچہ امام زین العابدین نے محمد بن حنفیہ کو اس کا ساتھ دینے سے منع کیا لیکن مختار انھیں کسی نہ کسی طرح ساتھ ملانے میں کامیاب ہو گیا۔ اس نے امام محمد بن حنفیہ کا ایک جعلی خط دکھا کر ایک نہایت ہی بااثر شخصیت ابراہیم بن مالک اشتر کو اپنی حمایت پر آمادہ کر لیا۔

Marfat.com

جب اس کی طاقت بہت بڑھ گئی تو اس نے تقریباً سارے عراق پر قبضہ جما لیا صرف بصرہ کا علاقہ ابن زبیرؓ کے قبضہ میں رہا کوفہ پر قبضہ کرنے کے بعد مختار نے چن چن کر ان لوگوں کو قتل کیا جو امام حسینؓ کے قتل میں ملوث تھے مقتولین میں شمر والجوشن، عمرو ابن سعد اور سنان وغیرہ تھے اب یہ فتح مند لشکر موصل کی طرف بڑھا ان کے ساتھ حضرت علیؓ کی کرسی کا تابوت بھی تھا عبیداللہ ابن زیاد اور مختار کے لشکر کے درمیان دریائے زاب کے کنارے مقابلہ ہوا عرب قبائل بنو کلب اور بنو قیس کی باہمی دشمنی کی وجہ سے شامیوں کو شکست ہوئی۔ ابن زیاد اور ابن نمیر میدان جنگ میں مارے گئے۔ ابن زیاد کا سر کاٹ کر اس نے امام زین العابدین کے پاس بھیجا تاکہ ان کی حمایت حاصل کی جا سکے۔ مختار کے ہاتھوں عربوں کے قتل عام سے اکثر شرفائے عرب نے مصعب ابن زبیرؓ کے ہاں پناہ لی مختار ثقفی نے اب عبداللہ ابن زبیرؓ کے خلاف بھی اقدامات کرنے شروع کر دیئے لہذا مصعب نے اس کی سرکوبی کا قصد کیا۔ مختار نے احمد بن سلیط کو ۶ ہزار فوجیوں کے ساتھ مقابلہ کے لیے بھیجا۔ احمد کو شکست ہوئی مختار کوفہ میں قلعہ بند ہو گیا یہ محاصرہ چار ماہ جاری رہا بالآخر ایک دن قصر امارہ میں داخل ہوتے ہوئے مارا گیا مصعب نے اس کا سر کاٹ کر عبداللہ ابن زبیرؓ کے پاس روانہ کیا اس طرح عراق ابن زبیرؓ کے قبضہ میں چلا گیا۔

کوفہ و عراق پر عبدالملک کا قبضہ

توابین اور مختار ثقفی کے خاتمہ کے بعد عبدالملک نے کوفہ و عراق پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا۔ ۶۸۱ء میں عراق پر باقاعدہ لشکر کشی کا آغاز ہوا۔ مہلب بن ابی صفرہ چونکہ فارس کی مہمات میں مشغول تھے اس لیے مصعب کی امداد کو نہ پہنچ سکے۔ دوسری طرف عراقیوں نے لالچ میں آ کر مصعب کا ساتھ چھوڑ دیا اور عبدالملک سے مل گئے۔ مصعب اور ابراہیم بن مالک الاشتر بڑی پامردی سے لڑتے ہوئے شہید ہوئے۔ جب ان کا کٹا ہوا سر عبدالملک کو پیش کیا گیا تو اس نے اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا "اب قریش میں ایسے آدمی کہاں پیدا ہوں گے"۔

محاصرۂ مکہ

مصعب بن زبیرؓ کی شکست عبداللہ ابن زبیر کے لیے ناقابل تلافی نقصان تھا عراق پر عبدالملک کے قبضہ نے سیاسی صورت حالات یکسر بدل دی۔ ابن زبیرؓ کی مالی اور فوجی قوت کمزور ہو گئی اب عبدالملک کے لیے سرزمین حجاز کو اپنے تصرف میں لا کر عبداللہ ابن زبیر کی قوت کو ختم کرنا آسان تھا۔ چنانچہ عبدالملک نے اپنے

نامور سپہ سالار حجاج بن یوسف کو ۶۹۳ء میں مکہ کی فتح کے لیے روانہ کیا۔ حجاج نے محاصرہ کر کے سنگ باری شروع کر دی۔ یہ محاصرہ کئی ماہ جاری رہا۔ اس حملہ کے دوران خانہ کعبہ بھی سنگ باری کا نشانہ بنا۔ محاصرہ اس قدر شدید تھا کہ باہر سے کسی قسم کی رسد اور امداد کا پہنچانا ناممکن تھا۔ سامان رسد کی کمی، اشیائے خورد و نوش کی قلت، قیمتوں میں اضافہ عوام کے لیے قابل برداشت نہ رہا۔ اکثر لوگ ابن زبیرؓ کا ساتھ چھوڑ کر حجاج کے ہاں پناہ گزیں ہو گئے۔ حتیٰ کہ ان کے لڑکوں تک نے ساتھ چھوڑ دیا۔ مگر آپ کے پایۂ استقلال میں سرمو فرق نہ آیا۔ چنانچہ لڑتے ہوئے میدانِ جنگ میں شہید ہوئے۔ آپ کی لاش تین دن سولی پر لٹکتی رہی۔ آپ کی وفات کے بعد مکہ پر اموی اقتدار قائم ہو گیا۔

فتوحات

شمالی افریقہ کی فتوحات

یزید اوّل کے زمانہ میں ایک بربری سردار کسیلہ بن لمکرم نے سرکشی اختیار کی اور افریقہ کے والی عقبہ کو قتل کر کے خود تمام شمالی افریقہ پر قابض ہو گیا۔ یزید کی موت کے بعد داخلی خلفشار اور خانہ جنگی کی بدولت کوئی حکمران بھی شمالی افریقہ کی دوبارہ تسخیر کی طرف توجہ نہ دے سکا۔ لیکن عبدالملک نے اندرونی استحکام حاصل کرنے کے بعد اپنی اوّلین فرصت میں شمالی افریقہ کی از سرِ نو تسخیر کے لیے عملی اقدامات کیے۔ چنانچہ ۶۹ھ میں ایک آزمودہ کار جرنیل زہیر بن قیس کو اس مہم کی قیادت سونپی گئی۔ اسلامی لشکر کی آمد کی خبر پا کر کسیلہ قیروان چھوڑ کر حمص چلا گیا۔ زہیر بھی کسیلہ کے تعاقب میں وہاں پہنچ گئے۔ فریقین کے درمیان ایک انتہائی خونریز جنگ کے بعد بربریوں کو زبردست شکست ہوئی ان میں سے کچھ فرار ہونے میں کامیاب ہوئے اور بقیہ وہیں قتل ہوئے۔ ان کا سردار کسیلہ بھی مارا گیا۔ زہیر نے قیروان پر قبضہ کرنے کے بعد اپنی افواج کو کئی حصوں میں تقسیم کر کے انھیں ارد گرد کے علاقوں کی فتح پر مامور کیا اور خود برقہ میں قیام پذیر ہوا۔ اس دوران رومیوں نے ایک زبردست لشکر کے ساتھ برقہ پر اچانک حملہ کر دیا۔ زہیر میدانِ جنگ میں مارا گیا۔ اس کی موت کے بعد رومی سارے علاقہ پر قابض ہو گئے۔

عبدالملک نے عبداللہ ابن زبیر کے خلاف مہمات سے فارغ ہو کر ۶۹۴ء میں حسان بن نعمان کو ۴۰ ہزار فوج کے ساتھ افریقہ روانہ کیا شمالی افریقہ کے بربریوں کو رومیوں کی تمام

Marfat.com

باجگزار ریاستوں کی حمایت بھی حاصل تھی ان ریاستوں میں قرطاجنہ کی ریاست کافی اہم تھی حسان نے سب سے پہلے قرطاجنہ پر قبضہ کیا اور اس کے بعد ان مراکز پر حملوں کا سلسلہ شروع کیا جہاں سے رومی اسلامی سرحدات پر حملے کرتے تھے۔ ان ریاستوں پر کامیاب حملوں کے بعد حسان علاقہ جبل کی ملکہ وامیہ کی طرف متوجہ ہوا۔ رومیوں اور بربریوں میں اس ملکہ کی مافوق الفطرت قوتوں کے عجیب وغریب قصے مشہور تھے۔ بربریوں اور رومیوں میں عام تاثر یہ تھا کہ ملکہ کی ساحرانہ قوتوں کی وجہ سے اسے شکست دینا مشکل تھا۔ دونوں افواج کے درمیان ایک خونریز جنگ کے بعد مسلمانوں کو شکست ہوئی اور ان کی کثیر تعداد میدان جنگ میں کام آئی۔ اس واقعہ سے شمالی افریقہ میں مسلمانوں کے رعب اور دبدبہ کو ایک دھکا لگا۔ حسان برقہ میں قیام پذیر ہو کر پانچ سال تک مرکز کی امداد اور کمک کا منتظر رہا تاکہ اس کی مدد سے ملکہ کا دوبارہ مقابلہ کیا جا سکے۔

بالآخر خوارج کے فتنہ کا تدارک کرنے کے بعد عبدالملک نے حسان کی مدد کے لیے تازہ دم فوج روانہ کی اور افریقہ پر لشکر کشی کا حکم دیا۔ اس دوران اکثر بربری اور رومی منتشر ہو کر واپس جا چکے تھے۔ خود ملکہ کے حامیوں میں پھوٹ پڑ چکی تھی۔ چنانچہ ملکہ نے توڑ پھوڑ کی پالیسی اختیار کی۔ آباد اور پُررونق شہر مسمار کر دیئے گئے۔ لہلہاتے ہوئے کھیت، سرسبز شاداب وادیاں اور زرخیز علاقے تباہ و برباد کر دیئے گئے جس کی وجہ سے ملک میں قحط کی سی حالت پیدا ہو گئی۔ مفلوک الحال رعایا نے اسلامی لشکر کو ان کا نجات دہندہ قرار دے کر خوش آمدید کہا۔ ملکہ نے مزاحمت کی کوشش کی لیکن شکست کھائی۔ ملکہ کی شکست کے بعد تمام شمالی افریقہ پر اموی حکومت دوبارہ قائم ہو گئی۔

ترکستان کی فتح

خارجیوں کے خلاف کامیاب مہموں کے بعد مہلب نے ترکستان کا رخ کیا امیر سبل کو شکست دینے کے بعد مہلب نے مزید پیش قدمی کو جاری رکھا تاکہ ترکستان کی فتح تکمیل کی جا سکے۔ بخارا کا بادشاہ مہلب کا مقابلہ کرنے کے لیے ۴۰ ہزار فوج لے کر آیا۔ مہلب نے اپنے بیٹے حبیب کو اس کے مقابلہ کے لیے روانہ کیا۔ دونوں فوجوں کے درمیان کئی ایک جنگیں لڑی گئیں لیکن کوئی فیصلہ نہ ہو سکا۔ اس دوران مہلب نے وفات پائی۔ عبدالملک نے یزید بن مہلب کو والی خراسان مقرر کر کے ترکستان کی فتح پر مامور کیا۔ یزید کے بھائی فضل نے بادغیس اور اردگرد کے بہت سے علاقوں کو

Marfat.com

فتح کر لیا اور اس طرح ترکستان بھی اموی سلطنت کا جزو بنا۔

اہل روما کے خلاف جنگیں مسلمانوں کے باہمی اختلافات اور اندرونی خلفشار سے فائدہ اٹھا کر قیصر روم نے اسلامی سرحدوں پر یلغار شروع کر دی تھی عبدالملک نے قیساریہ کے مقام پر رومیوں کو زبردست شکست دے کر ان کے کئی ایک دیگر علاقوں پر بھی قبضہ کر لیا۔ اس کے بعد کافی عرصہ تک رومی سر نہ اٹھا سکے۔

خوارج کا استیصال عبدالملک نے اب خوارج کے قلع قمع کے لیے مہمات کا آغاز کیا سب سے پہلی مہم ابن ابی صفرہ اور عبدالعزیز بن عبداللہ کے ماتحتی میں روانہ کی گئی۔ شامی افواج کو شکست ہوئی اور عبداللہ میدانِ جنگ میں کام آیا۔ اس پر عبدالملک خود میدان جنگ میں اترا۔ ابن ابی صفرہ اور خالد بن عبداللہ عبدالملک کی امداد کے لیے عراق سے مزید تازہ دم افواج لے کر آشامل ہوئے۔ شامی افواج اہواز کے خوارج پر قابو پانے کے بعد بحرین کے خارجی سردار ابو فدیک کے خلاف سرگرم عمل ہوئیں۔ اس کے بعد ہرمز کے خوارج کو شکستیں دے کر ان کی قوت کا خاتمہ کیا گیا۔

سب سے زیادہ خطرناک بغاوت حجاز میں شبیب خارجی کی تھی ایک نہایت ہی متقی بزرگ صالح تمیمی جنھوں نے اموی مظالم کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی تھی۔ شبیب کے ساتھ مل گئے۔ مروان بن محمد کے ساتھ شبیب کا پہلی بار مقابلہ ہوا تو قلعہ بند ہو گیا لیکن ایک دن اچانک حملہ کر کے شامی افواج کو بھاگنے پر مجبور کر دیا۔ حجاج بن یوسف نے غضب آلود ہو کر تین مہمات یکے بعد دیگرے روانہ کیں جو ناکام ہوئیں۔ اس دوران اموی افواج کے سپہ سالار محمد بن اشعث نے حج کے دنوں میں جنگ بند کر دی۔ حجاج نے ناراض ہو کر اُسے معزول کر کے عثمان بن قطن کو شامی فوج کا کمانڈر مقرر کیا۔ عثمان نے جنگ کا دوبارہ آغاز کیا لیکن شکست کھا کر مارا گیا۔ حجاج نے اب ایک دوسرا لشکر جرار عتاب بن ورقا کی ماتحتی میں روانہ کیا لیکن شبیب نے کمال بہادری سے کام لے کر صرف ایک ہزار جان نثاروں کے ساتھ اتنے بڑے لشکر کو بھی شکست دی۔ حجاج تنگ آکر خود میدان جنگ میں اترا ایک خونریز جنگ کے بعد شبیب کو شکست ہوئی لیکن شبیب کرمان ہوتا ہوا اہواز نکل گیا۔ شامی افواج نے تعاقب کیا خوارج نے پامردی سے مقابلہ کیا لیکن ایک رات دریا عبور کرتے ہوئے شبیب ڈوب کر مرگیا۔ اس کی موت کے بعد خوارج کی قوت مزاحمت دم توڑ گئی۔

Marfat.com

زنبیل کی بغاوت

حاکم سیستان زنبیل نے ملکی انتشار سے فائدہ اٹھا کر بغاوت کر دی پہلی مہم اس کے خلاف عبداللہ کی سرکردگی میں روانہ کی گئی یہ علاقہ چونکہ پہاڑی تھا اس لیے زنبیل نے عبداللہ کو زغہ میں لانے کے لیے پیچھے ہٹنا شروع کر یہ اس کی ایک جنگی چال تھی۔ عبداللہ غلط فہمی میں مسلسل آگے بڑھتا رہا لیکن زنبیل نے ا پہاڑی دروں کے درمیان گھیرے میں لے کر ہتھیار ڈالنے پر مجبور کر دیا۔ عبداللہ جنگ کرنے کا وعدہ دے کر واپس لوٹا۔ دوسری مہم بھی ناکام واپس لوٹی۔ تنگ آکر حجاج نے لشکر محمد ابن اشعث کے ماتحت روانہ کیا۔ اس نے زنبیل کے نصف سے زیادہ علاقہ پر قبضہ کر لیا۔ کوفی فوج مسلسل جنگوں میں مشغول رہنے کی وجہ سے تھک چکے تھے اس لیے ابن نے تھوڑے عرصہ کے لیے جنگ ملتوی کر دی۔ حجاج نے اس پر ابن اشعث کی سرزنش اور جنگ دوبارہ جاری کرنے کی ہدایات دیں۔ اور ان ہدایات پر عملدرآمد نہ کرنے کی صورت میں اسے معزول کرنے کی دھمکی دی۔ ابن اشعث اس رویہ کو توہین آمیز سمجھتے ہوئے کر دی جس کی وجہ سے زنبیل کے خلاف مہمات کا معاملہ کھٹائی میں پڑ گیا۔

ابن اشعث کی بغاوت

ابن اشعث نے اعلان کیا کہ چونکہ اموی حکومت خلاف شرع ہے اس لیے وہ خلافت راشدہ کی بحالی کے ان کے خلاف لڑے گا۔ سپاہیوں نے اس کا ساتھ دینے کا عہد کیا۔ ابن اشعث نے اس دوران بصرہ پر قبضہ کر لیا۔ حجاج کے جوابی حملہ کے بعد ابن اشعث نے بصرہ سے نکل کر کوفہ قبضہ کر لیا۔ بصرہ سے بچے کھچے سپاہی بھی اس کے ساتھ کوفہ میں آملے۔ یہ بغاوت چونکہ خطرناک صورت اختیار کرتی جا رہی تھی اس لیے عبدالملک نے خود مداخلت کی اور ابن اشعث مندرجہ ذیل شرائط پیش کیں:۔

۱۔ حجاج کی بجائے محمد بن مروان کو عراق کا گورنر مقرر کیا جائے گا۔

۲۔ عراقی فوج کو شامی فوج کے برابر تنخواہ دی جائے گی۔

۳۔ ابن اشعث جس علاقہ کو پسند کرے اسے وہاں کا تا عمر گورنر مقرر کر دیا جائے

جب ابن اشعث نے یہ شرائط عراقیوں کے سامنے پیش کیں تو فوج نے انھیں تسلیم کرنے سے انکار کر دیا۔ چنانچہ جنگ دوبارہ چھڑ گئی۔ ابن اشعث کوفہ سے شکست کھا پہنچا لیکن وہاں بھی نہ ٹھہر سکا۔ بالآخر زنبیل کے ہاں پناہ گزین ہوا لیکن زنبیل نے لے دے

Marfat.com

کے اس کا سر کاٹ کر خلیفہ کو روانہ کر دیا اس طرح عراق اور سیستان میں امن و امان قائم ہوا۔

عبد الملک کی اصلاحات

عربی بطور دفتری زبان ان اصلاحات میں سب سے زیادہ اہم اور نمایاں عربی زبان کو بطور دفتری زبان کے اختیار کیا جانا تھا۔ اگرچہ حضرت فاروق رضؓ کے زمانہ میں ایران، شام اور افریقہ کے بیشتر علاقے فتح کیے جا چکے تھے لیکن دفتری نظام بعض انتظامی دشواریوں کی وجہ سے عبد الملک کے زمانہ تک علاقائی زبانوں میں ہوتا تھا۔ قدیم ساسانی سلطنت کے اہم صوبوں ایران اور عراق میں پہلوی زبان رائج تھی۔ شام میں سریانی زبان مستعمل تھی اور مصر میں قدیم مصری زبان یا یونانی دفتری زبان تھی۔ للذا ان تمام علاقوں میں دفتری نظام کے تمام شعبوں بالخصوص مالیہ، لگان واری اور مالی شعبوں میں مقامی غیر مسلم باشندے چھائے ہوئے تھے۔ چونکہ یہ لوگ مقامی زبانوں پر عبور کے علاوہ دفتری کام پر بھی مکمل عبور رکھتے تھے اس لیے عربی عمال حکومت ان کا خاطر خواہ محاسبہ نہ کر سکتے تھے۔ عبد الملک کے زمانہ میں اموی حکومت مستحکم تھی اور اصلاحات ملکی کے لیے حالات بھی سازگار تھے۔ اس لیے اس نے نظم و نسق ملکی میں انقلابی اقدامات اٹھانے کا فیصلہ کیا۔ اس کی سب سے پہلی کڑی عربی زبان کا بطور سرکاری دفتری زبان کے نافذ کیا جانا تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ اس تبدیلی کا حقیقی سہرا حجاج بن یوسف کے سر ہے۔ ایک بار اس نے صالح بن عبد الرحمٰن ایرانی کلرک کو ایرانی اور عربی دونوں زبانوں میں لکھتے ہوئے دیکھا اور اس کی سرپرستی شروع کر دی تاکہ وہ پوری دفتری زبان کا عربی میں ترجمہ کر دے۔ عجمیوں کو جب اس تجویز کا علم ہوا تو انھوں نے صالح کو اس کام سے باز رکھنے کے لیے بھاری رقوم بطور رشوت پیش کیں لیکن وہ اپنی سازش میں کامیاب نہ ہو سکے۔

عربی رسم الخط کی اصلاح عربی زبان اگرچہ ملکی اور سرکاری زبان قرار دی جا چکی تھی۔ لیکن اس کے رسم الخط میں ابھی کچھ ایسی خامیاں تھیں جو زبان دانی میں رکاوٹ تھیں مثلاً عربی حروف پر نقطے نہیں ہوتے تھے جن کی وجہ سے متشابہ الفاظ کے پڑھنے میں دقت ہوتی تھی (جیسے ب ت ث ج ح خ وغیرہ) اس کے علاوہ حروف پر اعراب یعنی زیر زبر اور پیش بھی لگوائے تاکہ عربی زبان کی تحصیل میں عجمیوں کو کوئی دقت پیش نہ آئے۔

Marfat.com

نئے سکوں کا اجراء عبدالملک کا دوسرا قابل فخر کارنامہ اسلامی سکوں کا اجراء ہے۔ ابھی تک اسلامی مملکت کے تمام علاقوں میں رومی اور پہلوی سکے رائج تھے یہ سکے سونے اور چاندی سے بنائے جاتے تھے اور تمام تجارتی اور سرکاری لین دین ان ہی سکوں کے توسط سے ہوتا تھا۔ خلافت راشدہ کے زمانہ میں بھی ایرانی درہم کے نمونہ پر سکے بنانے کی کوشش کی گئی تھی۔ امیر معاویہؓ نے بھی اپنے عہد حکومت میں اپنے سکے جاری کرنے کی ناکام کوشش کی تھی۔ اس ناتمام کوشش کے بعد کسی بھی مسلمان حکمران نے سوائے حضرت عبداللہ ابن زبیرؓ کے بھائی مصعب بن زبیرؓ کے اس اہم قومی ضرورت کی طرف توجہ نہ دی مگر مصعب کے جاری شدہ سکے معیاری نہ تھے اور انھیں قبولِ عام حاصل نہ ہو سکا۔ عبدالملک نے خالص اسلامی سکوں کی ترویج کا آغاز کیا۔ اس نے رومی درہم و دینار کے مقابلہ میں نئے درہم و دینار جاری کئے جن پر قل ھو اللہ احد کی عبارت کندہ تھی۔ یہ سکے علی الترتیب چاندی اور سونے کے تھے۔ اس کے علاوہ ان سکوں پر تاریخ اور ٹکسال کا نام بھی درج کیا جاتا تھا۔ شہنشاہِ روم نے اس انقلابی تبدیلی پر دھمکی دی کہ اگر عبدالملک نے اسلامی سکوں کا ڈھالنا بند نہ کیا تو وہ اپنے سکوں پر ایسے نازیبا کلمات درج کروائے گا جن سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں گستاخی ہو۔ عبدالملک نے اس دھمکی کا کوئی اثر نہ لیا اور اپنی کوششیں جاری رکھیں۔ ۶۹۵ء (۷۶ھ) میں دمشق میں ٹکسال تعمیر کی گئی۔ حجاج بن یوسف نے کوفہ میں بھی ایسی ہی ایک اور ٹکسال قائم کی سونے اور چاندی کے دینار میں بالعموم ایک اور دس کی نسبت تھی۔ اگرچہ اس نسبت میں بعض اوقات تبدیلیاں بھی ہوتی رہیں۔ اسلامی سکے کی معیاری قدر و قیمت اور خوبصورتی کی بدولت بہت جلد اقوام عالم نے ان کو قبول کر لیا۔

محکمہ برید کی توسیع حضرت معاویہؓ کے زمانہ میں محکمہ ڈاک قائم ہو چکا تھا۔ عبدالملک نے اس میں مزید اصلاح اور توسیع کی۔ دارالخلافہ دمشق سے شاہی گھوڑے ڈاک اور خطوط مملکت کے مختلف حصوں اور اطراف کی جانب لے کر روانہ ہوتے اور منزل مقصود تک بحفاظت پہنچاتے۔ محکمہ برید کی اس تنظیم جدید سے ملک کے دور دراز علاقے ایک دوسرے سے منسلک ہو گئے۔ اس کے علاوہ محکمہ برید خلیفۂ وقت کو ملکی معاملات اور وقوع پذیر ہونے والے واقعات سے بھی باخبر رکھتا۔ گویا جاسوسی کا کام بھی اس محکمہ کے سپرد ہوتا۔

Marfat.com

خانہ کعبہ کی تعمیر نو حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کے زمانہ حکومت میں خانہ کعبہ کی تعمیر کی طرف توجہ دی گئی تھی اور اس میں کچھ اضافے بھی کیے گئے تھے۔ عبدالملک نے خانہ کعبہ کی عمارت کو گرا کر از سر نو قدیم نقشہ کے مطابق دوبارہ تعمیر کی نیز خانہ کعبہ پر ہر سال نیا غلاف چڑھانے کی رسم کی ابتدا بھی کی۔ یہ ریشمی غلاف ہر سال دمشق سے روانہ کیا جاتا تھا۔

دیگر تعمیرات مسلم فن تعمیر کے نادر نمونے اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں جامع دمشق اور قبۃ الصخرہ اس دور کی اہم تاریخی یادگاریں ہیں اس کے علاوہ جامع مصر اور کئی ایک دیگر مساجد کی توسیع اور مرمت بھی اسی دور میں کی گئی۔

شہروں کی آبادی فوجی نقطۂ نظر سے کوفہ اور بصرہ کے درمیان عبدالملک نے واسطہ کا نیا شہر تعمیر کرایا جو بعد میں مشہور چھاؤنی اور تجارتی مرکز کی حیثیت اختیار کر گیا علاوہ ازیں وہ شہر جو امتداد زمانہ کے ساتھ ساتھ مٹتے جا رہے تھے ان کی آبادی کی طرف بھی خاص توجہ دی گئی مثلاً آذربائیجان اور اردبیل وغیرہ۔

رفاہِ عامہ عوامی بہبود اور خوشحالی کے لیے عمومی اور خصوصی اقدامات اختیار کیے گئے ۸۰ھ میں مکہ میں زبردست سیلاب آیا جس کی وجہ سے عوام کا بے پناہ جانی و مالی نقصان ہوا خانہ کعبہ کی دیواروں تک پانی بہہ نکلا مکہ کے چاروں طرف پہاڑیاں ہیں لہٰذا سیلاب کے خطرات کا مقابلہ کرنے کے لیے عبدالملک نے وادی کے کنارے مستحکم بند تعمیر کروائے تاکہ اہل شہر محفوظ و مامون رہیں۔ اس کے علاوہ جا بجا سڑکیں بنائیں اور پرانی سڑکیں تعمیر کی گئیں تاکہ رسل و رسائل اور نقل و حمل میں آسانیاں پیدا ہوں۔

اصلاحات کے اثرات

۱۔ ملکی وحدت کا تصوّر مملکت اسلامیہ کے تمام علاقوں میں عربی زبان کو سرکاری زبان قرار دینے کی وجہ سے ملکی اور قومی وحدت کے تصور کو فروغ حاصل ہوا چونکہ تمام ملک کی سرکاری زبان ایک تھی لہٰذا عوام میں یگانگت اور وحدت کے تصورات کا پیدا ہونا لازمی تھا اس سے ملکی استحکام میں اضافہ ہوا۔

۲۔ نظم و نسق کی اصلاح عربی زبان کے سرکاری درجہ ملنے سے قبل چونکہ علاقائی زبانیں دفتری زبان شمار کی جاتی تھیں اس لیے مقامی لوگوں کو

Marfat.com

دفاتر میں بالادستی حاصل تھی لیکن اب فوج کے علاوہ سول میں بھی عربی عنصر عجمیوں کے ساتھ ساتھ مختلف انتظامی شعبوں میں داخل ہو کر حکومتی ذمہ داریوں کی تربیت پانے لگا نیز غلط کار دفتری ملازمین کا محاسبہ بھی آسان ہو گیا۔

۳۔ عربی زبان و تہذیب کا فروغ عربی زبان کی سرکاری حیثیت کے تعین کے بعد مقامی باشندوں نے عربی زبان کو سیکھنا شروع کر دیا حتیٰ کہ شمالی افریقہ کے لوگوں کی زبان بھی عربی ہو گئی فارسی زبان کی ترقی وقتی طور پر رک گئی اس دور میں بڑے بڑے عجمی عربی دان پیدا ہوئے اس کے علاوہ قرآن قوافی اور قرآن فہمی کے لیے راہیں ہموار ہوئیں اور اشاعت اسلام میں بھی ترقی ہوئی۔

۴۔ ملکی معیشت میں استحکام اسلامی سکّہ کے رواج کی وجہ سے نہ صرف تجارت ہی کو فروغ حاصل ہوا بلکہ ملکی معیشت مستحکم ہوئی اور خوشحالی میں بھی قابل قدر اضافہ ہوا۔

۵۔ عربی عجمی آویزش کا آغاز ایرانی بڑے قوم پرست تھے۔ انھوں نے جب اپنی زبان و ادب اور تہذیب کو عربی زبان اور تمدن کے غلبہ کی بنا پر مٹتے دیکھا تو ان کے اندر قومی شعور کی ایک نئی لہر پیدا ہوئی حکومتی شعبوں میں بھی جب عربی عناصر ہر جگہ غالب آنے لگے تو یہیں سے عرب و عجم کی باہمی آویزش کا آغاز ہوا بنو ہاشم کی تحریک کو بھی اس وجہ سے ایرانیوں کی مکمل ہمدردیاں حاصل تھیں شاہنامہ فردوسی ادب میں اس جذبہ کی شاندار مثال ہے۔

وفات مختصر سی علالت کے بعد عبدالملک نے وفات پائی اور دمشق میں دفن ہوا مدت خلافت تقریباً ۲۱ برس ہے اپنی زندگی ہی میں اپنے دونوں لڑکوں ولید اور سلیمان کو یکے بعد دیگرے جانشین نامزد کر چکا تھا چنانچہ وفات سے قبل ولید کو بلایا اور اسے ملکی معاملات اور حکومت کے بارے میں نصیحتیں کیں۔

سیرت و کردار عبدالملک بلاشبہ بنو امیہ کے کامیاب ترین حکمرانوں میں سے ایک تھا اس کی تعلیم و تربیت ہر لحاظ سے مکمل تھی مدینہ کے علمی ماحول نے اس کی شخصیت کو باوصف بنایا خلافت کا بار گراں اٹھانے سے پہلے منصب قضا و افتاء پر فائز رہا طبیعت بالعموم ریاضت و عبادت کی طرف مائل تھی لیکن خلیفہ بننے کے بعد اس

Marfat.com

دینی شعار کو اتار کر میدانِ سیاست میں وہ تمام حیلہ سازیاں کیں جو دنیاوی حکمرانوں کا کمال سمجھی جاتی ہیں۔ اس کے عہد حکومت میں کچھ زیادتیاں بھی ہوئیں بہت سے لوگ بے گناہ موت کے گھاٹ اتارے گئے عمرو بن سعید کو دھوکہ سے قتل کیا گیا مگر اس کے کارنامے ان خامیوں پر حاوی ہیں۔

علم و فضل میں وہ یکتا تھا بڑے بڑے ائمہ اس کے علمی کمالات کے معترف تھے بقول شعبی "میں نے جس کسی سے گفتگو کی اپنے آپ کو اس سے برتر پایا سوائے عبدالملک کے کہ اس کے ساتھ جب کبھی کسی حدیث یا شعر پر گفتگو ہوئی تو اس نے میرے علم میں اضافہ کیا" ابو زیاد کہتے ہیں "اس زمانے میں فقہا میں چار شخص شمار ہوتے ہیں سعید بن حبیب، عروہ بن زبیرؓ قبیصہ بن ذویب اور عبدالملک بن مروان" بقول شاہ معین الدین ندوی "اگر زمانہ نے اس کو سلطنت پر نہ بٹھا دیا ہوتا تو وہ مدینہ کی مسند علم کی زینت ہوتا"

جب تخت نشین ہوا تو اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب کے نرغے میں پایا صرف شام اور مصر ہی اموی حکومت کے ماتحت تھے بقیہ تمام عالم اسلام عبداللہ ابن زبیر کا ہمنوا تھا اور ان میں سے اکثر ان کی خلافت کو تسلیم کر چکے تھے دوسری طرف خوارج، توابین اور دیگر مخالفین کی شورشیں اموی اقتدار کے لیے خطرہ تھیں رومی حملہ کا خطرہ الگ تھا ان حالات میں عبدالملک کی بجائے کوئی اور شخص ہوتا تو حوصلہ ہار دیتا لیکن عبدالملک قطعاً ہراساں نہ ہوا وہ حالات کا خاموشی سے جائزہ لیتا رہا جب تک عبداللہ ابن زبیر اپنے مخالفین کے خلاف صف آرا رہے اس نے کوئی قدم نہ اٹھایا لیکن جونہی اس نے محسوس کیا کہ ان لڑائیوں کی بدولت عبداللہ ابن زبیرؓ کی قوت کمزور پڑ چکی ہے وہ میدان عمل میں اترا اور دیکھتے ہی دیکھتے عراق، حجاز، ترکستان اور شمالی افریقہ پر قبضہ کر لیا۔ مشہور مورخ مسعودی نے لکھا ہے کہ ۶۸۶ء کو جب عبدالملک کوفہ میں مختار کے خلاف تیاریوں میں مشغول تھا اُسے جب پے در پے ناکامیوں اور شورشوں کی اطلاع دی گئی تو وہ ان خبروں کو سن کر وہ لمحہ بھر کے لیے بھی ہراساں نہ ہوا رات بھر ہنستا اور قہقہے لگاتا رہا لیکن اس کی ہر ہر ادا سے اس کے عزم صمیم اور استقلال کا اظہار ہوتا تھا" یہی عزم و استقلال اس کی کامیابی کا سبب بنا نازک سے نازک اوقات میں بھی مردانہ وار مقابلہ کرنا اس کا ذاتی وصف تھا۔

بنو امیہ کا حقیقی بانی وہ ایک زبردست منتظم، بہادر اور نڈر حکمران تھا اندرون ملک

بغاوتوں اور شورشوں کا قلع قمع کرنے کے بعد اس نے ملکی فتوحات کر کے سلطنت کو وسعت بخشی اس کی وسعتوں کا دامن سمٹنے کی بجائے ہمیشہ پھیلتا ہی رہا اس نے نظام حکومت کو بہتر بنانے اور ملکی استحکام کے نقطۂ نظر سے کئی ایک اہم اصلاحات نافذکیں ان اصلاحات کے نتیجہ کے طور پر نہ صرف نظم ونسق کی اصلاح ہوئی بلکہ بنوامیہ کی سیاسی مرکزیت مضبوط ہوئی معاشی استحکام کی بدولت ملکی خوشحالی میں اضافہ ہوا، اسلامی سکہ بین الاقوامی دنیا میں قبول عام حاصل کر چکا تھا، تعمیر وترقی کا دور دورہ تھا رومی جھنڈے سرنگوں ہو چکے تھے ان غیر معمولی کارہائے نمایاں کی بدولت اسے بنوامیہ کی خلافت کا حقیقی بانی قرار دیا جاتا ہے اس کے زمانہ میں چونکہ عربی قومیت کے فروغ کے لیے عربی زبان کو سرکاری زبان قرار دیا جا چکا تھا عربی تہذیب اور تمدن کو پھیلانے کے لیے سرکاری سرپرستی حاصل تھی سرکاری محکموں میں خواہ سول ہوں یا فوجی عرب عناصر کو بالادستی حاصل تھی اور عربی سکّہ بھی رائج ہو چکا تھا اس وجہ سے مورخین نے اسے نہ صرف عرب قومیت کی بنیاد رکھنے والا قرار دیا ہے بلکہ بنوامیہ کا حقیقی بانی بھی تسلیم کیا ہے۔

سوالات

۱۔ عبدالملک کی سیرت وکردار حکمت عملی اور کارناموں پر روشنی ڈالیے۔

۲۔ عبدالملک بن مروان کی اہم اصلاحات بیان کیجیے فتوحات کے سلسلے میں آپ کو اپنے بیٹے ولید اوّل کے مقابلہ میں کیا حیثیت ہے۔

۳۔ خلیفہ عبدالملک کی ملکی فتوحات اور تنظیمی اصلاحات کو تفصیل سے بیان کیجئے۔
کہا جاتا ہے کہ عبدالملک نے عرب قومیت کی بنیاد رکھی یہ کہاں تک درست ہے؟

Marfat.com

باب ۶

ولید بن عبدالملک

۸۶ھ/۷۰۵ء تا ۹۶ھ/۷۱۵ء

ابتدائی حالات اور تخت نشینی

عبدالملک نے اپنی زندگی ہی میں اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو علی الترتیب اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا چنانچہ باپ کی وفات کے بعد ۸۶ھ/۷۰۵ء میں ولید سریر آرائے سلطنت ہوا عبدالملک علم فنون کا دلدادہ تھا لیکن ولید کو علم و ادب سے کوئی دلچسپی نہ تھی جس قدر کوششیں تحصیل علم میں اس کے لیے کی گئیں وہ ناکام رہیں لیکن اس کمی کے باوجود ایک حکمران کی حیثیت سے وہ اصول جہانبانی اور کشور کشائی میں اپنے کسی پیشرو سے کم نہ تھا۔ اس کا دور امن و امان کا زمانہ تھا اُسے باپ سے ایک عظیم الشان سلطنت ورثہ میں ملی تھی خوش قسمتی سے ولید کو قتیبہ بن مسلم محمد بن قاسم، طارق ابن زیاد، موسیٰ بن نصیر اور مسلمہ بن عبدالملک جیسے نامور سپہ سالاروں کی خدمات میسر آئیں جن کی بدولت فتوحات کا ایک ایسا عظیم الشان سلسلہ شروع ہوا کہ عہد فاروقی کی یاد تازہ ہو گئی ان فتوحات کی بدولت اس دور کو تاریخ اسلام میں ایک خاص مقام حاصل ہے۔

وسط ایشیا کی فتوحات

بلخ بخارا طبرستان اور فرغانہ وغیرہ کی فتح

ترکستان (ماوراءالنہر) کا علاقہ جو خراسان سے شمال مشرق کی جانب واقع تھا کے حکمران اکثر سرکشی اور بغاوت پر آمادہ رہتے تھے قتیبہ بہادر اور نامور جرنیل تھا اس نے ترکستان کے تمام علاقہ کی مکمل تسخیر کا جامع منصوبہ بنایا ۸۶ھ/۷۰۵ء میں قتیبہ پہلی بار دریائے جیحوں کو عبور کر کے ماوراءالنہر کے علاقہ میں داخل ہوا ترکستان کے حکمران اس کی آمد سے گھبرا گئے اور یکے بعد دیگرے اطاعت قبول کرنے لگے بلخ اور طخارستان کے حکمرانوں کو خراج دینے پر رضامند کر لیا صغانیان، شومان اور کفیان کے حکمرانوں کو مطیع کرنے کے بعد قتیبہ نے اپنے بھائی صالح کو وہاں کا نگران مقرر کر کے واپسی اختیار کی اور مرو میں قیام پذیر ہوا۔ صالح نے کاشان اور فرغانہ کی تسخیر مکمل کر لی۔

Marfat.com

بیکند کی فتح

۸۷ھ/۷۰۶ء میں قتیبہ نے بخارا کے ایک اہم شہر بیکند پر لشکر کشی کی سغدی اور بخاری قبائل نے مل کر مزاحمت کی مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ اور قلعہ بند ہو گئے مسلمانوں نے یلغار جاری رکھی اہل بیکند نے گھبرا کر صلح کر لی قتیبہ صلح کے بعد ابھی واپس پلٹا ہی تھا کہ اہل بیکند نے بدعہدی کے مرتکب ہو کر مسلمان حاکم اور اس کے عملہ کو قتل کر دیا چنانچہ قتیبہ فوراً پلٹا اور بیکند کو فتح کرنے کے بعد مجرمین کو قرار واقعی سزا دی۔

فتح بخارا

بیکند کی تسخیر کے بعد دوسرے سال ۸۹ھ/۷۰۸ء میں قتیبہ دوبارہ ترکستان پر حملہ آور ہوا خاقان چین کے بھتیجے نے قتیبہ کی آمد کی خبر پا کر ۲ لاکھ ترک اور سغد قبائلیوں کے ہمراہ اس کی راہ روکنے کی کوشش کی مسلمانوں کی تعداد اگرچہ مقابلتاً بے حد کم تھی لیکن ان کے حوصلہ اور عزم کے سامنے دشمن کی ایک نہ چلی اور اسے ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا قتیبہ نے پیش قدمی جاری رکھی اور خاص بخارا پر حملہ کر دیا لیکن کامیابی نہ ہوئی حجاج بن یوسف کو تمام حالات کی تفصیلی خبر تھی اس نے بخارا کا نقشہ منگوایا اور قتیبہ کو نئی ہدایات روانہ کیں۔ ان ہدایات کے مطابق قتیبہ نے ۹۰ھ/۷۰۹ء میں دوبارہ بخارا پر حملہ کیا فریقین کے درمیان خونریز جنگ ہوئی اہل سغد اور ترک بڑی بے جگری سے لڑے قریب تھا کہ مسلمان فوج کے پاؤں اکھڑ جاتے کہ خیموں میں مقیم عورتیں باہر نکل آئیں اور مجاہدین کے گھوڑوں کو مار مار کر واپس میدانِ جنگ کی طرف دھکیل دیا مسلمان سپاہی دوبارہ میدانِ جنگ میں پلٹ کر دشمنوں پر ٹوٹ پڑے اور انھیں شکست دے کر بخارا پر قبضہ کر لیا قتیبہ نے وہاں ایک مسجد کی تعمیر کی اور مسلمانوں کے لیے مکانات بنوائے جہاں بنو تمیم اور دیگر عرب قبائل کو آباد کیا۔

تسخیر سمرقند

اہل سمرقند نے ترکستانی مہمات کے دوران مسلمانوں کے ساتھ معاہدہ دوستی کو بالائے طاق رکھتے ہوئے دیگر ترکستانی ریاستوں کی مدد کی تھی قتیبہ سمرقندیوں کو ان کی بدعہدی کا مزا چکھانا چاہتا تھا۔ اس لیے اب قتیبہ نے سمرقند کا محاصرہ کر لیا اہل سمرقند نے اردگرد کے حکمرانوں کو مدد کے لیے پکارا اور خود قلعہ بند ہو گئے قتیبہ کو ترک ریاستوں کے ارادہ کا علم ہو گیا تو اس نے اپنے بھائی صالح کو مامور کیا کہ وہ ترکستانی افواج کو راہ ہی میں روک دے۔

صالح نے ان پر اچانک حملہ کر کے ان کو تتر بتر کر دیا اور مالِ غنیمت لے کر سمرقند واپس لوٹ آیا۔ اس شکست نے سغدیوں کی کمر ہمت توڑ دی چنانچہ انھوں نے مجبور ہو کر صلح کی

Marfat.com

درخواست کی جو منظور کر لی گئی سغدیوں نے ۱۲ لاکھ درہم سالانہ خراج کی ادائیگی منظور کر لی قتیبہ نے وہاں بھی مسجد کی تعمیر کی اہل سغد کا عقیدہ تھا کہ جو کوئی ان کے بتوں کو توڑے گا وہ تباہ و برباد ہو گا لہٰذا قتیبہ نے خدائے واحد کی برتری، توحید کے درس اور باطل عقائد کی بیخ کنی کے لیے تمام بتوں کو توڑنے کا حکم دیا جب اہل اسلام کو کوئی گزند نہ پہنچا تو بہت سے سغدی متاثر ہو کر مسلمان ہوئے سمرقند کی تسخیر ۹۳ھ میں مکمل ہوئی۔

خوارزم کی فتح ۹۳ھ خوارزم شاہ کے بھائی خرزاد نے ملکی نظم و نسق پر زبردستی قبضہ کر لیا تھا لہٰذا خوارزم شاہ کی درخواست پر قتیبہ نے خوارزم پر فوج کشی کی اور خرزاد کو شکست دے کر خوارزم شاہ کو تخت نشین کر دیا مگر خوارزم شاہ اپنی کمزوری کی بنا پر اپنے ہی لوگوں کے ہاتھوں قتل ہوا قتیبہ نے خوارزم کو باقاعدہ سلطنت اسلامیہ میں شامل کر کے اپنے بھائی عبداللہ کو وہاں کا حاکم مقرر کر دیا۔

شاش اور فرغانہ پر قبضہ ۹۵ھ شاش اور فرغانہ کے حکمران سابقہ جنگوں میں اپنے ترکستانی ہمسایوں کے حلیف رہ چکے تھے لہٰذا قتیبہ نے ۹۵ھ میں شاش اور فرغانہ پر قبضہ کر کے اموی سلطنت کی حدیں چین تک پھیلا دیں علاوہ ازیں خجستان بھی لشکر اسلامی کے آگے نہ ٹھہر سکا اور اموی سلطنت کا جز بنا۔

چین پر حملہ ۹۵ھ ترکستان کی باقاعدہ تسخیر کے بعد قتیبہ نے چین پر حملہ کا منصوبہ بنایا۔ کاشغر فتح کرنے کے بعد قتیبہ چینی حدود میں داخل ہو گیا فریقین کے درمیان صلح کی گفتگو کا آغاز ہوا مسلمان سفیر خاقان چین کے پاس گئے خاقان نے مسلمانوں کے وفد کو متاثر کرنے کی کوشش کی مگر وفد کی طرف سے خاقان کو بتا دیا گیا کہ قتیبہ نے قسم کھائی ہے کہ وہ اس وقت تک چین سے نہ بیٹھے گا جب تک وہ چین سے خراج وصول نہ کر لے۔ خاقان چین کو مسلمانوں کے عزم و استقلال کے سامنے ہتھیار ڈالنے پڑے لہٰذا جزیہ کی ادائیگی پر معاہدہ صلح ہوا۔ خاقان نے بیش قیمت تحائف بھی قتیبہ کے پاس روانہ کیے اس طرح لشکر اسلام فتح مندانہ واپس لوٹا۔

فتح سندھ

وجوہات ا۔ برصغیر پاک و ہند کا ساحلی علاقہ مکران امیر معاویہؓ کے زمانہ میں فتح ہو چکا تھا لیکن

Marfat.com

سندھ ابھی تک اسلامی حلقہ اثر سے باہر تھا اور اس کی تسخیر کے لیے باقاعدہ کوئی مہم روانہ نہ کی گئی تھی ہوسکتا تھا کہ فتح سندھ ولید کے زمانہ میں وقوع پذیر نہ ہوتی لیکن ایک واقعہ نے صغیر کی تاریخ کا رخ اچانک موڑ دیا ظہور اسلام کے بعد کچھ مسلمان تاجر سراندیپ (لنکا) میں آکر آباد ہوگئے تھے ان میں سے ایک تاجر کا انتقال ہوگیا تو وہاں کے راجہ نے خلیفہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے اس کے پسماندگان اور لاوارث بچوں کو جہاز پر سوار کرکے واپس بھیج دیا خلیفہ کے لیے تحفے تحائف الگ تھے جب یہ جہاز دیبل (کراچی) کی بندرگاہ کے قریب پہنچا تو سندھ کے بحری قزاقوں نے جہاز کو لوٹ لیا اور مسلمانوں کو جن میں عورتیں اور بچے بھی تھے قید کر لیا اس لوٹ کھسوٹ کے دوران ایک عورت نے بے اختیار حجاج کی دہائی دی حجاج کو جب اس بات کا علم ہوا تو اس کا خون کھول اٹھا اسی وقت راجہ داہر کو لکھا کہ وہ قیدیوں کو رہا کر سے کیونکہ بحری ڈاکو اس کے دائرۂ اختیار میں تھے راجہ داہر نے انکار کر دیا چنانچہ حجاج نے ولید سے سندھ کی فتح کے لیے مہم روانہ کرنے کی اجازت حاصل کر لی یکے بعد دیگرے دو مہمیں روانہ کی گئیں جو ناکام رہیں حجاج بن یوسف نے حالات کی سنگینی کا جائزہ لے کر فتح سندھ کے لیے باقاعدہ فوج منظم کرنا شروع کر دی اور اس کی کمان اپنے داماد اور نامور جرنیل محمد بن قاسم کے سپرد کی۔

۲۔ اس کے علاوہ داہر کی رعایا کا کثیر حصہ بدھ مت کا پیرو تھا لیکن داہر چونکہ ایک متعصب ہندو حکمران تھا اس لیے اس نے بودھوں پر عرصۂ حیات تنگ کر رکھا تھا لہٰذا مقامی آبادی بھی مسلمانوں سے ہر طرح تعاون پر آمادہ تھی۔

۳۔ راجہ داہر نے اُمویوں کے شکست خوردہ باغیوں کو اپنے ہاں قیام کی اجازت دے رکھی تھی مسلمان حکومت کے باوجود بار بار اصرار کے وہ ان باغیوں کو حکومت کے حوالے کرنے کے لیے تیار نہ تھا۔

واقعات

۱۔ محمد بن قاسم کی روانگی:۔ محمد بن قاسم نے اپنی فوج کو دو حصوں میں منقسم کیا ایک حصہ جس میں توپ خانہ اور پیدل فوج تھی سمندر کے راستے روانہ کیا گیا خود محمد بن قاسم خشکی کے راستہ فوج کے دوسرے حصے کے ہمراہ دیبل کی طرف روانہ ہوا اس

Marfat.com

مہم کی تیاری میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی اسلحہ، جنگی سامان، سامانِ رسد کی فراوانی تھی حتیٰ کہ سوئی اور دھاگہ تک فوج کے لیے مہیا کیا گیا تھا۔

۲۔ **دیبل کی فتح:۔** فوج کے دونوں حصے دیبل کے مقام پر باہم مل گئے محمد بن قاسم نے دیبل کا محاصرہ کر لیا اس کے پاس ۶ ہزار اسپ سوار اور ۶ ہزار شتر سوار موجود تھے محاصرہ طول کھینچتا گیا کیونکہ اہل شہر قلعہ بند تھے اور کسی صورت بھی میدان میں آکر مقابلہ کے لیے تیار نہ تھے حجاج بن یوسف محاصرہ کے طول کھینچنے پر سخت مضطرب تھا چنانچہ اس نے دیبل کا نقشہ منگوایا اسے معلوم ہوا کہ شہر کے عین وسط میں ایک مندر ہے اور اس پر ایک سرخ جھنڈا نصب ہے ہندوؤں کو یقین تھا کہ جب تک وہ جھنڈا لہرا رہا ہے وہ شکست نہ کھائیں گے حجاج نے حکم دیا کہ 'عروس' نامی منجنیق کو نصب کر کے اس جھنڈے کو نشانہ بنائیں حجاج بن یوسف کی ہدایات کے مطابق مسلمانوں نے ٹھیک نشانوں پر پتھر پھینکے اور شہر پر ہلہ بول دیا شہر کے گورنر نے راہِ فرار اختیار کی اور مسلمان شہر میں فتح مندانہ داخل ہوئے محمد بن قاسم نے دیبل میں سب سے پہلی مسجد تعمیر کی۔

۳۔ **نیرون کی فتح:۔** محمد بن قاسم نے مزید پیش قدمی جاری رکھی نیرون کے راجہ نے جنگ کو سعی لاحاصل سمجھتے ہوئے فوراً صلح کر لی۔

۴۔ **راجہ داہر کا خاتمہ:۔** راجہ داہر دیبل سے فرار کے بعد دریائے سندھ کے کنارے اسلامی افواج سے دوبارہ معرکہ آرائی کے لیے خیمہ زن تھا بیان کیا جاتا ہے کہ داہر کی فوج کی تعداد ۵۰ ہزار تھی جنگی ہاتھی اس کے علاوہ تھے محمد بن قاسم داہر کا تعاقب کرتے ہوئے وہاں پہنچا اس کی فوج کی تعداد تقریباً ۱۵ ہزار تھی کشتیوں کے پل کے ذریعہ اسلامی سپاہ نے راتوں رات دریا کو عبور کر لیا اور راجہ توکا کے مشورہ سے جیے پور کے مقام پر قیام کیا طرفین بڑی بے جگری اور بہادری سے لڑے مگر داہر اور اس کی افواج کو شکست ہوئی اور وہ مارا گیا داہر کی موت کے بعد ہندی افواج میدانِ جنگ سے بھاگ نکلیں۔

۵۔ **راوڑ پر قبضہ:۔** داہر کی ایک بیوی رانی بائی نے بچی کھچی افواج کے ساتھ راوڑ کے مقام پر مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور رسیم جو ہراما کی یہ ایک مشہور اور مضبوط قلعہ تھا جہاں داہر اپنا خزانہ رکھا کرتا تھا راوڑ کی فتح کے موقع پر راجہ داہر کے وزیر سی ساگر نے

حالات کا رُخ بھانپتے ہوئے محمد بن قاسم کے پاس حاضر ہو کر اطاعت قبول کر لی اور مسلمان قیدی عورتیں جن کی بنا پر فتح سندھ کے لیے مہم روانہ کی گئی تھی اس کے سامنے پیش کر دیں۔ محمد بن قاسم نے اسے اپنے مشیروں میں شامل کر لیا۔

۶۔ برہمن آباد کی فتح :۔ راجہ داہر کا لڑکا جے سنگھ راوڑ سے بھاگ کر برہمن آباد آچکا تھا اور مسلمانوں کے مقابلہ کے لیے پر تول رہا تھا جے سنگھ نے کافی عرصہ مسلمانوں کو تنگ کیے رکھا لیکن آخر کار کامیابی کی امید نہ پا کر کشمیر کی طرف بھاگ نکلا یہ محاصرہ نو ماہ جاری رہا اہل شہر نے تنگ آ کر شہر کے دروازے کھول دیئے مسلمانوں نے شہر میں داخل ہونے کے بعد تمام لوگوں کے ساتھ اچھا برتاؤ کیا جس کی بنا پر وہ لوگ مسلمانوں کے ساتھ تعاون پر رضا مند ہو گئے اہل شہر کے نقصانات کی تلافی کی کوششیں بھی کی گئیں اس فراخدلی کی بنا پر برہمن آباد کے لوگ محمد بن قاسم کے گرویدہ ہو گئے اس جنگ کے دوران ایک رانی لاڈی بھی غنیمت میں گرفتار ہوئی جسے محمد بن قاسم نے اپنے عقد میں لے لیا۔

۷۔ قلعہ اڑوڑ پر قبضہ :۔ جے سنگھ کے بھائی گوپی نے اس کے فرار کے بعد اڑوڑ کے مقام پر مسلمانوں کا مقابلہ کرنے کے لیے افواج جمع کیں اس نے لوگوں میں یہ بات مشہور کر رکھی تھی کہ راجہ داہر مرا نہیں بلکہ ابھی تک زندہ ہے اور محمد بن قاسم کے مقابلہ کے لیے افواج کی تنظیم کر رہا ہے لیکن محمد بن قاسم نے رانی لاڈی کے ذریعہ لوگوں کو داہر کی موت کا یقین دلایا تو ان کے حوصلے پست ہو گئے اور انھوں نے اطاعت قبول کر لی۔

۸۔ فتح ملتان :۔ اڑوڑ کی فتح کے بعد محمد بن قاسم ارد گرد کے علاقے فتح کرتا ہوا دریائے سندھ پار کرنے کے بعد ملتان پہنچا اور اس کا محاصرہ کر لیا محاصرہ دو ماہ جاری رہا اس دوران مسلمانوں نے وہ راستہ جہاں سے نہر کا پانی گزر کر شہر پہنچتا تھا کاٹ دیا پانی کی فراہمی کے رک جانے کی بنا پر اہل شہر نے اطاعت قبول کر لی اس طرح ملتان سلطنت اسلامی کا جزو بنا ملتان کی فتح کے بعد مسلمانوں کو بے شمار مال غنیمت جس میں سونا چاندی شامل تھا ہاتھ لگا وہ سونا جو بیت المال کے لیے روانہ کیا گیا اس کا مجموعی وزن دو سو تیس من بیان کیا جاتا ہے سندھ کی مہم پر اٹھنے والے اخراجات کا تخمینہ ۶ لاکھ درہم تھا جب کہ مال غنیمت سے حاصل ہونے والی رقم ایک کروڑ بیس لاکھ روپے تھی۔

محمد بن قاسم کی واپسی اور موت | فتح ملتان کے بعد مزید پیش قدمی جاری رکھتے

جب محمد بن قاسم دریائے بیاس تک پہنچا تو اسے خلیفہ ولید کی موت کی خبر ملی لہٰذا راجپوت ریاستوں کی تسخیر کا منصوبہ ختم کر کے وہ واپس اڑور چلا گیا سلیمان کی تخت نشینی نے ساری صورت حال یکسر بدل کر رکھ دی وہ حجاج کا بدترین دشمن تھا اس لیے انتقامی کارروائی کے طور پر محمد بن قاسم کو ولایت سندھ سے معزول کر کے اس کی جگہ یزید بن ابی کبشہ کو سندھ کا والی مقرر ...... دیا گیا دمشق واپس پہنچنے کے بعد محمد بن قاسم کو جیل خانہ میں ڈال کر نشانۂ ستم بنایا گیا۔ حالتِ اسیری میں ہی اسے عراق کے نئے حاکم صالح نے شرمناک اذیتیں دے دے کر مروا ڈالا اور اس طرح اسلامی دنیا کا یہ کم عمر مگر نامور جرنیل افسوسناک انجام سے دوچار ہوا وہ ایک عظیم جرنیل ہی نہ تھا بلکہ ایک کامیاب حکمران اور مدبر بھی تھا جس نے برصغیر میں استبدادی حکومت کی بجائے عادلانہ نظام قائم کیا اس کی رواداری، انصاف اور انسانی ہمدردی کی حکمت عملی نے اسے سندھ کے عوام میں بیحد مقبول بنا دیا یہ اس کی مسحور کن شخصیت ہی کا کرشمہ تھا کہ اہل سندھ نے اس کے جانے پر آنسو بہائے اور اس کی تصویروں سے اپنے درو دیوار کو مزین کیا اور جب اس کی وفات کی خبر پائی تو پورے ملک میں سوگ منایا گیا۔

اہمیت

۱۔ اس فتح کے نتیجہ کے طور پر اسلام برصغیر پاک و ہند میں روشناس ہوا۔

۲۔ عربوں نے عدل و انصاف پر مبنی نظام قائم کیا یہاں کے مقامی لوگ اسلامی تعلیمات سے متاثر ہو کر جوق در جوق مسلمان ہونے لگے ...... مفتوح قوم کے افراد کو جو ہندوؤں کی چیرہ دستیوں اور برہمنوں کے غلبہ سے نالاں تھے امن و سکون کا سانس میسر ہوا محمد بن قاسم نے معاشرتی ناہمواریوں کو بھی دور کرنے کی کوششیں کیں۔

۳۔ سندھ مستقل طور پر اسلامی تہذیب و تمدن کا مرکز بن گیا اور انگریزوں کی فتح کے زمانہ تک مسلسل آزاد اسلامی حکومت کی حیثیت سے اپنے وجود کو برقرار رکھنے میں کامیاب رہا۔

۴۔ سندھ کی تسخیر نے ہندوستان کی مکمل فتح کا راستہ کھول دیا۔

سپین (اندلس) کی فتح

سپین پر حملہ کی وجوہات

سپین جسے ہسپانیہ یا اندلس بھی کہا جاتا ہے براعظم یورپ کے جنوب مغرب میں واقع ہے آب و ہوا کے لحاظ سے یہ علاقہ یورپ کے بقیہ علاقوں کے مقابلہ میں زیادہ معتدل اور خوشگوار ہے مسلمانوں کے حملہ سے

Marfat.com

پیشتر ملک سیاسی اور اخلاقی لحاظ سے ابتری کا شکار تھا سپین میں صدیوں سے گاتھ خاندان کی حکومت قائم تھی مسلمانوں کی آمد کے وقت عنانِ حکومت ایک فوجی جرنیل راڈرک کے ہاتھوں میں تھی جو سخت ظالم اور عیاش تھا ابن اثیر کے بیان کے مطابق مروّجہ دستور کے مطابق کونٹ نامی ایک شخص نے اپنی بیٹی فلوریڈا بادشاہِ وقت راڈرک کی خدمت میں تعلیم و تربیت کے حصول کی خاطر بھیجی راڈرک اس کے حسن و جمال پر فریفتہ ہو گیا اور اس کا جوہرِ عصمت لوٹ لیا فلوریڈا نے واپسی پر صورتِ حالات سے باپ کو مطلع کیا جس سے کونٹ جیولین سخت برہم ہوا اور اس نے موسیٰ بن نصیر کو اندلس پر حملہ آور ہونے کی ترغیب دی چنانچہ جب موسیٰ بن نصیر سپین کی سرزمین پر اترا تو اسی کونٹ جیولین نے اس کی رہنمائی کی۔

۲۔ سپین اس زمانہ میں مذہبی تعصبات کی آگ میں گھرا ہوا تھا۔ گوتھ مذہباً عیسائی تھے کسی غیر مسیحی کا وجود سرزمین سپین میں برداشت کرنے کے لیے تیار نہ تھے یہودی خصوصی نشانۂ ستم تھے قتل و غارت لوٹ کھسوٹ اور ہر طرح کے ظلم و ستم سے ان پر عرصۂ حیات تنگ ہو چکا تھا لہٰذا ان ستم رسیدہ لوگوں نے مسلمانوں کو اپنا نجات دہندہ تصور کرتے ہوئے خوش آمدید کہا۔

۳۔ جہاں تک معاشی اور معاشرتی زندگی کا تعلق تھا ملک ناانصافی اور عدمِ مساوات کا شکار تھا طبقۂ امرا اور جاگیردار ہر قسم کے ٹیکسوں سے مستثنیٰ تھے تمام ٹیکسوں کا بوجھ غریب عوام پر تھا اور خود برسرِ اقتدار طبقہ یعنی امرا اور جاگیردار عیش و عشرت کی زندگی بسر کر رہے تھے لیکن غریب عوام نانِ شبینہ کے بھی محتاج تھے خانقاہ نشین راہب بھی بداخلاقی کا مجسمہ بن کر رہ گئے تھے ان کی خانقاہیں مذہبی تقدس کی بجائے عشرت کدوں میں بدل چکی تھیں عام لوگ خواہ کاشتکار ہوں یا ملازم اس صورتِ حال سے سخت نالاں تھے کاشتکاروں کی حالت خصوصاً غلاموں سے بھی بدتر تھی وہ شادی بیاہ تک بھی اپنے جاگیردار کی رضامندی کے بغیر نہ کر سکتے تھے اقتصادی لحاظ سے بھی ملک بدحالی کا شکار تھا تجارت تباہ ہو چکی تھی اور لوگ مفلوک الحال تھے۔

۴۔ راڈرک اور گاتھ خاندان کے ظلم و ستم کی بنا پر اکثر لوگ ملک چھوڑ کر شمالی افریقہ میں پناہ گزیں ہو گئے تھے یہ لوگ مسلمانوں کو اندلسی حکومت کے خلاف ابھارتے رہتے تھے جنگ کی صورت میں ہر قسم کے تعاون پر رضامند تھے چنانچہ ان ناسازگار حالات کی بنا پر موسیٰ بن نصیر نے خلیفہ ولید سے سپین پر حملہ کی اجازت حاصل کر لی۔

واقعات

دربارِ دمشق سے اجازت حاصل کرنے کے بعد موسیٰ بن نصیر نے معلومات حاصل کرنے کے لیے ۹۱ھ میں اپنے ایک غلام طریف کو ۵۰۰ آدمیوں کے ساتھ روانہ کیا تاکہ وہ اس ملک کے اندرونی اور سیاسی حالات کا پتہ چلائے اس کی رپورٹ حوصلہ افزا تھی لہذا طارق ابن زیاد کو جو موسیٰ بن نصیر کا غلام تھا سپین فتح کرنے کا حکم دیا گیا۔

طارق ابن زیاد کی روانگی

طارق ابن زیاد طنجہ کا حاکم تھا موسیٰ بن نصیر نے اسے سات ہزار بربری سپاہ کے ساتھ سپین کی فتح پر مامور کیا یہ لشکر کشتیوں کے ذریعہ سے ایک تنگ آبنائے کو عبور کرکے ساحل سپین پر اترا اور یہاں کی ایک مشرقی ساحلی چٹان پر قبضہ کر لیا یہی وہ چٹان ہے جو آج بھی جبل الطارق (جبرالٹر) کے نام سے مشہور ہے ساحل اندلس پر اترنے کے بعد طارق نے تمام جہازوں (کشتیوں) کو جلا دیا تاکہ عساکر اسلامی پر یہ بات واضح ہو جائے کہ مقصد کے حصول کے بغیر اب واپسی کا کوئی سوال ہی باقی نہ تھا۔

تھیوڈ میر سے مقابلہ

سرزمین اندلس پر اترنے کے بعد سب سے پہلی معرکہ آرائی مرسیہ کے حکمران تھیوڈ میر سے ہوئی جس نے مسلمان مجاہدین کا راستہ روکنے کی کوشش کی لیکن پہلی بار ہی منہ کی کھائی اور راہِ فرار اختیار کی اس دوران اس نے راڈرک کو اطلاع کر دی کہ ہمارے ملک پر ایک ایسی قوم حملہ آور ہوئی ہے جس کی نسل کا مجھے کچھ علم ہے اور نہ وطن کا اور نہ ہی یہ علم ہے کہ وہ زمین سے اترے ہیں یا آسمان سے۔

معرکہ گواڈلٹ اور راڈرک کی شکست

مسلمانوں کی سپین میں آمد کے وقت شاہ راڈرک ملک کے شمالی حصہ میں جنگ میں مصروف تھا جونہی اسے مسلمانوں کے حملہ کی اطلاع ملی ایک لاکھ سپاہ پر مشتمل لشکر جرار لے کر پلٹا اور وادی لکہ میں دریائے گواڈلٹ کے کنارے خیمہ زن ہوا طارق نے بھی موسیٰ بن نصیر سے مزید کمک کی درخواست کی تھی جس کے جواب میں مزید ۵ ہزار سپاہ فراہم کیے گئے اب مسلمان فوجیوں کی کل تعداد ۱۲ ہزار تھی مسلمان تعداد میں کم تھے وہ اس ملک میں بالکل اجنبی تھے اور دشمن کا ٹڈی دل لشکر مقابلہ کے لیے موجود تھا صورت حالات بڑی پریشان کن تھی اگر ذرہ بھی کوتاہی کا ثبوت دیا جاتا تو

تو مسلمانوں میں سراسیمگی پھیلنے کے قوی امکانات تھے چنانچہ طارق نے تمام کشتیاں جلا دیں اور فوجیوں کے سامنے ایک پُر جوش تقریر کی اور کہا

"مسلمانو! سمندر تمھارے پیچھے ہے اور دشمن سامنے اب ان دونوں میں سے کسی ایک صورت کو اختیار کر لو" اس تقریر نے خاطر خواہ نتائج پیدا کیے مسلمانوں نے زبردست حملہ کیا راڈرک کی فوج باوجود اسلحہ کی فراوانی، کثرت تعداد اور شان و شوکت کے میدان جنگ میں نہ ٹھہر سکی نعرہ ہائے تکبیر کی گونج میں مجاہدین کی تلواریں سپینی افواج کو یوں کاٹ رہی تھیں جیسے گاجر مولی ہزاروں کٹ کر میدان میں کھیت رہے بقیہ دریا کی لہروں کی نذر ہو گئے شاہ راڈرک بھی گھبرا کر بھاگ نکلا اور بقول ابن اثیر دریا میں ڈوب کر مر گیا۔

اس عظیم الشان فتح سے نہ صرف بیشمار مالِ غنیمت ہی مسلمانوں کو ملا بلکہ سپین کی فتح کے دروازے مسلمانوں پر کھل گئے۔

طارق کی مزید پیش قدمی

اگرچہ موسیٰ بن نصیر نے طارق کو مزید پیش قدمی سے باز رہنے کی ہدایات دے رکھی تھیں لیکن مہم جو طارق کے لیے انتظار بے معنی تھا اس لیے ان ہدایات کو پس پشت ڈالتے ہوئے طارق نے اپنی فوج کو چار حصوں میں تقسیم کیا اور مختلف اطراف روانہ کر دیا غرناطہ، قرطبہ، مالقہ اور طلیطلہ کی ریاستیں اسلامی افواج کی یلغاروں کا مقابلہ نہ کر سکیں عیسائیوں نے کہیں بھی ڈٹ کر مقابلہ یا مزاحمت نہ کی لوگ خوف اور دہشت کے مارے شہروں اور قصبوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے ور یارے مارے پھر رہے تھے غلاموں کسانوں اور یہودیوں نے مسلمانوں کا جگہ جگہ استقبال کیا اور مسلمان افواج کی رہنمائی کی اس طرح بغیر کسی شدید جنگ کے ان سب علاقوں پر مسلمان قابض ہو گئے بے شمار مالِ غنیمت سونا، چاندی، ناتراشیدہ ہیرے، جواہرات، اسلحہ، سامان حرب، شاہان گاتھ کے نوادرات اور ۲۴ تاج مسلمانوں کے ہاتھ لگے۔

موسیٰ بن نصیر کی سپین میں آمد

طارق کی مسلسل فتوحات کی خبریں خوش کن اور حیرت انگیز تھیں چنانچہ ان فتوحات کا حال سن سن کر موسیٰ بن نصیر بھی ۱۸ ہزار فوج کے ہمراہ ۹۳ھ میں سپین پہنچ گیا اور ان علاقوں کی طرف اپنی توجہ مبذول کی جو ابھی تک طارق کے حملوں سے محفوظ تھیں چنانچہ سب سے پہلے موسیٰ بن نصیر نے قرمونہ کے اہم شہر پر قبضہ کیا اس کے بعد موسیٰ نے اپنی پیش قدمی کو جاری رکھا اور اشبیلیہ کا محاصرہ کر لیا یہ

محاصرہ ایک ماہ جاری رہا بالآخر مسلمانوں کو فتح ہوئی اور شہر ان کا قبضہ ہوا اشبیلیہ مذہبی مرکز کی حیثیت سے بڑا اہم شہر تھا کسی زمانہ میں گاتھ خاندان سے پہلے یہ شہر دارالحکومت بھی رہ چکا تھا اشبیلیہ کی فتح کے بعد میڈرڈ (ماردہ) کی باری تھی یہ شہر بھی کسی زمانہ میں سپین کا دارالحکومت رہ چکا تھا موسیٰ نے آگے بڑھ کر ماردہ کا محاصرہ کر لیا یہاں کے لوگ نہایت جنگجو تھے کچھ دیر تک تو مقابلہ کیا لیکن پھر قلعہ بند ہو گئے بچ نکلنے کی کوئی راہ نہ پاتے ہوئے انھوں نے صلح کر لی اور شہر کے دروازے مسلمانوں پر کھول دیئے اس دوران اشبیلیہ کے لوگوں نے مسلمانوں کے خلاف بغاوت کی جسے موسیٰ کے لڑکے عبدالعزیز نے کچل دیا۔

اب موسیٰ طلیطلہ پہنچا جہاں طارق ابن زیاد نے اس کا استقبال کیا دونوں کی متحدہ افواج نے سپین کے بقیہ علاقوں سرگوسہ، ارغوان، برشلونہ وغیرہ پر قبضہ کیا اور کوہ پائرنیز تک جا پہنچے اس کے علاوہ پرتگال بھی فتح کر کے ایک الگ صوبہ کی حیثیت سے سلطنت اسلامی کا جزو بنا۔

یورپ کی تسخیر کا منصوبہ

شمالی سپین کی فتح کے بعد اسلامی حکومت کی سرحدیں فرانس سے مل گئی تھیں موسیٰ بن نصیر نے ان کامیابیوں سے متاثر ہو کر تمام یورپ کی فتح کا منصوبہ بنایا تاکہ بقول سکاٹ وہاں سے پیش قدمی کرتے ہوئے مشرق میں بازنطینی حکومت کے دارالحکومت قسطنطنیہ میں شامی افواج سے جا ملیں اور اتنی بڑی فتوحات کی مبارکباد ایک دوسرے کو باسفورس کے کنارے پر دیں چنانچہ اس منصوبہ کی تکمیل کے لیے اس نے فرانس پر چڑھائی کر دی اور اس کے کچھ سرحدی شہر بھی قبضہ میں کر لیے لیکن دربار دمشق کی اجازت حاصل نہ کی جا سکی اور اس طرح تاریخ کا ایک بہت بڑا واقعہ معرض وجود میں آنے سے رہ گیا اگر دربار دمشق گروہی یا ذاتی تعصبات کا شکار ہو کر یہ غلط پالیسی اختیار نہ کرتا تو آج شاید یورپ کی تاریخ کچھ اور ہی عنوان کے تحت لکھی گئی ہوتی۔

موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد کی واپسی

خلیفہ ولید بیمار پڑ گیا اس نے موسیٰ بن نصیر کو واپسی کا حکم دیا چنانچہ موسیٰ بن نصیر اور طارق بن زیاد ۹۵ھ میں بے پناہ مالِ غنیمت کے ساتھ پایہ تخت دمشق روانہ ہوئے واپسی پر اس نے اپنے بیٹوں عبدالعزیز، عبداللہ، عبدالملک کو علی الترتیب سپین، شمالی افریقہ اور مراکش کا والی مقرر کیا موسیٰ کی اچانک واپسی کی بنا پر مسلمانوں کے مفادات کو سخت نقصان پہنچا خلیفہ ولید کے مرنے کے بعد جانشین خلیفہ سلیمان نے محض اپنی ذاتی رنجش کی بنا پر بجائے موسیٰ کی عزت توقیر اور منصب میں اضافہ کے اسے جیل میں ڈال دیا بعد میں اگرچہ ایک سردار کی سفارش کی

Marfat.com

بنا پر اسے رہائی نصیب ہوئی لیکن سلیمان نے اس پر کئی لاکھ روپیہ تاوان جرمانہ کی صورت میں نافذ کر دیا اس قدر بڑی رقم موسیٰ ادا نہ کر سکا اور اسلام کے اس نامور فرزند اور عظیم جرنیل اور فاتح نے اپنی زندگی کے بقیہ ایام انتہائی کس مپرسی اور تنگ دستی میں گزار دیئے۔

ایشیائے کوچک کی فتوحات ولید کا بھائی مسلمہ بن عبدالملک ایشیائے کوچک میں رومیوں کے خلاف معرکہ آرائیوں میں مشغول تھا رومی حکومت کے مشہور قلعے ، بولق، اخرم، بولس، طوانہ، عموریہ اور طرطوس فتح کر لئے

جزائر بحیرۂ روم :۔ ولید کے زمانہ میں جزائر بحیرہ روم کی تسخیر کی طرف توجہ دی گئی حکومت ان جزیروں کو مرکز بنا کر افریقہ میں بغاوتوں کو ہوا دیتی تھی لہذا جزائر ساڈ بنا، منورقہ اور میورقہ اسی زمانہ میں فتح ہوئے۔

ولید کی وفات ۹۶ھ/۷۱۵ء میں ۹ سال ۸ ماہ کی حکومت کے بعد ولید کا انتقال ہوا وفات کے وقت اس کی عمر ۴۲ سال ۷ ماہ تھی ولید نے سلیمان کو ولیعہدی سے خارج کرنے کی کوشش کی لیکن موت نے مہلت نہ دی چنانچہ اس کی وفات کے بعد سلیمان خلیفہ ہوا۔

ولید کا سنہری زمانہ

بقول سر ولیم میور ولید اول کا زمانہ تاریخ اسلام کا شاندار ترین دور ہے فتوحات، وسعت سلطنت، ملکی استحکام، امن وامان، خوشحالی اور تہذیبی و ثقافتی ترقی کے لحاظ سے یہ دور انتہائی بلند اور ممتاز مقام رکھتا ہے اس دور میں ہونے والی فتوحات کا دائرہ اس قدر وسیع تھا کہ ہمیں عہد فاروقی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے اگر محض ان فتوحات ہی کو عظمت و معراج کی کسوٹی قرار دیا جائے تو یہ بنو امیہ کا شاندار دور کہلانے کا یقیناً مستحق ہے اس دور کی خصوصیات درج ذیل ہیں:۔

وسعت سلطنت اور فتوحات اس دور کی سب سے بڑی خصوصیت وہ عظیم الشان فتوحات ہیں جن کا ذکر پہلے ابواب میں کیا جا چکا ہے سندھ میں محمد بن قاسم، ترکستان اور چین میں قتیبہ بن مسلم، سپین اور پرتگال میں موسیٰ بن نصیر اور طارق ابن زیاد ایشیائے کوچک میں مسلمہ بن عبدالملک اپنی شجاعت ، بہادری اور سرفروشانہ یلغاروں کی بدولت دشمنان اسلام کو شکستوں پر شکستیں دے کر اسلامی عظمت کا علم بلند کر رہے تھے اگر ولید دو چار برس اور زندہ رہ جاتا تو چین اور ہندوستان بھی مملکت اسلامیہ کا جزو ہوتے۔

Marfat.com

امن وامان کا قیام بیرونِ ملک فتوحات کے علاوہ اندرون ملک امن وامان کا قیام اعلیٰ نظم ونسق اور خوشحال عوام اس دور کی دوسری نمایاں وصفت ہے حجاج بن یوسف کی زیر سرکردگی خوارج کا مکمل استیصال کیا جاچکا تھا اور کسی بھی ملک دشمن تحریک کو سر اٹھانے کی جرأت نہ تھی اگر ملک کے اندر مکمل امن وامان نہ ہوتا تو اس دور کی دیگر تعمیری خصوصیات کبھی بھی اجاگر نہ ہوتیں۔

علمی ترقی وسرپرستی اگرچہ ولید خود تو علم حاصل نہ کر سکا لیکن علوم کی سرپرستی بدستور پہلے خلفا کی طرح کی گئی قرآن وحدیث کی تعلیم اور ترقی کے لیے اس نے ذاتی توجہ اور دلچسپی سے کام لیا قرآن پاک سے اسے بڑی محبت تھی اس کا شوق اس سے ہی ظاہر ہے کہ اگر کوئی حاجت روا اس کے در پر روپیہ مانگنے آتا تو وہ اس سے قرآن پڑھوا کر سنتا اور اگر قرآن پڑھنا آتا تو اس کی خوب مدد کرتا عربی گرامر میں بھی کافی سرگرمی سے کام کیا گیا بصرہ کا شہر بالخصوص قواعد گرامر کے سلسلہ میں مشہور ہوا نئے اور پرانے شعرا کی حوصلہ افزائی اور قدردانی کی جاتی تھی علماء وفقہا کے وظائف مقرر تھے۔

تعمیرات ولید اوّل کو نئی نئی عمارات کے بنوانے کا بیحد شوق تھا چنانچہ تعمیرات پر روپیہ بے دریغ صرف کیا پرانی مساجد کی مرمت کی گئی اور پرشکوہ اور آراستہ مساجد تعمیر کرائی گئیں جن کی تفصیل درج ذیل ہے:۔

مسجد نبویؐ کی تعمیر:۔ مسجد نبویؐ کی تعمیر ولید کا سنہری کارنامہ ہے ولید نے عمر بن عبدالعزیزؒ کو مسجد نبویؐ کی تعمیر کا حکم دیا چنانچہ ان کی نگرانی میں جب کہ وہ عامل مدینہ تھے اس کام کو پایۂ تکمیل تک پہنچایا گیا فنِ تعمیرات کے نقطۂ نظر سے یہ اس دور کا عظیم کارنامہ ہے عمر بن عبدالعزیز نے ارد گرد کی زمین خرید کر اسے وسعت دی باہر کے ملکوں سے کاریگر بلوائے گئے شاہ روم نے ایک لاکھ مثقال سونا پچی کاری کا کام اور کاریگر فراہم کیا پوری مسجد پتھر سے بنوائی گئی اور اس کی دیواروں پر طلائی میناکاری کی گئی اور ایک فوارہ بھی بنایا گیا مسجد کی بنیادیں صحابہ کرام کے بیٹوں سے ہاتھ لگوا کر اٹھائی گئیں اس کی تعمیر پر ۳ سال صرف ہوئے اس کے صحن میں ۲۰ ہزار آدمی اکٹھے بیٹھ سکتے تھے اس مسجد کی شہرت چار دانگ عالم میں پھیل گئی اور دور دور سے سیاح دیکھنے کے لیے آتے۔

جب تعمیر کا کام پایۂ تکمیل تک پہنچ گیا تو ولید ۹۱ھ میں خود اسے دیکھنے کے لیے آیا اور اس نے اسے بہت پسند کیا۔

جامع مسجد دمشق:۔ دمشق کی جامع مسجد حسن وجمال کا ایک مرقع تھی اس کی تعمیر پر بھی

Marfat.com

کاریگر ہندوستان، ایران اور افریقہ سے لائے گئے ۸ سال کے عرصہ میں اس کی تکمیل ہوئی اور ۱۲
مزدوروں نے اس پر کام کیا مختلف رنگوں کے پتھر کے استعمال کے علاوہ سونے اور چاندی کا بھی بہت
زیادہ استعمال ہوا ۱۸ جہازوں پر سونا چاندی لاد کر جزیرہ قبرص سے دمشق لایا گیا اس کی تزئین و آرائش
میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی تھی ایک اندازے کے مطابق ۵۶ لاکھ اشرفیاں اس پر لاگت ہوئی بعد
دیگر مورخین کے اقوال کے مطابق ملک شام کا سات برس کا خراج اس پر صرف ہوا اس کی چھتوں
اور دیواروں پر طلائی کام، مینا کاری اور طرح طرح کے نقش و نگار سے کام لے کر اسے دلکش
بنانے میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی گئی چھت کے ساتھ چھ سو مرصع قندیلیں طلائی زنجیروں کے ساتھ لٹکائی گئی
وسیع اتنی تھی کہ ۲۰ ہزار آدمی بیک وقت اس میں بیٹھ سکتے تھے اپنے حسن و جمال کی وجہ سے یہ مسجد
زیارت گاہ خواص و عوام تھی دور دور سے لوگ اسے دیکھنے آتے تھے ایک بار حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز
نے اپنے زمانہ میں جب اس کے سونے چاندی اور دیگر اشیا کو اتروا کر بیت المال میں داخل کرنے
کے متعلق ارادہ کیا تو اتفاقاً قیصر روم اسے دیکھنے کے لیے آ نکلا دس ہمراہیوں کے ساتھ مسجد کو
دیکھنے گیا اس پر اس کی ساخت اور تعمیراتی حسن کا اس کا قدر اثر ہوا کہ رنگ فق ہو گیا اور اپنے ہمراہیوں
سے یونانی زبان میں کہا کہ ہمارا تو خیال تھا کہ عربوں کی اقامت شام میں چند روزہ ہے لیکن یہاں تو انھوں
نے اپنے استقلال کے سامان جمع کر رکھے ہیں خلیفہ کو اپنے آدمیوں نے جو وہاں موجود تھے اس
گفتگو کے مطالب سے آگاہ کیا تو انھوں نے کہا یہ مسجد تو کفار کو غیظ میں لاتی ہے لہٰذا اپنا ارادہ ترک
کر دیا اس ایک واقعہ ہی سے جامع دمشق کی لاثانی حیثیت واضح ہو جاتی ہے۔

دیگر تعمیراتی کام علاوہ ازیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے چاروں طرف دوہری
مضبوط دیوار کھڑی کی گئی مملکت کے دیگر حصوں میں نئی مساجد کی تعمیر کی گئی
اور پرانی کی مرمت کا کام کیا گیا۔

رفاہ عامہ مسافروں کے آرام کے لیے سڑکوں کی تعمیر اور مرمت کی گئی ان کے کناروں پر سنگ میل
نصب کرائے، سرائیں اور کنویں کھدوائے تاکہ آنے جانے میں پیش آنے والی دقتیں
کم ہوں ملکی پیداوار بڑھانے کے لیے نہریں کھدوائی گئیں مریضوں کے علاج کے لیے سرکاری ہسپتال
تعمیر کیے گئے جہاں مریضوں کو مفت دوائیں دی جاتی تھیں سرکاری طعام خانے کھولے گئے جہاں
نادار، بیکار اور مسافر کھانا کھا سکتے تھے اس کے علاوہ نادار لوگوں کی امداد کے لیے وظائف مقرر
کیے گئے ملک سے گداگری کا خاتمہ کیا مختصر یہ کہ لوگوں کو ہر طرح کی رعائتیں اور آسائشیں فراہم کرتے کی

پوری پوری کوشش کی گئی

بحری بیڑہ کی تنظیم ولید کے زمانہ میں فوجی نظام کو درست کرنے کے لیے خصوصی توجہ دی گئی تھی اس ضمن میں بحری بیڑہ کی توسیع بھی ولید کا بہت بڑا کارنامہ ہے بحری جنگوں میں کامیابی بحری فوج کی تنظیم کی بنا پہ تھی اس لیے نئے جہاز بنانے اور پرانوں کی مرمت کے لیے ملک میں کارخانے کھولے گئے سب سے بڑا کارخانہ ٹیونس میں تھا بحیرہ روم کی جنگوں میں کامیابی میں بہت بڑا ہاتھ بحری بیڑہ کی مضبوطی میں تھا۔

مندرجہ بالا حقائق کی روشنی میں یہ کہنا درست ہے کہ ولید اوّل کا دور بنوامیہ کا شاندار ترین اور سنہری زمانہ ہے فتوحات کے میدان میں کامیابیاں ہی کیا کم تھیں لیکن اس کے علاوہ علم و ادب، تعمیرات اور رفاہ عامہ کے میدان میں ولید کے زمانہ میں شاندار کارہائے نمایاں انجام دیئے گئے جہاں قتیبہ بن مسلم، محمد بن قاسم، موسیٰ بن نصیر، طارق بن زیاد اور مسلمہ بن عبدالملک کی کامرانیاں اس دور کو ایک خاص عظمت اور شان بخشتی ہیں وہاں اس دور میں ہونے والی دیگر تعمیراتی خصوصیات بھی کم اہم نہیں قصر الخلافت ہو یا شاہی محلات، قصر الزہرا ہو یا مسجد قرطبہ، عالیشان یونیورسٹیاں ہوں یا عمومی درسگاہیں وہ اپنی خاص صنعت، کارگیری اور فنی خوبیوں کے لحاظ سے نوادرات زمانہ میں شمار ہوتی ہیں یہ سب انمٹ نقوش اسلامی عہد کی ایسی یادگاریں ہیں جو اپنائے زمانہ کی دست درازیوں اور امتداد زمانہ کے باوجود مٹائے نہ مٹ سکیں اور مسلمانوں کی عظمت رفتہ اور درخشندہ دور کی آئینہ دار ہیں۔

حجاج بن یوسف

ابتدائی حالات حجاج بن یوسف طائف کے مشہور قبیلہ بنو ثقیف سے تعلق رکھتا تھا ابتدائی تعلیم و تربیت اس نے اپنے باپ ہی سے حاصل کی جو ایک مدرس تھا حجاج بچپن سے ہی اپنے ہم جماعتوں پر حکومت کرنے کا عادی تھا تعلیم سے فارغ ہو کر اس نے اپنے باپ کے ساتھ ہی استاد کا پیشہ اختیار کیا لیکن وہ اس پیشے پر قطعی مطمئن نہ تھا اور کسی نہ کسی طرح حکمران بننے کے خواب دیکھتا رہتا تھا بالآخر وہ طائف چھوڑ کر دمشق پہنچا اور کسی نہ کسی طرح عبدالملک بن مروان کے وزیر کی ملازمت حاصل کرنے میں کامیاب ہو گیا وزیر نے جلد ہی اس کی انتظامی صلاحیتوں کو بھانپ لیا اور اسے ترقی دے کر اپنی جاگیر کا منتظم مقرر کر دیا ایک چیز جس کی وزیر کو ہمیشہ شکایت رہتی تھی اس کی سخت گیری تھی لیکن اس سخت گیری کی وجہ سے

وزیر کی جاگیر کا انتظام بہت بہتر ہو گیا تھا۔

اتفاق سے عبدالملک کو اپنی فوج سے سستی و کاہلی کی شکایت پیدا ہو گئی اور اُس نے ایک محتسب مقرر کرنے کا فیصلہ کیا وزیر نے حجاج کا نام پیش کیا لیکن یہ وضاحت کر دی کہ آدمی سخت گیر ہے اس لیے وہ اس کے افعال کے لیے جوابدہ نہیں ہو گا اس طرح حجاج عبدالملک کی فوج میں شامل ہو گیا اس حیثیت سے اس نے عبدالملک کی خوب خدمت کی اور اموی فوج اُس سے وحشت کھانے لگی یہاں تک کہ خود وزیر کا دستہ بھی اُس کی سخت گیری کا شکار ہوا حالانکہ وہ خود کئی سال اُنھیں میں شامل رہا تھا عبدالملک نے جب عراق پر حملہ کیا تو مصعب بن زبیر کے خلاف اس کے سخت اقدامات نے عبدالملک کو قائل کر دیا کہ حجاج اُس کے کہنے پر کوئی بھی اقدام کر سکتا ہے اور اس کے لیے اخلاقی و مذہبی حدود عبور کرنا کوئی مشکل نہیں

مکّہ پر حملہ عبداللہ بن زبیرؓ اُس وقت مکّہ میں پناہ گزین تھے اور عبدالملک کو ان کی حکومت ختم کرنے کے لیے کسی ایسے شخص کی تلاش تھی جو حرم کی حرمت کی پرواہ نہ کرتے ہوئے عبداللہ بن زبیرؓ کا خاتمہ کر سکے چنانچہ حجاج کو اس مہم کا انچارج بنایا گیا اس نے مکّہ کی ناکہ بندی کر کے غذائی بحران پیدا کر دیا اور بلا تکلف سنگباری کر کے مکّہ کو تباہ کیا یہاں تک کہ خانہ کعبہ کی عمارت کو بھی نقصان پہنچا جب شامی خانہ کعبہ کی حرمت یا عبداللہ بن زبیرؓ کی اخلاقی اپیلوں کی وجہ سے ہچکچاتے تھے تو حجاج خود سنگباری کرتا تھا اس مہم میں اُس نے انتہائی سفاکی کا مظاہرہ کر کے عبداللہ بن زبیرؓ کو شہید کر ڈالا اور ان کی لاش کو کئی روز بعد تک پھانسی پر لٹکائے رکھا اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اُسے حجاز کا گورنر مقرر کر دیا گیا۔

حجاز کی گورنری حجاج بن یوسف کو گورنر حجاز اس لیے بنایا گیا تھا کہ وہ اموی اقتدار کو اس مقدس سرزمین میں مستحکم کر ڈالے چنانچہ وہ کچھ دیر تک مکّہ میں مقیم رہا اس نے ہر اُس شخص کو قتل کروا ڈالا جس سے اموی اقتدار کے خلاف زبان کھولنے کی بھی توقع کی جا سکتی تھی اُس کے مظالم نے عوام کے حوصلے پست کر دیئے اور وہ اموی غلامی پر رضامند ہو گئے۔

مکّہ کے بعد مدینہ کی باری آئی حجاج وہاں پہنچا تو صحابہ زادوں اور تابعین کی ایک کثیر تعداد موجود تھی اس نے اہل مدینہ کو جمع کر کے ایک زوردار تقریر کی اور انھیں عبدالملک کی بیعت کرنے پر آمادہ کرنا چاہا تاہم اہل مدینہ خاموش بیٹھے رہے اور کسی نے مخالفت بھی نہ کی لیکن بیعت بھی کسی

نہ کی حجاج نے انھیں تین دن کی مہلت دے کر رخصت کر دیا لیکن ساتھ ہی قتل و غارت کا "مشغلہ" شروع کر دیا لوگ اُس کے جور و ستم کے واقعات سن چکے تھے اور واقعہ حرہ انھیں ابھی نہیں بھولا تھا اس لیے انھوں نے عبدالملک کی بیعت کر لی حجاج نے معززین کی ایک فہرست تیار کر ڈالی اور ان سب کو یکے بعد دیگرے طلب کر کے بیعت کر لی جس نے اموی حکومت پر تنقید کی اس کی گردن اڑا دی دو ماہ تک اس کی بربریت کے بھرپور مظاہرے ہوتے رہے بالآخر اس مقدس بستی کے باشندوں سے قیامت ٹل گئی اور حجاج کا تبادلہ عراق کر دیا گیا۔

حجاج عراق میں

عبدالملک نے اہل خراسان اور کوفہ و بصرہ کی باغیانہ روش کو ختم کرنے کیلئے حجاج کو گورنر عراق بنا ڈالا اُس نے صرف بارہ آدمی ساتھ لیے اور ایک ہزار میل کا فاصلہ طے کر کے بالکل غیر متوقع طور پر کوفہ جا پہنچا کوفہ میں داخلہ کے وقت اُس نے نقاب پہن رکھا تھی تاکہ لوگ اسے پہچان نہ سکیں اس کے ساتھ اہل کوفہ کو پکار پکار کر مسجد میں جمع ہونے کا حکم دے رہے تھے حجاج بن یوسف ثقفی مسجد پہنچا تو لوگ شرارت پر آمادہ تھے وہ کنکریاں ہمراہ لائے تھے تاکہ اُن سے نئے گورنر کا استقبال کر سکیں اُس نے ممبر پر چڑھ کر نقاب اُلٹی اور اپنی تقریر اس طرح شروع کی:

"لوگو! سنو اور ہوش و حواس درست کر کے سنو! تمھاری شورش پسندی اور شرارتوں سے تنگ آکر امیرالمومنین نے اس بار اپنے ترکش کا سب سے سخت تیر تم پر چلایا ہے تم منافق، مفسد اور باغی ہو، تم نت نئی شرارتیں کرتے اور ہر آنے والے حاکم سے بغاوت کرنے کے عادی ہو سیدھے ہو جاؤ اور اطاعت کے لیے سر جھکا دو ورنہ میں تمھیں ایسا ذلیل و خوار کروں گا کہ تمھاری آئندہ نسلیں تم پر لعنت بھیجا کریں گی میں تمھاری گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والا نہیں بلکہ وہ ہوں کہ تمھارے سب بل نکال کر تمھیں تیر کی طرح سیدھا کر دوں یاد رکھو! میں تمھارے ٹیڑھے پن کو ایسا درست کروں گا کہ تم سیدھی ہوئی اونٹنیوں کی طرح دودھ دینے لگو گے جس طرح ایک بڑھئی ان گھڑ لکڑی کو چھیل کر اپنے حسب منشا بنا لیتا ہے اُسی طرح میں بھی تمھیں چھیل کر اپنی مرضی کے مطابق کام لوں گا میرا غصہ بہت تیز اور میرا انتقام بہت ہولناک ہے تم سیدھی طرح راہ پر آجاؤ ورنہ خدا کی قسم میں تمھاری کھال کھینچا کر اس میں بھس بھروا دوں گا تلواروں اور نیزوں کے اتنے چرکے لگاؤں گا کہ تمھاری رگ رگ سے خون کے فوارے چھوٹیں گے اور تمھاری بوٹیاں کر کے جنگل میں پھنکوا دوں گا کہ کتے اور کوّے کھائیں۔

میں نے سنا ہے کہ تم میں سے اکثر مہلّب کا ساتھ چھوڑ کر لوٹ آئے ہیں کہ وہ امیر المومنین کے دشمنوں کی تلواروں کا لقمہ بن جائے اور تم بیوی بچوں میں بیٹھے مزے کرو سن لو! میں امیرالمومنین کے سر کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ جو لوگ مہلّب کا ساتھ چھوڑ کر آئے ہیں وہ تین دن کے اندر اندر واپس چلے جائیں ورنہ مجھ سے برا کوئی نہیں! میں تمہاری بیویوں کے سہاگ لوٹ لوں گا اور تمہارے بچوں کو یتیم بنا دوں گا کہ در در کی ٹھوکریں کھاتے پھریں۔"

"میں دیکھتا ہوں نظریں اٹھی ہوئی ہیں گردنیں اونچی ہو رہی ہیں سروں کی فصل پک چکی ہے اور کٹائی کا وقت آگیا ہے میری نظر وہ خون دیکھ رہی ہے جو پگڑیوں اور داڑھیوں کے درمیان بہہ رہا ہے۔"

اس تقریر سے لوگ بری طرح مرعوب ہوئے اس نے عبدالملک کا خط پڑھنے کا حکم دیا جس میں اس کی تقرری کا حکم تھا خط کا آغاز "السّلام علیکم" سے ہوتا تھا لوگ سہمے ہوئے خط سن رہے تھے لیکن حجاج سخت غصّے کے عالم میں چیخا "کمینو امیرالمومنین تم پر سلام بھیجتے ہیں اور تم میں سے کوئی جواب تک نہیں دیتا" اس پر سب لوگوں نے بیک آواز سلام کا جواب دیا اور خط کو نہایت غور سے سنا۔

حجاج نے کوفہ کے لوگوں کو حکم دیا کہ جو لوگ مہلّب بن ابی صفرہ کی فوج سے بھاگ کر کوفہ آئے ہیں وہ فوراً واپس چلے جائیں ورنہ انھیں قتل کر دیا جائے گا اہلِ کوفہ اس حد تک فرمانبردار ہو گئے تھے کہ انھوں نے اس حکم کی فوراً تعمیل کی۔

بصرہ کی بغاوت

حجاج کوفہ سے بصرہ پہنچا اور وہاں کے لوگوں کو مرعوب کرنے کے لیے بھی ایک زبردست تقریر کی اور فوج کی تنخواہوں میں کمی کر ڈالی عبداللہ بن جارود ایک سردار نے اس حکم کے خلاف اپیل کی تو اس نے اسے جھاڑ دیا اس پر فوج میں بغاوت ہو گئی اور فوجیوں نے حجاج کے خیمہ کو گھیر لیا لیکن حجاج نے رشوت دے کر بیعت سے لوگوں کو ساتھ ملا لیا اور اس طرح بغاوت فرو ہو گئی اور اس کے قائد قتل کر ڈالے گئے اہل عراق اس بغاوت کی ناکامی سے بہت مرعوب ہوئے حجاج نے حضرت انسؓ بن مالک مشہور صحابی رسول کی شان میں بھی گستاخی کی اور ان کے لڑکے کو قتل کروا دیا تاہم عبدالملک نے اس پر سخت گرفت کی اور حجاج کو حضرت انسؓ سے معافی مانگنی پڑی۔

خوارج کا استیصال

عراق پر موثر کنٹرول کرنے کی وجہ سے عبدالملک نے حجاج کو

Marfat.com

پورے مشرقی مقبوضات کا گورنر بنا ڈالا اس حیثیت سے اس نے خوارج کے خلاف موثر کاروائی کی بحرین اہواز اور ہرمز کے خوارج ختم کر دیئے گئے البتہ شبیب خارجی کی بغاوت کو دبانا ایک مسئلہ بن گیا کیونکہ اس نے بنو امیہ کے مظالم کے خلاف جہاد کا نعرہ لگا رکھا تھا اور اسے بعض نہایت مخلص اور بااثر لوگوں کی حمایت حاصل تھی اس نے محمد بن مروان کو شکست دی، حجاج کے بھیجے ہوئے چار لشکر یکے بعد دیگرے اس سے شکست کھا گئے بالآخر حجاج نے کوفہ سے ایک عظیم لشکر عتاب ابن ورقا کی قیادت میں بھیجا لیکن شبیب نے صرف ایک ہزار سواروں کی مدد سے اسے شکست دے کر کوفہ کی طرف بڑھنا شروع کر دیا حجاج مجبوراً خود مقابلے پر آیا اور ایک شدید معرکے کے بعد شبیب کو شکست ہوئی اور وہ دریا عبور کرتا ہوا ڈوب گیا۔

ابن اشعث کی بغاوت حجاج کے ظالمانہ رویہ کے خلاف سب سے بڑی بغاوت اموی سالار عبدالرحمٰن ابن اشعث نے کی وہ ترکستان کے محاذ پر رتبیل کے خلاف برسرپیکار تھا اس نے مفتوحہ علاقہ کا انتظام درست کرنے کے لیے تھوڑی دیر تک جنگ قدیل ملتوی کیا تو حجاج نے اسے ایک نہایت سخت خط لکھا اس پر وہ اور اس کی فوج بغاوت پر آمادہ ہو گئی اور انھوں نے رتبیل سے صلح کر لی اور عراق واپس لوٹ کر بصرہ پر قبضہ کر لیا حجاج نے شامی فوجوں کی مدد سے ان کا مقابلہ کیا تو شکست کھائی اور صورت حال تھوڑی دیر تک اموی حکومت کے کنٹرول سے باہر ہو گئی حجاج نے مہلب بن ابی صفرہ کی مدد سے پھر مقابلہ کیا اور ابن اشعث کو شکست دی لیکن اس نے لوٹ کر کوفہ پر قبضہ کر لیا۔

عبدالملک نے خود مداخلت کی اور ابن اشعث اور اہل کوفہ کو حجاج کی معزولی کی پیش کش کی لیکن کوفی سرداروں نے ابن اشعث کو صلح کی یہ معقول صورت بھی قبول نہ کرنے دی اور عبدالملک خود میدان میں نکل آیا حجاج اور عبدالملک کی متحدہ فوجوں نے کوفی لشکر کو شکست دی اور ابن اشعث کو رتبیل کے پاس پناہ لینی پڑی حجاج نے رتبیل کو لکھا کہ اگر تم ابن اشعث کا سر کاٹ کر بھیج دو تو دس سال کا خراج معاف کر دیا جائے گا رتبیل نے حجاج کی اس پیش کش کو مان لیا اور ابن اشعث کو قتل کر ڈالا۔

حجاج کی فتوحات حجاج نے ولید بن عبدالملک کے عہد میں فتوحات پر زیادہ زور دیا اور سندھ اور ترکستان میں بے شمار فتوحات حاصل کیں (جن کی تفصیل پہلے گزر چکی ہے)

Marfat.com

اصلاحات حجاج کے بعض دوسرے قابل ذکر کارناموں میں اس کی اصلاحات شامل ہیں اُس نے قرآن پاک پر اعراب لگوائے، محکمہ پولیس قائم کرکے امن وسکون بحال کیا اور زرعی ترقی کے لیے آبپاشی کے بعض منصوبوں کو عملی جامہ پہنایا۔

نومسلموں پر جزیہ حجاج کا ایک اور یادگار کارنامہ نومسلموں پر جزیہ کا نفاذ ہے چونکہ لوگ تیزی سے مشرف با اسلام ہو رہے تھے حجاج کو یہ خطرہ لاحق ہوا کہ اس طرح لوگ مسلمان ہوتے رہے تو حکومت کی آمدن کم ہو جائے گی چنانچہ اُس نے نومسلموں پر بھی جزیہ لگا دیا اس سے مفتوحہ قوموں میں شدید ردِّ عمل پیدا ہوا۔

حجاج بطور منتظم حجاج بن یوسف ثقفی بہت باصلاحیت انسان تھا وہ حکومت کے استحکام کے لیے ہر کام کرنے کو تیار رہتا اموی حکومت کے استحکام میں اس کا بہت بڑا حصہ ہے اُس نے اخلاقی و مذہبی احکام کو ہمیشہ خلیفہ کی خوشنودی کے لیے قربان کیا اور حجاز و عراق پر مضبوط اموی کنٹرول قائم کر دیا معاشی استحکام کے لیے اس نے معاشی اصلاحات نافذ کیں اور غیر مسلموں سے جزیہ وصول کیا اس کا مزاج فاتحانہ تھا اس لیے اس کے عہد میں فتوحات بھی حاصل ہوئیں لیکن یہ صرف تصویر کا ایک رخ ہے تصویر کا دوسرا رخ یہ ہے کہ وہ نہایت ظالم اور سفاک انسان تھا جا و بے جا تلوار کا استعمال کرنا انسانی جان کی حرمت اس کے نزدیک کوئی معنی نہ رکھتی تھی حرم کا احترام اُس نے بے دریغ اٹھایا حرام مہینوں کا احترام بھی وہ کم ہی کرتا تھا عراقیوں اور عجمی مسلمانوں سے اُس کا سلوک نہایت ظالمانہ تھا وہ سخت متعصب تھا اور شمالی (عدنانی) قبائل کا سرپرست تھا اس نے یمنیوں کو بلاوجہ ظلم کا نشانہ بنایا اور اس طرح سے اس کے ظلم وجور اور قبائلی تعصب نے بنو امیہ کی جڑیں کھوکھلی کر دیں اور عوام الناس کے دلوں میں ان کے خلاف نفرت کا بیج بو دیا گیا جو بالآخر اموی سلطنت کے لیے تباہ کن ثابت ہوا۔

القصہ حجاج نے اپنی تلوار اور تقریری قوت بنو امیہ کے استحکام کے لیے استعمال کی جس سے وقتی طور پر اموی حکومت مستحکم ہو گئی لیکن اس کی غلط کاریوں نے عوام کو اموی حکومت سے برگشتہ کر دیا۔

Marfat.com

سوالات

۱۔ ولید اوّل کے عہد حکومت کے اہم واقعات اور فتوحات بیان کرو۔

۲۔ ولید اوّل کی سیرت و کردار اور کارہائے نمایاں تحریر کرو۔

۳۔ کیا یہ کہنا صحیح ہے کہ "ولید کا عہد سلطنت بنو امیہ کا سنہری زمانہ ہے" اگر ایسا ہے تو کیوں؟

۴۔ ولید بن عبدالملک کو اموی دور کا سب سے بڑا حکمران سمجھا جاتا ہے۔ کیوں؟

۵۔ ولید اوّل کے دور حکومت میں عرب سلطنت کی وسعت کا مختصر طور پر حال بیان کیجئے۔

۶۔ ولید اوّل کے زمانہ میں تعمیراتی کام کا جائزہ لیجئے۔

۷۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھئے:۔

محمد بن قاسم اور فتح سندھ۔ قتیبہ بن مسلم۔ طارق بن زیاد۔ موسیٰ بن نصیر۔ حجاج بن یوسف۔

Marfat.com

باب

سلیمان بن عبدالملک

۹۶ - ۹۹ھ
۷۱۵ - ۷۱۷ء

۹۶ - ۹۹
۷۱۵ - ۷۱۷

تخت نشینی ولید کی وفات کے بعد سلیمان تخت نشین ہوا اگرچہ ولید نے سلیمان کو ولیعہدی سے خارج کرنے کی کوششیں کی تھیں لیکن اچانک موت کی بنا پر وہ اپنے ارادوں کو پایۂ تکمیل تک نہ پہنچا سکا حجاج بن یوسف اور قتیبہ بن مسلم اس معاملہ میں ولید کے ہمنوا تھے سلیمان نے تخت نشین ہونے کے بعد انتقامی جذبہ سے کام لیتے ہوئے اسلام کے ان نامور افراد کو اپنے عہدوں سے برخاست کر دیا محمد بن قاسم کو بڑے ظالمانہ طریقے سے قتل کروا دیا گیا قتیبہ بن مسلم بھی اسی انجام سے دوچار ہوا موسیٰ بن نصیر کے آخری ایام تنگ دستی اور پریشان حالی میں گزرے علاوہ ازیں حجاج کے زمانہ میں مقرر کیے گئے عاملوں کو ہٹا کر ان کی جگہ دوسرے حاکم مقرر کیے گئے۔ . . . . یہ غلط اقدامات مجموعی حیثیت سے سلطنت کے وقار میں کمی کا باعث ہوئے شخصی زندگی کے اس انتقامی پہلو کے علاوہ سلیمان فطرتاً نیک ہوتا تھا اس نے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کو اپنا مشیر بنایا ان کی صحبت کی بنا پر سلیمان کی شخصیت کے اچھے پہلو دن بدن نکھرتے چلے گئے وہ کئی لحاظ سے اپنے پیشرو حکمرانوں کے مقابلہ میں بہتر تھا ولید کے زمانہ کے تمام قیدیوں کو جنہیں بغیر کسی جرم کے یا محض شک و شبہ کی بنا قید خانہ میں ڈال دیا گیا تھا رہائی ملی اور جیل خانے خالی ہو گئے۔

محمد بن قاسم کا قتل محمد بن قاسم حجاج کا رشتہ دار تھا اور سلیمان کو حجاج سے نفرت تھی اس تخت نشین ہوتے ہی سلیمان نے محمد بن قاسم کو معزول کر کے دار واپس پلٹنے کے احکامات صادر کر دیئے ۱۷ سال کا یہ نوجوان جس کی ہمت و شجاعت کی بدو سندھ فتح ہوا اور برِ صغیر ہند و پاک میں پہلی بار کلمۂ توحید کی منظم طور پر آبیاری ہوئی اپنوں ہی کے ہاتھوں افسوس ناک انجام سے دوچار ہوا اس کے حسن انتظام اور رعایا پروری کا یہ عالم تھا کہ واپسی اور موت کی خبر سن کر سندھ کے لوگوں نے اس کی تصاویر اور بت تراش لیے اور ا دیوتا کی حیثیت سے اس کی پوجا شروع کر دی سلیمان نے اسے گرفتار کر کے عراق کے گورنر صا

Marfat.com

بن عبدالرحمٰن کے ہاں روانہ کیا حجاج نے اپنے زمانہ اقتدار میں صالح کے بھائی کو قتل کروا دیا تھا چنانچہ صالح نے اب اپنے بھائی کے قتل کے بدلہ میں محمد بن قاسم کو جیل میں اذیتیں دے دے کر قتل کروایا اور اس طرح دنیائے اسلام اپنے نامور فرزند اور بہترین جرنیل سے محروم ہو گئی۔

قتیبہ بن مسلم کا قتل

قتیبہ بن مسلم بھی حجاج کا وفادار ساتھی تھا اور سلیمان کی خلافت سے علیحدگی کے معاملہ میں اس کا ہمنوا لہٰذا سلیمان کی تخت نشینی کے بعد اسے یہ خطرہ لاحق تھا کہ ذاتی عناد یا گروہی تعصب کی بنا پر سلیمان اس کو اپنے انتقام کا نشانہ نہ بنائے چنانچہ اس نے خلیفہ کو اپنی اطاعت اور وفاداری کے اظہار اور یقین دہانی کے لیے خطوط لکھے سلیمان نے بھی اس کے خلاف ابھی تک کوئی عملی قدم نہ اٹھایا تھا لیکن قتیبہ نے حفظِ ماتقدم کے طور پر سلیمان کا خط آنے سے پیشتر ہی بغاوت کر دی خلاف توقع فوج نے ساتھ نہ دیا قبیلہ بنوتمیم کے افراد میں سے ایک نے اسے قتل کر کے اس کا سر سلیمان کے پاس روانہ کر دیا قتیبہ کے بعد یزید بن مہلب کو خراسان کا والی مقرر کیا گیا۔

موسیٰ بن نصیر کی تذلیل

فاتح سپین موسیٰ بن نصیر بھی سلیمان کی آتشِ انتقام سے بچ نہ سکا ولید نے موت سے قبل موسیٰ کو دمشق واپس پہنچنے کے احکامات دیئے تھے موسیٰ بن نصیر مالِ غنیمت اور زر و جواہر کے ساتھ پایۂ تخت واپسی کیلئے روانہ ہو چکا تھا ولید کے مرض الموت میں مبتلا ہونے کے بعد سلیمان کی خواہش تھی کہ موسیٰ کا ورود دمشق میں ولید کی موت کے بعد اور اس کی اپنی تخت نشینی کے وقت ہو لیکن موسیٰ بن نصیر اپنے محسن اور مربی کی خدمت میں جلد از جلد حاضر ہو کر تحفے تحائف اور مالِ غنیمت پیش کرنا چاہتا تھا لہٰذا سلیمان کی خواہش کے خلاف نہایت سرعت سے پایۂ تخت پہنچا ولید کی طرف سے موسیٰ کی بے حد عزت افزائی ہوئی انتقام کی آگ کو ٹھنڈا کرنے کے لیے سلیمان نے تخت نشین ہونے کے بعد موسیٰ کو تمام اعزازات اور مناصب سے یکسر محروم کر دیا اور اس کی تمام جائداد ضبط کر لی یہی نہیں بلکہ جب کسی صاحب اثر شخصیت کے ایما پر موسیٰ کو قید لگا گیا تو سلیمان نے اس پر کئی لاکھ روپے جرمانہ نافذ کر دیا موسیٰ اس قدر کثیر بطور جرمانہ ادا کرنے کے قابل نہ تھا کہاں فاتح سپین کی حیثیت سے شاہانہ تزک و احتشام اور کہاں اب ایک تنگ دست انسان جو دو لقموں کا بھی محتاج ہوا اسی کسمپرسی اور تباہ حالی میں اس کا انتقال ہو گیا سلیمان نے اپنے کینہ کی مزید تسکین کی خاطر موسیٰ کے بیٹے عبدالعزیز کو بھی قتل کرا دیا

Marfat.com

یہ تمام واقعات سلیمان کے کردار پر بدنما داغ ہیں۔

فتوحات

فتوحات کا سلسلہ جو ولید کے زمانہ سے شروع ہوا تھا اس دور میں بھی جار
رہا چنانچہ یزید بن مہلب نے جو کہ خراسان کا والی تھا ۹۸ھ میں ایک لاکھ فو
سے جرجان پہ فوج کشی کی کہستان، جرجان، طبرستان وغیرہ فتح کیے بعض مواقع پر اسلامی افواج
کو خاصہ نقصان اٹھانا پڑا لیکن بحیثیت مجموعی یہ مہمات کامیاب رہیں اور مخالفین کی طاقت کو کچل د

قسطنطنیہ پر حملہ اور ناکامی

سلیمان کے زمانہ میں سلطنت روم اندرونی خلفشار سے دوچار
سلیمان نے اس موقع کو غنیمت جان کر رومی سلطنت کے دار
قسطنطنیہ پر حملہ کا منصوبہ بنایا اس دوران لیون نے جو کہ ایشیائے کوچک میں رومی افواج کا سپہ سا
سلیمان کو اپنے تعاون کی پیش کش کی چنانچہ ۹۸ھ میں بڑے زبردست پیمانہ پر جنگی تیار
آغاز کیا گیا بیش از بیش افواج اس مہم میں شمولیت کے لیے منظم کی گئیں سامان جنگ، اسلحہ، قلعہ
آلات اور سامان رسد کے ذخیرے جمع کیے گئے یہ لشکر جرار مسلمہ بن عبدالملک کی ماتحتی میں ۹۸
میں روانہ ہوا بری اور بحری دونوں اطراف سے قسطنطنیہ پر حملہ کیا گیا خود مسلمہ خشکی کے راس
ایشیائے کوچک ہوتا ہوا بڑھا عموریہ کے مقام پر لیون بھی اسلامی افواج سے آملا اس کی رہنمائی
میں مسلمہ قسطنطنیہ پہنچا اور شہر کا محاصرہ کر لیا یہ محاصرہ کئی ماہ جاری رہا ناکہ بندی سے تنگ آ کر لوگ
نے صلح کی درخواست کی جسے مسلمہ نے رد کر دیا تیدوس سوم شاہ روم بالکل نااہل تھا چنانچہ لوگوں
اسے قتل کر کے لیون کو اپنا بادشاہ تسلیم کر لیا لیون چونکہ مسلمانوں کی تمام کمزوریوں اور منصوبے کی
تفصیلات سے آگاہ ہو چکا تھا اس لیے اس نے بڑی پامردی سے مدافعت کی موسم سرما کی شدت
برفباری اور اشیائے ضروریہ کی کمی کی بدولت مسلمان بھوکوں مرنے لگے دوسری طرف اگرچہ سلیمان سر
روم پر خیمہ زن تھا لیکن بر وقت امدادی فوج اور سامان رسد نہ بھیج سکا وہ اس قدر تباہی کے باوجو
افواج کی واپسی کے احکامات صادر کرنے پر رضامند نہ تھا مگر صفر ۹۹ھ دسمبر ۷۱۹ء میں
سلیمان نے وابق کے مقام پر وفات پائی تو آپ کے جانشین حضرت عمرؓ بن عبدالعزیزؒ نے
مسلمہ کو فوری واپسی کے احکامات صادر کیے اور اس طرح یہ مہم ناکام ہوئی۔

وفات اور سیرت

۷۱۹ء بمقام وابق (سرحد روم پر واقع فوجی مرکز) اچانک
خلیفہ سلیمان وفات پا گیا۔ وفات کے وقت اس کی عمر ۴۵ سال
اور مدت خلافت ۲ سال ۸ ماہ تھی اپنی زندگی ہی میں ایک وصیت کے ذریعہ عمرؓ بن عبدالعزیزؒ اور

Marfat.com

یدبن عبدالملک کو علی الترتیب اپنا جانشین نامزد کر کے بیعت حاصل کر لی تھی۔
سلیمان کا کردار مجموعہ اضداد تھا خدا ترسی، نیک نفسی اور رعایا پروری کی بے شمار مثالیں بھی موجود ہیں جس کی وجہ سے اسے بالعموم ایک اصلاح پسند شخصیت مانا جاتا ہے اس نے حجاج کے مقرر کردہ ظالم عاملوں سے عوام کو نجات دلائی پینے کے لیے میٹھے پانی کا بندوبست کیا یدکے زمانہ کے قیدی رہا کر دیئے گئے اور جیل خانوں کے دروازے کھول دیئے گئے لیکن ان رہائے خیر کے باوجود وہ بے حد کینہ پرور تھا اس نے محض انتقامی جذبہ سے سرشار ہو کر دنیائے سلام کے نامور سپہ سالاروں کو موت کے گھاٹ اتار دیا اور کچھ کو ذلت کی زندگی گزارنے پر مجبور یا بہر حال اس کے دور کا سب سے اہم اور قابل قدر کارنامہ حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کا بطور خلیفہ قرر ہے اور اسی بنا پر مورخین نے اسے مفتاح الخیر کا لقب دیا ہے۔

سوالات

۱۔ سلیمان کے زمانہ میں قسطنطنیہ پر حملے کے حالات لکھو اور اس کی ناکامی کے اسباب کیا تھے۔
۲۔ سلیمان کی سیرت تبصرہ کیجئے نیز ولید اوّل کے زمانہ کے شہرۂ آفاق مسلمان جرنیلوں سے اس کے سلوک کا جائزہ دیجئے۔
۳۔ سلیمان کو مفتاح الخیر کیوں کہا جاتا ہے؟

Marfat.com

باب ۸

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز

۹۹ - ۱۰۱ھ
۷۱۹ - ۷۲۰ء

ابتدائی حالات:- نام عمرؓ بن عبدالعزیز بن مروان اور ابوحفص کنیت تھی آپ کی والدہ کا نام ام عاصم تھا جو عاصم بن عمرؓ بن الخطاب کی صاحبزادی تھیں گویا حضرت عمر فاروقؓ کی پوتی تھیں اس لحاظ سے آپ کی رگوں میں فاروقی خون تھا ۶۱ھ / ۶۸۱ء کو مدینہ منورہ میں پیدا ہوئے ان کے والد مسلسل ۲۱ برس مصر کے گورنر رہے دولت و ثروت کی فراوانی تھی لہٰذا ناز و نعم کے ماحول میں آپ کی پرورش ہوئی جس کا اثر خلیفہ بننے تک قائم رہا وہ ایک نفیس طبع خوش پوش مگر صالح تھے عہد شباب میں اچھا سے اچھا لباس پہنتے دن میں کئی بار پوشاک تبدیل کرتے، خوشبو کو بے حد پسند کرتے جس راہ سے گزر جاتے فضا مہک جاتی ان ظاہری علامات کو دیکھ کر اس عمرؓ کی پیشین گوئی نہیں کی جاسکتی تھی جو خلیفہ بننے کے بعد ظاہر ہوئے لیکن چونکہ طبیعت بچپن ہی سے پاکیزگی اور تقویٰ کی طرف راغب تھی اس لیے یہ ظاہری اسباب نشاط ان کو قطعاً متاثر نہ کرسکے ان کا دل ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خوف سے لبریز رہا پاکیزگی نفس اور تقدس آپ کی شخصیت کا ایک نہایت ہی اہم اور خصوصی وصف تھا۔

آپ کے والد نے آپ کی تعلیم و تربیت کی طرف خصوصی توجہ دی مشہور عالم اور محدث صالح بن کیسان کو آپ کا اتالیق مقرر کیا اس دور کے دیگر اہل علم مثلاً حضرت انسؓ بن مالک، سائب بن یزید اور یوسف بن عبداللہ جیسے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کے حلقہ ہائے درس میں شریک ہوئے بچپن ہی میں قرآن کریم حفظ کر لیا اور قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیم مکمل کر کے ایک خاص مقام حاصل کیا اسی تعلیم و تربیت کا نتیجہ تھا کہ آپ کی شخصیت ان تمام برائیوں سے پاک تھی جن میں بیشتر بنو امیہ مبتلا تھے نگرانی کا یہ عالم تھا کہ ایک بار عمر نماز میں شریک نہ ہوئے استاد نے پوچھا تو آپ نے بتایا کہ میں اس وقت بالوں کو کنگھی کر رہا تھا استاد کو یہ جواب پسند نہ آیا اور فوراً آپ کے والد والیٔ مصر سے شکایت لکھ دی وہاں سے ایک خاص آدمی انھیں سزا دینے کے لیے مدینہ آیا اور ان کے بال منڈوا دیئے اور اس کے بعد ان سے بات کی۔

آپ طبعاً صالح اور نیک تھے اس کی نشان دہی ان کے استاد صالح بن کیسان، عبدالعزیز ے ساتھ ایک ملاقات کے دوران ان الفاظ میں کر چکے تھے۔

"مجھے ایسے کسی آدمی کا علم نہیں ہے جس کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اس لڑکے سے یادہ نقش ہو۔"

یہی وجہ تھی کہ خلافت سے پہلے جب کئی دیگر اعلیٰ عہدوں پر آپ کو فائز کیا گیا تو انھوں نے ی اس نیک نفسی اور خدا خوفی کی روش کو قائم رکھا عبدالملک نے ہمیشہ ان کو دیگر اموی ہزادوں سے زیادہ پیار و محبت اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے بھائی عبدالعزیز ی وفات کے بعد عبدالملک نے اپنی چہیتی بیٹی فاطمہ کی شادی عمرؓ سے کر دی اس وجہ سے بنو امیہ ں عمرؓ کے وقار میں مزید اضافہ ہوا۔

دینہ منورہ کی گورنری

۸۷ھ میں ولید بن عبدالملک کے کہنے پر آپ نے مدینہ کی گورنری اس شرط پر قبول کی کہ وہ اپنے پیش رو حکمرانوں کی طرح وگوں پر ظلم اور زیادتی نہ کریں گے ولید نے بھی اس شرط کو قبول کیا اور کہا کہ آپ حق پر عمل کیجئے رہم کو ایک درہم بھی وصول نہ ہو جب مدینہ پہنچے تو اکابر فقہا کو جمع کر کے کہا کہ میں نے آپ لوگوں کو ایک ایسے کام کے لیے طلب کیا ہے جس پر آپ لوگوں کو ثواب ملے گا اور آپ حامی حق قرار پائیں گے میں آپ لوگوں کی رائے اور مشورہ کے بغیر کوئی فیصلہ نہیں کرنا چاہتا پس آپ گر کسی کو ظلم کرتے ہوئے دیکھیں یا آپ لوگوں میں سے کسی کو میرے عامل کے ظلم کا حال معلوم ہو تو میں خدا کی قسم دلا کر کہتا ہوں کہ وہ مجھ تک اس معاملہ کو ضرور پہنچائے تمام اخلاقی خوبیوں کے کے باوجود طبیعت ابھی تک شاہانہ وقار اور اطوار کو برقرار رکھے ہوئے تھی، چنانچہ جب مدینہ آئے ر آپ کا ذاتی سامان ۳۰ اونٹوں پر لد کر آیا ۸۷ھ سے ۹۳ھ تک مدینہ کے گورنر رہے اس دوران آپ نے عدل و انصاف سے حکومت کی اور اہل حجاز کے دل جیت لیے مسجد بویؐ کی تعمیر آپ کے زمانہ گورنری کا شاندار کارنامہ ہے ۹۳ھ میں ولید نے انھیں مدینہ کی گورنری سے علیحدہ کر دیا سلیمان آپ کی شخصیت سے بیحد متاثر تھا چنانچہ اس نے وفات سے پہلے آپ کو خلافت کے لیے نامزد کر دیا۔

لافت

۹۸ھ میں دابق کے مقام پر جو فوج کی اجتماع گاہ تھی، سلیمان بیمار ہوا جب زندگی کی کوئی امید باقی نہ رہی تو اپنے وزیر رجاء بن حیوٰۃ کو بلا کر اپنے جانشین کے

Marfat.com

بارے میں رائے لی سلیمان نے رجاء کے مشورہ کے مطابق عمرؒ بن عبدالعزیزؒ اور یزید بن عبدالملک کو علی الترتیب اپنا جانشین مقرر کر کے ایک وصیت نامہ لکھا اور مہر بند کر کے کعب بن جابر افسر پولیس کے حوالہ کیا کہ وہ اس وصیت نامہ پر افراد بنو امیہ سے بیعت لے چنانچہ سلیمان کی زندگی ہی میں رجاء بن حیوٰۃ نے اس پر بیعت لی لیکن چونکہ سلیمان کو بنو امیہ کی طرف سے خطرہ لاحق تھا اس لیے مرنے سے پہلے رجاء کو دوبارہ بیعت کی تاکید کی اس دوران خلیفہ کی موت واقع ہو گئی رجاء کو خدشہ تھا کہ بنو امیہ آسانی سے عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کی خلافت کو قبول نہ کریں گے اس لیے کچھ دیر کے لیے سلیمان کی موت کو چھپائے رکھا تا آنکہ وابق کی جامع مسجد میں افراد بنو امیہ کو جمع کر کے دوبارہ بیعت لے لی اس کے بعد وصیت نامہ کھول کر پڑھا گیا جب اعلان خلافت ہوا تو اس وقت "انا للہ" کی دو آوازیں بیک وقت سنی گئیں ایک ہشام کے منہ سے جسے حکومت کھو جانے کا غم تھا، دوسرے عمرؒ بن عبدالعزیزؒ جنہیں حکومت مل جانے کا افسوس تھا ہشام نے بیعت سے انکار کیا تو رجاء نے اسے ڈانٹ دی اور کہا اٹھو بیعت کرو ورنہ تمہارا سر قلم کر دوں گا یہ کہہ کر عمرؒ بن عبدالعزیزؒ کو پکڑ کر منبر پر کھڑا کر دیا۔

بیعت عامہ عمرؒ بن عبدالعزیزؒ اس عظیم ذمہ داری کے اٹھانے سے لرزاں تھے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد آپ پر گھبراہٹ کا عالم طاری تھا آپ خود اس کے خواہشمند نہ تھے ان کے نزدیک خلافت موروثی نہیں بلکہ ایک جمہوری ادارہ تھی لہٰذا سلیمان کے دفن کرنے کے بعد مسجد میں آئے منبر پر چڑھے اور لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:۔

"لوگو! میری خواہش اور عام مسلمانوں کی رائے لیے بغیر مجھے خلافت کی ذمہ داریوں میں مبتلا کیا گیا ہے اس لیے میری بیعت کا جو طوق تمہاری گردن میں ہے خود اسے اتارے دیتا ہوں تم جسے چاہو اپنا خلیفہ بنا لو۔"

یہ تقریر سن کر سب نے بلند آواز سے کہا ہم نے آپ کو اپنے لیے پسند کیا اور آپ سے راضی ہو گئے اس کے بعد آپ نے خدا اور اس کے رسولؐ کے احکامات کے منشاء کو بیان کرنے کے بعد لوگوں سے کہا کہ:

"اے لوگو! جس نے خدا کی اطاعت کی اس کی اطاعت انسانوں پر واجب ہے جس نے خدا کی نافرمانی کی اس کی فرمانبرداری لوگوں پر ضروری نہیں ہے میں اگر اللہ تعالیٰ کی اطاعت کروں تو میری اطاعت ضروری جانو اور

Marfat.com

اگر میں خدا کی نافرمانی کروں تو میری بات نہ مانو۔"

لوگوں نے ایک بار پھر آپ کی تائید کی اور اس طرح بیعت عامہ حاصل کرنے کے بعد آپ نے خلیفۂ اسلام کی حیثیت سے اپنے کام کا آغاز کیا خلیفہ مقرر ہونے کے بعد جب آپ عوام کے سامنے آئے تو لوگ ان کے احترام میں کھڑے ہو گئے عمرؒ نے لوگوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:-

"اے لوگو! اگر تم ہمارے اعزاز میں کھڑے ہو گے تو ہم بھی کھڑے ہو جایا کریں گے اگر تم بیٹھو گے تو ہم بیٹھیں گے لوگ خدا کے حضور کھڑے ہوتے ہیں اللہ تعالیٰ نے کچھ باتیں انسانوں پر فرض کیں اور کچھ سنن قرار دیں جنھوں نے ان کی پابندی کی وہ کامیاب ہوئے اور جس نے ان کا لحاظ نہ رکھا وہ تباہ ہوا۔"

اس کے بعد فرمایا تم میں سے جو کوئی بھی میرے پاس آئے وہ ان باتوں کا لحاظ رکھے۔

۱- مجھ تک ایسی حاجت پہنچائے جس کا مجھے علم نہ ہو۔

۲- مجھے ایسے عدل و انصاف کی طرف توجہ دلائے جو مجھ سے نہ ہو سکا ہو۔

۳- سچائی میں میرا ساتھ دے۔

۴- مسلمانوں کی امانت کا نگہبان اور محافظ ہو۔

۵- میرے پاس کسی کی غیبت نہ کرے۔

احساس فرض اور طرز زندگی میں تبدیلی

خلافت کا بارِ گراں اٹھاتے ہی فرض کی تکمیل کے احساس نے آپ کی زندگی بالکل بدل کر رکھ دی وہی عمرؒ جو نفاست پسندی اور خوش لباسی میں اپنا ثانی نہ رکھتے تھے، جو خوشبو کے دلدادہ تھے جن کی چال امیرانہ آن بان کی آئینہ دار تھی جن کا لباس فاخرانہ تھا اب سراپا عجز و نیاز تھے سلیمان کی تجہیز و تکفین کے بعد پلٹے تو سواری کے لیے اعلیٰ ترین گھوڑے پیش کیے گئے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان پر سوار ہونے سے انکار کر دیا اور کہا "میرے لیے میرا خچر کافی ہے" اور انھیں واپس بیت المال میں داخل کرنے کا حکم دیا جب افسر پولیس نیزہ لے کر آگے آگے روانہ ہوا تو اسے ہٹا دیا اور کہا کہ "میں بھی تمام مسلمانوں کی طرح ایک مسلمان ہوں" پھر جب سلیمان کے اثاثہ کو ورثاء نے تقسیم کرنے کی تجویز کی تو آپ نے سارے سامان کو بیت المال میں داخل کرنے کا حکم صادر کر دیا واپسی کے وقت دستور کے مطابق خیال تھا

Marfat.com

کہ وہ قصرِ خلافت میں ضرور داخل ہوں گے لیکن عمرؒ اس کی بجائے یہ کہہ کر میرے لیے میرا خیمہ کافی ہے اندر داخل ہو گئے آپ کی ملازمہ نے چہرہ بشرہ دیکھ کر اندازہ لگایا کہ آپ پریشان ہیں پوچھا تو کہا "یہ تشویشناک بات ہی تو ہے کہ مشرق و مغرب میں اُمتِ محمدیہ ﷺ کا کوئی فرد ایسا نہیں ہے جس کا مجھ پر حق نہ ہو اور بغیر مطالبہ و اطلاع اس کا ادا کرنا مجھ پر فرض نہ ہو" اس کے بعد مسجد میں جا کر وہ خطبہ دیا جس کا ذکر اس سے پیشتر کیا جا چکا ہے جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو مسلمہ بن عبدالملک نے ان کی بیوی فاطمہ کو کوئی دوسری قمیص بدلنے کے لیے کہا کیونکہ لوگ عیادت کے لیے آ رہے تھے اور ان کی قمیص بہت زیادہ میلی ہو چکی تھی دوبارہ اصرار پر اس نیک خاتون نے جواب دیا کہ خدا کی قسم اس کے علاوہ دوسری قمیص نہیں احساس فرض نے جسم اس قدر لاغر کر دیا کہ پسلیاں گنی جا سکتی تھیں ہر وقت امتِ مسلمہ کی حقوق کی نگہداشت اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور نفاذ کی فکر دامن گیر رہتی جس کی وجہ سے ہمیشہ چہرے پر پریشانی اور ملال کے آثار دکھائی دیتے اپنی بیوی فاطمہ کو حکم دیا کہ تمام زر و جواہر بیت المال میں جمع کرا دو ورنہ مجھ سے الگ ہو جاؤ وفا شعار اور نیک بیوی نے تعمیل کی گھر کے کام کاج کے لیے کوئی ملازمہ مقرر نہ تھی تمام کام ان کی بیوی خود کرتی الغرض آپ کی زندگی درویشی اور فقر و استغنا کا نمونہ بن کر رہ گئی آپ کی تمام تر مساعی اور کوششیں اس امر پر لگی ہوئی تھیں کہ وہ ایک بار پھر سنت فاروقی اور عہد فاروقی کی یاد تازہ کریں آپ اس پاکیزہ زندگی اور کارہائے نمایاں کی بدولت ہی پانچویں خلیفہ راشد قرار پائے۔

اصلاحات

غصب شدہ جاگیروں اور املاک کی واپسی

اموی حکمرانوں نے اپنے اقتدار میں مختلف ادوار میں لوگوں کی جاگیریں زمینیں اور جائدادیں ضبط کر کے انھیں اپنی ذاتی جاگیروں اور املاک میں تبدیل کر لیا تھا ایسا کرنا عدل و انصاف کے تقاضوں کے منافی تھا لہذا عمرؓ بن عبدالعزیز کے سامنے دو راستے تھے یا وہ سابقہ اموی حکمرانوں کے دعاوی اور حقوق کی تصدیق کریں یا پھر سرکارِ دو عالم ﷺ اور خلفائے راشدین کے مسلک پر چلیں چنانچہ عمرؒ نے اس راہ کو اختیار کیا جو خلفائے راشدین کا اختیار کردہ تھا یہ بیحد مشکل کام تھا کیونکہ بنو امیہ آسانی سے یہ سب کچھ چھوڑنے کے لیے کس طرح رضامند ہو سکتے تھے لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان اصلاحات کے مضمرات اور خطرات کی پروا کیے بغیر بنو امیہ کی جاگیریں

ضبطی کے احکامات صادر کر دیئے خود آپ کے پاس بہت بڑی ذاتی جاگیر تھی سب سے پہلے آپ نے اس سے دستبرداری کا اعلان کیا اس کے بعد اہل خاندان کو جمع کر کے فرمایا "بنی مروان تم کو شرف اور دولت کا بڑا حصہ ملا ہے میرا خیال ہے کہ امت کا نصف یا دو تہائی مال تمہارے قبضہ میں ہے" بنوامیہ اس پر سخت برہم ہوئے اور اعلان کیا کہ "خدا کی قسم جب تک ہمارے سر تن سے جدا نہ ہو جائیں گے اس وقت تک یہ جائیدادیں واپس نہیں ہو سکتیں" لیکن عمرؒ نے جواب دیا "خدا کی قسم اگر اس حق میں تم میری مدد نہ کرو گے تو میں تم کو ذلیل اور رسوا کر کے چھوڑوں گا" یہ کہہ کر آپ مسجد میں تشریف لے گئے اور عام مسلمانوں کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا "ان لوگوں (اموی خلفاء) نے ہم ارکان خاندان کو ایسی جاگیریں اور عطیے دیئے خدا کی قسم جن کے دینے کا نہ ان کو کوئی حق تھا اور نہ ہمیں لینے کا اب میں ان سب کو ان کے اصلی حقداروں کو واپس کرتا ہوں اور اپنی ذات اور اپنے خاندان سے شروع کرتا ہوں" بعد ازیں تمام اسناد منگوائی گئیں لوگوں کے سامنے ایک ایک کو پڑھا جاتا اور آپ ان کو قینچی سے کاٹ کاٹ کر پھینکتے جاتے صبح سے ظہر تک یہ سلسلہ جاری رہا اور اپنے پورے خاندان کی جاگیریں ان کے حقیقی مالکوں کو لوٹا دیں فارغ ہونے کے بعد صوبائی حکام کو بھی ہدایات دی گئیں کہ وہ بھی غصب شدہ املاک واپس کر دیں۔

اس صورت حالات سے پریشان ہو کر بنوامیہ نے ہشام بن عبدالملک کو اپنا نمائندہ بنا کر روانہ کیا ہشام نے آپ سے درخواست کی کہ آپ اپنے طور پر جو چاہیں کریں لیکن پہلے خلفاء کے کیے ہوئے کام کو باقی رہنے دیں اس پر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے کہا کہ اگر کسی فیصلہ طلب معاملہ میں تمہارے پاس دو قسم کی دستاویزات ہوں ایک امیر معاویہؓ کی اور دوسری عبدالملک کی تو تم کس پر عمل پیرا ہو گے؟ ہشام نے جواب دیا "قدیم دستاویز پر" اس پر عمرؒ بن عبدالعزیزؒ پکار اٹھے میں کتاب اللہ کو سب پر مقدم سمجھتا ہوں اور اس کے مطابق عمل کی کوشش کروں گا یہ سن کر سعید بن خالد نے انہیں مشورہ دیا کہ آپ بیشک حق و انصاف کے مطابق عمل کریں لیکن گزشتہ خلفا کی برائی یا بھلائی کو اپنے حال پر رہنے دیجئے اور یہ آپ کے لیے کافی ہو گا حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے فرمایا کہ اے سعید اگر ایک شخص چند چھوٹے بڑے بچے چھوڑ کر مر جائے اور بڑے لڑکے چھوٹوں کا حق کھا لیں اور چھوٹے بچے اگر تمہارے سامنے ان کے طرز عمل کی شکایت کریں تو تم کیا کرو گے؟ خالد نے کہا میں ان کے حقوق واپس دلاؤں گا تو اس پر عمرؒ نے کہا میرے نزدیک بہت سے خلفاء نے لوگوں پر زیادتیاں کیں لوگوں نے اب مجھ سے شکایت کی

Marfat.com

اور انصاف چاہا اور رہین تتے اس کے سوا اور کوئی تدبیر نہ دیکھی کہ قوی سے لے کر ضعیف کو واپس کردوں سعید اس گفتگو سے بہت متاثر ہوئے اور کہا خدا امیر المومنین کو توفیق دے۔

آپ نے مظلوموں کی حق رسی کے جس کام کا آغاز کیا اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچا کر ہی دم لیا اگرچہ بنو امیہ ان کے جانی دشمن بن گئے اور بالآخر انہیں زہر دلوا دیا لیکن عمرؒ ثانی کو حق وانصاف کی راہ پر چلنے سے کوئی چیز نہ روک سکی۔

باغ فدک دوسرا اہم مسئلہ باغ فدک کا تھا فتح خیبر کے بعد حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کی آمدنی بنو ہاشم کی مختلف ضروریات پر صرف کرتے تھے ایک بار جناب فاطمہؓ نے آپ سے یہ طلب کیا لیکن آپ نے انکار کر دیا خلفائے راشدین کے زمانہ میں اس کی یہی حیثیت برقرار رہی لیکن مروان بن حکم نے اس کو اپنی ذاتی جاگیر بنا لیا اور اب یہ عمرؒ بن عبدالعزیز کی ملکیت میں تھا خلیفہ بننے کے بعد آپ نے اس کی تحقیق کروائی اور اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ چیز جسے رسول خداؐ نے اپنی بیٹی فاطمہؓ کو دینے سے انکار کر دیا وہ میرے لیے کیسے جائز ہے ایک حکم کے ذریعہ باغ فدک کی جو حالت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھی اس حالت پر لوٹا دیا اور اس کی آمدنی بنو ہاشم پر صرف ہونے لگی۔

تبرّیٰ پر پابندی عہد بنو امیہ میں حضرت علیؓ پر خطبات جمعہ میں لعن طعن کی مذموم رسم اختیار کی جا چکی تھی قیام مدینہ کے دوران ہی آپ دشنام طرازی کے اس طریقہ کو ناپسند فرمانے لگے تھے چنانچہ خلیفہ بننے کے بعد آپ نے ایک حکم کے ذریعہ تبرّیٰ کی بندش کر دی اس کے نتیجہ کے طور پر شیعان علی اور اراکین بنو ہاشم بہت خوش ہوئے اور کسی کام میں بھی آپ کی مخالفت نہ کی۔

بیت المال کی اصلاح سیاسی اور مالی نقطۂ نظر سے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے جو اصلاحات کیں ان میں بیت المال کی اصلاح سرفہرست ہے بیت المال اسلامی حکومت کی آمدنیوں کے مجموعہ کا نام ہے خلفائے راشدین کے زمانہ میں یہ قومی امانت تھی لیکن بنو امیہ کے دور میں بیت المال خلیفہ کی ذاتی ملکیت بن کر رہ گیا تھا اس کی آمد وخرچ کے ضمن میں جائز وناجائز کا کوئی خیال نہ رکھا جاتا تھا خلیفہ جس طرح مناسب سمجھتا خرچ کرتا اور جو نسے ذرائع سے چاہتا روپیہ جمع کرتا یہ طریقہ اسلامی نظام حکومت کے خلاف تھا اس لیے عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس کی اصلاح کی کوششیں کیں اور اسے پھر سے قومی امانت کا درجہ دیا بنو امیہ سے پہلے

Marfat.com

بیت المال کی رقوم مسلمانوں کی ضروریات پورا کرنے کے لیے خرچ کی جاتی تھیں لیکن اب شاہی خاندان کے تمام افراد کو عام مسلمانوں سے الگ وظائف اور رقوم ملتی تھیں چنانچہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان تمام کو بند کر دیا بیت المال میں جمع ہونے والی رقوم کے مصارف الگ الگ ہیں بنوامیہ کے عہد میں تمام آمدنیاں ایک ہی جگہ جمع ہوتی تھیں لیکن آپ نے خمس، صدقہ اور دفینے کے متعلق الگ الگ شعبے قائم کیے اور الگ الگ حساب رکھا تاکہ آمد و خرچ کا ٹھیک میزان رکھا جا سکے تحفے تحائف اور انعام و اکرام دینے کا سلسلہ بند کر دیا اور اس طرح خزانہ کے ناجائز مصارف کا خاتمہ کیا اصلاحات کے ساتھ بیت المال کی نگرانی اور محاسبہ کا سخت انتظام کیا گیا اور ہر معاملہ میں کفایت شعاری پر زور دیا گیا۔

محاصل کی اصلاح خراج، جزیہ، خمس اور دیگر اسلامی ٹیکس جو خلفائے راشدین کے دور میں نافذ تھے باقی رہنے دیئے گئے لیکن اس کے علاوہ تمام غیر اسلامی ٹیکس منسوخ کر دیئے گئے۔ حجاج جزیہ اور خراج نومسلموں سے بھی بدستور وصول کرتا رہا حالانکہ شرعاً یہ درست نہ تھا عمرؒ بن عبدالعزیز نے نومسلموں سے جزیہ اور خراج کی وصولی کو فوراً روک دیا نتیجتاً لوگ کثرت سے اسلام لائے اور جزیہ کی آمدنی دفعتاً گھٹ گئی اس پر حیان بن شریح نے عمرؒ ثانی کو لکھا کہ اس حکم سے اس کثرت سے لوگ مسلمان ہوئے ہیں کہ آمدنی گھٹ گئی اور مجھے قرض لے کر مسلمانوں کے وظیفے دینے پڑے آپ نے جواب میں لکھا کہ جزیہ نومسلموں سے بہرحال موقوف رکھو کیونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہادی بنا کر بھیجے گئے تھے نہ کہ محصول جمع کرنے والے۔

عمرؒ بن عبدالعزیز نے خراج اور زکوٰۃ کے نظام کو از سر نو منظم کیا اور خراج کی وصولی کے بارے میں تفصیلی احکامات صادر کیے "تاکہ لوگ عمال کے ظلم و ستم کا نشانہ نہ بنیں جہاں تک مال گزاری کی وصولی کا تعلق ہے (باوجود ان تمام مراعات کے) حجاج کے مقابلہ میں ملک عراق کی مال گزاری میں اضافہ ہوا حضرت عمر فاروقؓ کے زمانہ میں عراق سے ۱۰ کروڑ ۲۰ لاکھ درہم وصول ہوئے حجاج کے زمانہ میں یہ آمدنی صرف ایک کروڑ چالیس لاکھ تھی لیکن عمرؒ بن عبدالعزیز کے زمانہ میں یہ پھر ۱۲ کروڑ ۴۰ لاکھ درہم ہو گئی یہ اس دیانتداری اور نظام عدل کی بنا پر تھا جو اس دور کا خاص وصف ہے۔

جیل خانہ کی اصلاحات خلفائے راشدین کے دور میں وہ لوگ جو کسی جرم کی سزا پا کر قید خانہ میں

Marfat.com

ڈال دیئے جاتے تو ان کو ضروری مراعات دی جاتی تھیں لیکن امویوں کے دور میں ایسی متعدد خرابیاں پیدا ہو چکی تھیں جن کی اصلاح ضروری تھی لوگوں کو محض شک و شبہ کی بنا پر گرفتار کر کے قتل تک کی سزائیں دی جائیں بعض اوقات لاوارث قیدی مر جانے کے بعد بے گور و کفن قید خانہ میں پڑے رہتے اور ان کی نماز جنازہ پڑھانے والا کوئی نہ ہوتا لوگوں کو بہت بھاری بیڑیاں پہنا کر چلنے پر مجبور کیا جاتا مختلف قسم کی ایذائیں دی جاتیں معمولی شک کی بنا پر تین تین سو کوڑے مارے جاتے۔

حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے ان تمام ظالمانہ طریقوں کو ختم کر دیا اور حکم دیا کہ

۱۔ کسی شخص کو محض شک کی بنا پر گرفتار نہ کیا جائے۔

۲۔ شبہ کی بنا پر جو سخت سزائیں دی جاتی تھیں وہ اخلاقی حیثیت سے بالکل جائز نہیں قانونی طور پر ایسے جرائم کی تعزیر مقرر کر دی جس کی انتہائی تعداد ۳۰ کوڑے تھی۔

۳۔ حکم دیا کہ کسی قیدی کو اتنی بھاری بیڑیاں نہ پہنائی جائیں جس سے وہ نماز نہ پڑھ سکے اور قاتل کے سوا رات کو تمام قیدیوں کی بیڑیاں اتار دی جائیں۔

۴۔ قید کے دوران انھیں کھانے کی بجائے ماہوار رقم دینے کا حکم جاری کیا۔

۵۔ مختلف نوعیت کے قیدیوں کو الگ الگ رکھا جائے اور ان کی اچھی طرح خبرگیری کی جائے بالخصوص عورتوں کو مردوں سے الگ رکھنے کی تاکید کی۔

۶۔ تمام عمال کو ہدایات دیں کہ وہ قیدیوں کے ساتھ حسن سلوک سے پیش آئیں اور ابوبکر بن حزم کو حکم دیا کہ وہ ہفتے کے روز جیل کا معائنہ کیا کریں۔

عمال کی نگرانی حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نظام حکومت میں نہایت اہم اور انقلابی تبدیلیاں لانے کی کوششوں میں مصروف تھے آپ نے ظالم و جابر عمال کو ان کے عہدوں سے معزول کر دیا بالخصوص حجاج کے مقرر کردہ عمال اپنے عہدوں سے ہٹا دیئے گئے اور ان کی جگہ نیکوکار اور خدا ترس حاکم مقرر کیے گئے آپ اپنے کسی رشتہ دار کو کسی عہدہ پر فائز نہ کرتے تقرری کی بنیادی شرط اہلیت اور قابلیت کے علاوہ امانت و دیانت اور تقویٰ تھی عمال کو تاکیدی احکام جاری کیے کہ وہ عدل و انصاف سے کام لیں اور لوگوں کے حقوق ان کو ادا کریں اور حجاج کی سی روش اختیار نہ کریں ذمیوں کے ساتھ بالخصوص نرمی کے ساتھ پیش آنے کی ہدایات دیں اگرچہ اپنا روزینہ دو درہم سے زیادہ نہ تھا لیکن عمال اور حاکموں کی تنخواہیں نہایت فیاضی سے مقرر کیں تاکہ وہ رشوت نہ لیں اور فکر معاش سے آزاد رہ کر کام کریں ان ہدایات کے باوجود وہ

Marfat.com

مناسب طریقوں سے عمال کے طرز حکومت اور روش کے بارے میں مختلف ذرائع سے معلومات حاصل کرتے اور ان کا محاسبہ کرتے تاکہ وہ انصاف اور حق کی راہ سے ہٹنے نہ پائیں۔

ایک بار کسی عامل نے لکھا کہ ہمارا شہر ویران ہوگیا ہے کچھ مال مرحمت فرمائیے کہ اس کی مرمت کریں اس کے جواب میں تحریر کیا کہ اس کو عدل سے قلعہ بند کرو ظلم سے اس کے راستوں کو صاف کرو یہی اس کی مرمت ہے آپ نے یزید بن مہلب جیسے سپہ سالار کو محض خیانت کے جرم میں خراسان کی ولایت سے معزول کر کے قید کر دیا گیا۔

ذمیوں سے حسنِ سلوک خلفائے راشدین کے زمانہ میں تمام شہری بلالحاظ مذہب و ملت، رنگ و نسل قانون کی نظر میں برابر تھے بالخصوص ذمیوں کے حقوق متعین تھے ان کے جان و مال، آبرو اور عبادت گاہیں محفوظ تھیں حجاج کے ہاتھوں ذمی ہوں یا مسلمان سب کے سب ہی ستم رسیدہ تھے عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے جس طرح سے ذمیوں کے حقوق کی حفاظت کی اور ان سے نرمی برتی اس کی مثال عہد فاروقیؓ کے علاوہ کسی اور دور میں کم ہی ملتی ہے چنانچہ آپ نے ہدایات دیں کہ:۔

ذمیوں کے ساتھ نرمی و شفقت سے پیش آیا جائے بوڑھے اور ناداروں کی کفالت کا انتظام کیا جائے ذمیوں کے خون کی قیمت مسلمانوں کے خون کے برابر ہے اور کوئی مسلمان کسی ذمی کے مال پر دست درازی نہ کرے غصب شدہ مال کی واپسی کے وقت ذمیوں کے ساتھ بھی انصاف سے کام لے کر ان کی املاک ان کو واپس کی جائیں ان کے مذہبی حقوق کا تحفظ کیا جائے جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں عمال کو نرمی اختیار کرنا چاہیئے قانون کی نظر میں ذمی اور مسلمان کو برابر کا درجہ دیا گیا چنانچہ ایک بار ہشام نے کسی عیسائی کے خلاف مقدمہ دائر کر دیا عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے ہشام جیسے ذی اثر اموی اور عام عیسائی کو عدالت میں ایک ہی جگہ کھڑا کیا اور مقدمہ سننے کے بعد ہشام کے خلاف فیصلہ دیا۔

اشاعتِ اسلام ہر اسلامی حکومت کا بنیادی مقصد اشاعتِ اسلام اور دین حق کی تبلیغ ہے چنانچہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیزؒ نے اشاعت اسلام کی طرف خصوصی توجہ دی شاہان ماوراءالنہر، سندھ کے سلاطین اور دیگر حکمرانوں کو قبولِ اسلام کے دعوت نامے لکھے اور بعض اس سے متاثر ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے آپ نے بیرون ملک تبلیغ دین کے لیے وفود بھیجے، جو ذمی اسلام لے آتے ان سے جزیہ معاف کر دیا جاتا صرف

Marfat.com

خراسان ہی میں جراح بن عبداللہ الحکمی کے ہاتھ پر ۴ ہزار ذمی مسلمان ہوئے سلیط بن عبداللہ الحنفی کو تبلیغ دین کے لیے تبت روانہ کیا اس طرح شمالی افریقہ کے بربریوں کو بھی تبلیغ دین کے ذریعہ دائرۂ اسلام میں داخل کرنے کی کوششیں کی گئیں چین میں بھی تبلیغ اسلام کے لیے وفود روانہ کیے گئے ان تبلیغی مساعی کی بنا پر لاتعداد لوگ مسلمان ہوئے اور اسلام کی وسیع پیمانے پر اشاعت ہوئی۔

احیائے شریعت اور اخلاق کی اصلاح

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے احیائے شریعت کے لیے کئی ایک عملی اقدامات اٹھائے عقائد و نظریات کے لحاظ سے مسلمانوں میں جو غلط افکار پھیل رہے تھے آپ نے ان کا تدارک کیا نماز اسلامی عبادات کا بنیادی ستون ہے آپ نے پابندی وقت لازمی قرار دی مؤذنوں کی تنخواہیں مقرر کیں زکوٰۃ اور صدقات کے نظام کو منظم کیا ناچ رنگ کی محفلوں پر پابندی لگادی مسلمانوں کو انفرادی اور اجتماعی طور پر اپنی زندگیاں نیکی اور سچائی کے مطابق گزارنے کے مواقع فراہم کیے ولید کے زمانہ میں لوگ باہم ملتے تو عمارتوں کا ذکر کرتے سلیمان کے زمانہ میں باہمی گفتگو کا موضوع شادی بیاہ اور لونڈیاں ہوتیں لیکن عمرؓ بن عبدالعزیز کے زمانہ میں دو آدمی باہم ملتے تو ایک شخص دوسرے سے کہتا کہ رات تم کون سا وظیفہ پڑھتے ہو؟ تم نے کتنا قرآن یاد کیا ہے؟ تم قرآن کب ختم کروگے اور کب ختم کیا تھا؟ اور مہینے میں کتنے روزے رکھتے ہو؟ گویا دین اور عبادیات دین موضوع بن گئیں یہ انقلاب کیا کم تھا!

آپ نے اخلاقی اصلاح کے لیے وہ تمام رسومات جن کی وجہ سے مسلمان عیش و عشرت کی طرف مائل ہوسکتے تھے ختم کر دیں مسلمانوں کو ناچ رنگ، رقص و سرود اور موسیقی کی محفلوں میں جانے سے روک دیا جو لوگ ایسا کرتے انھیں سزائیں دی جاتیں جنازوں کے ہمراہ نوحہ خوانی اور عورتوں کا رونا پیٹنا قانوناً ممنوع قرار دیا گیا، شہروں میں حماموں کا عام رواج ہو گیا تھا جن میں عورتیں اور مرد بے باکانہ غسل کرتے وہاں ستر پوشی کا کوئی معقول انتظام نہ ہوتا تھا دیواروں پر فحش مناظر اور تصویریں کندہ ہوتیں جن سے اخلاق پر برا اثر پڑتا تھا لہٰذا آپ نے عورتوں کا حمام جانا ممنوع قرار دیا اور مردوں کے لیے حکم دیا کہ بغیر تہ بند کے حمام میں غسل نہ کریں۔

شراب نوشی کے مکمل انسداد کے لیے مختلف تدابیر اختیار کیں تمام شراب کی دکانیں ختم کر دی گئیں عمال کو فرمان بھیجا کہ کوئی ذمی مسلمانوں کے شہر میں شراب نہ لانے پائے۔ ہر قسم کی شراب کی کشید اور فروخت پر مکمل پابندی لگادی فیشن پرستی کے بڑھتے ہوئے

Marfat.com

رجحانات کی روک تھام کی گئی اس زمانہ میں لوگ بطور فیشن بالوں پر پٹیاں جما کر باہر نکلتے آپ نے پولیس کے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ جمعہ کے دن مسجد کے دروازوں میں کھڑے ہوجائیں اور جو شخص پٹیاں جمائے گزرے اس کے بال کاٹ دیں ان تمام اصلاحات کا مقصد مسلم معاشرہ کو پاکیزگی اور سادگی سے ہمکنار کرنا تھا۔

تعلیمی خدمات

آپ نے قرآن وحدیث اور فقہ کی تعلیمات اور تدوین حدیث اور اس کی ترویج واشاعت کے لیے خصوصی اقدامات کیے آپ نے قاضی ابوبکر بن حزم کو لکھا لوگوں کو چاہیئے کہ عام طور پر علم کی اشاعت کریں ان کی تمام ضروریات پوری کرتے بہت سے علماء کو دیگر علاقوں میں تعلیم کی اشاعت کے لیے روانہ کیا حضرت نافعؓ جو مدینہ کے مشہور فقیہہ تھے ان کو مصر علم حدیث کی تعلیم کے لیے روانہ کیا بدوؤں کی تعلیم وتربیت کی طرف خصوصی توجہ دی تکمیل تعلیم کے لیے طلبا کو وظائف دیئے جاتے علماء کی قدر کی جاتی اور ان کے ساتھ فیاضی سے پیش آتے ان کو سوسو اور دوسو دینار ماہانہ وظائف دیئے جاتے تاکہ فکر معاش سے آزاد رہ کر وہ اپنا فرض ادا کرسکیں علم قرأت کے فروغ کے لیے دور دور تک قاری بھیجے گئے چنانچہ آپ کی ذاتی دلچسپی کی بدولت لوگوں میں تعلیم عام ہوگئی اگرچہ آپ کی تمام تر توجہ مذہبی اور دینی علوم کی طرف مبذول رہی لیکن غیر اقوام کے مفید علوم سے بھی آپ نے مسلمانوں کو نابلد نہ رکھا آپ نے طب میں ایک یونانی حکیم اہرن القس کی کتاب جس کا ترجمہ مروان کے زمانہ میں ہوچکا تھا، کی اشاعت کا بندوبست کیا۔

رفاہ عامہ

عمرؒ بن عبدالعزیز کو رعایا کی بہتری اور خوشحالی کا ہمیشہ خیال رہا چنانچہ آپ نے تمام ملک محروسہ میں نہایت کثرت سے سرائیں بنوائیں سمرقند کے عامل کو لکھا کہ خوب سرائیں بنواؤ مسلمانوں اور مسافروں کی سفر کے دوران تواضع کرو اور ان کی سواریوں کی دیکھ بھال کرو ملک میں لنگر خانے کھولے گئے جس میں فقراء، مساکین اور مسافروں کو کھانا مہیا کیا جاتا ملک میں چراگاہیں عام کی گئیں، تعمیرات کے ضمن میں حدود حرم کی تجدید کی، مسجد نبویؐ کی تعمیر کی اور رملہ کے شہر کو مکمل کیا رومی سرحد پر تباہ شدہ شہروں کو ازسر نو تعمیر کرایا اور ان کی قلعہ بندی کی۔

خوارج سے سلوک

اپنے مخصوص انتہاپسندانہ عقائد ونظریات کی بنا پر خوارج ہمیشہ سے قتل وغارت گری اور بغاوتوں کا سبب بنتے رہے ہیں آپ نے

Marfat.com

ان کے خلاف بھی تلوار کو روک دینے کی پالیسی اختیار کی اور ان کے لیڈر بسطام کو مناظرہ کی دعوت دی اسے لکھا کہ اگر ہم لوگ حق پر ہوں تو تم لوگ عام مسلمانوں کی مطیع ہو جاؤ اور اگر تم حق پر ہو تو ہم اپنے متعلق غور کریں اس بنا پر بسطام نے دو آدمیوں کو آپ سے مناظرہ کی خاطر روانہ کیا ان میں ایک تو از حد متاثر ہو کر واپس ہوا لیکن دوسرے نے آپ کے موقف کو تسلیم نہ کیا تاہم خوارجی آپ کے عہد حکومت میں اپنی باغیانہ روش سے باز رہے۔

اصلاحات کے نتائج

آپ کی ان تمام اصلاحات کا نتیجہ عوام کی خوشحالی اخلاقی اصلاح اور اشاعت اسلام کی صورت میں ظاہر ہوا غربت و افلاس کا خاتمہ ہو گیا زکوٰۃ و صدقات کی رقوم جمع ہوتی تھیں لیکن کوئی نادار اور مفلس انھیں وصول کرنے والا نہ ملتا تھا سرکاری افسروں پر کڑی نگرانی اور سختی کی بدولت محاصل میں خاطر خواہ اضافہ ہوا بد دیانتی اور کینہ پروری کا خاتمہ ہوا عوام الناس نے سادگی اور خلوص کو اپنا شعار بنایا۔

بعض مورخین کا خیال ہے کہ حضرت عمر بن عبد العزیز کی شیعان علی، محبان اہل بیت، عباسی دعوت کے محرکین اور خوارج کے ساتھ نرم پالیسی بنو امیہ کے لیے بے حد نقصان کا باعث بنی کیونکہ مخالفین بنو امیہ نے آپ کی نرمی کی وجہ سے نئی راہیں سوچ کر اپنے آپ کو منظم کیا اور اپنی منتشر قوتوں کا جائزہ اور تخمینہ لگا کر آنے والی جدوجہد کے لیے تیار کیا لیکن آپ کی تمام پالیسیوں کا اگر تنقیدی جائزہ لیا جائے تو یہ رائے درست معلوم نہیں ہوتی یہ تمام طاقتیں عرصہ دراز سے بنو امیہ کے اقتدار کے خلاف خفیہ اور اعلانیہ جدوجہد میں مصروف تھیں بنو امیہ کی زیادتیوں ہی نے ان مخالف گروہوں کو جنم دیا اور ان کے طرز عمل میں شدت پیدا کی یہ لوگ عہد بنو امیہ میں ہمیشہ سازشوں اور بغاوتوں کی وجہ بنتے رہے حضرت عمرؒ بن عبد العزیز کے دور میں آخر وہ کون سی وجہ تھی جس کی بنا پر یہ تمام مخالف قوتیں از خود خاموش ہو گئیں اور انھوں نے کوئی ایسی حرکت نہ کی جو امن و امان کو تہ و بالا کرنے کا باعث ہوا اگر بنو امیہ جبر و استبداد سے کام نہ لیتے تو یہ قوتیں یقیناً وجود میں نہ آتیں ان کی ساری سرگرمیاں بنو امیہ کی زیادتیوں کے خلاف بطور رد عمل تھیں حق و انصاف اور رواداری کی وہ پالیسی جو حضرت عمرؒ بن عبد العزیز نے اختیار کی اگر اسے مزید کچھ برس اختیار کیا جاتا تو عدل و انصاف پر مبنی مستحکم حکومت کی موجودگی میں ایسی تحریکیں آہستہ آہستہ دم توڑ دیتیں۔

آپ کی مالی اصلاحات بھی بعض مورخین کے نزدیک بنو امیہ کے لیے نقصان دہ اور

تباہ کن قرار دی جاتی ہیں یہ مفروضہ بھی واقعات اور حقائق کی کسوٹی پر پورا نہیں اترتا اگر آپ کی مالی پالیسیوں کی بدولت خزانہ میں کمی ہوئی تو آپ نے مملکت کے اخراجات میں کمی کر کے اس خسارے کو پورا کیا تمام غصب شدہ املاک بنوامیہ سے واپس لے کر بیت المال میں جمع کرادیں ناجائز اخراجات کا خاتمہ کر دیا عمال کی نگرانی اور محاسبہ کی بدولت صوبائی خراج، جزیہ اور دیگر ذرائع سے حاصل ہونے والی رقم میں بے ضابطگی، خیانت اور خرد برد کا کوئی امکان نہ رہا اس سے پیشتر لاکھوں روپیہ والی اور گورنروں کی غلط کاریوں کی بدولت خزانہ میں جمع ہی نہ ہوتا تھا حجاج جیسے سخت حکمران کے زمانہ میں عراق سے ہونے والی آمدنی کا مقابلہ عمرؓ بن عبدالعزیز سے کیا جائے تو حقیقت خود آشکارا ہو جاتی ہے اب جبر کی بجائے لوگ خوش دلی سے محاصل ادا کرتے تھے عوامی خوشحالی اور آزادی کا یہ پہلو ایک قابل قدر کارنامہ ہے دراصل آپ کے سامنے اسلامی دنیا ہی مملکت کا قیام تھا وہ اپنے آپ کو خدا اور عوام دونوں کے سامنے جواب دہ سمجھتے تھے بہرحال ان موافق اور ناموافق آرا کے باوجود آپ کا دور تاریخ اسلام کا ایک نہایت ہی پاکیزہ اور شاندار باب ہے۔

اسلام کے مجدد اوّل

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کا عہد حکومت بنیادی طور پر فتوحات اور وسعت سلطنت کا زمانہ نہیں ایک حقیقی مسلمان کی حیثیت سے ان کی یہ رائے تھی کہ اس سے پہلے بنوامیہ کے عہد حکومت میں جتنی بھی ملکی فتوحات ہوئیں وہ اسلام کی خاطر نہ تھیں بلکہ وہ شخصی حکمرانی اور دنیاوی فوائد کے حصول کے لیے تھیں لہٰذا ان کے نزدیک اب تلوار کے استعمال اور توسیع سلطنت کی بجائے ملکی معاملات کی اصلاح، اخلاقی پاکیزگی احیائے شریعت اور عدل و انصاف کے قیام کی زیادہ ضرورت تھی اسی وجہ سے آپ کو اسلام کا مجدد اوّل قرار دیا جاتا ہے نئی فتوحات کی چنداں ضرورت محسوس نہ ہوئی ہاں البتہ ہسپانیہ میں عساکر اسلام نے مزید پیش قدمی کی اور فرانس کا اہم ساحلی حصہ اپنے قبضہ میں لے لیا سلیمان کے زمانہ میں جو مہم قسطنطنیہ روانہ کی گئی تھی اسے بڑے خوش اسلوبی سے واپس بلا لیا اس کے علاوہ سندھ کے حکمرانوں کو اسلام قبول کرنے کی دعوت بھی دی گئی۔

وفات

عمرؓ بن عبدالعزیز بڑی مستقل مزاجی کے ساتھ احیائے شریعت اور عادلانہ نظام کے قیام میں دل و جان سے کوشاں تھے بنوامیہ کے مفادات براہ راست ان کی اصلاحات کا نشانہ بنے جب انہیں خطرہ محسوس ہونے لگا کہ وہ خلافت کی موروثی حیثیت ہی کو

Marfat.com

ختم نہ کر دیں تو آپ کے ایک خادم کو ایک ہزار اشرفی دے کر آپ کو زہر دلوا دیا دوران علالت آپ کو اس کا علم ہو گیا لیکن آپ نے اس شخص سے کوئی انتقام نہ لیا صرف اشرفیاں لے کر بیت المال میں داخل کر دیں اور اس غلام کو آزاد کر دیا۔ رجب ۱۰۱ھ جنوری ۷۲۰ء کو آپ اس دنیا سے رحلت فرما گئے

سیرت و کردار بنو امیہ کی حکومت کے پورے ۹۲ سالہ دور میں حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی خلافت کے ڈھائی سال تاریکی میں روشنی کا مینار ہیں آپ نے دولت و ثروت اور ناز و نعم کے گہوارہ میں آنکھ کھولی اور پرورش پائی مدینہ کے علمی ماحول نے آپ کی علمی صلاحیتوں کو خوب اجاگر کیا آپ کی علمی فضیلت کی بنا پر ہی میمون بن مہران جیسے جید عالم نے آپ کو "معلم العلما" کا خطاب دیا اور کہا کہ عمرؓ بن عبدالعزیز کے سامنے علما کی حیثیت شاگرد وں سی ہے اگر تخت حکومت مقدر نہ ہو چکا ہوتا تو آپ مسند علم و فضیلت کے صدر نشین ہوتے اور امام زمانہ کہلاتے طبعاً نفاست پسند تھے خلافت پر فائز ہونے سے پہلے آپ کی وضع قطع امیرانہ تھی جب گورنر تھے تو ان کی وضع قطع سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ گورنر ہیں لیکن خلیفہ ہونے کے بعد درویشی اور فقر کو اس طرح شعار بنایا کہ ظاہری صورت دیکھ کر کوئی نہ پہچان سکتا تھا کہ وہ خلیفہ ہیں

آپ رات کی تنہائیوں میں اکثر روتے جب لوگوں کو آپ کے اس طرح رونے کا علم ہوا تو پوچھنے پر فرماتے "تم لوگ رونے پر مجھے ملامت نہ کرو کیونکہ فرات کے کنارے ایک بچہ بھی ہلاک ہو جائے تو اس کے بدلے میں عمر پکڑا جائے گا"

دیانت، سادگی اور تقوٰی آپ کی سیرت و کردار کا سب سے نمایاں جزو تھا خلیفہ بننے کے بعد اپنی تمام املاک بیچ کر بیت المال میں جمع کرا دیں لباس انتہائی بوسیدہ اور موٹا پہنتے تھے حتیٰ کہ جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو سوائے اس ایک کرتہ کے جو پہنے ہوئے تھے کوئی دوسری قمیص تک نہ تھی دیانت کا یہ حال تھا کہ جب تک خلافت کا کام کرتے بیت المال کی شمع جلاتے لیکن اس کے بعد ذاتی چراغ جلواتے ایک بار بیت المال سے مشک ان کے سامنے لا کر رکھا گیا تو آپ نے اپنی ناک بند کر لی تاکہ اس کی خوشبو دماغ میں نہ جا سکے ایک بار بیت المال کے کوئلوں سے گرم کیا ہوا پانی وضو کے لیے لایا گیا تو آپ نے استعمال سے انکار کر دیا آپ کی غذا نہایت سادہ تھی مسور کی دال اکثر استعمال کرتے یہی حال سب اہل خانہ کا تھا۔ تنگ دستی اور عسرت نے مسلسل گھر میں ڈیرے ڈال رکھے تھے لیکن آپ نے اپنے اہل خانہ

ن بچوں کو اس تنگ دستی اور فاقہ مستی میں رہنے کا خوگر بنایا۔

لوگ انھیں اویس قرنی سے زیادہ زاہد و عابد مانتے ہیں کہ اویس قرنی کو دنیا سے سابقہ ہی لیکن عمر رضؓ بن عبدالعزیز کے پاس دنیا پوری آن بان کے ساتھ آئی اور انھوں نے اسے ٹھکرا ناہ روم نے جب آپ کی وفات کی خبر سنی تو آبدیدہ ہو گیا اور کہا "اگر عیسیٰ علیہ السلام کے بعد مردوں کو زندہ کر سکتا تو وہ عمر رضؓ بن عبدالعزیز ہی کر سکتے تھے مجھے اس راہب کی حالت پر کوئی ب نہیں جس نے اپنے دروازے کو بند کر کے دنیا کو چھوڑ دیا اور عبادت میں مشغول ہو گیا اس شخص کی حالت پر تعجب ہے جس کے قدموں کے نیچے دنیا تھی اور اس نے اسے پامال کے راہبانہ زندگی اختیار کی۔" مالک بن دینار نے فرمایا لوگ کہتے ہیں مالک زاہد ہے، ت کیا زاہد ہے؟ زاہد عمر رضؓ بن عبدالعزیز ہیں کہ دنیا منہ کھولے ہوئے ان کے سامنے آئی انھوں نے اس سے منہ موڑ لیا۔

آپ نہایت خوش خلق، نرم خو اور شیریں بیان تھے تواضع مدارات، عجز و انکساری ت و ہمدردی، شفقت اور رحم دلی آپ کی سیرت کا نمایاں پہلو ہیں جرأت و آزادی اور آپ کا شیوہ تھا جو بات کہتے برملا کہتے آپ ایک عظیم اسلامی سلطنت کے امیر اور خلیفہ اور اس حیثیت سے مملکت کے تمام ذرائع ان کی گرفت میں تھے لیکن آپ نے نہ تو دو درہم سے زیادہ بیت المال سے خرچ لیا اور نہ ہی رہنے کے لیے گھاس کا ایک جھونپڑا ایک یا اور نہ ہی اپنی اولاد کے لیے کوئی قابل ذکر ترکہ چھوڑا اور اصل آپ عہد فاروقی رضؓ کی نقش ں پیروی کرنے کے لیے سعی و جہد عمل میں لا رہے تھے اور سنت فاروقی کا شیوہ تو یہی تھا۔

ولیں خلیفۂ راشد عنانِ حکومت جب بنوامیہ کے ہاتھ میں آئی تو انھوں نے خلافت کو موروثی بنا کر ملوکیت میں تبدیل کر دیا حالانکہ اسلامی نظریات کے خلافت جمہوری ادارہ تھی خلافت راشدہ کا نظام عوام کی رائے اور مشورہ اور اللہ تعالیٰ یت کے اصول پر قائم تھا ان میں نہ کوئی بادشاہ تھا اور نہ غلام خلیفہ اپنے اعمال کے دا اور خلق دونوں کے سامنے جواب دہ تھا عمر رضؓ بن عبدالعزیز کا سب سے بڑا کارنامہ کہ آپ نے زمانے کی باگ پھیر کر اس کا ناطہ ایک بار پھر خلافت راشدہ سے جوڑ دیا۔

رر ہونے کے بعد آپ نے عوام کے سامنے جا کر اپنی دست برداری کا اعلان کیا اور ت عوام نے ان کو خلیفہ چنا آپ اس ذمہ داری کو اٹھانے سے انکاری رہے آپ نے

Marfat.com

ہر معاملہ میں حضرت عمر فاروقؓ کی مثال کو سامنے رکھا اور اپنے فکر و عمل سے ایک بار پھر عہد ف
کی یاد تازہ کر دی آپ سے پہلے مختلف حکمران اسلام کے دیئے ہوئے نظام مذہب و اخلا
اور سیاست و حکومت میں طرح طرح کی رنگ آمیزیاں کر رہے تھے اپ نے ان سب خرابیو
حکومت و معاشرہ کو پاک کرنے کی کوششیں کیں ملوکیت کی امتیازی خصوصیات مٹانے کی پور
کوشش کی آپ نے بیت المال کو پھر قومی امانت کا درجہ دیا چھوٹے بڑے کے امتیازات
جبر و استبداد کے نشانات اور حکمرانوں کے ظلم و ستم کو ختم کرکے آپ نے خلافت راشدہ
نقش قدم پر چل کر اسلام کا نظام عدل دوبارہ قائم کیا آپ نے خلافت کی موروثی حیثیت
بھی ختم کرنے کی کوشش کی لیکن بنو امیہ کی ریشہ دوانیوں نے انھیں یہ تبدیلی لانے کی مہلت
تجدید و اصلاح کے اس کارنامہ کی بدولت آپ کا زمانہ خلافت راشدہ میں شمار کیا جاتا ہے
آپ کو پانچواں خلیفہ راشد مانا جاتا ہے ۔

سوالات

۱۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی سیرت و کردار اور کارہائے نمایاں کا جائزہ لیجئے ۔
۲۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی اصلاحات مختصراً بیان کرو ۔
۳۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے اخلاق حسنہ اور ان کی اصلاحات بیان کریں ۔
۴۔ کیا حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی مالی پالیسی بنو امیہ کی کمزوری کا باعث تھی ؟ بحث کریں
۵۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز خاندان بنو امیہ کے گل سر سبد ہیں بحث کریں ۔
۶۔ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کی سیرت و کردار اور اصلاحات کا تنقیدی جائزہ لیں
پانچواں خلیفہ راشد کیوں کہا جاتا ہے ؟

Marfat.com

باب ۹

یزید ثانی اور ہشام

١٠١ - ١٢٥ھ
٧١٩ - ٧٤٣ء

حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی وفات کے بعد یزید بن عبدالملک تخت نشین ہوا یہ ایک او ر عیاش طبع انسان تھا عمرؓ بن عبدالعزیز سلیمان کی وصیت کو کالعدم قرار دے کر یزید کی نامزدگی کو م نہ کرسکے تاہم وفات سے قبل بلا کر اسے عدل و انصاف سے حکمرانی کرنے کی تلقین کی لیکن اس کا ر عیاشی عود کر آیا اور عمرؓ ثانی کی وفات کے ہم روز بعد ہی ان کی جاری کردہ تمام اصلاحات کا تم کر کے وہی پرانا نظام دوبارہ نافذ کر دیا اس کے عہد حکومت میں مضری اور حمیری آویزش بارہ زندہ ہوئی اور اس باہمی کش مکش کی بدولت بنو امیہ کا زوال قریب سے قریب تر ہو گیا۔

یزید بن مہلب کی بغاوت:۔ بنو امیہ کے زمانہ میں آل مہلب کو کافی عروج حاصل خلیفہ سلیمان کے زمانہ میں یزید بن مہلب خراسان کی ولایت پر مامور تھا عمرؓ بن عبدالعزیز نے ت المال کی رقم میں خرد برد کے الزام میں گرفتار کر کے اسے جیل میں ڈال دیا یزید بن مہلب کا لق حمیری (یمنی) قبیلہ سے تھا یہ اپنے ایام اقتدار میں حجاج کے خاندان کے ساتھ نہایت سختی سے ن آیا تھا یزید بن عبدالملک چونکہ مضری قبیلہ کا ہمنوا تھا اس لیے یزید بن مہلب کو اپنی زندگی رہ میں نظر آئی چنانچہ عراق پہنچ کر اپنے بھائی کی مدد سے بغاوت کر دی خلیفہ یزید ثانی نے مسلمہ بدالملک اور عباس بن ولید کی ماتحتی میں مقابلہ کے لیے فوج روانہ کی دونوں فوجوں کا آمنا سامنا بار کے مقام پر ہوا امویوں نے دریائے فرات کے پل کو آگ لگا دی مہلب کی سپاہ میں افراتفری گی اور وہ میدان سے بھاگ نکلے ابن مہلب مارا گیا اس کے دوسرے بھائی بھی یکے بعد دیگرے ے گئے اور اس طرح آل مہلب کی خوفناک بغاوت کا خاتمہ ہوا۔

نتائج: اس بغاوت اور آل مہلب کے قتل کے نتائج بڑے دور رس تھے اس واقعہ نے میہ کی تاریخ کے رخ کو تباہی اور زوال کی طرح موڑ دیا مضری اور حمیری (یمنی) عربوں کی قدیم کش نے دوبارہ سپین، شمالی افریقہ، سندھ اور خراسان وغیرہ میں جنم لیا اس باہمی عداوت ائلی عصبیت کی بدولت ان ملکوں کے حالات بد سے بدتر صورت اختیار کر گئے اور دشمنان

Marfat.com

اسلام کو کامیابی حاصل کرنے کا موقع ملا بالآخر ملک کے اندر ایک خانہ جنگی کی سی کیفیت پیدا ہوئی جس سے فائدہ اٹھاکر بنو عباس نے اموی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

بغاوتیں: ۔یزید ثانی ایک نااہل حکمران تھا چنانچہ اس کے عہد حکومت میں قبائل کے علاوہ خوارج اور دیگر مخالفین نے سر اٹھانے کی کوششیں کیں آل مہلب کے زوال کے بعد یزید ثانی نے عراق کی ولایت مسلمہ بن عبدالملک کے سپرد کی مسلمہ نے اپنے داماد سعید بن ... کو خراسان کا والی مقرر کیا یہ بھی عیش پسند اور کمزور حکمران تھا اس کی کمزوری اور بزدلی سے فائدہ اٹھاکر چند ترک اور سغدی قبائل آمادۂ بغاوت ہوئے ترکوں نے بڑھ کر قصر باہلی کا محاصرہ کرلیا والی عثمان بن عبداللہ نے مسیب بن بشر ریاحی کو ترکوں کے مقابلہ پر فوج دے کر روانہ کیا مسیب نے بڑی شدت سے ترکوں پر حملہ بول دیا اور وہ محاصرہ اٹھاکر بھاگنے پر مجبور ہوگئے۔

اس کے بعد مسلمانوں نے سغدیوں کا تعاقب کیا کیونکہ انھوں نے قصر باہلی کے محاصرہ کے دوران ترکوں کی مدد کی تھی اس دوران سعید بن عبدالعزیز کو برخاست کرکے سعید بن ہبیرہ کو ... کا والی بنا دیا گیا اس نے انتہائی چابکدستی کے ساتھ ان کی طاقت کا قلع قمع کر دیا اور ... کے علاقوں پر قبضہ کرلیا۔

اس دوران ۱۰۵ھ میں آذربائیجان کے علاقہ میں بغاوت کی آگ پھیل گئی خزر، قبچاق اور ارمن قبائل نے متحد ہوکر مسلمانوں کو شکست دی یزید کو یہ حالات معلوم ہوئے تو جراح بن حکمی کو آرمینیہ کا حاکم مقرر کیا اور شام سے امدادی فوج روانہ کی ابھی متحارب گروہوں میں کشمکش جاری تھی کہ یزید ثانی کا انتقال ہوا اور ان مہمات کی تکمیل ہشام کے زمانہ میں ہوئی ان فتوحات کے علاوہ روم میں عباس بن ولید نے ۱۰۲ھ میں دلسہ اور مروان بن محمد نے قونیہ فتح کیا ... نے بھی شورش برپا کرنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ ہوسکے۔

وفات: ۔جیسا کہ بیان کیا جاچکا ہے یزید ثانی انتہائی عیاش اور نااہل حکمران تھا وہ اپنی دو داشتاؤں حبابہ اور سلامہ کے عشق میں اندھا ہوچکا تھا ملکی معاملات تباہی سے دوچار تھے لیکن اسے اپنی نشاط کی محفلوں سے غرض تھی ایک دن اپنی محبوبہ حبابہ کے ساتھ باغ میں دادِ عیش دے رہا تھا کہ از راہِ مذاق ایک گٹھلی اس کے منہ میں پھینکی جو اتفاق سے اس کے حلق میں اٹک کر رہ گئی جس کی بنا پر اس کی موت واقع ہوگئی یزید ثانی پر اس ناگہانی حادثہ کا بہت اثر ہوا اور وہ تین دن تک اس کی لاش سے لپٹے روتا رہا بڑی مشکل سے اسے جدا کیا گیا لیکن اس صدمہ جانکاہ سے بچ نہ سکا اور ایک ہفتہ بعد خود بھی راہی ملکِ عدم ہوا۔

Marfat.com

یزید ثانی کا دور بنوامیہ کا بدترین دور تھا اس دور میں بنوامیہ کے زوال کا آغاز ہوا تمام مملکت اس کی سیاہ کاریوں اور نا اہلی سے متاثر تھی لوگ معاشرتی برائیوں سے تنگ آکر صدائے احتجاج بلند کر رہے تھے ہر طرف ابتری اور ذہنی انتشار کا دور دورہ تھا اس دور میں عباسی دعوت اور پراپیگنڈا کا آغاز ہوا امیر معاویہؓ کی بادشاہت، یزید کا جور وجفا، امام حسین کی شہادت، حجاج کا ظلم وستم، عرب اور غیر عرب کا فرق، نومسلموں کے ساتھ امتیازی سلوک اور مضری اور حمیری کشمکش ایسے واقعات تھے جو بنوامیہ کے خاتمہ کی ہر جدوجہد کو کامیابی سے ہمکنار کرنے کے لیے بہترین فضا مہیا کر رہے تھے حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے تاریخ کے دھارے کو بدلنے کی کوشش کی لیکن یزید ثانی کی نا اہلیت اور کوتاہ اندیشی کی بدولت بنو عباس کی کامیابی کے امکان روشن سے روشن تر ہو گئے اور چند ہی برس بعد اموی خلافت کی بساط لپیٹ دی گئی۔

ہشام بن عبدالملک

۱۰۵ھ تا ۱۲۵ھ

خلافت یزید کی وفات کے ۱۰۵ھ میں ہشام تخت خلافت پر متمکن ہوا اس وقت اس کی عمر ۳۴ برس تھی تخت نشینی کے وقت وہ رصافہ میں مقیم تھا ہشام عبدالملک کے لائق ترین فرزندوں میں سے تھا اس کے پیشرو یزید بن عبدالملک کا دور بنوامیہ کا بدترین زمانہ قرار دیا جاتا ہے اس کی نا اہلی، عیش پرستی، قبائلی عصبیت اور اندرون ملک بے چینی نے کئی فتنے اور پیچیدہ مسائل پیدا کر دیئے تھے ہشام نے جونہی تخت خلافت پر قدم رکھا تو اپنے آپ کو قبائلی تعصبات، نفرت اور گوناگوں مشکلات میں گھرا ہوا پایا اپنے عہد حکومت کے پونے بیس برس وہ مسلسل اس کوشش میں مصروف رہا کہ بنوامیہ کی رو بہ زوال حکومت کو تباہی سے بچا سکے اس کی یہ طویل جدوجہد ہمت و شجاعت اور حوصلہ و تدبر کی ایک شاندار داستان ہے اگرچہ وہ بنوامیہ کو زوال سے تو نہ بچا سکا لیکن اس نے ان کے گرتے ہوئے قصر اقتدار کو وقتی طور پر سہارا دیا اور مختلف النوع کامرانیاں حاصل کرنے کے بعد اس کے وقار کو بحال کیا

اہم واقعات اور فتوحات

ترکستان کی مہمات تخت نشین ہونے کے بعد ہشام نے وسط ایشیا کے سرکش ترکوں کو مغلوب کرنے کے لیے کئی ایک مہمات روانہ کیں کیونکہ ترک سردار خاقان کی مدد سے خود مختاری کے لیے کوشاں تھے

Marfat.com

ہشام کی تخت نشینی کے وقت عمر بن ہبیرہ عراق کا گورنر تھا ہشام نے اسے ہٹا کر خالد بن عبداللہ القسری کو گورنر مقرر کر دیا القسری نے اسعد بن سعید کی جگہ خراسان کی ولایت پر اپنے بھائی اسد القسری کو مامور کیا اس نے ۱۰۶ھ میں دوبار غور پر حملہ کر کے غوریوں کو شکست دی لیکن چونکہ اسد القسری قبائلی عصبیت کا شکار تھا اس لیے ہشام نے امیر اشرس بن عبداللہ سلمی کو خراسان کا حاکم مقرر کیا اشرس نے جنگ سے ہاتھ روک کر تبلیغ اسلام کے ذریعہ سے اس علاقہ میں امن و امان قائم کیا لیکن نومسلموں کو جزیہ معاف نہ کیا سات ہزار نومسلموں نے اس غیر منصفانہ پالیسی کے خلاف غم و غصہ کے اظہار کے طور پر بغاوت کر دی یہ بغاوت سمرقند اور بخارا تک پھیل گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے اس آگ نے سارے ماوراءالنہر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ترکوں نے بھی ان کا ساتھ دیا اس کے علاوہ حقیقت پسند عربوں نے بھی نومسلموں کے اس مطالبہ کی تائید کی۔

اشرس کو ہٹا کر جنید بن عبدالرحمان کو خراسان کا گورنر بنایا گیا اس نے ترکوں کو ابتدائی شکست دینے کے بعد طخارستان پر فوج کشی کی دوسری طرف ترکوں نے صغد، فرغانہ اور چاچ کی سپاہ کے ساتھ اشتراک کرتے ہوئے سمرقند پر حملہ کر دیا جنید کے پاس چند ہزار سپاہی تھے جسے لے کر وہ فوراً آگے بڑھا اور سمرقند کے قریب دونوں افواج کے درمیان جنگ ہوئی جنید نے جنگ قائم رکھا اور دو دن تک بڑی بہادری سے ترکوں کی مزاحمت کی مگر ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا اسی دوران حاکم سمرقند سورہ ۱۲ ہزار سپاہ لے کر جنید کی امداد کے لیے آگے بڑھا لیکن خاقان کی فوج نے زبردست حملہ بول دیا سورہ کی فوج میں سے بمشکل ۲ ہزار آدمی بچ سکے بقیہ مارے گئے حالات سخت مایوس کن تھے جنید نے آخری بار مقابلہ کی ٹھانی اور اعلان کر دیا کہ "جو غلام اس جنگ میں کارہائے نمایاں دکھائے گا وہ آزاد ہے" اس پر مسلمان اس جذبہ سے لڑے کہ ترکوں کو میدان چھوڑتے ہی بنی اور جنید فتح مندانہ سمرقند میں داخل ہوا فتح کے بعد جنید نے خلیفہ کو تمام صورت حالات سے آگاہ کیا ہشام نے ۲ ہزار فوج بطور کمک روانہ کی اس دوران خاقان نے بخارا کی طرف پیش قدمی کی جنید بھی فوراً وہاں پہنچ گیا چنانچہ ترک وہیں سے واپس چلے گئے

حارث بن شریح کی بغاوت

خراسان کے والی عاصم بن عبداللہ ہلالی کے زمانہ میں حارث بن شریح نے اسلامی حکومت کے قیام کا نعرہ لگا کر سات ہزار آدمیوں کو اپنا ہمنوا بنا لیا ان میں عرب نومسلم اور ترک سبھی شامل تھے حارث جب بلخ، جوزجان وغیرہ فتح کرنے کے بعد خراسان کے دارالخلافہ مرو کی طرف بڑھا تو عاصم کے ہاتھوں شکست کھائی لیکن اس کی قوت زائل نہ کی جا سکی چنانچہ عاصم کی جگہ

کو خراسان کا گورنر مقرر کیا گیا جس نے مسلسل معرکہ آرائیوں کے بعد حارث کو خراسان کے علاقہ سے نکال دیا اور وہ خاقان کے ہاں پناہ لینے پر مجبور ہوا ان کامیابیوں کے بعد اسد القسری پھر ترکستان کی طرف متوجہ ہوا ترکوں کے کئی ایک قلعوں پر قبضہ کے بعد کثیر مال غنیمت اور قیدی ہاتھ لگے

خاقان کا قتل

موسم سرما گزرنے کے بعد خاقان نے پھر بخارا کا رخ کیا لیکن شکست کھائی واپسی پر ایک ترک سردار کورصول کے ساتھ چوگان کھیلتے ہوئے خاقان کا ہاتھ ٹوٹ گیا خاقان نے قسم کھائی کہ وہ کورصول سے ضرور بدلہ لے گا۔ لیکن کورصول نے ایک رات شبخون مار کر خاقان ہی کو قتل کر دیا خاقان کے قتل کے بعد ترکوں میں خانہ جنگی شروع ہو گئی اور ان کی طاقت ٹوٹ گئی۔

نصر بن سیار کا تقرر

اسد القسری کی وفات کے بعد نصر بن سیار کو خراسان کا حاکم مقرر کیا گیا نصر بڑا بہادر، منظم اور دور اندیش حکمران تھا اس نے نظم و نسق حکومت کی اصلاح کو اولیں اہمیت دی اور جنگ و غارت گری کے حقیقی اسباب کو ختم کرنے کے لیے اقدامات اٹھائے نومسلموں سے جزیہ کی وصولی بند کر دی گئی خراج کی وصولی کے نظام کو بہتر بنایا اور زمین کا مالیہ تمام عرب اور غیر عرب سے وصول کرنا شروع کر دیا اس کے ساتھ ساتھ ماوراء النہر پر مختلف سمتوں سے لشکر کشی کی اور چاچ اور فرغانہ میں امن و امان قائم کیا صغد اور ترک مسلسل لڑائیوں سے تنگ آ چکے تھے لہذا انھوں نے نصر سے ان مطالبات پر صلح کی تجویز کی کہ ان کے مذہبی امور میں مداخلت نہ کی جائے گی جو نومسلم اپنے مذہب میں واپس آنا چاہے اسے کوئی سزا نہ دی جائے گی اور مسلمان قیدیوں کو بغیر قاضی کے فیصلے کے واپس نہیں لیا جائے گا تو ہم ہتھیار پھینک کر صلح کے لیے تیار ہیں نصر ایک دور اندیش حکمران تھا اس نے ان کے تمام مطالبات منظور کر لیے اور اس طرح ترکستان کا یہ علاقہ جو مسلسل بدامنی کا اڈہ بن چکا تھا امن و سکون سے دوچار ہوا۔

آرمینیہ اور آذربائیجان

علاقہ ترکستان کے علاوہ آرمینیہ اور آذربائیجان میں بھی ترک، ارمن اور خزر کے قبائل نے متحد ہو کر مسلمانوں کے لیے ایک نازک صورت حالات پیدا کر دی تھی یہاں کے گورنر جراح بن عبداللہ حکمی حالات پر قابو نہ پا سکے اس لیے ہشام نے انھیں معزول کر کے مسلمہ بن عبدالملک کو ۱۰۶ھ میں ان کی جگہ مقرر کیا مسلمہ نے ترکوں کے کئی شہر فتح کر لیے خاقان کا بیٹا مسلمہ کے ہاتھوں شکست کھا کر بھاگ نکلا ہشام نے اس دوران پھر مسلمہ بن عبدالملک کو معزول کر کے سابقہ گورنر جراح بن عبداللہ کو دوبارہ تعینات کیا جراح نے ترکوں کے ہاتھوں شکست کھائی اور قتل ہوا جراح کی موت سے ترکوں کے حوصلے بڑھ گئے اور وہ موصل تک بڑھ آئے چنانچہ ہشام نے ان کے تدارک کے لیے سعید حرشی کو

آذربائیجان روانہ کیا اس نے ان کے علاقوں پر پے درپے حملے کر کے بہت سے شہر فتح کر لیے سعید کی پے درپے فتوحات کا سن کر ہشام نے اس کی کارگزاری پر اظہار خوشنودی اور اطمینان کیا۔

سنہ ۱۱۳ھ میں ہشام نے سعید کو واپس بلا کر اپنے بھائی مسلمہ بن عبدالملک کو دوبارہ آذربائیجان روانہ کیا مسلمہ نے خزر کے سارے علاقے میں افواج پھیلا دیں خاقان کا لڑکا ایک لڑائی میں مارا گیا اب خاقان نے جوش انتقام میں آس پاس کی سب قوموں پر مشتمل ایک لشکر جرار منظم کیا اور مسلمانوں پر امڈ آیا مسلمہ نے مقابلہ کی سکت نہ پا کر پسپائی اختیار کی اور باب الابواب میں قیام پذیر ہو گیا اب ہشام نے مسلمہ کی جگہ مروان ثانی کو آرمینیہ کا حاکم مقرر کیا مروان نے ایک لاکھ ۲۰ ہزار افراد پر مشتمل فوج کیل کانٹے سے لیس تیار کی اس نے ترکوں کے سارے علاقے کو تاخت و تاراج کیا ان کے متعدد شہروں اور قلعوں پر قبضہ کر کے ان کی طاقت کو کچل کر رکھ دیا وہ تمام علاقے جو مسلمانوں سے چھن چکے تھے دوبارہ سلطنت اسلامی کا جزو بنے۔

ایشیائے کوچک ایشیائے کوچک میں رومیوں کے ساتھ مسلمانوں کی اکثر جنگیں ہوتی رہتی تھیں یہاں بالعموم شاہی افراد ہی کو گورنر بنا کر بھیجا جاتا تھا چنانچہ ہشام نے اپنے دو بیٹوں معاویہ اور سلیمان کے علاوہ مروان ثانی اور مسلمہ بن عبدالملک کو مہمات کا انچارج بنا کر رومیوں کے خلاف صف آرا ہونے کے لیے روانہ کیا انھوں نے رومیوں کی ناکہ بندی کر کے مطمورہ، توبنہ اور بہت سے سرحدی علاقوں پر قبضہ کر لیا۔

(سسلی) صقلیہ پر حملہ سسلی کا محاصرہ کافی عرصہ جاری رہا جب اہل صقلیہ نے محسوس کیا کہ مسلمانوں کو شکست دینا آسان نہیں تو انھوں نے اطاعت قبول کر لی اور اس طرح سسلی مملکت اسلامیہ کا جزو بنا۔

سندھ کی مہمات محمد بن قاسم کی واپسی کے بعد سندھ کا اکثر و بیشتر علاقہ مقامی حکمرانوں کے قبضۂ اقتدار میں جا کر نیم خود مختارانہ حیثیت اختیار کر چکا تھا کافی عرصہ سے مسلمانوں نے سندھ کے معاملات کی طرف سے خاموشی اختیار کر رکھی تھی لیکن ہشام نے اپنے عہد حکومت میں سندھ کی از سر نو تسخیر کی طرف توجہ دی۔

سنہ ۱۰۷ھ میں ہشام نے سندھ کی حکومت جنید بن عبدالرحمٰن کے سپرد کی نئے والی نے دریائے سندھ کے کنارے پیش قدمی کا آغاز کیا اس علاقہ کا حکمران داہر کا بیٹا راجہ جے سنگھ تھا وہ اس سے پیشتر مسلمان ہو چکا تھا لیکن جنید کی سندھ میں آمد کے موقع پر مرتد ہو گیا اور بحری کشتیاں جمع کر کے دریائے سندھ کے مشرقی کنارے پر اسلامی افواج کے مقابلہ میں صف آرا ہوا

Marfat.com

مگر گرفتار ہوا اور قتل کر دیا گیا جنید نے اپنی پیش قدمی کو جاری رکھا اور کیرج پر دوبارہ قبضہ کر لیا اس کے بعد مارواڑ، مانڈل، دھنج، بھروچ، اجین اور مالوہ کے علاقے فتح کیے اس طرح راجپوتانہ کا بہت سا حصہ مسلمانوں کے زیر نگین ہوا جنید نے اپنی سرکردگی میں گجرات اور بھین مال کے علاقوں کو فتح کر کے اسلامی حکومت کا جزو بنا دیا۔

سنہ ۱۱۱ھ ہشام نے جنید کو والی خراسان مقرر کر دیا اور سندھ کی ولایت پر تمیم کو مامور کیا۔ جنید کی واپسی پر ملک کے اندر عام بے چینی پھیل گئی تمیم حالات پر قابو پانے میں ناکام رہا چنانچہ حکم بن عوانہ کو سندھ کا والی مقرر کیا گیا حکم نے سب سے پہلے دریائے سندھ کے مشرقی کنارے محفوظہ کا شہر آباد کیا اور محمد بن قاسم کے بیٹے عمرو کی مدد اور تعاون سے ان تمام علاقوں کو جو قبضہ سے نکل چکے تھے دوبارہ فتح کر لیا اس اہم کارنامے کی یاد میں منصورہ آباد کیا جو بعد میں سندھ کا دارالخلافہ بنا ایک معرکہ میں حکم بن عوانہ لڑتے ہوئے وفات پا گئے تو ہشام نے عمرو بن قاسم کو سندھ کی حکومت سپرد کر دی عمرو بن محمد بن قاسم نے سندھ کی مکمل فتح کے بعد نظم و نسق کی بہتری کی طرف توجہ دی اور ملکی خوشحالی میں اضافہ کیا۔

شمالی افریقہ اور اندلس

شروع شروع میں چونکہ شمالی افریقہ میں امن و امان کا دور دورہ رہا اس لیے وہاں کے والی امیر عبداللہ بن حجاب نے اطراف و اکناف میں مہمیں روانہ کر کے نئے علاقے فتح کیے حبیب بن ابی عبیدہ فہری نے مغرب میں سوس اقصیٰ اور سوڈان کے علاقے فتح کیے بحیرہ روم کے علاقہ میں حبیب بن ابی عبداللہ نے جزیرہ سردانیہ کی تسخیر کی صقلیہ کے پایہ تخت سرقوسہ کو بھی سر کر لیا گیا اس دوران شمالی افریقہ میں بربریوں نے بغاوت کر دی بربریوں کی بغاوت کئی ایک وجوہات کی بنا پر تھی اولاً بنو امیہ عربی ہونے کی بنا پر بربریوں کو وحشی اور نیم متمدن قوم سمجھتے ہوئے ان سے اچھا سلوک نہ کرتے تھے خوارج ویسے ہی بنو امیہ کے جانی دشمن تھے اس کے علاوہ حاکم طنجہ عمر بن عبداللہ نے غیر مسلموں کی طرح ان سے بھی جزیہ وغیرہ وصول کرنے کا حکم دیا اس وقت اموی افواج سسلی کی مہم میں مشغول تھیں اور طنجہ خالی تھا لہٰذا بربریوں نے ایک خارجی سردار میسرہ کو اپنا رہنما چن کر طنجہ پر حملہ کر دیا جتنے عرب وہاں موجود تھے سب کا خوب قتل عام کیا گیا امیر طنجہ بھی مارا گیا افریقہ کے دیگر علاقوں کے بربر بھی مشتعل ہو کر اٹھ کھڑے ہوئے اور بڑے بڑے شہروں پر قبضہ کر لیا اب باغیوں کا مقصد طنجہ پر قبضہ کرنا تھا طنجہ کی دوسری جنگ کو جنگ اشراف کا نام دیا جاتا ہے کیونکہ اس لڑائی میں

عربوں کے بڑے بڑے شرفا اور نامور لوگ مارے گئے بربری بڑی سرعت سے کامیابیاں حاصل کر رہے تھے اس کی صدائے بازگشت اندلس میں بھی سنی گئی اور وہاں بربریوں نے علم بغاوت بلند کیا چنانچہ ابن حجاب کو معزول کر کے کلثوم بن عیاض کو افریقہ کا والی بنا کر ۳۰ ہزار فوج کے ساتھ روانہ کیا گیا قیروان پہنچتے پہنچتے اس کی فوج کی تعداد ۷۰ ہزار تک پہنچ گئی لیکن کلثوم بن عیاض نے بھی بربریوں کے ہاتھوں شکست فاش کھائی اور دیگر بڑے بڑے فوجی جرنیلوں کے ساتھ قتل ہوا۔

جب اس عظیم الشان تباہی کی خبر ہشام کو پہنچی تو اس نے حنظلہ بن صفوان کو ۳۰ ہزار تازہ دم فوج دے کر افریقہ روانہ کیا قیروان پہنچ کر اس نے باغیوں کے سردار عکاشہ کو شکست دی لیکن جلد ہی بربری ۳ لاکھ کا ٹڈی دل جمع کر کے مقابلہ میں لے آئے اور قیروان پر حملہ کر دیا عرب بہادری سے لڑے عرب عورتیں ہتھیار باندھ کر شہر کی حفاظت کے لیے کمر بند ہو گئیں چنانچہ بربریوں کا عظیم الشان لشکر میدان چھوڑ کر بھاگ نکلا اس جنگ میں تقریباً ۱½ لاکھ کے قریب بربر قتل ہوئے اور ان کی طاقت کا طلسم ٹوٹ گیا۔

فرانس کی فتح کا منصوبہ اور جنگ ٹورس

اندلس (سپین) کی فتح کے بعد ہی سے مسلمانوں کی یہ خواہش تھی کہ وہ فرانس پر قبضہ کریں فرانس پر باقاعدہ حملہ ہشام کے زمانہ میں ہوا جس کی بدولت مسلمان وسط فرانس تک پیش قدمی کرنے میں کامیاب ہوئے۔

۱۰۷ھ میں عنبسہ امیر اندلس نے فرانس پر باقاعدہ لشکر کشی کی اور قرقشونہ فتح کیا۔ قرقشونہ کی فتح کی بنا پر سپٹی مینیا کے تمام علاقہ نے اطاعت قبول کر لی سپٹی مینیا کے بعد عنبسہ فرانس کے اندرونی حصہ کی طرف بڑھا اور دریائے رہون کی وادی کو روندتے ہوئے لیانس فتح کیا اس کے بعد برگنڈی کا رخ کیا اور شہر اوٹن تک کے علاقہ کو زیر و زبر کر دیا اس دوران امیر عنبسہ چند دیہاتیوں کے ہاتھوں زخمی ہو گئے لہٰذا عروہ بن عبداللہ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا زخم کاری تھے جن سے وہ جانبر نہ ہو سکے یکے بعد دیگرے چند والیوں کا تقرر کیا گیا لیکن بالآخر امیر عبدالرحمٰن بن عبداللہ اندلس کے والی مقرر کیے گئے۔

والیٔ اندلس کی حیثیت سے امیر عبدالرحمان کا تقرر تاریخ اسلام کا نہایت ہی اہم واقعہ ہے امیر عبدالرحمٰن ایک نہایت ہی اولوالعزم، حوصلہ مند، مدبر اور منتظم حکمران تھا وہ عوام الناس کے مختلف طبقوں میں یکساں ہر دلعزیز تھا اس نے حکومتِ اندلس کی تمام خرابیاں دور کر کے

نظم ونسق کی اصلاح کی اور پھر فرانس کی باقاعدہ تسخیر کا منصوبہ بنایا رضاکاروں، مجاہدوں اور باقاعدہ فوج پر مشتمل یہ لشکر جس کی تعداد تقریباً ۷۰ ہزار تھی ۱۱۴ھ/۷۳۲ء میں فرانس کی حدود میں داخل ہونے کے لیے روانہ ہوا مسلمانوں کا اس سے زیادہ شاندار لشکر اور اس سے زیادہ قابل جرنیل ابھی تک فرانس کی حدود میں داخل نہیں ہوا تھا دوران سفر اطلاع ملی کہ صوبہ دار سرحد عثمان نے ایک فرانسیسی امیر ڈیوک آف ایکی ٹین کی لڑکی سے شادی کر لی ہے اور بغاوت پر آمادہ ہے امیر عبدالرحمن نے فوراً اس کی سرکوبی کے لیے فوج روانہ کی عثمان مارا گیا۔

عبدالرحمن اب فرانس کی حدود میں داخل ہو گیا وادی رہون مسلمانوں کے قدموں میں تھی مخالف قوتیں خس وخاشاک کی طرح بہتی جا رہی تھیں معمولی سی مزاحمت کے بعد مسلمان افواج نے ارلس کے شہر پر قبضہ کر لیا اس کے بعد بورڈیو کے شہر کو سر کرتے ہوئے اسلامی لشکر برگنڈی کی طرف بڑھا راستہ میں دریائے ڈارڈون کے کنارے ڈیوک آف ایکی ٹین نے راہ روکنے کی کوشش کی مگر منہ کی کھائی اور کثیر مالی وجانی نقصان کے بعد راہ فرار اختیار کی اس زمانہ میں فرانس کا بادشاہ تھیوڈور III تھا لیکن اصل طاقت پیرس کے میر چارلس مارٹل کے ہاتھوں میں تھی فرانس کے قومی دفاع کا ذمہ دار درحقیقت یہی شخص تھا چنانچہ ڈیوک آف ایکی ٹین نے چارلس مارٹل سے امداد طلب کی فرانس موت وزلیست کے مسئلہ سے دوچار تھا چنانچہ یورپ کے دیگر ممالک سے بھی فرانس کے لیے امدادی فوجیں روانہ کی گئیں عیسائی دنیا مسلمانوں کے ساتھ آخری معرکہ آرائی کے لیے اب پوری طرح مستعد تھی چنانچہ چارلس مارٹل اپنی افواج کے ساتھ ٹورس کے قریب اسلامی افواج کے مدمقابل خیمہ زن ہوا مسلمانوں اور عیسائیوں کی تعداد کا کوئی مقابلہ نہ تھا علاوہ ازیں مسلمان افواج میں بربر اور عرب گروہ کے درمیان کچھ کشیدگی موجود تھی مال غنیمت کی فراوانی بھی ان کو جنگ سے جی چرانے پر مجبور کر رہی تھی لیکن امیر عبدالرحمن نے اپنی پرتاثیر شخصیت سے کام لے کر فوج میں نئی روح پھونک دی اور مقابلہ آرائی کے لیے تیار کیا ایک ہفتہ افواج آمنے سامنے پڑی رہیں لیکن امیر سے اب ضبط نہ ہو سکا بڑھ کر حملہ کر دیا صبح سے شام تک خونریز جنگ ہوئی مگر رات پھیل جانے کے سبب دوسرے دن تک ملتوی کر دی گئی مسلمان بڑی بہادری اور خوش دلی سے میدان جنگ میں اترے تھے انھیں اپنی فتح کا کامل یقین تھا سات آٹھ روز تک چھوٹی چھوٹی جھڑپیں ہوتی رہیں نویں دن دونوں فوجوں کے درمیان صبح سے شام تک بڑی خوفناک جنگ ہوئی لیکن یہ معرکہ آرائی بھی فیصلہ کن نہ تھی دسویں دن علی الصبح ہی جنگ کا آغاز

کر دیا گیا دونوں اطراف سے بڑھ بڑھ کر ایک دوسرے پر حملے ہوتے رہے تلواروں کی جھنکار اور گھوڑوں کی ہنہناہٹ سے میدانِ جنگ میں عجیب شورِ محشر برپا تھا مسلمانوں کا پلّہ بھاری تھا اور آثار سے یہ دکھائی دے رہا تھا کہ عیسائی فوج تھک ہار کر اب میدان سے پسپا ہونے کو ہے کہ اچانک ایک شخص نے افواہ اڑا دی مسلمانوں کا مالِ غنیمت خطرے میں ہے مالِ غنیمت کے چھکڑے کے چھکڑے لدے ہوئے ساتھ تھے سپاہی دوڑ کر اپنے خیموں پر ٹوٹ پڑے تاکہ مالِ غنیمت کی حفاظت کر سکیں اس افراتفری کو روکنے کے لیے امیر عبدالرحمٰن نے بڑی کوشش کی لیکن بے سود عین اس وقت جب کہ وہ اپنی افواج کو منظم کرنے میں لگے ہوئے تھے ایک تیر آ کر انھیں لگا اور وہ گھوڑے سے نیچے گر گئے امیر کی عدم موجودگی میں فوج میں ابتری پھیل گئی اور فتح کی امید جب ایک واہمہ بنتی نظر آئی تو بڑی تیزی سے یہ لشکر رات کی تاریکی میں جنوب کی طرف اپنے فوجی مرکز سپٹی مینیا تک پسپا ہو گیا صبح طلوع ہوئی تو میدان صاف اور خاموش پا کر عیسائی افواج حیران و ششدر رہ گئیں انھیں یقین نہ آ رہا تھا کہ مسلمان فوج مالِ غنیمت کے انبار چھوڑ کر پسپائی اختیار کر چکی ہے وہ اسے بھی کوئی جنگی چال سمجھتے ہوئے بڑے حزم و احتیاط کے ساتھ میدان میں قدم رکھ رہے تھے بہر حال چارلس مارٹل نے تعاقب مناسب نہ سمجھا اور اپنی افواج کے ساتھ شمال کی طرف واپس چلا گیا۔

جنگِ ٹورس اپنی اہمیت کے لحاظ سے دنیا کی ۱۵ اہم جنگوں میں شمار کی جاتی ہے یہ کہنا درست ہے کہ ٹورس کے میدان میں مسلمانوں نے دنیا کی حکومت کھو دی اگر مسلمان کامیاب ہو جاتے تو آج یورپ کی تاریخ کا رُخ کسی اور طرف ہوتا فرانس کے بعد انگلستان یقیناً اسلامی حملہ کی مزاحمت نہ کر سکتا اور یورپ آج نیلی آنکھوں والی سفید آرائی نسل کی بجائے سیاہ آنکھوں والی سامی نسل کا مسکن ہوتا۔

خوارج

حسبِ معمول خوارج ہشام کے دور میں بھی اپنی جارحانہ سرگرمیوں میں مصروف رہے لیکن ان کی سرگرمیوں کو سختی سے دبا دیا گیا ۱۱۱ھ میں والی سیستان یزید بن عریف ہمدانی کو خوارجیوں نے برسرِ عام ان کے گھر پر قتل کر دیا خالد بن عبداللہ القسری والی عراق نے اصفح بن کلبی کو ان کی سرکوبی کے لیے مامور کیا لیکن سیستان کے پہاڑی علاقہ میں گھیر کر خوارج نے ان کی اکثر سپاہ کا صفایا کر دیا موصل اور دیگر علاقوں میں بھی خوارج نے اودھم مچائے رکھا لیکن خالد القسری نے نہایت سختی اور ہوشیاری سے ان بغاوتوں کو کچل دیا۔

امام زید بن علی کا خروج

بنو ہاشم حصول خلافت کی جدوجہد میں بنو امیہ کے سیاسی حریف تھے سانحہ کربلا کے بعد بنو ہاشم ایک عرصہ تک اس کش مکش سے الگ رہے امام زین العابدین جنھوں نے کربلا کے لرزہ خیز واقعات اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے وہ اس آرزو سے قطعاً لاتعلق رہے اگرچہ حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد ابھی تک مضطرب تھی لیکن نئی نسل کے ذہنوں میں خلافت کے حصول کی خواہش دوبارہ زندہ ہو چکی تھی چنانچہ امام زید بن علیؓ نے اپنی اس خواہش کا اظہار بھی کسی محفل میں کر دیا ایک بار آپ اپنے کسی خاندانی وقف کے تنازعہ کے فیصلہ کے لیے ہشام سے ملنے دمشق گئے ہشام آپ کی آرزوئے خلافت سے آگاہ تھا آپ سے اس حسن سلوک اور مروت سے پیش نہ آیا جس کے آپ مستحق تھے اول تو دربار میں باریابی ہی کافی وقت کے بعد ہوئی لیکن جب باہم گفتگو کا وقت آیا تو دونوں کے درمیان "تلخ کلامی ہوئی اور کچھ نازیبا کلمات بھی استعمال کیے گئے امام زید بن علیؓ وہاں سے کوفہ واپس چلے گئے بعض مورخین نے لکھا ہے کہ خود ہشام نے آپ کو اپنے تنازعہ کے تصفیہ کے لیے والی کوفہ کے پاس بھجوا دیا امام جعفر صادق نے آپ کو خلافت کے حصول کی کوشش سے باز رکھنے کی کوشش کی اور کوفیوں کی بدفطرتی کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا "اہل عراق کا ہرگز اعتبار نہ کیجیے انھوں نے ہمارے باپ اور دادا کو دھوکہ دیا" لیکن امام زید بن علیؓ کوفیوں کے جال میں پھنس گئے ۱۵ ہزار کوفیوں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ایک تاریخ خروج کی بھی مقرر کر دی جب یوسف بن عمر والی کوفہ مقابلہ کے لیے آیا تو سب کوفی ساتھ چھوڑ گئے صرف دو سو جاں نثار باقی رہ گئے تاہم آپ کے پایۂ استقلال میں لغزش نہ آئی اور نہایت ثابت قدمی سے میدانِ جنگ میں ڈٹے رہے یہاں تک کہ ایک تیر آپ کی پیشانی میں لگا اور اس کے نکالتے ہی آپ کی روح پرواز کر گئی آپ کی وفات کا واقعہ صفر ۱۲۱ھ (جنوری ۷۴۰ء) میں پیش آیا۔

آپ کی وفات کے بعد ایک مستقل فرقہ وجود میں آ گیا جو زیدیہ کہلایا آپ کے ماننے والے امام زین العابدین کے بعد امام باقر کی بجائے آپ کو امام مانتے ہیں اس فرقہ کے ماننے والوں کی اب بھی کافی تعداد یمن میں موجود ہے۔

عباسی دعوت

حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد کے علاوہ خاندان بنو ہاشم میں سے خلافت کے دو اور گھرانے دعویدار تھے ایک حضرت علیؓ کی غیر فاطمی اولاد اور دوسرے آل عباس جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا تھے حضرت امام زین العابدین کے

Marfat.com

دعوۂ خلافت سے انکار کے بعد شیعان علیؓ نے اپنی توجہ حضرت علیؓ کی غیر فاطمی اولاد کی طرف موڑ لی چنانچہ انھوں نے خلافت کے میدان میں محمد بن حنیفہ کو اپنا امام تسلیم کر لیا گویا اب خلافت کا منصب اہل بیت نبوی سے علوی شاخ میں منتقل ہو گیا محمد بن حنیفہ کے بعد آپ کے صاحبزادے ابو ہاشم عبداللہ آپ کے جانشین تسلیم کیے گئے ان کے حق میں دعوت کا یہ سارا کام ابتدا ہی سے سرزمین عجم میں خفیہ ہوتا رہا ۔۱۰۰ھ میں ابو ہاشم خلیفہ عبدالملک سے ملنے دمشق گئے بظاہر ہر طرح سے ان کی خدمت اور خاطر و مدارات کی گئی لیکن واپسی کے وقت انھیں کسی نے زہر دیا جب آپ کی حالت غیر ہو گئی تو آپ جمیمہ میں علی بن عبداللہ بن عباسؓ کے ہاں قیام پذیر ہو گئے وفات سے پہلے آپ نے علی بن عبداللہ بن عباس کے بیٹے محمد کو اپنا جانشین نامزد کر دیا اور یوں منصب خلافت و امامت علوی شاخ سے عباسی خاندان میں منتقل ہو گیا۔

محمد بن علی بن عبداللہ بن عباسؓ بڑی تنظیمی صلاحیتوں کے مالک تھے فرقہ کیسانیہ نے جو امام محمد بن حنیفہ کے ماننے والے تھے محمد بن علی عباسی کی بیعت کر لی فرقہ کیسانیہ کا عراق اور خراسان میں کافی اثر تھا اس لیے محمد بن علی کی طاقت میں کافی اضافہ ہوا محمد بن علی عباسی نے دعوت عباسی کو باقاعدہ تنظیمی شکل دے کر ایک نظام وضع کیا اب یہ دعوت باقاعدہ نظام اور قواعد و ضوابط کے تحت پھیلنی شروع ہوئی یہ تحریک ابھی تک سارا کام خفیہ طور پر کر رہی تھی اس دعوت کو پھیلانے کے لیے جگہ جگہ داعیوں کا جال پھیلا دیا گیا اور اہم مقامات پر ناظم مقرر کیے گئے کوفہ محمد بن علی کے خاص غلام میسرہ کو اور خراسان ابو محمد صادق کے سپرد کیا گیا ابو محمد نے خراسان میں تحریک کو مزید آگے بڑھانے کے لیے ۱۲ آزمودہ کار داعیوں کو خراسان میں نقیب مقرر کیا اس مجلس خصوصی کے ماتحت ۷۰ داعیوں پر مشتمل مجلس عمومی بنائی گئی محمد بن علی نے تنظیم کا طریقہ کار اس طرح بنایا کہ راز افشاں ہونے کا کوئی احتمال باقی نہ رہے۔

دعوت عباسی کے یہ داعی عراق اور خراسان کے مختلف شہروں میں تاجروں، مبلغوں اور پیشہ وروں کے بھیس میں سفر کرتے اور جگہ جگہ بنو امیہ کی حقیقی اور فرضی داستانیں بیان کرتے اور عوامی ہمدردیاں حاصل کرنے کی کوشش کرتے سلیمان کے زمانہ ہی میں یہ سلسلہ زوروں پر تھا پھر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے زمانہ میں اس کو مزید پھیلنے کا موقع ملا ہشام اور دیگر حکمرانوں نے ان کے خلاف طاقت استعمال کی لیکن یہ لوگ اپنی خفیہ سرگرمیوں میں مشغول رہے تا آنکہ مروان کے زمانہ میں یہ لوگ اس حد تک طاقتور ہو گئے کہ بنو امیہ کا تختہ الٹ کر رکھ دیا ان داعیوں میں سے ابو مسلم خراسانی بھی

ایک تھا اس تحریک کے مرکز کوفہ اور خراسان قرار دیئے گئے تھے کیونکہ دونوں شہر اپنی عجمی روایات کی بدولت اس دعوت سے آسانی کے ساتھ متاثر ہوسکتے تھے۔

وفات ۶ ربیع الثانی ۱۲۵ھ ۷۴۳ء کو بمقام رصافہ ہشام نے خناق کی مرض میں مبتلا ہوکر وفات پائی وفات کے وقت عمر تقریباً ۵۵ سال اور مدت خلافت پونے بیس سال تھی اس نے اپنی زندگی میں ولید بن یزید ثانی کو جانشینی سے خارج کرکے اپنے بیٹے مسلمہ کو ولی عہد بنانے کی کوشش کی تھی لیکن امرائے دربار کی مخالفت کی بنا پر وہ کامیاب نہ ہوسکا اسی بنا پر ولید اور ہشام کے درمیان رنجش پیدا ہوگئی ولید علاقہ اردن میں ہشام کی موت تک مقیم رہا۔

سیرت وکردار ہشام بن عبدالملک کا شمار بنوامیہ کے لائق اور کامیاب حکمرانوں میں کیا جاتا ہے وہ نماز روزہ کا پابند تھا لہو ولعب سے اسے نفرت تھی مسئلہ خلق قرآن کے بانی کو اس نے قتل کرادیا۔ فہم و فراست، انتظامی قابلیت، تدبر اور حوصلہ مندی میں وہ امتیازی حیثیت کا مالک تھا ان خصوصیات کے لحاظ سے مورخین اسے امیر معاویہؓ اور عبدالملک کے بعد تیسرے نمبر پر شمار کرتے ہیں جب تخت نشین ہوا تو اپنے آپ کو مصائب و مشکلات میں گھرا ہوا پایا عربوں کی قبائلی عصبیت، مغربی اور یمنی گروہ بندی، رعایا کے مختلف طبقات کے درمیان نفرت کے جذبات، یزید ثانی کی نااہلیت اور عیش پسندی کی بدولت ناقص نظام حکومت، عوامی بے چینی، خوارج کی شورشیں، عباسی دعوت اور جگہ جگہ رونما ہوتے والی بغاوتیں اور سازشیں اس داخلی خلفشار اور بحران کو ظاہر کررہی تھیں جس سے ملک دوچار تھا بیرون ملک ترک اور رومی اپنی مخالفانہ سرگرمیوں میں مصروف تھے ان حالات کی موجودگی میں ناممکن تھا کہ کوئی معمولی درجہ کا حکمران بنوامیہ کی حکومت کو خاتمہ سے بچا سکتا لیکن ہشام بن عبدالملک اپنے حوصلہ، تدبر اور مسلسل جدوجہد کی بدولت نہ صرف مخالفین کو کچل دینے میں کامیاب ہوا بلکہ عظیم الشان فتوحات بھی کیں اور اس طرح گرتے ہوئے اموی اقتدار کو سنبھالا دیا سندھ، ایشیائے کوچک، شمالی افریقہ، فرانس غرض دور دور تک اسلامی افواج فتح کے پھریرے لہراتے ہوئے آگے بڑھتی گئیں اس نے اسلام کی سیاسی مرکزیت کو قائم کرنے کی کوشش کی۔

ہشام کی انتظامی صلاحیتیں بھی مسلمہ تھیں عبداللہ بن محمد عباسی کہتا ہے "میں نے بنوامیہ کے تمام خلفاء کے دفاتر کی جانچ پڑتال کی اور ہشام کو رعایا کے حق میں سب سے بہتر پایا۔"

مدائنی کی رائے ہے کہ "بنوامیہ کا کوئی خلیفہ ہشام سے زیادہ عمال حکومت اور دفاتر حکومت کی نگرانی کرنے والا نہ تھا۔" مالی معاملات میں وہ کفایت شعاری کا پابند تھا چنانچہ بعض لوگ اسے بخیل

یا کنجوس کہتے تھے۔

ان سب خوبیوں سے قطع نظر وہ شکوک و شبہات اور بعض اوقات تنگ نظری کا شکار ہوا۔ اپنی اس تنگی طبیعت کی وجہ سے آئے دن عمال حکومت کو ایک جگہ سے دوسری جگہ تبدیل کرتا رہتا۔ اعتماد کا یہ فقدان بہت نقصان دہ ثابت ہوا عمال حکومت کو اگر بار بار تبدیل نہ کیا جاتا تو وہ خود اعتمادی کی فضا میں کام کرتے اور یقیناً بہتر نتائج میسر آتے وہ بیس سال تقریباً نامساعد حالات کا مقابلہ کرتا رہا اس نے تمام دشمنوں کو کچل دیا اور ملکی نظم و نسق کو ان برائیوں سے پاک کیا جو اس سے پہلے موجود تھیں لیکن ان سب شاندار کارناموں کے باوجود بنوامیہ کو تباہی اور زوال سے بچانا اس کے بس میں نہ تھا۔

ولید ثانی

۱۲۵ - ۱۲۶ھ
۷۴۳ - ۷۴۴ء

تخت نشینی ہشام کی وفات کے بعد ربیع الثانی ۷۴۳ء کو ولید ثانی تخت نشین ہوا اخلاق آداب اور قابلیت کے لحاظ سے وہ کسی طرح بھی منصب خلافت کا اہل نہ تھا عیش و نشاط اور چنگ و رباب کی محفلیں سجانا اس کے پسندیدہ مشاغل تھے امور ملکی سے وہ مکمل طور پر غافل رہتا ہشام نے اس کا وظیفہ بند کر دیا اور ولی عہدی سے ہٹانے کی کوشش بھی کی لیکن کامیاب نہ ہو سکا ولید کی وفات کے وقت وہ اردن میں مقیم تھا اس نے عباس بن عبدالملک کو فرمان لکھا کہ وہ رصافہ جا کر ہشام کی سب دولت پر قبضہ کر لے تخت نشینی کے بعد ان تمام لوگوں کو جنہوں نے اس کے ولی عہد بنائے جانے کی مخالفت کی تھی عہدوں سے برطرف کر دیا اور ہشام کے ناموں کے دو لڑکوں محمد اور ابراہیم کو مروا دیا۔

خالد القسری کا قتل خالد القسری نے بنوامیہ کے اقتدار اور عروج کے لیے نمایاں خدمات سرانجام دی تھیں وہ یمنی قبائل کے ممتاز رہنماؤں میں شمار کیا جاتا تھا ولید ثانی اس سے ناخوش تھا اس نے اسے گرفتار کر کے یوسف بن عمر والی عراق کے حوالہ کر دیا جس سے اس کی ذاتی دشمنی تھی چنانچہ قید میں اسے طرح طرح کی اذیتیں دے کر مروا دیا گیا اس پر یمنی قبائل کے جذبات بھڑک اٹھے اور انھوں نے یزید بن عبدالملک کو خلیفہ بنا کر اس کی بیعت کر لی۔

یحییٰ بن زید کا خروج اور قتل ولید کے زمانہ میں امام زید بن علی کے بیٹے یحییٰ بن زید

Marfat.com

خراسان میں خروج کیا اور قتل ہوئے خراسان میں وہ ایک محب اہل بیت حریش بن عمر بن داؤد کے ہاں مقیم تھا، والی خراسان نصر بن سیار نے حریش سے یحییٰ کو اس کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا اس کے انکار پر نصر نے ان کو تنگ کرنا شروع کر دیا جس پر حریش کے بیٹے نے نصر کو تمام حالات سے آگاہ کر دیا چنانچہ یحییٰ پکڑے گئے ولید کی ہدایات پر انھیں شام روانہ کر دیا گیا لیکن راستہ میں وہ نیشاپور کی طرف چلے گئے وہاں کا حاکم عمر بن زرار آپ کے ساتھ ایک مقابلہ میں قتل ہوا اس صورت حالات کی بنا پر نصر نے ان کے خلاف فوج روانہ کی تاکہ ان کی باغیانہ سرگرمیوں کا سدباب کیا جاسکے یحییٰ اور ان کے ساتھی نصر کی افواج کے ساتھ مقابلہ کرتے ہوئے مارے گئے اور بغاوت کو سختی سے کچل دیا گیا۔

یزید کی بغاوت اور ولید کا قتل

خالد القسری کی موت کے بعد یمنی قبائل نے یزید ابن ولید کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور ولید ثانی کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ولید ان دنوں دمشق اور حمص کے درمیان ایک قلعہ میں مقیم تھا اسلحہ، سازوسامان اور سپاہ وہاں موجود نہ تھی لیکن مجبوراً مقابلہ کے لیے میدان میں اترنا پڑا لیکن شکست کھاکر قتل ہوا۔

ولید ثانی کے ناعاقبت اندیشانہ اقدامات، عیش پسندی، بے دینی اور شغل مے نوشی کی بنا پر یزید ثالث نے حالات سے فائدہ اٹھایا اور ولید ثانی کے قتل کے بعد خود خلیفہ بن گیا۔

یزید ثالث

سنہ ۱۲۶ھ

۷۴۴ء

ولید کی وفات کے بعد یزید ثالث تخت نشین ہوا یہ ایک نیک سیرت اور عابد و زاہد خلیفہ تھا تخت نشینی کے بعد جو خطبہ اس نے دیا اس میں ملکی سرحدوں کی حفاظت، عوامی ضروریات کی بہم رسانی، آمدنی کا ٹھیک استعمال، لوگوں کی خوشحالی حدود اللہ کے قائم کرنے اور عدل و انصاف سے حکومت کرنے کا وعدہ کیا لیکن عمر نے اسے مہلت نہ دی ورنہ شاید وہ ایک اچھا حکمران ثابت ہوتا اپنے مختصر سے عہد حکومت میں بغاوتوں کے استیصال ہی میں مصروف رہا

اس کے عہد میں حمص اور فلسطین میں بغاوتیں ہوئیں ان بغاوتوں کی وجہ ایک تو یہ تھی کہ اس کا دامن ولید کے قتل سے داغ دار تھا اور دوسرے اس کو یمنی قبائل کی پشت پناہی حاصل تھی اس لیے

Marfat.com

مضری قبائل اس کے مخالف ہو گئے اس نے یوسف بن عمر کو ولایت عراق سے معزول کر کے اس کی جگہ عبداللہ بن عمر بن عبدالعزیز کو مامور کیا اس دوران میں مروان بن محمد حاکم آرمینیہ نے یزید کو خلیفہ تسلیم کرنے سے انکار کرتے ہوئے جزیرہ پر حملہ کر دیا لیکن یزید نے اسے آرمینیہ آذربائیجان جزیرہ اور موصل کی حکومت سپرد کر دی تاکہ وقتی طور پر ہنگامہ آرائی ختم ہو لہذا مروان نے اس کی بیعت کر لی یزید ثانی کو یزید الناقص بھی کہا جاتا ہے کیونکہ اس نے ولید کے زمانہ میں فوجیوں کی تنخواہ میں اضافہ شدہ رقم کی منسوخی کے احکامات جاری کر دیئے تھے۔

ابراہیم

۱۲۶ - ۱۲۷ھ
۷۴۴ - ۷۴۵ء

یزید ثالث نے اپنے بھائی ابراہیم کو اپنا جانشین نامزد کر دیا تھا لہذا اس کی وفات کے بعد وہ تخت نشین ہوا مگر اس کی خلافت کو بالعموم تسلیم نہ کیا گیا چنانچہ مروان بن محمد نے بغاوت کر کے اس کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

سوالات

۱۔ ہشام کی سیرت و کردار اور کارہائے نمایاں تحریر کرو۔
۲۔ ہشام کے عہد حکومت میں جو فتوحات ہوئیں ان کا حال بیان کرو۔
۳۔ سپین میں جنگ ٹورز کی اہمیت بیان کریں اس جنگ میں مسلمانوں کی ناکامی کے اسباب کیا تھے

باب ۱۰

مروان ثانی اور عباسی تحریک

۱۲۷ – ۱۳۲ھ
۷۴۴ – ۷۵۰ء

تخت نشینی اور مشکلات

مروان ثانی بنو امیہ کا آخری حکمران تھا ۱۲۷ھ میں خلیفہ بنا مروان عمر رسیدہ، تجربہ کار، مستقل مزاج اور بہادر خلیفہ تھا جب تخت نشین ہوا اس وقت اموی حکومت کی حیثیت چراغ سحری کی سی تھی یہ دور افتراق و انتشار کا دور تھا نظام حکومت درہم برہم ہو چکا تھا خود اموی حکومت میں اختلافات پیدا ہو چکے تھے دربار شام مختلف گروہ بندیوں میں بٹ چکا تھا مضری اور یمنی قبائل کی کش مکش نے خانہ جنگی کی سی کیفیت پیدا کر دی تھی خارجی الگ سرگرم عمل تھے اور سب سے بڑھ کر دعوت عباسی سارے ملک میں جنگل کی آگ کی طرح پھیل چکی تھی اور اس کے داعی ملک کے کونے کونے میں گھوم پھر کر عوامی جذبات کو لوگوں کے خلاف بھڑکا کر اپنی کامیابی کے لیے راہ ہموار کر رہے تھے۔

اموی حکومت کی بنیاد اور اساس عرب تھے ان کی ساری کامرانیاں فوج کی وفاداری اور اتحاد پر مبنی تھیں لیکن بد قسمتی سے اب عربوں کی قدیم قبائلی عصبیتیں جاگ اٹھی تھیں اور وہ باہم دگر دست و گریباں تھے یمنی اور مضری ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے لہذا فوج کی وفاداریاں بھی بٹ چکی تھیں مروان نے تخت نشین ہونے کے بعد دمشق کی بجائے حران کو دار الخلافہ بنایا اس تبدیلی نے شامیوں کے حاسدانہ جذبات کو برانگیختہ کیا اور وہ مروان کے خلاف متحد ہو گئے اس تفریق سے عباسی داعیوں نے خوب فائدہ اٹھایا اگر شامی اپنی وفاداری اور اطاعت سے روگردانی نہ کرتے اور مضری اور یمنی قبائل خانہ جنگی میں مبتلا نہ ہوتے تو مروان کو عباسی دعوت کچل دینے کیلئے وقت اور قوت دونوں حاصل ہو جاتے اور ایسی صورت میں خلافت بنو امیہ کے قائم رہنے کے امکانات ہو سکتے تھے لیکن چونکہ مروان اپنی گوناگوں مصروفیات کی بنا پر عباسی تحریک کو بر وقت نہ دبا سکا لہذا انھوں نے بڑھ کر اموی حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

شامیوں کی بغاوت

مروان کی سب سے پہلی مخالفت شامیوں نے کی شام کے مضری اور یمنی ایک دوسرے کے خلاف صف آرا تھے مروان کو مضریوں کی مدد ملی

Marfat.com

حاصل تھیں لیکن شام میں یمنیوں کی اکثریت تھی حمص اور فلسطین کے باشندوں نے بھی مروان کی خلافت کو تسلیم نہ کیا اور اہل غوطہ نے شام پر حملہ کر دیا سارے علاقہ میں ابتری پھیل گئی مروان نے حوصلے سے کام لیا اور اہل حمص کو شکست دی فلسطین کے باغیوں کو وہاں کے باشندوں اور بعد میں ابو الورد نے مطیع کیا لیکن اب شامیوں نے خلیفہ ہشام کے لڑکے سلیمان کو ساتھ ملا کر بغاوت کر دی سلیمان ۷۰ ہزار فوج لے کر شام کی طرف بڑھا دونوں افواج کا مقابلہ خساف کے مقام پر ہوا جس میں سلیمان کو شکست ہوئی اور شامی بغاوت دبا دی گئی لیکن اس بغاوت نے اموی خلافت کی بنیادیں ہلا دیں۔

عبداللہ بن معاویہ کی بغاوت

مروان کی مشکلات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے بنو ہاشم اور ان کے حامی بھی میدان میں نکل آئے عبداللہ بن معاویہ حضرت جعفر طیار کے پوتے تھے چنانچہ شیعان علیؑ کے علاوہ یمن اور ربیعہ کے عرب قبائل نے بھی ان کا ساتھ دیا کوفہ کے والی عبداللہ بن عمر نے ان کو دبانے کے لیے کئی ایک اقدامات اٹھائے اس دوران ایک شامی نے ربیعہ کو عبداللہ بن معاویہ سے الگ کر لیا لہذا عراقیوں کی قوت کمزور پڑ گئی اور انھوں نے ہتھیار ڈال دیئے عبداللہ بن عمر نے ان کی جان بخشی کر دی وہ عراق سے نکل کر ہمدان رے اور وہاں سے اصفہان گئے جہاں اپنی حکومت قائم کر لی ابو مسلم خراسانی نے بالآخر انھیں قتل کر دیا۔

خوارج کی بغاوتیں

مروان نے والیٔ کوفہ عبداللہ بن عمر کو معزول کر کے ان کی جگہ نصر بن سعید حرشی کو مقرر کیا عبداللہ نے نامزد گورنر کو چارج دینے سے انکار کر دیا جس پر دونوں کے درمیان جنگ شروع ہو گئی اس باہمی خانہ جنگی سے فائدہ اٹھا کر ضحاک بن قیس شیبانی نے بغاوت کر دی یہ خوارج کا رہنما تھا حالات کے اس طرح بگڑنے پر نصر اور عبداللہ دونوں نے صلح کر لی اور مل کر خوارج کا مقابلہ کیا لیکن شکست کھائی اور خوارج نے کوفہ پر قبضہ کر لیا۔

اب عبداللہ نے ضحاک سے صلح کر لی اور مروان سے مقابلہ کے لیے نصیبین کی طرف بڑھا لیکن شکست کھائی اور مارا گیا اس کے بعد یکے بعد دیگرے کئی دیگر لیڈروں کی قیادت میں خارجی عراق اور بصرہ میں لڑتے رہے مروان نے ابن ہبیرہ کو ان کی بیخ کنی پر مامور کیا اگرچہ اس نے کئی ایک مہمات کامیابی سے سر کیں لیکن خوارج کی طاقت کو نہ توڑا جا سکا لہذا مروان خود ان کے مقابلہ کے لیے موصل پہنچا اور خوارج کی مسلسل ہنگامہ آرائی کا خاتمہ کر کے سرزمین حجاز کی طرف متوجہ ہوا کیونکہ اب حجاز خوارج کی سرگرمیوں کی آماجگاہ بن چکا تھا۔

یمن کو بھی خارجی اپنا مرکز بنا چکے تھے حج کے دنوں میں ایک خارجی سردار ابو حمزہ نے

کا آغاز کیا والیٔ مکہ عبدالواحد مدینہ بھاگ گیا حج سے فراغت کے بعد خارجیوں نے مدینہ کا رُخ کیا۔
عبدالواحد نے اہلِ مدینہ پر مشتمل ایک فوج مقابلہ کے لیے روانہ کی دونوں کا مقابلہ مقام قدید میں ہوا جس میں اہلِ مدینہ کو زبردست شکست ہوئی اس تباہی کی بنا پر مدینہ ماتم کدہ بن گیا مدینہ پر قبضہ کرنے کے بعد فتح مند خارجی اب شام کی طرف بڑھے مگر وادی القریٰ میں اموی فوج کے ساتھ مقابلہ کے بعد شکست کھائی اس جنگ میں خوارج کی کثیر تعداد ماری گئی جس کی وجہ سے ان میں مزید مقابلہ کی قوت باقی نہ رہی۔

عباسیوں کا ظہور

ان پریشان کن حالات میں جب کہ مروان کئی محاذوں پر مخالفین کے خلاف سرگرم عمل تھا عباسی تحریک کے داعیوں نے حالات کو سازگار محسوس کرتے ہوئے اعلانیہ خروج کا قصد کیا ابو مسلم خراسانی عباسی داعی نے ایک منشور کا اعلان کرتے ہوئے بنو ہاشم کے حامیوں کو کھلم کھلا بغاوت کی دعوت دی اور مئی ۷۴۷ء کا دن مقرر کر کے باقاعدہ خروج کا اعلان بھی کر دیا گیا امام ابراہیم عباسی کے سوگ میں ان باغیوں کے علم اور لباس کا رنگ سیاہ قرار دیا گیا وقت مقررہ پر خراسان کے کونہ کونہ سے ہزارہا انسان اپنے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے ڈنڈے لیے نکل کھڑے ہوئے جن کا نام انھوں نے کافر کوب رکھا ہوا تھا۔

مرو پر قبضہ ۷۴۷ء ۱۲۹ھ

اس خوفناک صورت حال کی بنا پر والیٔ خراسان نصر سخت پریشان ہوا اس نے عرب قوم کو متحد ہونے کی دعوت دی اس درخواست کا خاطر خواہ اثر ہوا اور ربیعہ اور یمن کے قبائل نے اپنے دشمن کا متحد ہو کر مقابلہ کرنے کا عزم کیا لیکن ایک عباسی داعی کے غیرت دلانے پر قبیلہ ربیع کا رہنما علی بن جدیع کرمانی نصر سے الگ ہو گیا کیونکہ نصر نے علی کے باپ جدیع کرمانی کو دھوکے سے مروا دیا تھا اب ابو مسلم خراسانی نے کمال ہوشیاری سے ربیع قبائل کو اپنے ساتھ ملا لیا اور مرو پر فوج کشی کی اور اس پر قابض ہونے کے بعد عباسی خلافت کی بنیاد رکھی ابو مسلم خراسانی کی عرب دشمنی مسلم تھی چنانچہ جب اس نے محسوس کیا کہ اب اسے ربیع یمنی قبائل کی امداد کی ضرورت نہیں تو ان کے بیشتر افراد اور سرداروں کو قتل کر دیا۔
دوسری طرف مروان اس دوران عباسی خلافت کے حقیقی باغیوں کا سراغ لگانے میں کوشاں تھا اس دوران ابو مسلم خراسانی کا ایک کارندہ خفیہ پیغام لے کر ابراہیم کے پاس جا رہا تھا کہ مروان کو اس کی خبر ملی مروان نے اس قاصد کو گرفتار کر لیا اسے دس ہزار روپے کا لالچ دے کر ابراہیم کا جواب

Marfat.com

اسے واپس لاکر دینے پر رضامند کر لیا۔

چنانچہ یہ جاسوس ابراہیم کا جواب لے کر سیدھا مروان کے پاس پہنچا اس خط میں ابو مسلم کو ہدایات تھیں کہ وہ دشمنوں کا جلد خاتمہ کر دے اور کسی عربی بولنے والے کو زندہ نہ چھوڑے یہ قطعی ثبوت پاکر مروان نے ابراہیم کو گرفتار کر لیا اور ان سے باز پرس کی لیکن ابراہیم نے کسی بات کے تسلیم کرنے سے انکار کر دیا اس پر مروان نے ان کا خط نکال کر سامنے رکھ دیا اب ان سے کوئی جواب بن نہ پڑا تو خاموش ہو گئے چنانچہ مروان نے قید میں ڈال کر انھیں قتل کرا دیا۔

ابراہیم کی موت کے بعد ان کے بھائی اور جانشین ابو العباس عبداللہ اور ابو جعفر منصور حمیمہ کو چھوڑ کر کوفہ چلے گئے ابو مسلم خراسان اور دیگر داعیوں نے ان کے ہاتھ پر بیعت کی اور خروج کی تیاریاں مکمل کر لیں۔

کوفہ پر قبضہ

مرو پر قبضہ کے بعد ابو مسلم خراسانی کے مشہور جرنیل قحطبہ نے طوس سوزقان، نیشاپور اور جرجان فتح کرتے ہوئے اپنی پیش قدمی جاری رکھی چنانچہ رے اصفہان، نہاوند اور حلوان کے علاقے بھی ان کے قبضہ میں آ گئے اب ان فاتح داعیوں نے کوفہ کا رخ کیا قحطبہ کے ساتھ خالد برمکی بھی تھا عباسی داعیوں اور ابن ہبیرا والی عراق کی افواج کے درمیان زبردست معرکہ آرائی ہوئی قحطبہ جنگ کے دوران قتل ہوا لیکن اس کے بیٹے حسن نے کمان سنبھال لی اور ابن ہبیرہ کو شکست دینے میں کامیاب ہوا ابن ہبیرہ شکست کھا کر واسط پسپا ہو گیا۔

معرکۂ زاب اور اموی حکومت کا خاتمہ

ابراہیم عباسی کے خط اور نصر کی بار بار کی یاد دہانی کی وجہ سے اموی خلیفہ مروان کی آنکھیں کھل چکی تھیں خوارج سے نپٹنے کے بعد اب مروان ثانی ایک لاکھ بیس ہزار کا لشکر لے کر دریائے زاب کے کنارے خیمہ زن ہوا عباسیوں اور امویوں کے درمیان آخری بار اسی مقام پر زبردست معرکہ آرائی ہوئی جس میں مروان ثانی کو شکست ہوئی یہ تاریخی واقعہ ۲ جمادی الثانی ۱۳۲ھ ۲۵ جنوری ۷۵۰ء کو پیش آیا۔

اس شکست نے تاریخ اسلام کا رخ بدل دیا اب قوت و اقتدار امویوں کی بجائے عباسیوں کے ہاتھوں منتقل ہو گیا مروان شکست کھا کر موصل میں پناہ گزین ہوا عبداللہ بن علی اس کے تعاقب میں تھا مروان بھاگ کر حران اور شام ہوتا ہوا مصر جا نکلا عباسیوں نے شام پر قبضہ کر لیا اور صالح بن علی کو مروان کے تعاقب میں روانہ کیا اب مروان کے بیٹے عبداللہ، عبیداللہ اور دیگر افراد...

Marfat.com

کیفیت پیدا ہو گئی تھی چنانچہ ذی الحج ۱۳۲ھ کو اپنی مختصر سی جماعت کے ساتھ لڑتا ہوا بوصیر کے مقام پر مارا گیا اور اس کی وفات کے ساتھ ہی اموی اقتدار کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔

مروان ثانی کی سیرت و کردار پر تبصرہ

مروان ثانی بنو امیہ کا آخری تاجدار تھا ہمت شجاعت اور مستقل مزاجی میں کسی بھی اعلیٰ اموی حکمران سے کم نہ تھا تخت نشینی کے بعد اس نے تمام مشکلات، مصائب اور پیچیدہ مسائل کا نہایت ہی خندہ پیشانی سے مقابلہ کیا اگر وہ اچھی حالت میں سریر آرائے سلطنت ہوتا تو شاید ایک بہتر اور کامیاب حکمران ثابت ہوتا اس کی جسمانی طاقت، قوت برداشت اور مسلسل جدوجہد کی بنا پر اسے الحمار (گدھا) کا لقب دیا گیا وہ ایک تجربہ کار، معمر اور لائق خلیفہ تھا لیکن زوال و انتشار اس حد تک پھیل چکے تھے کہ بنو امیہ کو تباہی سے روکنا تنہا مروان کے بس کی بات نہ تھی اس کی ناکامی کا سبب سابقہ خلفاء کی کوتاہیاں اور غلطیاں اور عربوں کی باہمی پھوٹ تھی اگر شامی بھی اسے دغا نہ دے جاتے تو نہیں معلوم تاریخ کون سا رخ اختیار کر لیتی۔

اس کی زندگی سادگی کا اعلیٰ نمونہ تھی عیش و آرام سے اسے نفرت تھی اپنی اکثر زندگی فوجی کیمپ میں گزاری اور اپنے فوجیوں کے ساتھ ہر دکھ سکھ میں ان کا برابر شریک رہا بہادری اور شجاعت کی اس میں کمی نہ تھی لیکن جیسا کہ ابن الاثیر کا بیان ہے کہ چونکہ تقدیر کا فیصلہ اٹل تھا اسی لیے اس کی بہادری اور دانائی اس کے کچھ کام نہ آ سکی ان سب خوبیوں کے باوجود اس کے کردار کا قابل اعتراض پہلو قبائلی اور گروہی تعصب تھا ایک عظیم حکمران ہونے کے باوجود وہ قبائلی تعصبات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا اور اسی داخلی خانہ جنگی کی بدولت بالآخر اسے بنو عباس کے مقابلہ میں شکست سے دوچار ہونا پڑا اس کا جھکاؤ مضری قبائل کی طرف تھا اس لیے یمنی قبائل کی ہمدردیاں حاصل نہ کر سکا ابو مسلم خراسانی جیسے شاطر اور ذہین شخص نے عربوں کے اس باہمی انتشار سے خوب فائدہ اٹھایا اگر مروان وسعت نظر سے کام لیتا اور قبائلی عصبیت سے بالا رہ کر اپنی حکمت عملی اور پالیسی اختیار کرتا تو بنو عباس اتنی تیزی اور آسانی سے فتح یاب نہ ہوتے۔

ان دگرگوں حالات میں اس نے اموی اقتدار کو بچانے کے لیے جان کی بازی لگا دی لیکن کامیابی مقدر نہ تھی کیونکہ اب بنو امیہ کا زوال فطری عوامل کا ایک لازمی نتیجہ تھا بقول مورخ اسلام معین الدین ندوی "مروان کے پاس فوج، ہمت اور بہادری کسی چیز کی کمی نہ تھی اور اس نے

Marfat.com

پامردی سے مقابلہ کیا لیکن ایک طرف عباسیوں کے بڑھتے ہوئے اور فاتحانہ ولولے تھے اور دوسری طرف ایک زوال پذیر حکومت کا تھکا ہوا فرمان روا تھا۔"

عباسی تحریک اور اس کا عروج

قبیلہ قریش کی دو شاخوں بنو ہاشم اور بنو امیہ میں دیرینہ رقابت پائی جاتی تھی فتح مکہ تک اکابرین بنو امیہ اپنی اسلام دشمن سرگرمیوں میں پیش پیش تھے لیکن فتح مکہ کے بعد جب ان کے افراد نے اسلام قبول کر لیا تو یہ معاندانہ جذبات اسلامی اخوت کے احساسات کی بنا پر دب گئے چنانچہ انھوں نے بھی اسلامی سربلندی اور عظمت کے لیے بے شمار کارہائے نمایاں سرانجام دیئے اپنی ان ہی خدمات کی بدولت ایک بار پھر اسلامی معاشرہ میں قابل قدر مقام حاصل کر لیا۔

حضرت عمرؓ کے عہد خلافت تک حالات جوں کے توں رہے لیکن شہادت عثمانؓ کے بعد ان دونوں قبیلوں کے درمیان دورِ جاہلیت کی عصبیت دوبارہ عود کر آئی حضرت علیؓ اور معاویہؓ کی کشمکش میں کسی حد تک یہی عصبیت کام کر رہی تھی۔

حضرت حسنؓ کی دست برداری کے بعد امیر معاویہؓ نے اپنے سیاسی اقتدار کو مستحکم کر کے یزید کو اپنا جانشین نامزد کیا اور اپنی زندگی ہی میں اس کے لیے بیعت حاصل کر کے خلافت اسلامیہ کو ملوکیت میں بدل دیا بنو ہاشم ان کے ان عزائم کی تکمیل میں سدِ راہ تھے چنانچہ کربلا کے میدان میں امام حسینؓ کو اسلامی اصولوں کی بقاء کی خاطر جان دینا پڑی۔

امام حسینؓ کی شہادت کے بعد بنو ہاشم میں سے حضرت علیؓ کی فاطمی اولاد خلافت کے معاملہ میں سکوت اختیار کر گئی اب اس میدان میں آپ کی غیر فاطمی اولاد اور آل عباس بنو امیہ کے حریف تھے جب شیعان علیؓ منصب خلافت کے لیے امام زین العابدینؒ سے مایوس ہو گئے تو انھوں نے حضرت علیؓ کی غیر فاطمی اولاد میں سے محمد بن حنفیہ بن علی کو امام تسلیم کر لیا ان کی وفات کے بعد ان کے بیٹے ابو الہاشم جانشین ہوئے اس طرح امامت و خلافت کا منصب فاطمیوں سے علویوں میں منتقل ہوا۔

محمد بن علی عباسی — ابو الہاشم عبداللہ نے اپنی دعوت کا سلسلہ خفیہ طور پر جاری رکھا ۹۲ھ میں جب وہ اپنے کسی کام کی غرض سے خلیفہ سلیمان سے ملنے گئے تو واپسی پر کسی نے آپ کو زہر دے دیا۔ جب طبیعت زیادہ خراب ہو گئی تو آپ فلسطین چلے آئے یہاں کے

ایک گاؤں حمیمہ میں آل عباس رہائش پذیر تھے چونکہ اور کوئی قریب نہ تھا اس لیے محمد بن علیؓ کو اپنا جانشین نامزد کر دیا اس طرح امامت اب علویوں سے بنو عباس میں منتقل ہو گئی۔

محمد بن علی عباس بڑے دانش مند اور بے پناہ تنظیمی صلاحیتوں کے مالک تھے چنانچہ منصب امامت پر فائز ہونے کے بعد انھوں نے دعوت کو بڑی عمدگی سے پھیلانے کی کوششوں کا آغاز کیا آپ نے دعوت عباسی کو باقاعدہ تنظیمی شکل دی اس تحریک کے چلانے کے لیے بے شمار داعی بنائے گئے ۱۲ نقیبوں پر مشتمل ایک خصوصی مجلس نگراں بنائی اور اس کے ماتحت ستر سرداروں پر ایک مجلس عمومی کی تشکیل کی گئی جو دعوتی کاموں کے سلسلے میں مشورہ اور رائے دینے پر قادر تھی آپ نے تحریک کو اس طرح منظم کیا کہ اس کی ہر بات صیغۂ راز میں رہے داعی منتخب کرتے وقت بڑی احتیاط سے کام لیا جاتا اور مبلغوں کو تاجروں اور مختلف لوگوں کے بھیس میں عراق اور خراسان کے دور و نزدیک علاقوں میں پھیلا دیا گیا یہ لوگ اپنی چرب زبانی اور تقریری صلاحیتوں سے کام لے کر بنو امیہ کے مفروضہ مظالم کی نہایت دردمندانہ انداز میں تشہیر کرتے یہ طریقہ عوامی ہمدردیاں حاصل کرنے کے لیے نہایت ہی موزوں ثابت ہوا کیونکہ اس سے عوامی جذبات فوراً برانگیختہ ہو جاتے اور لوگ شدت جذبات کے تحت ہر قسم کی قربانی دینے کے لیے تیار ہو جاتے بنو عباس نہایت سمجھداری سے کام لے کر اپنی دعوت کو بنو ہاشم کے نام پر پیش کرتے اور اہل بیت یا آل عباس کی تخصیص نہ کی جاتی عوام کی اکثریت بنو عباس کی اسی دعوت کو بنو ہاشم اور خانوادہ اہل بیت کے حامیوں کی تحریک سمجھ کر پذیرائی بخشتے رہے علوی بزعم خویش یہی سمجھتے رہے کہ اس دعوت کی کامیابی کی صورت میں یقیناً وہ ہی برسر اقتدار آئیں گے لہٰذا انھوں نے بھی عباسیوں کا بھرپور ساتھ دیا محمد بن علی عباسی کی وفات کے بعد ۱۲۴ھ میں اس تحریک کی سربراہی ان کے بیٹے ابراہیم کو دی گئی۔

اگرچہ یہ تحریک حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے زمانہ میں موجود تھی لیکن اسے ہشام کے زمانہ میں کافی تقویت ملی عراق اور خراسان اپنے تاریخی پس منظر کی بنا پر اس تحریک کے مرکز قرار دیئے گئے لوگ خفیہ طور پر جوق در جوق محمد بن علی عباسی کے ہاتھوں پر بیعت کرتے رہے محمد بن علی عباسی کے بعد امام ابراہیم نے بھی جو کہ بڑے نیک اور پارسا شخص تھے اور اعلیٰ تنظیمی صلاحیت کے بھی مالک تھے عباسی دعوت کو پھیلانے کے لیے پورے جوش و خروش سے کام لیا یہی وہ زمانہ ہے جب ابو مسلم خراسانی ایک داعی کی حیثیت سے ابھر کر سامنے آیا۔

ابو مسلم خراسانی عباسیوں کی خوش قسمتی تھی کہ انھیں ابو مسلم خراسانی جیسے باکمال داعی کی

خدمات حاصل ہوگئیں اس نے اپنی ذہانت اور انتھک کوششوں کی بدولت خلافت بنو عباس کے لیے قیام کی راہیں ہموار کیں ولیم میور کے بقول یہ حقیقت ہے کہ وہ عربی النسل نہیں تھا اس کا نام ابراہیم بن عثمان تھا اس کی پیدائش اصفہان میں ہوئی سات سال کی عمر میں والد کی وفات ہوئی تو عیسیٰ بن موسیٰ جامہ دوز نے اس کی پرورش اور تربیت کی یہ شخص محب اہل بیت تھا چنانچہ ابومسلم اس کے خیالات سے کافی متاثر ہوا جب قحطبہ کا گزر کوفے سے ہوا تو اس کی نگاہ ابومسلم پر پڑی چنانچہ اس کی صلاحیتوں سے متاثر ہوکر اسے دعوت عباسی کی وسیع اشاعت کے لیے منتخب کر لیا اور امام ابراہیم عباسی کی خدمت میں پیش کیا اس کے بعد ابومسلم کی نئی زندگی کا آغاز ہوا بعض مورخین کی رائے میں ابومسلم عیسیٰ بن ادریس اور معقل بن ادریس کا غلام تھا جب اسے امام محمد بن علی کے سامنے پیش کیا گیا تو انھوں نے اُسے خرید لیا ابومسلم کی ذہانت اور قابلیت سے آپ بہت متاثر ہوئے رفتہ رفتہ اس نے امام موصوف کے مزاج میں کافی رسوخ حاصل کر لیا اور ان کا رازدار بن گیا امام کے خفیہ پیغامات اور ہدایات دوسرے عباسی داعیوں تک پہنچانا اسی کے ذمہ تھا۔

ابومسلم کی صلاحیتیں امام ابراہیم کے زمانہ میں پوری طرح ظاہر ہوئیں امام ابراہیم نے اسے ۱۲۵ھ میں دعوت عباسی کا رئیس بناکر خراسان روانہ کیا اور خود اپنے ہاتھ سے عباسی علم جس کا نام سحاب تھا اسے عطا کیا خراسان پہنچ کر اس نے سب سے پہلے تمام عباسی نقیبوں کو جمع کرکے ان کی ایک کونسل بنائی اور اس کا رکن اعلیٰ سلیمان کو مقرر کیا خراسان کے اطراف واکناف میں داعیوں کو پھیل جانے کا حکم دیا چنانچہ چند ہی دنوں میں کثیر لوگ اس تحریک میں شامل ہوگئے۔

اب یہ لوگ اس خیال سے تھے کہ تحریک کو خفیہ چلانے کی بجائے اعلانیہ بنوامیہ کے خلاف اُٹھ کھڑے ہوں ان کو امام کی ہدایات بھی آچکی تھیں جس کے مطابق عباسی داعیوں کو سیاہ لباس پہن کر ۲۵ رمضان ۱۲۹ھ کو اعلانیہ اظہار دعوت کرنا تھا چنانچہ مقررہ وقت پر سب لوگ ایک مقام پر جمع ہوئے ابومسلم خراسانی ظل سحاب دونوں علم خود اٹھائے ہوئے موجود تھا۔

خراسانیوں میں اس تحریک کے فوری طور پر مقبول ہونے کے کئی ایک اسباب تھے عجمی باوجود مسلمان ہونے کے عربوں کے ہاتھوں ایرانیوں کی شکست کا داغ دل سے نہ مٹا سکے تھے اس لیے ایرانیوں اور خراسانیوں کو بالخصوص عربوں سے نفرت تھی بنوامیہ سے انھیں دوہری دشمنی تھی ایک عرب ہونے کی بنا پر اور دوسرے امام حسینؓ کی شہادت کے ذمہ دار بھی وہی تھے اور ان کی حکومت بھی خالص عربی تھی بغاوت کے لیے یہ موقع انتہائی مناسب تھا کیونکہ اس وقت عرب قبائل خانہ جنگی کا

شکار تھے ابو مسلم بڑا ذہین و فطین آدمی تھا اس لیے عربوں کی اس باہمی آویزش سے خوب فائدہ اٹھایا امیر نصر والی خراسان یمنی قبائل سے سخت تعصب رکھتا تھا خود مروان مضری عربوں کا طرفدار تھا والی خراسان نے یمنیوں کے حریف قبیلہ ربیعہ کو بھی اپنی تنگ نظری کی بنا پر اپنا مخالف بنا لیا ربیعہ کے مشہور لیڈر جدیع کرمانی اور نصر میں مخالفت جنگ و جدل کی شکل اختیار کر گئی جب یہ کشمکش انتہائی عروج پر پہنچ گئی تو ابو مسلم نے ربیعہ قبائل کا ساتھ دینے کا اعلان کر دیا نصر نے خلیفہ مروان کو اس فتنہ سے خبردار کرنے کے لیے کئی خطوط لکھے لیکن وہ خود خوارج کے خلاف اس طرح سے الجھا ہوا تھا کہ عباسیوں کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھا سکا۔

امام ابراہیم کا قتل

اس سے پہلے بیان کیا جا چکا ہے کہ کس طرح مروان نے ایک عباسی جاسوس کو جو ابو مسلم خراسانی اور امام ابراہیم کے درمیان پیغامات پہنچانے کے کام پر مامور تھا لالچ دے کر امام ابراہیم کا خط اسے لا کر دینے کی تاکید کی یہ جاسوس حسب وعدہ امام کا خط جو ابو مسلم کے نام تھا حاصل کر کے لے آیا جس کی بنا پر اب ساری کیفیت مروان پر واضح ہو چکی تھی لہذا امام ابراہیم کو گرفتار کر کے قتل کرا دیا گیا۔

ابوالعباس السفّاح کی جانشینی اور عباسیوں کا خروج

ابراہیم کی گرفتاری کے بعد ان کے دونوں بھائی ابو جعفر اور ابوالعباس حمیمہ سے کوفہ چلے آئے اور وہاں ایک عباسی داعی ابو سلمہ خلال کے ہاں قیام پذیر ہوئے ابو مسلم خراسانی بھی ان سے کوفہ آملا اور ابراہیم کے جانشین کی حیثیت سے ابوالعباس کی بیعت کی ابوالعباس نے آتش انتقام کی وجہ سے اسے حکم دیا کہ جو عرب ان کی دعوت قبول نہ کرے اسے قتل کر دیا جائے ابو مسلم نے خراسان واپس جا کر سارے خراسان کا طوفانی دورہ کیا اور لوگوں کو بنو امیہ کے خلاف خوب ابھار کر خروج کی ایک تاریخ بھی مقرر کر دی اس مقررہ تاریخ کو یہ لوگ اجتماعی حیثیت سے امویوں کے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے ان کے ہاتھوں میں چھوٹے چھوٹے ڈنڈے تھے جنھیں وہ کافر کوب کہتے تھے ان کا لباس سیاہ تھا۔
نصر نے ان حالات سے پریشان ہو کر عربوں کی باہمی خانہ جنگی کو ختم کر کے اتحاد کی کوشش کی لیکن یہ کوششیں بار آور نہ ہوئیں کیونکہ اس دوران ابو مسلم دونوں گروہوں میں سے ایک کا ساتھ دے کر ان کو آپس میں لڑاتا رہا لیکن اپنا کام نکال لینے کے بعد اپنے حلیف عرب قبیلہ کا قتل عام کر کے ان کی طاقت بھی کچل دی اب خراسان کا اکثر حصہ ابو مسلم کے قبضہ میں تھا لہذا اس کی افواج خراسان کے بقیہ علاقوں پر قبضہ کرنی

ہوئی عراق عجم کی طرف بڑھیں رہے، اصفہان، نہاوند اور حلوان بھی ان کے قدموں میں تھے۔ ابن ہبیرہ والی عراق نے مقابلہ کی ٹھانی مگر قحطبہ کے ہاتھوں شکست کھائی اور اس طرح سارے عراق پر بھی عباسیوں کا علم لہرانے لگا جس کے بعد کوفہ میں بروز جمعہ ۱۳ ربیع الاول ۱۳۲ھ ۲۵ نومبر ۷۴۹ء کو ابو العباس کی پہلے عباسی خلیفہ کی حیثیت سے بیعت ہوئی۔

معرکہ زاب اور عباسی خلافت کا قیام

مروان ثانی اس دوران خوارج اور دیگر مخالفین کے خلاف مصروفیتوں کی بنا پر عباسیوں کے اس بڑھتے ہوئے طوفان کی طرف سے آنکھیں بند کیے ہوئے تھا لیکن آخر تابہ کے؟ حالات کی سنگینی نے اسے آخری معرکہ آرائی پر مجبور کیا اور دریائے زاب کے کنارے عباسیوں اور مروان کا آخری معرکہ ہوا جس میں مروان کو شکست ہوئی یہ تاریخی واقعہ ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۲ھ ۲۵ جنوری ۷۵۰ء کو پیش آیا مروان کی شکست بنوامیہ کے خاتمہ کا اعلان تھی۔

سوالات

۱۔ مروان بن محمد کے کردار او سیرت پر تبصرہ کیجئے۔
۲۔ مروان بن محمد بنوامیہ کا آخری عظیم حکمران تھا۔ بحث کیجئے۔
۳۔ مروان بن محمد کے عہد حکومت کے مشہور واقعات قلمبند کیجئے۔
۴۔ مندرجہ ذیل پر نوٹ لکھئے:۔
ولید دوم، یزید سوم، عباسی تحریک، ابو مسلم خراسانی، معرکہ زاب۔

Marfat.com

باب ۱۱

عہدِ بنو امیہ پر ایک نظر

بنو امیہ کے زوال کے اسباب

بنو امیہ کے انحطاط اور زوال کے اسباب کئی ایک ہیں لیکن ابن خلدون کے نظریۂ عروج و زوال کے مطابق بنو امیہ کا زوال اب ایک فطری امر تھا کیونکہ اس کے نزدیک ایک ریاست کا ممکنہ عرصۂ حیات عام طور پر تین پشت یا تقریباً سو برس تک ہو سکتا ہے جو بنو امیہ کی حکومت گزار چکی تھی خلافت بنو امیہ کو قائم ہوئے تقریباً ۹۰ برس ہو چکے تھے چنانچہ اس زوال کو ٹھوس اور مناسب اصلاحات کے نفاذ ہی سے روکا جا سکتا تھا لیکن بنو امیہ کے زوال کے آثار بہت پہلے پیدا ہو چکے تھے اور اب وہ ان حدوں کو چھو رہے تھے جس کے بعد ان کا خاتمہ تقاضائے وقت تھا۔

قوموں کے عروج و زوال کے اس نظریہ کے علاوہ جسے ابن خلدون نے بیان کیا ہے تو امیہ کے زوال کے اسباب مندرجہ ذیل شمار کیے جا سکتے ہیں:۔

۱۔ حکمران طبقہ کی نااہلی بنو امیہ کی حکومت شخصی تھی ایسی حکومتوں کا قیام اور استحکام حکمران طبقہ کی اہلیت اور ذاتی قابلیت کا مرہونِ منت ہوا کرتا ہے چنانچہ جب تک بنو امیہ کو امیر معاویہ، عبدالملک، ولید اول اور ہشام جیسے لائق حکمرانوں کی قیادت حاصل رہی زمانے میں ان کے نام کا ڈنکا بجتا رہا مغرب ہو یا مشرق کوئی قوم یا فرمانروا ان کی بلندی کا مقابلہ نہ کر سکا سپین، افریقہ، ترکستان، سندھ، عراق، شام اور جزائر بحیرہ روم وغیرہ ان کے قبضہ میں تھے تہذیب و تمدن میں انھوں نے نئی طرح رکھی نظم و نسق، حکومت اور سماجی اور معاشرتی زندگی میں کئی اہم اصلاحات نافذ کیں اور قومی و ملکی خوشحالی میں اضافہ کیا لیکن جب مسندِ خلافت پر وہ لوگ فائز ہوئے جو شجاعت، دلیری، عزم اور تدبیر و رائے سے عاری تھے تو خلافتِ بنو امیہ کی تباہی یقینی تھی۔

خلیفہ ہشام کے چار جانشینوں میں سے تین ولید ثانی، یزید ثالث اور ابراہیم منصب خلافت کے لیے انتہائی غیر موزوں اور نااہل تھے اس کے علاوہ بنو امیہ کے اکثر و بیشتر خلفا شراب اور حرم کی رنگینیوں کے خوگر اور عیش و عشرت کے دلدادہ ہو چکے تھے وہ حسن کی لطافتوں میں کھو

Marfat.com

اپنے فرائض کی بجا آوری سے غفلت کے مرتکب ہوئے لہٰذا ان کا زوال لازمی تھا اس کے علاوہ خوشحالی اور دولت کی فراوانی نے انھیں آرام پسند اور کاہل بنا دیا آخری دور کے خلفاء اکثر و بیشتر کنیزوں کے بطن سے تھے اس لیے خون کی اس باہمی آمیزش سے بنو امیہ کی انفرادیت قائم نہ رہی اب شاہی خاندان تک خالص عربی خون کا دعویٰ نہ کر سکتا تھا جو ان کا طرۂ امتیاز تھا ان کی نااہلی کی بدولت نظم و نسق حکومت تباہ و برباد ہو کر رہ گیا بقول فلپ حِٹی "صحرائے عرب کے بچوں کو تمدن کی مخصوص آفتوں نے جو شاہد و شراب، رقص و سرود پر مشتمل ہیں آگھیرا تھا اور نوخیز عرب قوم کے قوامیں گھن لگانا شروع کر دیا تھا۔"

۲۔ خلافت اسلامیہ کی ملوکیت میں تبدیلی

بنو امیہ کی خلافت، اسلامی خلافت کی بجائے شخصی اور موروثی بادشاہت تھی مگر مسلمان خلافت راشدہ کے نظام اور خلفائے راشدین کی طرز زندگی کو اپنے لیے نمونہ عمل سمجھتے تھے لہٰذا ان کے دل خلافت کی بجائے ملوکیت کے قیام سے ناخوش تھے انھوں نے بنو امیہ کے اس طرز عمل کو کبھی بھی پسندیدہ نگاہوں سے نہیں دیکھا تھا دوسری طرف اموی خلافت میں شخصی حکومت کی تمام خرابیاں پیدا ہو گئیں اس تبدیلی کے خلاف عام مسلمانوں کے دلوں میں زبردست ردعمل موجود تھا چنانچہ مخالف عناصر اسی ردعمل سے فائدہ اٹھا کر اکثر خفیہ یا اعلانیہ بغاوتیں کرتے رہتے جس سے حکومتی نظم و نسق میں ابتری اور کمزوری پیدا ہوئی اسی کمزوری سے فائدہ اٹھا کر عباسیوں نے ان کا تختہ الٹ دیا۔

۳۔ اخلاقی زوال

بنو امیہ کے آخری دور کے اکثر خلفاء کی زندگیاں اخلاقی نقطۂ نظر سے پست تھیں یزید اول ہی کے زمانہ میں شراب نوشی اور دیگر لہو و لعب خلیفہ کی زندگی کا جزو بن گئے تھے عبدالملک اور ولید اول کی زندگیاں اگرچہ ان اخلاقی عیوب سے پاک تھیں لیکن اپنے مقصد کے حصول کے لیے انھوں نے بھی اخلاقی حدود توڑ کر ہر جائز ناجائز حربہ استعمال کیا حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز کی زندگی خلفائے راشدین کے مشابہ تھی لیکن ان کے علاوہ ولید ثانی، یزید ثالث ابراہیم وغیرہ کی زندگیاں بے راہ روی کا نمونہ تھیں شراب نوشی، عیاشی، موسیقی اور ناچ رنگ کی محفلیں اور حرام سران کے پسندیدہ مشغلے تھے چنانچہ یہ اخلاقی زوال بنو امیہ کی حکومت کو گھن کی طرح کھائے جا رہا تھا خلفاء ان مشاغل میں الجھے رہتے اور حکومتی معاملات کی طرف خاطر خواہ توجہ نہ دیتے اس کے علاوہ دولت کی فراوانی اور خوشحالی نے انھیں کاہل بنا دیا تھا

Marfat.com

جب اخلاقی تنزل کی وجہ سے اعلیٰ اسپرٹ و کردار عاری لوگ مسند اقتدار پر فائز ہونا شروع ہوئے تو اموی حکومت کے مخالفین نے ان کی کمزوریوں کا فائدہ اٹھا کر ان کی حکومت کا خاتمہ کر دیا۔

۴۔ ولیعہدی کا نظام

حضرت امیر معاویہؓ نے یزید کو اپنا جانشین مقرر کر کے ولیعہدی کی رسم کا آغاز کیا جانشین نامزد کرنے کا اگر یہی طریقہ برقرار رہتا تو شاید اس قدر زیادہ خرابی واقع نہ ہوتی لیکن یزید کی موت کے بعد مروان نے یکے بعد دیگرے ایک ہی وقت میں دو ولی عہدوں کو نامزد کرنے کی رسم کا آغاز کیا یہ طریقہ نامزدگی بہت زیادہ خرابی کا باعث بنا کیونکہ ایک کی موجودگی میں دوسرا یا تو حکومت کے لیے خواہش مند رہتا یا پہلا ولی عہد خلیفہ بننے کے بعد دوسرے امیدوار کو راستہ سے ہٹا کر اپنے بیٹے کو جانشین بنانے کی کوشش کرتا مروان نے اپنے بیٹوں عبدالملک اور عبدالعزیز کو اپنا جانشین بنایا مگر عبدالملک نے عبدالعزیز کو ہٹا کر اپنے دونوں بیٹوں ولید اور سلیمان کو اس کی جگہ نامزد کر دیا سلیمان اور ہشام نے بھی ایسی کوششیں کیں مگر ناکام ہوئے اس کش مکش کی بدولت بنو امیہ میں باہمی پھوٹ اور اختلافات نے جنم لیا اور دربار میں بھی گروہ بندی کا آغاز ہوا برسر اقتدار گروہ اپنے مخالفین سے بدلہ لیتا اور انھیں مختلف عہدوں سے برطرفی اور تنزلی کا شکار بنا پڑتا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حکومت بنو امیہ میں کمزوری کے آثار پیدا ہوئے اور مخالفین نے اس سے فائدہ اٹھا کر اس کا تختہ الٹ دیا۔

۵۔ غیر شرعی نظام حکومت

بنو امیہ نے خلافت اسلامی کو ملوکیت میں بدلنے کے بعد نظام حکومت میں کئی ایسی تبدیلیاں رونما کیں جو خلاف شرع تھیں بیت المال کی نوعیت اب شاہی خزانہ کی سی تھی مجلس شوریٰ کی جگہ درباریوں نے لے لی تھی خلیفہ عوام الناس کے سامنے جوابدہ نہ تھا بیت المال سے وظائف اب عوام الناس کی بجائے ان لوگوں کو دیئے جاتے جو یا تو خلیفہ کے رشتہ دار ہوتے یا ان کے ہمنوا ایسے نئے ٹیکس بھی لگائے گئے جو اسلامی شریعت کے خلاف تھے نومسلموں سے جزیہ تک وصول کیا جاتا تھا ان خلفاء کی زندگیاں قیصر و کسریٰ کے نمونہ پر تھیں لوگوں کے سامنے ابھی تک خلفائے راشدینؓ کی یاد تازہ تھی اس لیے جب وہ اموی خلافت کا موازنہ خلفائے راشدین کے دور سے کرتے تو ان کو مایوسی ہوتی اسی وجہ سے امت کے صالح حکومت کو خلافت راشدہ کے مطابق ڈھالنے کے لیے کوشاں رہے۔

۶۔ قبائلی اور نسلی عصبیتوں کا ظہور

اسلام نے دورِ جاہلیت کی تمام قبائلی اور جاہلی عصبیتیں ختم کر کے عربوں کو ملت اسلامیہ

Marfat.com

کے رشتہ میں منسلک کر دیا تھا خلافت راشدہ کے زمانہ تک یہ قبائلی تعصبات دبے رہے لیکن بنوامیہ کے دور میں یہ تعصبات پھر ابھر آئے عرب قبائل نسلی اعتبار سے دو حصوں میں تقسیم تھے مضری (بنوعدنان) اور یمنی بنو قحطان جو حمیری کہلاتے تھے ان دونوں قبائل کے درمیان زمانہ قدیم سے دشمنی چلی آ رہی تھی تمام عرب باشندے جو سلطنت کے مختلف حصوں میں جگہ جگہ آباد ہو گئے تھے کسی نہ کسی قبیلہ کے ساتھ بدستور وفاداری کا دم بھرتے تھے شام میں یمنی عنصر کی اکثریت تھی اس لیے اموی حکمرانوں کی اکثریت بالعموم یمنی (حمیری) قبائل کی طرفداری تھی امیر معاویہؓ چونکہ سمجھ دار تھے ان لیے انھوں نے دونوں گروہوں کو اپنا مطیع بنائے رکھا لیکن مروان اوّل کے زمانہ میں یہ عداوت اور دشمنی دوبارہ جنم لے چکی تھی بعد کے ادوار میں مختلف خلفاء نے اپنے مخصوص مقاصد اور عزائم کی تکمیل کیلئے ان قبائلی عصبیتوں کو ابھارا یہ کشمکش بالآخر خانہ جنگی کی صورت اختیار کر گئی اور فوج بھی اس سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکی۔

مروان ثانی کے زمانہ میں عربوں کی باہمی آویزش مملکت کے ہر حصہ میں خطرناک صورت اختیار کر چکی تھی سپین، سندھ، شام، عراق اور خراسان سب جگہ عرب باہمی خانہ جنگی کا شکار تھے ابومسلم خراسانی اور عباسی داعیوں نے اس خانہ جنگی اور اختلاف سے فائدہ اٹھا کر حکومت کا تختہ الٹ دیا۔

۷۔ شیعان علی شیعہ حضرات کے نزدیک خلافت و امامت موروثی حیثیت رکھتی ہیں اور امام اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقرر کردہ ہوتا ہے خلافت صرف اہل بیت کا حق ہے بنوامیہ ان کے خیال کے مطابق غاصب تھے لہٰذا ان کی خلافت کے خاتمہ کے لیے سعی و جہد عمل میں لانا ان کے عقیدہ میں شامل تھا حضرت حسنؓ کی خلافت سے دست برداری کے بعد یہ لوگ خاموش ہو گئے چونکہ ان کی قوت اور تنظیم کمزور تھی اس لیے کھلم کھلا خروج تو نہ کر سکے لیکن مختلف ادوار میں شورشوں اور سازشوں سے کام لیکر امویوں کے خلاف کوشاں رہے شیعوں نے امام حسینؓ کی شہادت سے اس طرح سیاسی فائدہ اٹھانے کی کوشش کی جس طرح بنوامیہ قصاص عثمانؓ حضرت نائلہؓ کی کٹی ہوئی انگلیوں اور حضرت عثمانؓ کے خون آلود پیراہن کو اپنے مقاصد کے لیے استعمال کر چکے تھے بنوعباس نے اپنی دعوت کا آغاز بھی بنوہاشم کے نام ہی سے کیا چنانچہ شیعان علی نے ان کا ساتھ دیا۔

۸۔ خوارج شیعوں کے بالکل برعکس دوسرا مخالف گروہ خوارج کا تھا خارجیوں کا ظہور جنگ صفین کے بعد ہوا یہ لوگ خلافت کو ایک جمہوری اور انتخابی ادارہ قرار دیتے

Marfat.com

اور خلیفہ کی اطاعت اس وقت تک ضروری سمجھتے تھے جب تک وہ عدل اور اصلاح کے طریقہ پر قائم رہے اور جب وہ اس راہ سے ہٹ جائے تو اس سے جنگ کرنا معزول کرنا یا قتل کرنا ان کے نزدیک جائز تھا یہ لوگ اپنے نظریات میں انتہائی متشدد تھے حوصلہ جرأت اور بہادری میں یہ لوگ اپنی مثال آپ تھے تعداد کی کمی کے باوجود یہ لوگ بنو امیہ کے خلاف میدان عمل میں ڈٹے رہے ان لوگوں نے جا بجا بغاوتیں کیں اور ایک طویل مدت تک کشت وخون کا سلسلہ برپا کیے رکھا ان کے حوصلہ اور جرأت کی یہ حالت تھی کہ بعض دفعہ مٹھی بھر خوارج نے ہزاروں اموی سپاہیوں کو شکست دی ان کی سرگرمیاں بنو امیہ کے زوال کے سبب بنیں۔

۹۔ بزرگانِ دین

ان دونوں گروہوں کے علاوہ ایسے لوگ بھی کثیر تعداد میں موجود تھے جو اپنی علمیت اور دین داری کی وجہ سے بنو امیہ کے خلاف تھے ان میں علمائے امت، صحابہؓ کی اولاد اور اہل علم شامل تھے یہ لوگ اپنے تقویٰ اور رائے کی پختگی اور بزرگی کی بدولت عوام الناس میں کافی با اثر تھے ان لوگوں کی زبردست خواہش تھی کہ خلافت راشدہ کا نظام دوبارہ قائم ہو چنانچہ انھوں نے ہر اس تحریک کا ساتھ دیا جس کا مقصد اسلامی حکومت کا قیام تھا مخالفین بنو امیہ کو ہمیشہ ان لوگوں کی تائید حاصل رہی۔

۱۰۔ موالی

وہ غیر عرب جنھوں نے اسلام قبول کر لیا تھا موالی کہلاتے تھے اسلامی معاشرہ میں اگرچہ عرب اور غیر عرب کی کوئی تمیز جائز نہ تھی لیکن چونکہ بنو امیہ کی حکومت ابتدا ہی سے ایک عرب حکومت کا رنگ لیے ہوئے تھی اس لیے ان لوگوں نے عرب اور غیر عرب میں تفریق پیدا کر کے نو مسلموں کو عربوں کے برابر حقوق نہ دیئے ان سے جزیہ بھی بدستور وصول کیا جاتا رہا حالانکہ شرعی نقطہ نظر سے یہ ناجائز تھا اس لیے عجمیوں (نو مسلموں) کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ عربوں نے ہمارے علاقے فتح کر کے ہمیں غلام بنا لیا ہے اور اسلام قبول کرنے کے باوجود بھی انھیں عربوں کے مساوی درجہ دینے کے لیے تیار نہیں یہ لوگ اقتصادی بدحالی کا شکار بھی تھے ان پر مختلف قسم کے ناجائز ٹیکس بھی لگائے جاتے تھے اس جذبہ نے پے درپے بغاوتوں کے علاوہ عام بے چینی کو جنم دیا حجاج نے ان پر سختیاں کیں لیکن ان اقدامات نے ان کے دلوں میں امویوں کے خلاف مزید دشمنی کے جذبات پیدا کیے بالآخر اس طرز عمل نے عجم میں شعوبی تحریک کو جنم دیا (عجمی قوم پرستی) اس کی وجہ سے ہی خراسان میں ابو مسلم خراسانی کی تحریک کو نمایاں کامیابی نصیب ہوئی اور عباسی خلافت کے قیام کے لیے راہ ہموار ہوئی۔

Marfat.com

۱۱۔ سانحہ کربلا

واقعہ کربلا اموی خلافت کا بہت بڑا سبب ہے امام حسینؓ کی مظلومانہ شہادت نے مسلمانوں کے دلوں میں ایک ہمہ گیر اضطراب پیدا کر دیا اموی حکومت پہلے ہی کچھ زیادہ مقبولیت حاصل نہ کر سکی تھی کہ اس سانحہ نے لوگوں کے دلوں کے اندر مزید نفرت کے جذبات پیدا کر دیئے امام حسینؓ کی شہادت نے کئی ایک ایسے گروہوں کو جنم دیا جن کا مقصد امویوں سے انتقام لینا تھا چنانچہ جب کبھی کوئی تحریک بنو ہاشم کے نام پر اٹھائی جاتی لوگ اس کے ساتھ تعاون کرتے اس جذبہ سے عباسیوں نے خوب فائدہ اٹھایا۔

۱۲۔ ایرانیوں کی عرب دشمنی

استیلاء عرب کے بعد ایرانیوں نے اگرچہ اسلام قبول کر لیا تھا لیکن ایران کی عظمتِ رفتہ کے نقوش ان کے ذہنوں میں ابھی تک محفوظ تھے ابھی کل کی بات تھی کہ ایران اپنی تہذیب و تمدن اور شاہی سطوت و وقار کی بنا پر دنیا کے عظیم ملکوں میں شمار ہوتا تھا ایرانی اپنے اسی شاندار ماضی کی بنا پر عربوں کے مقابلہ میں احساس برتری میں مبتلا تھے خلافت بنو امیہ خالص عربی حکومت تھی اس لیے ایرانی ہر اس تحریک کی پشت پناہی کے لیے ہر وقت مستعد اور تیار تھے جس کا مقصد بنو امیہ کی خلافت کا خاتمہ ہو عباسی دعوت کی مقبولیت اور ابو مسلم خراسانی کی کامیابی کی ایک وجہ ایرانیوں کی عرب دشمنی بھی ہے بنو امیہ کی بعض زیادتیوں کی بدولت یہ مخالفانہ جذبات عوامی تحریک کی شکل اختیار کر گئے اور بالآخر خلافت بنو امیہ کے خاتمہ کا سبب بنے۔

۱۳۔ سپہ سالاروں اور ارکین سلطنت کی رسوائی

وہ سپہ سالار اور ارکین سلطنت جنھوں نے اموی سلطنت کی وسعت اور استحکام کے لیے بیش بہا خدمات سر انجام دی تھیں انھیں خلفائے بنو امیہ نے اپنی شخصی رنجشوں کا نشانہ بنا کر رسوا ہی نہیں کیا بلکہ قید و بند میں ڈال کر قتل تک سے بھی دریغ نہ کیا خلیفہ سلیمان نے قتیبہ بن مسلم اور ابن اشعث جیسے عظیم سپہ سالاروں کی ذلت و رسوائی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی موسیٰ بن نصیر جیسا مایہ ناز فاتح اور جرنیل سلیمان کے عتاب کا شکار ہوا محمد بن قاسم فاتح سندھ محض حجاج دشمنی کی بنا پر قتل کر دیا گیا پھر یزید بن عبد الملک نے آل مہلب کا خاتمہ کر دیا حالانکہ ان لوگوں نے بنو امیہ کے لیے شاندار کارہائے نمایاں سر انجام دیئے تھے ان اقدامات کی وجہ سے امرا اور ارکین حکومت کے دلوں میں شکوک و شبہات نے جنم لیا اور ان کا اعتماد متزلزل ہو کر رہ گیا لہذا ان میں وہ پہلا سا جذبۂ جان نثاری موجود نہ رہا جس کی بدولت اموی سلطنت کو اس قدر وسعت اور استحکام حاصل ہوا تھا۔

Marfat.com

۱۴۔ عباسی دعوت اس ہمہ گیر بے چینی اور انتشار سے عباسی داعیوں نے پورا پورا فائدہ اٹھایا دعوت عباسی کو بنو ہاشم کے نام پر عوام سے روشناس کرایا گیا خراسان کو اس دعوت اور تنظیم کا مرکز بنا کر عباسی داعیوں کی ایک کثیر تعداد اطراف و اکناف میں پھیلا دی گئی یہ لوگ خفیہ طور پر تاجروں اور پیشہ وروں کے بھیس میں ملک کے مختلف حصوں کے دورے کرتے اور بڑے دردمندانہ انداز میں امام حسینؓ اور خانوادہ اہل بیت پر کیے گئے مظالم کی تشہیر کرتے اس طرح جب عوامی ذہن ہمہ گیر انقلاب کے لیے تیار ہو گیا تو ابو مسلم خراسانی جیسے با تدبیر رہنماؤں کی قیادت میں اموی حکومت کا تختہ الٹ کر عباسی خلافت قائم کر دی گئی۔

بنو امیہ کا نظام حکومت

۱۔ مرکزی نظام حکومت

خلیفہ بنو امیہ کے زمانہ میں خلافت اسلامیہ کو ملوکیت میں تبدیل کیا جا چکا تھا خلافت جمہوری ہونے کے بجائے خاندانی اور موروثی بن چکی تھی ملک کا سب سے بڑا حاکم خلیفہ تھا جو خلفائے راشدین کی طرح اپنے آپ کو امیر المؤمنین کہلاتا تھا لیکن خلفائے راشدین اور خلفائے بنو امیہ میں بنیادی فرق یہ تھا کہ خلفائے راشدین عوامی مشورہ اور رائے سے خلیفہ بنائے جاتے تھے لیکن خلفائے بنو امیہ مسلمانوں کے آزادانہ اور کھلے مشورہ سے نہیں بلکہ اپنی طاقت اور قوت کے بل بوتے پر برسر اقتدار آتے تھے ان کی حیثیت ایک مطلق العنان بادشاہ کی سی تھی تمام عمال حکومت قاضی، جج اور فوجی جرنیل خلیفہ کی طرف سے مقرر کیے جاتے اور وہ خلیفہ ہی کے سامنے جواب دہ تھے لیکن خود خلیفہ کسی کے سامنے جواب دہ نہ تھا مجلس شوریٰ کی حیثیت ختم کر دی گئی تھی اب خلیفہ کے مشیر اور مصاحبین، امرائے دربار اور شاہی خاندان کے افراد تھے عملی طور پر اگرچہ خلافت راشدہ کی بجائے ملوکیت کا آغاز ہو چکا تھا لیکن نظری اعتبار سے منصب خلافت کو جمہوری رکھا گیا اور خلفاء کے لیے بیعت حاصل کرنا لازمی قرار دیا اگرچہ یہ بیعت اقتدار اور جبر ہی کا نتیجہ تھی اور اس میں دلی رضامندی کو دور کا بھی دخل نہ تھا۔

خلفائے بنو امیہ نے بظاہر وہ تمام رسوم برقرار رکھیں جن کا تعلق خلفائے راشدین سے تھا مثلاً یہ لوگ جمعہ کا خطبہ دیتے نمازوں کی امامت کراتے اور اپنی دوسری مذہبی ذمہ داریاں بھی ادا

کرتے لیکن ان کی اپنی زندگیاں قیصر و قصریٰ کے نمونہ پر ڈھل چکی تھیں یہ خلفاء محلوں اور اونچے اونچے ایوانوں میں رہتے عیش و عشرت کی محفلیں منعقد کرتے اپنے دروازوں پر دربان اور حاجب رکھتے اور اپنے خلاف اٹھائی جانے والی ہر آواز کو سختی سے دبا دیتے ان خلفا میں حضرت عمر بن عبدالعزیز واحد خلیفہ تھے جن کی شخصیت اور جن کا عہد حکومت خلفائے راشدین سے تعلق رکھتا ہے انھوں نے تمام ناجائز اور غصب شدہ جاگیریں اور املاک اپنے اصل مالکوں کو واپس لوٹا کر اور دیگر اصلاحات نافذ کر کے خلافت راشدہ کی جمہوری روح کو بحال کرنے کی کوششیں کیں مگر ان کے بعد پھر وہی پہلا سا طرز عمل اختیار کر لیا گیا ہے۔

بیت المال خلفائے راشدین کے زمانہ میں بیت المال کو قومی خزانہ سمجھا جاتا تھا یہ ایک ایسی امانت تھی جسے خلیفہ اپنے من مانے طریقے سے خرچ کرنے کا مجاز نہیں تھا وہ اپنے گزارے کے لیے بیت المال سے صرف اتنی تنخواہ لینے کا حقدار تھا جس سے ایک اوسط درجہ کے آدمی کا گزر اوقات ہو سکے۔

بنوامیہ کے دور میں بیت المال کو خزانہ شاہی سمجھتے ہوئے خلیفہ اور اس کے خاندان کی ملکیت قرار دیا گیا اس کی آمد و خرچ کے بارے میں وہ کسی کے سامنے جواب دہ نہ تھا بیت المال کی آمدنی کا کثیر حصہ خلفاء اور اس کے رشتہ داروں پر وظائف، انعامات اور جاگیروں اور املاک کی صورت میں صرف ہوتا شاعروں اور گویوں کی سرپرستی کی گئی اور ضرورت مند اور نادار لوگوں کے وظائف کی تعداد میں کمی کر دی گئی۔

اخراجات کے علاوہ بیت المال کی آمدنی کے ضمن میں اب حلال و حرام کی تمیز اور تخصیص بھی ختم کر دی گئی طرح طرح کے نئے ٹیکس لگائے گئے جس کی شرعی اور عوامی بہبود کے نقطہ نظر سے کوئی حیثیت نہ تھی نو مسلموں سے جزیہ تک وصول کیا جاتا تھا۔

دربار خلفائے راشدین کی زندگی سادگی کا مجسمہ تھی خلیفہ کی حیثیت سے تمام اہم امور ملکی کا فیصلہ مسجد نبوی کے صحن میں بیٹھ کر کیا جاتا لیکن جب مسند اقتدار بنوامیہ کے ہاتھ میں آئی تو خلافت راشدہ کے زمانہ کی سادگی اور پاکیزگی ترک کر دی گئی امیر معاویہؓ نے اپنے بیٹھنے کے لیے تخت کی سی ایک نشست گاہ بنوائی امیر معاویہؓ کے بعد اکثر و بیشتر خلفا نے سوائے عمر بن عبدالعزیز کے قیصر و کسریٰ کا سا طرز زندگی اختیار کر لیا اور اس طریقے کو چھوڑ دیا جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور چاروں خلفائے راشدین چلتے رہے۔

شان و شوکت، خدام و حشم اور شاہانہ وقار و رباخلافت کا امتیازی وصف تھا خلیفہ کی موجودگی میں کسے بولنے کی جرأت اور اجازت نہ تھی شاہی محلات کے دروازوں پر حاجب اور دربان مقرر تھے لوگ اب براہِ راست ان کے پاس اپنی فریاد اور درخواست لے کر نہ جا سکتے تھے عوام اور خلفا کے درمیان تعلق ٹوٹ چکا تھا اور جو روابط باقی تھے وہ بھی حاجبوں اور دربانوں کے ذریعہ سے تھے یہ سب روایات امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ہی قائم ہو چکی تھیں خوارج کے قاتلانہ حملہ کے بعد خلیفہ کا حفاظتی دستہ بھی بنایا جا چکا تھا جسے الحرس کہتے تھے امیر معاویہؓ کے جانشینوں کے ہاتھوں دربارداری کے لوازمات میں مزید اضافے ہوئے اور شاعر، مسخرے، گویئے اور موسیقار دربار کی زینت بنے مگر اموی دربار اور خلفائے بنو عباس کے دربار میں بنیادی فرق تھا اموی دربار عربی روایات اور اقدار کا علمبردار رہا لیکن عباسیوں پر عجمیوں کے اثرات بے حد گہرے تھے۔

مختلف محکمے

۱۔ دیوان الجند اس کی حیثیت ایک ملٹری بورڈ کی سی تھی جس کے ذمہ فوج کا انتظام تھا اس کی ابتدا جناب عمرؓ کے زمانہ میں ہو چکی تھی فوجیوں اور ملتِ اسلامیہ کے دیگر مستحق افراد میں وظائف تقسیم کیے جاتے بنو امیہ نے اس میں تبدیلی کر دی اور اپنے آدمیوں کو اس سے فائدہ پہنچانا شروع کر دیا اور مخالفین کے وظائف بھی منسوخ کرنے شروع کر دیئے غیر عرب سپاہیوں کے نام تو اس رجسٹر سے سرے سے غائب کر دیئے گئے پہلے یہ وظائف فوجی معاوضہ کے طور پر دیئے جاتے تھے لیکن اب لوگ انھیں پنشن تصور کرنے لگے ہشام نے اپنے عہد میں اس غلط مفروضے کا خاتمہ کیا اور وہ تمام لوگ جو فوجی خدمات سرانجام نہیں دے رہے تھے ان کے نام اس رجسٹر سے قلم زد کر دیئے گئے۔

۲۔ دیوان الخراج یہ حکومت کا محکمہ مالیات تھا یہ زرخیز صوبوں کا خراج وصول کرتا تھا تمام مملکت کی مالیات اور حکومت کی آمدنی اور خرچ کا حساب کتاب رکھنا اس محکمہ کے فرائض میں تھا۔

۳۔ دیوان الرسائل اس کی حیثیت سکرٹریٹ کی سی تھی ہر قسم کی خط و کتابت، فرامین شاہی جاری کرنا اور ان کا باقاعدہ ریکارڈ رکھنا اس محکمہ کی [illegible] تھی اس کے علاوہ ملک کے تمام محکموں میں یگانگت اور ہم آہنگی پیدا کرنا بھی اسی [illegible] کا تھا۔

Marfat.com

۴۔ دیوان البرید دیوان البرید یا محکمہ ڈاک کا آغاز بھی امیر معاویہؓ نے کیا ابتداً اس محکمہ کا کام سرکاری ڈاک وغیرہ لے کر ملک کے ایک حصہ سے دوسرے حصہ تک پہنچانا تھا لیکن آہستہ آہستہ یہ محکمہ عوامی حیثیت اختیار کر گیا ملک کے طول و عرض میں ڈاک چوکیاں قائم کی گئیں جہاں برق رفتار گھوڑے ہر وقت موجود رہتے جو ایک چوکی کی ڈاک دوسری چوکی تک پہنچاتے عبدالملک نے اپنے زمانہ میں اس میں مزید ترقی دی اس محکمہ کے ذریعہ سراغرسانی کا کام بھی تھا ملک کے طول و عرض میں ہونے والے واقعات اور اہم خبریں اس محکمہ کے ذریعہ خلیفہ تک پہنچائی جاتیں۔

۵۔ دیوان الخاتم دیوان الخاتم کی ابتدا بھی امیر معاویہؓ کے زمانہ ہی سے ہوئی ایک بار امیر معاویہؓ نے عمرو بن زبیر کو زیاد بن ابی سفیان کے نام ایک فرمان میں عراق کے علاقہ سے ایک لاکھ درہم وصول کرنے کا اختیار دیا عمرو بن زبیر نے اس رقم کو ایک لاکھ کی بجائے دو لاکھ میں تبدیل کر کے خزانہ سے فاضل رقم حاصل کر لی بعد میں جب پڑتال کے دوران اس جعلسازی کا انکشاف ہوا تو امیر معاویہؓ نے جعلسازی کے امکانات کو ختم کرنے کیلئے دیوان الخاتم قائم کیا جو فرمان شاہی جاری ہوتا اس کی دستخط شدہ نقل اسی محکمہ کے پاس بطور ریکارڈ رہتی اور دارالخلافہ سے باہر جانے والے فرامین کو سربمہر کر کے روانہ کیا جاتا اور اس کی ایک کاپی اس محکمہ کے ریکارڈ میں محفوظ رکھی جاتی عبدالملک نے اس میں مزید ترقی کی۔

۶۔ دیوان الاحداث محکمہ پولیس یا دیوان الاحداث کی ابتداء اگرچہ خلافت راشدہ کے زمانہ میں ہو چکی تھی لیکن اموی دور میں اس کی تنظیم کی گئی ملک میں اکثر شورشیں برپا ہوتی رہتی تھیں اس لیے امن و امان کے قیام کی ذمہ داری اسی محکمہ کے سپرد تھی صرف کوفہ میں زیاد بن ابی سفیان کے پاس پولیس کے چالیس ہزار سپاہی تھے امن و امان کے علاوہ لوگوں کے مال اور املاک کی حفاظت بھی اس محکمہ کے ذمہ تھی افسر اعلیٰ کو صاحب الاحداث کہا جاتا تھا۔

ب۔ صوبائی حکومت

اموی سلطنت تقریباً ۹ بڑے بڑے صوبوں پر مشتمل تھی۔

۱۔ شام، حجاز (بشمول یمن اور وسط عرب)، مصر (زیرین اور بالائی دونوں حصے)

عراق اس میں عراق عرب، عراق عجم ۔ یمن ۔ بحرین ۔ کرمان سیستان، کابل، خراسان، ماوراالنہر اور سندھ کے علاقے شامل تھے صوبہ عراق کے والی کی حیثیت بہت اہم تھی اسے عموماً خلیفہ کا نائب سمجھا جاتا تھا بعض اوقات اس صوبہ کے مختلف حصوں کو الگ ولایت قرار دے کر عراق کے والی کے تحت ماتحت نائب گورنروں کے سپرد کر دیا جاتا تھا تاکہ کسی قسم کی انتظامی الجھن پیدا نہ ہو جائے ۔

آرمینیہ ۔ یہ آرمینیہ ۔ آذربائیجان ۔ جزیرہ اور ایشیائے کوچک کے حصوں پر مشتمل تھا ۔

افریقہ ۔ اس میں شمالی افریقہ اسپین ۔ جنوبی فرانس ۔ جزائر بحیرہ روم شامل تھے ۔ افریقہ کے والی کی حیثیت بھی عراق کے گورنر کی طرح بہت اہم شمار کی جاتی تھی ان صوبوں کی حدود انتظامی نقطہ نظر سے تبدیل ہوتی رہی تھیں بعض اوقات ان تبدیل شدہ حدود کی بناء پر صوبائی تعداد چودہ تک بھی پہنچ گئی جہاں تک اندرونی نظم و نسق کا تعلق تھا صوبے داخلی امور میں کافی حد تک خود مختار تھے ۔

صوبائی حکام

صوبائی نظم و نسق کی مشینری مندرجہ ذیل حکام پر مبنی تھی :۔

والی یا امیر ۔ صوبائی حکام میں سب سے اہم گورنر تھا جسے والی یا امیر کہتے تھے اسے خود خلیفہ مقرر کرتا اور خلیفہ کے ماتحت کی حیثیت سے تقریباً وہی فرائض سرانجام دینا پڑتے جو مرکز میں خود خلیفہ کے ذمہ تھے اپنے ماتحت افسر چننے میں اسے پوری آزادی حاصل تھی یہ بیک وقت صوبے کا انتظامی اور فوجی سربراہ تصور کیا جاتا تھا ان کے اختیارات بے پایاں تھے حجاج بن یوسف اور زیاد کی شخصیتیں لامحدود اختیارات کی حامل تھیں صوبائی معاملات میں انہیں بہت زیادہ آزادی حاصل تھی اس کی ایک وجہ ذرائع نقل و حمل میں دشواری تھی کیونکہ عراق اور افریقہ وغیرہ جیسے اہم صوبوں کے لیے بار بار قصر خلافت سے اجازت اور منظوری لینا ناممکن العمل تھا لہذا خلیفہ کی ماتحتی میں والی صوبائی حالات کے مطابق بڑے بڑے قدم اٹھاتے اور انھیں اپنے خلفاء کی پوری سرپرستی حاصل ہوتی بغاوتوں اور شورشوں کا خاتمہ، امن و امان کا قیام، محاصل کا جمع کیا جانا، سڑکوں، نہروں اور پلوں وغیرہ کی تعمیرات کا فریضہ ان کے ذمہ تھا ۔

عامل ۔ دوسری اہم شخصیت عامل کی تھی یہ صوبائی مالی امور اور بیت المال کا انچارج تھا۔ چونکہ اپنے شعبہ میں اسے مکمل اختیارات حاصل تھے اس لیے بعض اوقات والی بھی اس کا محتاج ہوتا تھا۔ یہ براہِ راست خلیفہ کے سامنے جوابدہ ہوتا اور تمام حساب کتاب خلیفہ کے سامنے پیش کرنے کا ذمہ دار

صاحب الخراج ۔ شروع میں صرف مالیہ زمین کی وصولی اور نگرانی اس کے ذمہ تھی جب بعد کے ادوار میں عامل اور صاحب الخراج دونوں عہدوں کو ملا کر ایک کر دیا گیا تو صاحب الخراج کی حیثیت مالی شعبہ میں بہت بڑھ گئی اور وہ تمام صوبائی مالی امور کا انچارج قرار دیا گیا۔

کاتب ۔ ہر صوبائی دیوان (محکمہ) کا افسر اعلیٰ کاتب کہلاتا اس کی حیثیت موجودہ زمانہ کے سیکرٹری کی سی تھی اس کا تقرر صوبائی گورنر خود کرتا۔

صاحب البرید ۔ صوبائی محکمہ ڈاک کا بڑا افسر صاحب البرید کہلاتا تھا خط و کتابت کی ترسیل کے انتظامات کے علاوہ خلیفہ کو خفیہ طور پر تمام ملکی حالات اور اہم واقعات سے باخبر رکھنا بھی اس کے فرائض میں شامل تھا۔

صاحب الشرط ۔ ملک کے اہم حصوں میں جہاں جہاں پولیس فورس قائم تھی اس کے افسر اعلیٰ کو صاحب الشرط کہتے تھے ان کا فرض ملک کے اندر امن و امان کا قیام تھا صرف کوفہ میں زیاد بن سمیہ کے ماتحت چالیس ہزار ملٹری پولیس قیام امن کے لیے موجود تھی جو مشکوک لوگوں کی کڑی نگرانی کرتی اور بدامنی کو سختی سے کچل دیتی۔

قاضی ۔ لوگوں کی دادرسی اور عدل و انصاف کے قیام کے لیے تمام صوبائی اضلاع میں قاضی مقرر کیے جاتے تھے۔

صوبائی محکمے ۔ مرکز کی طرح صوبوں میں بھی ا۔ دیوان الجند ۔ ۲۔ دیوان الرسائل ۔ ۳۔ دیوان المستغلات (مالی امور کا صوبائی محکمہ) جہاں آمد و خرچ کا حساب رکھا جاتا تھا ۔ ۴۔ دیوان البرید اور ۵۔ دیوان الاحداث قائم تھے ان کے اختیارات اور فرائض تقریباً تقریباً وہی تھے جو ان مرکزی محکموں کے تھے۔

۳ ۔ ذرائع آمدنی

بنو امیہ کی حکومت کے ذرائع آمدنی تقریباً وہی تھے جو اس سے پہلے عہد رسالتؐ اور خلفائے راشدین میں تھے پہلے ذرائع آمدنی تو بدستور قائم رہے لیکن اس کے علاوہ اس دور میں کچھ ایسے ذرائع بھی اختیار کیے گئے جو اسلامی نقطہ نظر سے درست نہ تھے۔

زکوٰۃ ہر مسلمان کے لیے مذہبی طور پر فرض تھا کہ اپنے مال اور املاک پر ۲ $\frac{1}{2}$ فی صد کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرے اسلامی قانون معیشت اور مالی امور میں زکوٰۃ کو بنیادی اہمیت

Marfat.com

حاصل ہے۔

خراج مفتوحہ علاقہ کی زمین پر جو مالیہ وصول کیا جاتا اسے خراج کہتے تھے خراج کی شرح میں یکسانیت نہ تھی بلکہ مفتوحہ علاقے سے اسی شرح سے خراج وصول کیا جاتا تھا جو فتح کے وقت معاہدہ میں طے کی پاتی تھیں۔

مالیہ اس کی شرح مختلف زمانوں میں مختلف تھی اور ہر خلیفہ حسب منشا اس میں کمی بیشی کر سکتا تھا۔

جزیہ فوجی امداد کے عوضانہ کے طور پر غیر مسلموں سے معمولی قسم کا ٹیکس وصول کیا جاتا تھا اس میں بھی عورتوں، بڈھوں، بچوں، ناداروں، غریبوں اور بعض مذہبی حلقوں کو معافی تھی حجاج کے زمانہ میں موالیوں (نو مسلموں) سے خزانہ کی کمی کو دور کرنے کے لیے بدستور جزیہ وصول کیا جارہا تھا جسے انھوں نے پسند نہ کیا اور اس کے خلاف بطور رد عمل کئی ایک بغاوتیں کیں۔

کسٹم ڈیوٹی غیر ممالک سے جو مال درآمد کیا جاتا اس پر مختلف شرح کے مطابق ٹیکس لگایا جاتا تھا۔

خمس مالِ غنیمت کا پانچواں حصہ سرکاری خزانے میں داخل کیا جاتا تھا۔

خلیفہ کی ذاتی جاگیریں ان کی آمدنی بھی براہ راست بیت المال میں جمع کی جاتی تھی۔

د۔ فوجی نظام

بنو امیہ کی عظمت اور طاقت کا سرچشمہ ان کی فوج تھی ان کی کامیابیوں اور عظیم الشان فتوحات کا سبب ان کی زبردست فوجی قوت تھی زمانۂ جاہلیت میں بھی قریش کی طرف سے یہ فوجی تنظیم کے ذمہ دار تھے سپہ سالار عموماً ان ہی میں سے ہوا کرتا تھا چنانچہ فوجی امور میں بنو امیہ کو خاصی مہارت حاصل تھی خلفائے راشدین کے بعد امیر معاویہؓ نے خلافت بزور حاصل کی اور جب تک ان کی فوجی تنظیم میں کوئی ضعف اور کمزوری پیدا نہ ہوئی حکومت ان کے ہاتھ میں رہی۔

بنو امیہ نے اپنے عہد حکومت میں عظیم الشان کارہائے نمایاں اور فتوحات سرانجام دیں یہ تمام کامرانیاں ان کی اعلیٰ فوجی تنظیم کی بدولت تھیں۔

Marfat.com

تنظیم | اقتدار حاصل کرنے کے بعد بنو امیہ نے فوجی نظام میں کئی ایک تبدیلیاں کیں بازنطینی حکومتوں کے ساتھ معرکہ آرائیوں کے دوران وہ ان کے جنگی قواعد اور حربی تنظیم کا اچھی طرح مشاہدہ کر چکے تھے چنانچہ انھوں نے اپنی فوجی تنظیم کو ان تجربات کی روشنی میں منظم کیا پیش قدمی کے دوران جب فوجیں قیام کرتیں تو ان کے کیمپ بازنطینی طریقے کے مطابق ترتیب دیئے جاتے ان کی حفاظت کے لیے اردگرد خندقیں وغیرہ کھودی جائیں گرمائی اور سرمائی فوج الگ الگ ہوتی تھی لڑائی کے وقت فوج کو پانچ حصوں میں تقسیم کیا جاتا جو مرکز (قلب) دائیں بازو (میمنہ) بائیں بازو (میسرہ) ہراول دستے (مقدمہ) اور حفاظتی دستے اور عقب پر مشتمل ہوتا میدان جنگ میں فوجوں کی صف بندی کی جاتی اور دو دو یا ایک ایک کی لائن میں دشمن کے خلاف پیش قدمی کی جاتی آخری خلیفہ مروان ثانی کے زمانہ میں صف بندی کے اس قدیم طریقہ کی بجائے فوج کو چھوٹے چھوٹے دستوں میں تقسیم کر کے نئے طریقے کی ابتدار کی گئی فوجی تنظیم اور مراتب میں اعشاری نظام قائم تھا اس نظام کے مطابق دس سپاہیوں پر ایک افسر مقرر تھا جسے عارف یا امیر العشرہ کہتے تھے دس عارف (یا سو سپاہی) ایک نائب کے ماتحت ہوتے تھے اور دس نائبوں پر ایک قائد ہوتا تھا ایک امیر کے ماتحت دس قائد یعنی ۱۰ ہزار سپاہی ہوتے تھے اس کے بعد سب سے بڑا افسر سپہ سالار کہلاتا تھا جس کے تحت بہت سے امیر ہوا کرتے تھے ان فوجی عہدیداروں کے علاوہ فوج میں دیگر افسر بھی تھے مثلاً قاضی، ترجمان، خزانچی، ترجمان، پرچہ نویس وغیرہ صوبائی فوج گورنر کے ماتحت تھی صوبائی فوج کی تنظیم کے لیے مرکز سے الگ ہر صوبہ میں دیوان الجند کا محکمہ باقاعدہ قائم تھا جس کے ذمہ فوج کی تنظیم تھی۔

جہاں تک فوج کی بھرتی کا تعلق ہے اس میں عرب اور غیر عرب سب شامل تھے شامیوں عراقیوں اور بربریوں کی کثیر تعداد اموی فوج کا جزو تھی امیر معاویہؓ کے زمانہ میں بھرتی کی رفتار تیز تر کر دی گئی تھی اور تقریباً ایک لاکھ اسی ہزار مستقل اور غیر مستقل فوج معرض وجود میں آ چکی تھی جس میں سے ساٹھ ہزار سپاہی مستقل فوج سے تعلق رکھتے تھے جن میں شامیوں کی اکثریت تھی دارالخلافہ دمشق میں مرکزی فوج ہر وقت موجود رہتی تھی مرکز میں ایک الگ محکمہ فوج (دیوان الجند) قائم تھا جو براہِ راست خلیفہ کی نگرانی میں کام کرتا تھا اموی فوج میں عربی عنصر کو بنیادی حیثیت حاصل تھی اور وہی تمام بڑے بڑے عہدوں پر فائز تھے فوجیوں کو بیت المال سے وظائف اور خاص تنخواہیں بھی دی جاتی تھیں امیر معاویہؓ کے زمانہ میں ایک سپاہی کی تنخواہ ایک ہزار درہم سالانہ تھی ولید ثانی

Marfat.com

کے زمانے میں اس شرح میں معمولی سا اضافہ کیا گیا لیکن مالی مشکلات کی بنا پر یزید ثالث کے زمانہ میں اس میں پھر کچھ کمی کر دی گئی یہ بات قابل ذکر ہے کہ مروان ثانی کے زمانہ کو بنوامیہ کا دور انحطاط شمار کیا جاتا ہے اموی مستقل فوج کی تعداد تقریباً ایک لاکھ بیس ہزار تھی اس غیر مستقل اور مستقل فوج کے علاوہ بنوامیہ کی سپاہ میں رضا کار فوج بھی بھرتی کی جاتی تھی اگرچہ انھیں تنخواہ تو نہ دی جاتی لیکن مالِ غنیمت میں انھیں حصہ دیا جاتا ڈاکٹر حسینی کے بقول یہ رضا کار بالعموم اپنے ساتھ اپنا اسلحہ اور وردی لاتے اور جنگ کے تمام اخراجات بھی خود برداشت کرتے بعض اوقات عورتیں بھی فوج کے ساتھ شامل ہوتیں تاکہ وہ فوجیوں کی خدمت کر سکیں کئی مواقع پر ان عورتوں نے بھاگتے ہوئے مسلمان سپاہیوں کو غیرت دلا کر پھر میدان جنگ میں دھکیل دیا۔

فوجی چھاؤنیاں بنوامیہ کے عہد حکومت میں دمشق، کوفہ، بصرہ، واسط اور قیروان اہم فوجی چھاؤنیاں اور بھرتی کے مراکز تھے ان فوجی چھاؤنیوں میں ہر وقت تازہ دم فوج تیار رہتی ان کی حفاظت کے لیے ارد گرد محفوظ فصلیں تعمیر کی جاتی تھیں سرحدوں پر جا بجا پختہ قلعے بنائے جاتے جن میں حفاظتی دستے مقیم رہتے تاکہ بیرونی حملوں کی صورت میں فوج بر وقت کارروائی کر سکے۔

اسلحہ اس زمانہ کے رواج کے مطابق اسلحہ میں تیر، بھالے، تیر کمان، تلواریں، زرہیں، ڈھالیں، کلہاڑے وغیرہ بکثرت استعمال ہوتے تھے قلعوں کی فصیلوں کو توڑنے کے لیے قلعہ شکن آلات کا استعمال کیا جاتا جنھیں منجنیق کہتے تھے اس کے علاوہ دبابہ اور کبش بھی قلعہ شکن آلات کے طور پر استعمال ہوتے تھے منجنیق سے قلعے کی فصیلوں پر بڑے بڑے پتھروں کی بارش کی جاتی تھی لیکن کبش کا آہنی ٹکریں مار مار کر قلعہ کی دیوار کو توڑ دیتا تھا اس کے علاوہ آگ لگانے والے آتش گیر مادے کا بھی رواج تھا۔

بحری فوج امیر معاویہؓ کے زمانہ میں بحری فوج کا قیام ایک زبردست کارنامہ ہے خلفائے راشدین کے زمانہ میں جب آپ شام کے گورنر تھے تو آپ نے بحری فوج کی تنظیم کی طرف توجہ مبذول کی تھی خلیفہ بننے کے بعد آپ نے طاقت و تجربہ کی ضرورت کو شدت سے محسوس کیا کیونکہ رومی اکثر شام کے ساحلی علاقوں پر یلغار کرتے رہتے تھے ۴۹ھ/۶۶۹ء تک عربوں کے پاس صرف مصر میں بحری جہاز تیار کرنے کا ایک کارخانہ تھا ایک ایسے ہی کارخانہ کی شام میں بھی ضرورت محسوس کی گئی چنانچہ ساحل شام پر جہاز سازی کے کارخانہ کو قائم کر کے فن جہاز سازی کی ترقی کیلئے

Marfat.com

زبردست اقدامات کیئے گئے عکّہ کی بندرگاہ کو بحری سرگرمیوں کے لیے مرکز بناکر امیر معاویہؓ نے رومیوں کے حملوں کی روک تھام اور اُن کے خلاف جنگی کارروائیوں کے لیے کئی ایک اقدامات اٹھائے امیر معاویہؓ کی وفات کے وقت اسلامی بحریہ کے پاس تقریباً ۱۷۰۰ بحری جہاز موجود تھے ساحل شام پر بحری جہاز سازی کے کارخانوں کے علاوہ مصر میں بھی کئی کارخانے بحری جہاز بنانے میں مصروف تھے جہاں تک جہازی ساخت کا تعلق ہے جہاز کے دو زیریں عرشے ہوتے اور ان پر پچیس پچیس نشستیں ہوتی تھیں ہر نشست پر دو بحری سپاہی کام کرتے تھے ۔

عبدالملک کے زمانہ میں تیونس میں جہاز سازی کا ایک بہت بڑا کارخانہ قائم کیا گیا لیکن بحریہ کی قوت میں حقیقی اور شاندار اضافہ ولید بن عبدالملک کے دور میں ہوا ولید کا دور اموی عہد حکومت کا شاندار باب شمار کیا جاتا ہے اس دور کی تمام تر فتوحات اسلامی بحریہ کی کارکردگی اور قوت کی بدولت تھیں بقول ڈاکٹر حسینی اس دور میں بحیرہ روم کے اکثر جزائر اور سندھ وغیرہ کی فتوحات عظیم اسلامی بحریہ ہی کی بدولت حاصل ہوئیں ولید کے زمانہ میں اسلامی بحریہ کے جہاز ساحل شمالی افریقہ، مصر اور وادی نیل میں ہر وقت موجود رہتے تاکہ مخالفین بالخصوص بازنطینی خطرہ کا مقابلہ اور استیصال فوری طور پر کرسکیں موسیٰ بن نصیر نے تیونس میں جہاز سازی کے لیے نئے کارخانے قائم کیئے بحیرہ روم کے علاوہ بحر ہند اور بحیرہ احمر میں بھی اسلامی بحریہ کے جہاز گشت کرتے رہتے تھے جنگی بحری جہازوں کے علاوہ بحری جہازوں پر مشتمل تجارتی بیڑہ الگ موجود تھا دور دور تک مالِ تجارت سے لدے ہوئے جہاز سفر کرتے ہندوستان اور لنکا کے علاوہ عدن، بصرہ ہرمز وغیرہ تجارتی منڈیاں تھیں بیرونی تجارت کی بدولت حکومت کو لاکھوں دینار سالانہ محصول وصول ہوتا تھا الغرض بنو امیہ کے عہد حکومت میں اسلامی بحریہ کی ٹھوس اور منظم خطوط پر تشکیل کی گئی ۔

عدلیہ

مسلمانوں کی حکومت میں عدلیہ ہمیشہ بہت اہم شعبہ رہا ہے بنو امیہ نے بھی اس کی اہمیت کے پیش نظر اس شعبہ کے لیے صالح ترین افراد منتخب کیئے زیاد والئی بصرہ نے سیاسی معاملات میں جو کردار بھی ادا کیا ہو عدلیہ کے لیے اس نے حضرت انسؓ بن مالک حضرت عبدالرحمنؓ بن سمرہ جیسے صحابہ کو منتخب کیا بنو امیہ کو اس بات کا احساس تھا کہ ایماندار اور ذمہ دار عدلیہ عوام کا اعتماد بحال رکھنے میں کیا حصہ ادا کرتی ہے ۔

عدلیہ کی تنظیم بالعموم خلافت راشدہ کے طرز پر ہی قائم رکھی گئی ہر ضلع میں قاضی مقرر

Marfat.com

کیاجاتا تھا اور صوبہ میں ایک بڑا قاضی مقرر ہوتا تھا قاضی کو بعض اوقات اوقاف وغیرہ کی نگرانی کے فرائض بھی سونپ دیئے جاتے تھے البتہ اموی دور میں صوبہ میں قاضیوں کا تقرر صوبائی گورنر ہی کی طرف سے ہوتا تھا جو اسے معزول کرنے کا اختیار بھی رکھتا تھا خلافت راشدہ کی طرح خلیفہ کو قاضی کی عدالت میں طلب نہیں کیا جاسکتا تھا خلیفہ کا رعب وجلال اس حد تک ہوتا تھا کہ کوئی شخص خلیفہ سے جھگڑا کرنے یا اس کے خلاف استغاثہ دائر کرنے کی ہمت ہی اپنے اندر نہ رکھتا تھا صوبائی گورنر بھی قاضی کے سامنے جوابدہ نہیں ہوتے گویا عدلیہ اور انتظامیہ کی علیحدگی مکمل نہیں رہی تھی بلکہ عدلیہ پر انتظامیہ کی ایک گونہ برتری قائم ہوگئی تھی تاہم جہاں عوام کا تعلق ہے ان کے فیصلے بدستور نہایت دیانتداری سے اور اسلامی قانون کے تحت ہی ہوتے تھے اور ذمیوں کے فیصلے ان کے ذاتی قانون (PERSONAL LAW) کے تحت ہوتے تھے۔

بنوامیہ نے گورنروں اور با اثر لوگوں کے مظالم کے انسداد کے لیے دیوان مظالم کے نام سے ایک الگ عدالت بھی قائم کی تھی جس کی صدارت بالعموم خلیفہ خود کرتا تھا کبھی کبھار قاضی القضاۃ بھی اس کی صدارت کرتا تھا اس عدالت کی موجودگی کی وجہ سے اموی عمال مظالم کرنے سے ہچکچاتے ضرور تھے لیکن خلیفہ کے معتمد علیہ ہونے کی صورت میں یہ عدالت ان کے خلاف کاروائی نہیں کرتی تھی

اموی دور میں ثقافتی ترقی اور سماجی زندگی

علم وادب ظہور اسلام سے پہلے عربوں میں لکھنے پڑھنے کا رواج نہ تھا ان کے جاہلی دور کا سارا ادب بیشتر حافظہ میں محفوظ تھا اور سینہ بسینہ لوگوں میں روایتاً منتقل ہوتا رہتا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلامی کی نشر و اشاعت کے لیے تعلیم و تعلم کو نہایت ضروری سمجھا چنانچہ آپ نے مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے پر زور دیا ابتداً تعلیم کے ساتھ ساتھ کتابت اور تحریر کو ترقی ہوئی اسلام کے ابتدائی زمانہ میں چونکہ اشاعت اسلام کی ضرورت تھی اس لیے صرف قرآنی تعلیمات اور مذہبی علوم کی طرف توجہ دی گئی بہرحال عہد رسالت اور خلفائے راشدین کے زمانہ میں قرآن وحدیث، اخلاقی وحکیمانہ شاعری، تفسیر وفقہ اور سیر کے علاوہ فن خطابت کو بہت زیادہ ترقی ہوئی جس کی وجہ سے نثر خاص توجہ کا باعث بنی خلفائے راشدین کے بعد جب زمام اقتدار بنوامیہ کے ہاتھ میں آئی تو ان علوم میں مزید ترقیاں

Marfat.com

ہوئیں شروع شروع میں مسلمانوں نے غیر اقوام کے ساتھ زیادہ آزادانہ میل جول نہ رکھا وہ صرف قرآن وحدیث کے علوم کی ترویج اور اشاعت کی طرف مائل رہے اور دیگر علوم کی طرف زیادہ توجہ نہ دی بنوامیہ نے نامساعد حالات اور جنگ وجدل اور فتوحات وغیرہ میں زیادہ سے مشغول رہنے کے باوجود علوم کی تخم پاشی کی جس کا ثمر عہد بنو عباس میں ظاہر ہوا۔

بعض مورخین اموی دور کی ادبی و علمی خدمات کا ذکر کچھ اس طرح کرتے ہیں جیسے ان کا عہد تمدنی اور علمی ترقیوں سے خالی ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ صحرائے عرب کے بدوؤں کے ظہور اسلام سے پہلے کوئی تہذیب برپا نہ کی تھی اس لیے وارثتاً ان کے پاس دین یا دنیاوی علوم کے خزانے نہ تھے لیکن کمال تو یہ ہے کہ مسلمانوں نے اسلامی تعلیمات کی روشنی میں علوم کی کچھ اس طرح آبیاری کی کہ چند برسوں کے عرصہ میں وہ دنیا کی متمدن ترین قوم شمار ہونے لگے اور ان کے شہر علوم وفنون کا مرکز بن کر رہ گئے ان حالات میں عہد بنوامیہ کی علمی وادبی اور تمدنی سرگرمیاں اگرچہ ابتدائی حیثیت کی حامل ہیں لیکن ترقی و تکمیل علوم کی جو صورت عباسی دور میں ظاہر ہوئی اس کی جڑیں بلاشبہ سابقہ زمانہ تک جاتی ہیں اسی لحاظ سے عہد بنوامیہ علوم کی تخم ریزی اور پرورش کا زمانہ کہلایا اس دور میں دینی اور قدیم علوم کے علاوہ بعض نئے علوم بھی پیدا ہوئے۔

دینی علوم

خلفائے راشدین کے دور میں دینی علوم کی نشر و اشاعت کا کام سرکاری سرپرستی میں کیا گیا عوام و خواص کی حوصلہ افزائی کی جاتی کہ وہ دینی علوم پر زیادہ سے زیادہ عبور حاصل کریں گویا قرآن فہمی اس دور کا سب سے بڑا مقصد تھا۔

خلفائے راشدین کے نزدیک ان قرآنی علوم کی ترویج ریاست اور سربراہ ریاست یعنی خلیفہ کی بنیادی ذمہ داری تھی لیکن عہد بنوامیہ میں یہ سب کچھ ضمنی اور ثانوی حیثیت اختیار کر گیا بہرحال خلفائے بنوامیہ نے دینی علوم کی اشاعت کی تمام کوششوں کو نہ صرف بنظر استحسان دیکھا بلکہ ان کی پوری پوری سرپرستی اور حوصلہ افزائی کی چنانچہ اسلامی علوم وفنون میں کوئی فن ایسا نہیں تھا جس کی ترتیب و تدوین اور ترقی واشاعت میں خلفائے بنوامیہ کی سعی وجہد شامل نہ ہو۔

قرآن مجید

قرآن مجید کلام الٰہی ہونے کی حیثیت سے تمام اسلامی علوم وفنون کا سرچشمہ ہے خلفائے راشدین کے زمانہ میں تفہیم قرآن اور اشاعت قرآن کے لیے بے پایاں کوششیں کی گئیں حفظ قرآن، جمع قرآن، قرأت اور عربی زبان کی ترویج کے لیے بڑے بڑے اہم اقدامات اٹھائے جا چکے تھے لیکن اس پر نقطے اور اعراب نہ لگائے گئے

Marfat.com

تھے جس کی وجہ سے نومسلموں کو قرآن پڑھنے میں خاصی دشواری محسوس ہوتی تھی اور کئی قسم کی غلطیاں پیدا ہونے کا اندیشہ تھا عراق میں اعراب کے نہ ہونے کی وجہ سے خاصی غلط فہمیاں پھیلائی گئیں۔ قرآن مجید کی قرأت میں دشواریوں کے پیش نظر جو عجمیوں اور نومسلموں کو پیش آرہی تھیں خلیفہ عبدالملک کے زمانہ میں ایک نہایت ہی اہم قدم اٹھایا گیا حجاج بن یوسف نے قرآن پر نقطے اور اعراب لگوا... کہ قرآن فہمی اور قرآن خوانی میں کوئی دشواری نہ رہے یوں تو اکثر خلفائے بنوامیہ نے قرآنی علوم کی ترویج میں دلچسپی قائم رکھی لیکن حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے عہد حکومت میں اس بارے میں بہت زیادہ کام کیا گیا۔

تفسیر قرآن پاک کی تفسیر کی ابتداء نزول قرآن کے ساتھ ہو گئی تھی خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی زندگی اور اقوال قرآن کی عملی تصویر تھی بہر حال اموی دور میں یہ فن صحیح معنوں میں مدون ہوا اور تفسیر کے بڑے بڑے ائمہ پیدا ہوئے تفسیر کی پہلی باقاعدہ کتاب خلیفہ عبدالملک کے حکم سے سعید بن جبیر نے لکھی اس دور کے ممتاز مفسرین عکرمہ قتادہ بن دعامہ سدوسی، مجاہد بن جبیر، سعید بن جبیر اور حسن بصری ہیں روایت ہے کہ مجاہد حسن بصری، امام باقر اور حضرت علیؓ کے ایک رفیق ابوحمزہ نے تفاسیر لکھیں جو آج ناپید ہیں بہر حال ان آئمہ مفسرین کی قائم کردہ روایات بعد میں آنے والے علماء کے لیے نمونہ ہیں۔

قرأت قرآن پاک کی قرأت بھی ایک باقاعدہ علم ہے قرآنی آیات والفاظ کی صحیح ادائیگی کا باقاعدہ اہتمام خلفائے راشدین کے زمانہ میں کیا گیا تمام ممالک محروسہ میں مستند قاری مقرر کیے گئے تاکہ وہ قرآن خوانی میں عجمیوں اور نومسلموں کی راہنمائی کریں لوگ جوق در جوق اس علم کو حاصل کرنے کے لیے ان کے پاس جمع ہوتے عہد بنوامیہ میں اس ضمن میں خاصہ کام ہوا چنانچہ قرآن کریم کے مشہور قرآئے سبعہ (سات قاری) بنوامیہ کے دور سے ہی متعلق ہیں۔

تدوین حدیث قرآن مجید کے بعد اسلامی احکام اور اصول اخلاق کا سرچشمہ وہ ارشادات ہیں جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے ادا ہوئے جنھیں حدیث کہا جاتا ہے نزول قرآن کے زمانہ میں قصداً حدیثیں جمع کرنے اور لکھنے سے اجتناب برتا گیا تاکہ حدیث اور قرآن کے الفاظ باہم خلط نہ ہو جائیں بہر حال صحابہ حضورؐ کے تمام اقوال کو اس طرح ذہنوں میں محفوظ کر لیتے تھے جیسے قرآن مگر انھیں احتیاطاً لکھتے نہ تھے نزول قرآن کے بعد جب ایسا کوئی خدشہ باقی نہ رہا تو جمع حدیث اور تدوین حدیث کی طرف توجہ دی گئی اس ضمن میں شاندار کام بنوامیہ کے عہد حکومت

اسی میں ہوا حدیث پاک جمع کرنے کے لیے دنیائے اسلام کے گوشے گوشے میں درس حدیث کے حلقے قائم ہوئے اس علم کے شائقین ایک ایک حدیث کی سماع اور صحت جانچنے کے لیے پیدل دور دراز کا سفر اختیار کرتے اس علم کا سب سے بڑا مرکز مدینہ تھا امام ابن شہاب الزہری حدیث کی تلاش میں مدینہ کی گلی گلی کا چکر لگاتے اور ہر فرد و بشر سے حدیث کے بارے میں پوچھتے اور اس طرح صحیح حدیثیں جمع کرتے یہی حال ابو قلابہ جرمی اور مکحول اور ابو العالیہ ریاحی کا تھا جب تک یہ لوگ خود راوی اول کی زبان سے متعلقہ حدیث کو نہ سن لیتے اور پھر اسے تحقیق کی کسوٹی پر پرکھ نہ لیتے قبول نہ کرتے ان کے علاوہ دیگر اشخاص جو علم حدیث میں سند مانے جاتے ہیں اسی دور سے تعلق رکھتے ہیں سعد بن جبیر، سعید بن مسیب، سالم بن عبدالعزیز بن عمر، طاؤس بن کیسان، امام شعبی، عبدالرحمٰن بن ابی لیلیٰ، عطا بن ابی رباح، عکرمہ، نافع مولیٰ ابن عمر، علقمہ ابن قیس، قتادہ بن دعامہ سدوس، مجاہد بن جبیر، محمد بن سیرین، محمد بن مسلم زہری، محمد بن منکدر اور مکحول شامی بڑے بڑے محدث تھے جن کی روایات پر کتب احادیث کا دار و مدار ہے۔

محدثین نے روایت اور حدیث کے علاوہ حدیثوں کے مجموعے بھی تیار کیے خلیفہ ہشام ابن عبدالملک نے امام زہری سے چار سو حدیثوں کا ایک مجموعہ مرتب کرایا تھا اس کے علاوہ اس ضمن میں سب سے بڑا کارنامہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کا تھا ان سے پہلے احادیث صرف صحابہ اور تابعین کے سینوں میں محفوظ تھیں بخاری، مسلم، موطا اور احادیث کی دیگر کتب جو صحیح احادیث کا مجموعہ ہیں حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے زمانہ تک معرض وجود میں نہ آئی تھیں اگر حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز اس طرف متوجہ نہ ہوتے تو شاید یہ قیمتی سرمایہ ہم تک نہ پہنچ سکتا سعد بن ابراہیم نے لکھا ہے کہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے انھیں حدیث جمع کرنے کا حکم دیا آپ نے محسوس کیا کہ امتدادِ زمانہ کے ساتھ علمائے وقت جو حدیث کا علم اور فہم رکھتے ہیں دنیا سے اٹھتے جا رہے ہیں اور اگر یہی حال رہا تو علم حدیث کے ختم ہو جانے کا اندیشہ ہے انھوں نے قاضی ابوبکر بن حزم کو جو ان کی طرف سے مدینہ کے گورنر تھے یہ حکم لکھا کہ احادیث نبویہؐ کی تلاش کرکے انکو جمع کرلو کیونکہ مجھے علم کے مٹنے اور علماء کے فنا ہونے کا خوف معلوم ہوتا ہے اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث قبول کی جائے چنانچہ اس کے نوع کے احکام دیگر گورنروں کے نام بھی لکھے گئے آپ نے علماء سے احادیث کے مجموعہ مرتب کرائے اور انھیں ممالک مفتوحہ میں پھیلا دیا۔

فقہ اموی دور میں فقہ اسلامی کو بھی کافی ترقی ہوئی وہ لوگ جو علم قرآن، علم حدیث میں ماہر

Marfat.com

ہوا کرتے تھے نفرپیاا وہی علم فقہ میں بھی باکمال تھے کئی ایک نے فقہ پر کتابیں لکھیں عبداللہ ابن عبداللہ بن مسعود، عروہ بن زبیر بن عوام، قاسم بن محمد ابی بکر وغیرہ فقہ میں نامور اساتذہ تھے۔

صرف و نحو

کوفہ اور بصرہ عراق کے دو مشہور شہر عہد بنو امیہ میں علوم و فنون کے مرکز کی حیثیت سے ابھرے حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہ دونوں شہر فوجی چھاؤنیوں کی حیثیت سے متعارف تھے خوشگوار آب و ہوا اور مناسب محل وقوع کی بنا پر یہ شہر ترقی کرتے کرتے علمی مراکز کی حیثیت اختیار کر گئے کوفہ کو حضرت علیؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں دارالخلافہ قرار دیا جس کی وجہ سے اسے کافی اہمیت حاصل ہوئی۔ حضرت علیؓ لسانیات کے خود ماہر تھے اس لیے زبان دانی اور لسانیات کے اصول جسے ہم صرف و نحو کہتے ہیں کی بنیاد انھوں نے یہاں رکھی دوسری طرف بصرہ میں بھی عربی زبان اور اس کی صرف و نحو کی علمی تحقیق وغیرہ پر کام کا آغاز ہوا تاکہ ایک طرف عربی زبان کی اہمیت برقرار رہے (یعنی وہ دیگر مقامی زبانوں سریانی، ایرانی کے میل جول سے بگڑ نہ جائے) اور دوسری طرف نومسلموں کو قرآن خوانی اور سرکاری ملازمتوں کے حصول میں آسانی ہو۔

بہر حال صرف و نحو کے یہ دو مستقل مکاتب فکر کوفی اور بصری معرض وجود میں آئے بصرہ کے ابوالاسود دوئلی کو صرف و نحو کا بانی سمجھا جاتا ہے دوئلی کے شاگرد خلیل بن احمد بصری نے لغت کی پہلی کتاب "کتاب العین" مرتب کی اس کے شاگرد سیبویہ نے "الکتاب" کے نام سے گرامر کی مشہور و معروف کتاب لکھی۔

تاریخ

سن و سال اور صحت واقعات کے لحاظ سے تاریخ نویسی کی ابتدا بھی مسلمانوں ہی نے کی ورنہ اس سے پہلے "تاریخ نویسی قصہ گوئی کے درجہ سے آگے نہ بڑھ سکی تھی اور اس میں بھی افسانوی عنصر اپنی رنگ آفرینی کیے بغیر نہ رہتا تھا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال اور ان کی سیرت پاک کے ہر ہر پہلو کو جاننے کی زبردست خواہش ہر مسلمان کے دل میں تھی اسی خواہش کی بدولت "تدوین حدیث کا علم وجود میں آیا چنانچہ محدثین نے تحقیق و تفحص اور تنقید کے جو معیار اور اصول وضع کیے وہ اسلامی تاریخ نویسی کی اساس قرار دیے گئے اس کے علاوہ اسلام کے ابتدائی دور سے ہی مسلمانوں کو اپنے سے پہلے بادشاہوں اور حکمرانوں کے حالات جاننے کی خواہش تھی امیر معاویہؓ پہلے اموی خلیفہ کو تاریخی قصے اور واقعات سننے کا بے حد شوق تھا چنانچہ انھوں نے عبید بن شریہ کی خدمات حاصل کیں اور اس سے "کتاب الملوک و اخبار الماضیین"

Marfat.com

لکھوائی اس کے علاوہ وھب بن منبہ اور کعب الاحبار دو نومسلموں کے نام بھی ابتدائی مورخین کے طور پر لیے جاتے ہیں اس کے علاوہ عوانہ بن حکم کلبی نے ۱۴۷ھ میں کتاب التاریخ اور سیرت معاویہ لکھی۔

فلسفہ اور طب خلفائے راشدین کے زمانہ میں یونانی علوم نے مسلمانوں کو بالکل متاثر نہ کیا لیکن بنوامیہ کے دور حکومت میں بعض نئی نئی بحثوں اور فلسفیانہ نظریات نے جنم لیا اگرچہ اموی معاشرہ کی تشکیل پر ان نظریات کا کوئی گہرا اثر نہیں پھر بھی ان دقیق فلسفیانہ بحثوں کا نتیجہ عہد بنو عباس میں جاکر کئی نئے فرقوں اور فتنوں کی شکل میں نکلا جس نے ملت اسلامیہ کی جڑیں تک ہلا دیں بنوامیہ کے دور میں صرف جبر و قدر کے مسلمہ نے شدت اختیار کی آٹھویں صدی عیسوی میں بصرے میں ایک شخص واصل بن عطا نے شہرت پائی یہ شخص امام حسن بصری کے شاگردوں میں سے تھا اور اپنے اخلاقی نظریات کی بدولت عقلیت کے مشہور فرقہ معتزلہ کا بانی ہوا یہ لوگ قدریہ نظریات کے حامل تھے قدریہ خیال کے مطابق انسان اپنے افعال پر قادر اور مختار اور اپنی قسمت کا خود مالک ہے اس کے مخالف جبریہ کا مکتب فکر تھا جس کے مطابق انسان بس مجبور محض ہے جس کے اپنے اختیار میں کچھ نہیں ان کے نزدیک تقدیر ہی سب کچھ تھی دونوں مکاتب فکر کے اثرات کافی گہرے تھے اموی خلفاء میں سے معاویہ ثانی اور یزید ثالث قدری تھے۔ یہ کہنا درست ہوگا کہ فلسفیانہ خیالات کی آبیاری اور تخم ریزی عہد بنوامیہ میں ہوئی اور عہد بنو عباس کی ابتداء اس جگہ سے ہوئی جہاں کوفہ اور بصریٰ کے کام کا خاتمہ ہوا۔

طب کے میدان میں عربوں نے یونانیوں سے استفادہ کیا اس زمانہ میں طائف کے ایک طبیب حارث بن کلادہ نے حکیم عرب کا لقب پایا اس کا بیٹا بھی اپنے زمانہ کا بہترین طبیب تھا امیر معاویہ کا شاہی طبیب ابن اثال نامی عیسائی تھا طب یونان کے ایک مشہور حکیم اہرن القیس کی مشہور کتاب کا ترجمہ ماسرجویہ نے مروان بن حکم کے کہنے کے مطابق کیا تھا جو شاہی کتب خانہ میں موجود تھا حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز نے اس کی اشاعت کی اموی خلفاء مثلاً ولید اول اور حضرت عمرؓ بن عبدالعزیز نے غرباء کے لیے شفاخانے کھولے اور طبی مدرسے قائم کیے۔

کیمیا خالد بن یزید اول کو علوم و فنون سے بڑی دلچسپی تھی چنانچہ اس نے علم کیمیا، طب اور ہیئت پر یونانی اور مصری کتابوں کا عربی ترجمہ کروایا۔

شعر و شاعری خلفائے راشدین کے زمانہ تک پاکیزگی اخلاق و افکار مسلمانوں کی

زندگی کا ایک خصوصی وصف تھا اس لیے شعر و شاعری میں بھی وہ بے باکی اور عریانی نہ تھی جو دورِ جاہلیت کا طرۂ امتیاز تھی لیکن جب بنو امیہ کے عہد میں حالات نے یکسر پلٹا کھایا تو زندگی کی دیگر قدروں میں جہاں بہت سی قابلِ اعتراض تبدیلیاں رونما ہوئیں وہاں شعر و سخن کا میدان بھی اپنے نئے ماحول سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہا خلفائے راشدین کے زمانہ میں اسلامی معاشرہ کئی اخلاقی حدود کا پابند تھا لوگوں کی توجہ قرآنی علوم کی طرف مبذول تھی اس لیے شاعری کو بھی اپنی تمام سابقہ رنگینیوں کو خیرباد کہنا پڑا اور دوسرے قرآن پاک کی بلاغت، شیرینی اور اعجاز کے مقابلہ میں شعر و سخن کی محفلوں کا ماند پڑ جانا ایک فطری بات ہے مگر عہد بنو امیہ کے اکثر و بیشتر حکمران شعر و شاعری کے قدردان تھے لہٰذا ان کی سرپرستی قدردانی اور توجہ کی بدولت شاعری کا بازار گرم ہوا چنانچہ اس دور میں اخطل، جریر، فرزدق اعشی نابغہ اور کمیت وغیرہ اعلیٰ درجہ کے شاعر پیدا ہوئے۔

اس دور کی عربی شاعری موضوع اور اقسام کے لحاظ سے پہلے ادوار سے کافی مختلف ہے بنو امیہ کی حکومت خالص عربی حکومت تھی اس لیے انھیں عربوں کی خصوصیات کے تحفظ کا بڑا خیال رہتا تھا اس تصور نے گو عربوں اور عربی زبان کو دیگر قوموں کی زبان اور تمدن میں گم نہیں ہونے دیا لیکن ان کی قوم اور ان کی زبان دیگر قوموں کے تمدن اور ملکی اثرات سے محفوظ نہ رہ سکیں اس لیے اس دور کی عربی شاعری میں موضوع اور ماحول کے لحاظ سے کا[فی] تبدیلیاں پیدا ہوئیں اس سے پہلے کی شاعری میں صحرائی اور بدوی عنصر زیادہ تھا تشبیہ و اشارات کے لحاظ سے بھی پہلے ادوار کی شاعری بدویانہ ماحول سے متاثر تھی ان کے موضوعات میں بھی وسعت اور تنوع نہ تھا لیکن اب عراق و شام اور ایران و روم کے تمدن، باغات، سبزہ زاروں، لباس عریانی اور زندگی کی قدروں نے عربی شاعری کا رنگ بدل دیا اموی دور کی شاعری، خیال آفرینی لطافت اور حسن معانی رنگینی اور چاشنی میں دورۂ جاہلی سے آگے بڑھ گئی۔

زمانہ جاہلیت میں قصیدہ کا عام رواج تھا قصائد ہی کے تمہیدی اشعار میں غزل کا رنگ موجود ہوا کرتا تھا غزل الگ صنف سخن کے لحاظ سے موجود نہ تھی اس دور کے قصائد یہ اگرچہ فنی نقطۂ نظر سے کافی بلند ہیں لیکن عربی غزل تو محض اسی دور کی ایجاد ہے ایک اور تبدیلی جو اس دور میں نمایاں طور طور پر نظر آتی ہے وہ جماعتی اور سیاسی شاعری ہے جو بطور پروپیگنڈا کے استعمال کی گئی اس دور میں قبائلی، سیاسی اور مذہبی اختلافات کی بنا پر مسلمانوں میں کئی گروہ پیدا ہو گئے تھے جو ایک دوسرے کے مخالف تھے جیسے سنی، شیعہ، خوارج، علوی، عباسی وغیرہ لہٰذا ان گروہی اثرات کے تحت نئی قسم

کی شاعری نے جنم لیا۔

اموی دور کے اکثر حکمران شعر و شاعری کے سرپرست تھے امیر معاویہؓ، یزید اوّل، عبدالملک سب کے سب شاعروں کی قدردانی اور سرپرستی کرتے دربار میں درباری شعراء موجود رہتے تھے اموی خلفاء کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا ہی شعر و شاعری، شراب نوشی اور رقص و موسیقی کے سوا کچھ نہ تھا چنانچہ ان کی سرپرستی کی بدولت بڑے بڑے شاعر پیدا ہوئے عمر بن ابی ربیعہ، جمیل نصیب اور لیلا اخیلیہ غزل گو شعراء میں ممتاز تھیں عمر بن ابی ربیعہ نوعربی غزل گوئی کا بانی ہے قصیدہ گو شعراء میں فرزوق، جریر اور اخطل مشہور و معروف شخصیتیں تھیں اخطل جو یزید اوّل کے مصاحب تھا خمریات کا بہت بڑا شاعر تھا ان قصیدہ گو شعراء میں سخت رقابت رہتی چنانچہ انہوں نے ایک دوسرے کے خلاف ہجیہ یہ اشعار بھی لکھے حماد الراویہ نے قدیم عرب شاعری کے نمونے جمع کیے معلقات (سات قصائد) اس کے مجموعہ میں کافی مشہور ہیں۔

کتابت و انشاء

عہد بنوامیہ میں کتابت اور انشاء کے فن نے بہت عروج حاصل کیا خلفاء اور امراء کاتب ملازم رکھتے تھے چونکہ انشاء کو سرکاری طور پر بہت اہمیت حاصل تھی اس لیے اس فن میں بہت سے لوگوں نے نام حاصل کیا اور کئی کتابیں لکھیں عبدالملک کا کاتب عبدالحمید اس فن کا امام تھا چنانچہ کہا جاتا ہے کہ کتابت عبدالحمید سے شروع ہوئی اور ابن العمید (عباسی عہد) پر اس کا خاتمہ ہوا۔

تعلیم

آج کل کے اصطلاحی معنوں میں مدارس اور درس گاہوں کا کوئی نظام اموی دور میں موجود نہ تھا مدارس، درسگاہیں اور یونیورسٹیاں بہت بعد میں سلجوقی دور میں قائم کی گئیں لیکن اس زمانہ کی ضروریات اور تقاضوں کو مدّ نظر رکھتے ہوئے تعلیم کی نشر و اشاعت کے لیے مختلف قسم کے حلقہ ہائے درس اور ابتدائی مکاتب شروع ہی سے قائم کر دیئے گئے تھے آنحضرتؐ کے اپنے زمانہ میں اولاً وہ خود مرکز تعلیم تھے دوسرے صحابہ کرام تعلیم کی خدمت انجام دینے کے لیے مامور تھے آپ کے زمانہ ہی میں اصحاب صُفّہ کی مستقل درسگاہ تھی جس میں باقاعدہ دینی تعلیم دی جاتی تھی حضرت عمرؓ کے زمانہ میں کئی ایک مکاتب قرآنی قائم تھے جہاں تعلیم حاصل کرتے تھے حضرت عائشہؓ کے ایک خادم علقمہ ایک مکتب میں عربی زبان کی تعلیم دیتے تھے تھوڑے بہت ردوبدل کے ساتھ یہی سلسلہ اموی دور میں بدستور قائم رہا۔

اس زمانہ میں مدرسوں کا کام مسجدوں سے لیا جاتا تھا یہاں بچوں کی تعلیم کے لیے مکتب

Marfat.com

جاتے تھے وہاں انھیں قرآن مجید اور حدیث شریف کا درس دیا جاتا تھا اور یہی اس دور کا نصاب تعلیم تھا تعلیم کا مفہوم اس زمانہ میں یہی سمجھا جاتا تھا کہ بچہ اپنی زبان میں لکھنا پڑھنا سیکھ لے جہاں تک تعلیم کے اخلاقی مقاصد کا تعلق تھا اس دور کے لوگوں کا تصور تھا کہ "تعلیم یافتہ آدمی کے لیے ضروری ہے کہ وہ اولوالعزم ہو اور پریشانی کے وقت صبر کرنے ہمسائے کے حقوق اور ذمہ داریوں کا لحاظ کرے مروت، فیاضی، مہمان نوازی، عورتوں کا خیال اور عہد وپیمان کے پورا کرنے کے اوصاف رکھتا ہو۔"

جہاں تک اموی شہزادوں اور امراء کا تعلق تھا وہ اپنے بچوں کو تعلیم یافتہ بنانے کے لیے ابتداءً صحرائے شام میں بھیج دیا کرتے تھے جو ایک طرح کی قدرتی درس گاہ کا کام دیتا تھا مقصد یہ تھا کہ وہاں وہ خالص عربی زبان سیکھیں اور شعر وشاعری میں مہارت پیدا کریں اس کے بعد کسی معروف عالم یا علماء کی صحبت یا درس سے فائدہ اٹھا کر علمی فیض حاصل کرتے جہاں تک مضامین اور موضوعات کا تعلق تھا قرآن وحدیث، فقہ کے علاوہ حساب، تاریخ جغرافیہ، گرائمر اور کیمیا وغیرہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔

اتالیق یا معلم کا وجود ہمیں عبدالملک کے دور میں دکھائی دیتا ہے ایسے لوگوں کا دربار اور عوام میں ایک مستقل مقام ہوتا تھا چنانچہ عبدالملک نے اپنے بیٹوں کے اتالیق مقرر کیے جن کے ذمہ دیگر علمی مشاغل کے علاوہ یہ بھی فرض تھا کہ وہ انھیں تیرنا تک سکھائیں اور زیادہ نیند سے روکیں حجاج بن یوسف (والیٔ عراق) اور عمرؓ بن عبدالعزیز کے زمانہ میں عربی صرف ونحو کی باقاعدہ تعلیم دی جاتی تھی اور اس علم کو قرآن دانی کے لیے لازم قرار دیا جاتا تھا حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے مصر میں مقرر کردہ قاضی یزید بن ابی حبیب نے معلم کی حیثیت سے خوب شہرت پائی اس کے علاوہ کوفے کے ایک شخص ضحاک ابن مزاحم نے ایک ابتدائی درس گاہ "کُتّاب" قائم کر رکھی تھی جہاں تعلیم دینے کے لیے کوئی معاوضہ نہ لیا جاتا تھا۔

جیسا کہ بیان کیا جا چکا ہے اس دور کا سب سے بڑا ذریعہ تعلیم علماء وقت کے حلقہ ہائے درس تھے حضرت عبداللہ ابن عباس کا حلقۂ درس سب سے زیادہ اہمیت اختیار کر گیا تھا مدینہ منورہ میں کئی حلقہ ہائے درس تھے ان میں ربیعہ رائی کا حلقہ نہایت اہم تھا امام مالک، امام اوزاعی، یحییٰ بن سعید انصاری اور شعبہ اسی حلقہ کے پڑھے لکھے ہوئے تھے محمد بن عجلان، قاسم بن محمد بن ابی بکر اور امام شعبی وغیرہ کا حلقہ ہائے درس بھی قائم تھے ابوالزناد کے حلقہ میں فرائض، حساب، شعر

وحدیث اور مختلف علوم کی تعلیم دی جاتی تھی اس طرح ملک کے دیگر حصوں میں بھی مختلف حلقہ ہائے درس موجود تھے جہاں تعلیم و تعلم کا کام نہایت اعلیٰ طریقہ پر کیا جاتا تھا اگرچہ کوئی مرتب نظام تعلیم یا درس گاہیں موجود نہ تھیں لیکن حلقہ ہائے درس اور مسجدیں وسیع پیمانے پر علوم کی اشاعت کا سبب بنیں اہل علم اور اساتذہ کا وجود ہی کسی جامع سے کم نہ ہوا کرتا تھا اور ان کی ذات ہی ایک مستقل درس گاہ سمجھی جاتی تھی اور طلباء وشائقین پروانوں کی مانند ان کے اردگرد ہر وقت جمع رہتے۔

فن تعمیر عہد بنوامیہ سے پہلے اسلامی فن تعمیر کا کوئی وجود نہ تھا خلفائے راشدین کے زمانہ تک تمام معاملات ملکی کے فیصلے مسجد نبوی کے صحن میں بیٹھ کر کیے جاتے تھے جس کا صحن اور دیواریں کچی تھیں اور چھت کھجور کے پتوں وغیرہ پر مشتمل تھی جو مسجدیں یا عمارتیں خلفائے راشدین کے زمانہ میں بنائی بھی گئیں وہ سادگی کا نمونہ تھیں لیکن اموی دور میں رومی اور ایرانی تہذیبوں سے ٹکراؤ اور امتزاج کے بعد خلفائے بنوامیہ نے تعمیرات کی طرف خصوصی توجہ دی اس طرح سے اسلامی فن تعمیر معرض وجود میں آیا۔

بقول پروفیسر ہٹی عمارتیں بنانے کے فن میں سب سے پہلا اور مستقل قسم کا طرز تعمیر ہمیشہ مذہبی عمارات کی تیاری کے سلسلہ میں نمایاں ہوتا ہے چنانچہ مسلمان عربوں کے معاملہ میں یہی مذہبی عمارتیں تھیں جن میں یہ فن بلند ترین مدارج پر پہنچا مسلمان معماروں کے بنائے ہوئے نمونے سادگی اور وقار کا اعلیٰ نمونہ تھے اور وہ حیرت انگیز طور پر نئے مذہب کی اصلی روح کا مظہر تھے ملت اسلامیہ اور اس کے دیگر ہمسایوں نے ایک دوسرے پر جو تہذیبی رنگ ڈالے اور قبول کیے ان کی مسجد سے بڑھ کر صاف اور واضح مثال شاید دوسری نہ ملے گی مساجد کے علاوہ محلات اور دیگر تعمیری کاموں کا آغاز امیر معاویہؓ کے زمانہ ہی سے ہو چکا تھا انھوں نے اپنے لیے سبز رنگ کا خوبصورت محل "خضرا المحل" بنوایا یہ محل اپنے رنگ اور پچیکاری کے لیے مشہور تھا۔ جب حضرت سعد ابن وقاص نے کوفے کی چھاؤنی قائم کی تو وہاں وسط میں ایک مسجد بھی قائم کی امیر معاویہؓ کے والی زیاد نے اسے ازسرنو تعمیر کروایا اور اس میں ساسانی نمونے کے ستون لگوائے اور اس طرح بصرے کی جامع مسجد ازسرنو تعمیر ہوئی اس کی دیواریں پختہ اینٹوں سے تعمیر کی گئیں اور ان پر گچ کیا گیا اس کے علاوہ ستون بھی اضافہ کیے اور پہلی بار ایک مینار تعمیر کیا اور اس طرح فن تعمیرات میں مینار کا اضافہ ہوا۔

عبدالملک کے زمانہ میں اسلامی فن تعمیر میں مزید ترقی ہوئی قبۃ الصخراء فن تعمیر اور حسن کے لحاظ سے اس دور کی اہم ترین عمارات میں سے ہے صخراء پہاڑ کی وہ چوٹی ہے جہاں سے شب معراج کو آنحضورؐ آسمان کی طرف روانہ ہوئے مسلمانوں کے علاوہ یہ جگہ اہل کتاب کے لیے مقدس تھی عبدالملک نے اس مقام پر گنبد تعمیر کرایا فنی کمال اور حسن، گل بوٹوں، نگینہ کاری، خوبصورتی، دلکشی اور پائداری کے لحاظ سے یہ اسلامی طرز تعمیر کا ایک عظیم الشان شاہکار ہے اس تعمیر میں کچھ خام مال اور قیمتی پتھر پرانے کھنڈرات سے بھی لیے گئے اس کے علاوہ عبدالملک نے مسجد اقصےٰ کی تعمیر بھی کی۔

خلفائے بنو امیہ میں ولید بن عبدالملک کا زمانہ تعمیرات کے لیے بے حد مشہور ہے اس کے زمانہ کی مشہور عمارات جامع دمشق، مسجد دمشق، مسجد نبوی اور مسجد اقصیٰ اسلامی تہذیب و تمدن اور فن تعمیر کا شاہکار ہیں جامع مسجد دمشق پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا گیا روم، ایران، مصر اور ہندوستان سے کاریگر منگوائے گئے تمام دیواریں سنگ مرمر اور نگینوں کی پچی کاری سے آراستہ کی گئی یہ مسجد اپنی تزئین و آرائش پچی کاری اور خوب صورتی کی بنا پر دنیا کا چوتھا عجوبہ شمار کی جاتی ہے یہاں پہلے عیسائیوں کا کنیسہ یوحنا تھا جسے ولید نے عیسائیوں سے خرید کر مسجد کی بنیاد رکھی ساری عمارت میں بیش قیمت جواہرات جڑے ہوئے تھے چھتوں پر سونا اور فرش پر چاندی کا استعمال کیا گیا تھا ساری عمارت سنگ مرمر اور سنگ رخام سے تعمیر کی گئی تھی اس پر مجموعی لاگت کا کم سے کم اندازہ ۵۵ لاکھ اشرفی اور زیادہ سے زیادہ گیارہ کروڑ دینار لاگت آئی۔

مذہبی عمارات کے علاوہ تعمیرات کے میدان میں مسلمانوں کی دیگر یادگاریں بھی ہیں مثلاً صحرائی محلات جن میں شاہی خاندان کے افراد قیام کرتے تھے ان محلات میں قصر خضرا اور قصر عمرہ وغیرہ مشہور ہیں اس قسم کے صحرائی محلات کے کھنڈرات آج بھی موجود ہیں۔

مصوّری اسلام شبیہ سازی یا مجسمہ گری کی اجازت نہیں دیتا اس بنا پر مسجدوں میں کہیں بھی تصاویر یا انسانی اور حیوانی شبیہ نہیں بنائی گئیں لیکن چونکہ حسن اور اس کا استحسان فطرت انسانی کے تقاضوں میں سے ایک ہے اس لیے مسلمانوں نے اپنے اس فطری ذوق کو پورا کرنے کے لیے آرائش اور نقش و نگار کے لیے ہندسی اشکال یا پھل پھول کا سہارا لیا یہ بیل بوٹے اور پھول پتیاں اسلامی مصوری کی بنیاد قرار پائیں خالص توحید کے پرستاروں کا آغوش فطرت میں پناہ لینا ایک قدرتی اور حقیقی فعل تھا بعض خلفاء نے اپنے حماموں یا محلات

Marfat.com

کی دیواروں پر رجزیہ اور فحش تصاویر کی نقاشی کو اختیار کیا لیکن بہ حیثیت مجموعی اسلامی فن مصوری ان قباحتوں سے پاک رہا۔

موسیقی

اسلامی کلچر اور تہذیب و تمدن میں نغمہ و سرود، موسیقی اور راگ رنگ کو بطور فن اور مشغلہ کے کبھی بھی پسندیدہ شمار نہیں کیا گیا بلکہ اسے لہو و لعب قرار دے کر اس سے اجتناب ہی کی تلقین کی گئی ظہور اسلام سے قبل گیت، راگ اور راگنیاں اور موسیقی کے ساز وغیرہ اہل عرب میں رائج تھے لیکن خلفائے راشدین کے زمانہ میں ایسی تمام سرگرمیاں فسق و فجور کے ذیل میں شمار کی گئیں اس لیے ان کو قبول عوام نہ ہو سکا اور ایسے تمام فنون اور سرگرمیوں کی حوصلہ شکنی کی گئی بنو امیہ چونکہ شاہی روایات اور اطوار کو اپنا چکے تھے اس لیے ایک بار پھر راگ رنگ اور موسیقی کو خوب رواج ہوا کیونکہ ان فنون کو اب مناہی کی بجائے شاہی سرپرستی حاصل ہو گئی مکہ اور مدینہ جو دینی علوم کا مرکز تھے اب شعر و شاعری اور موسیقی کے بھی سب سے بڑے خالق اور پرستار تھے یزید اوّل پہلا اموی حکمران تھا جس نے دربار دمشق میں گانے بجانے اور موسیقی کو رواج دیا حجاز کے دو ابتدائی مغنیوں طویس اور ابن مسیح خلافت راشدہ کے زمانہ میں اپنے مشاغل کو جاری نہ رکھ سکے لیکن بعد کے ادوار میں ان لوگوں نے فنون لطیفہ کو خوب رواج دیا عبدالملک اور ولید اوّل نے ابن مسیح اور معبد کی سرپرستی کی یزید ثانی نے کھلے بندوں موسیقی اور راگ رنگ کو اپنایا اس کی دو مشہور مغنیہ حبابہ اور سلمہ بہترین گلوکارہ تھیں متاخر خلفائے بنو امیہ ان مغنیوں کو اکثر دربار دمشق میں بلواتے اور عزت و احترام سے اپنے پاس ٹھہراتے اور پھر انعام و اکرام دے کر واپس لوٹاتے۔

معاشرتی زندگی

اموی حکومت چونکہ خالص عربی حکومت تھی اس لیے ان کے عہد میں لوگوں کی معاشرتی زندگی میں عرب عنصر غالب تھا باوجود ان تمام ظاہری اور باطنی تبدیلیوں کے جو اموی عہد حکومت کے دوران پیدا ہو چکی تھیں عوامی زندگی، عدل و انصاف، امن و امان اور خوشحالی سے معمور تھی چونکہ عربی قبائلی تعصب از سر نو سر اٹھا چکا تھا اس لیے غیر عرب مسلمانوں کے ساتھ بعض خلفاء کے عہد حکومت میں عرب مسلمانوں جیسا سلوک اختیار نہ کیا گیا ان سے جزیہ اور خراج اسلام لانے کے باوجود بھی وصول کیا جاتا رہا لیکن غیر مسلموں کے ساتھ ان کا تعلق انتہائی ہمدردانہ اور مبنی بر انصاف

تھا قانون کی رو سے انھیں وہ تمام حقوق حاصل تھے جو ایک مسلمان کے لیے ضروری تھے
ان کی زندگیاں پرسکون تھیں خلفاء نے اس بات کا خاص التزام برتا کہ مسلم رعایا کی
عبادت گاہیں، آتش کدہ، منادر اور کلیسا اپنی مذہبی حیثیت برقرار رکھیں۔ اور
ان کی حفاظت اور احترام کیا جائے ٹوٹ پھوٹ جانے کی صورت میں ان کی مرمت
بھی کرادی جاتی تھی۔

۶۷۹ یا ۶۸۰ء میں اڈیسا کا کلیسا زلزلہ کی وجہ سے ٹوٹ گیا تو امیر معاویہؓ نے
اس کی دوبارہ مرمت کا حکم دیا مذہبی آزادی کے علاوہ عوام کو ذہنی اور فکری آزادی بھی حاصل
تھی وہ کسی جبر کا شکار نہ تھے قانون کی نظر میں ان کا درجہ برابر تھا غیر مسلم ہونے کی وجہ سے انھیں
اپنے مقدمات کے فیصلے اپنی مذہبی روایات کے مطابق کرنے کی پوری پوری آزادی تھی۔

دمشق کی شہری زندگی

بنو امیہ کے عہد میں دمشق صرف پایہ تخت کی حیثیت سے ہی دنیا کے بڑے بڑے عظیم شہروں میں
شمار نہ ہوتا تھا بلکہ یہ شہر تہذیب و تمدن اور کلچر کی ترقی کے لحاظ سے دنیا بھر کے خوبصورت
ترین اور شاندار ترین شہروں میں شمار ہونے لگا تھا یہیں خلفاء کے شاندار اور خوبصورت
محل، چشمے اور عشرت گاہیں تھیں شہر کو پانی کی بہم رسانی کا ایسا عظیم اور شاندار منصوبہ
تھا کہ اس دور کے کاریگروں اور معماروں کی مہارت اور فنی صلاحیتوں کو بے اختیار تسلیم
کرنا پڑتا ہے یزید اول نے اپنے دور میں ایک نہر کھدوائی جس کے ذریعہ سے پانی شہر
کے مختلف حصوں میں پہنچانے کا بندوبست کیا گیا سوائے حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کے
تمام اموی خلفاء شاندار طرز زندگی گزارنے کے خوگر تھے خلیفہ کے لیے ضروری تھا کہ
وہ جمعہ کی نماز کی امامت یا خطبہ جمعہ کی صدارت کرے، امیر معاویہ، عبدالملک اور عمرؒ
بن عبدالعزیز ان اقدار کی سختی سے پابندی کرتے رہے لیکن بعد کے خلفائے
ان فرائض کی ادائیگی سے عموماً پہلو تہی کی جہاں تک دربار کا تعلق تھا خلیفہ ایک تخت
پر بیٹھتا اور شہزادے اور اراکین اور فوجی جرنیل اس کے دائیں بائیں اپنی اپنی مخصوص مسند
پر بیٹھتے۔

یہ کہنا کہ اموی دور کے معاشرہ کی بنیاد کسی خاص طبقاتی تقسیم پر تھی غلط ہے بہرحال
قبائلی دور کے بعد جب سے عربوں نے مادی زندگی اختیار کی تھی انھوں نے جاگیرداری نظام کو

اپنا یا ہوا تھا یہ جاگیرداری نظام امویوں سے ہی مخصوص نہ تھا بلکہ قوموں کے عالمی معاشرہ کی بنیاد بھی جاگیرداری نظام پر ہی تھی اس نئے نظام نے ملکی معاشرہ میں کئی قسم کے لوگ پیدا کر دیئے تھے چنانچہ سماجی اور سیاسی ضروریات اور تقاضوں کے مطابق لوگوں نے اپنی گروہ بندی کر رکھی تھی جس کی وجہ سے معاشرہ میں ان کا ایک الگ اور منفرد مقام تھا اس معاشرہ میں مندرجہ ذیل لوگ اہم تھے :۔

۱۔ حکمران گروہ اموی معاشرہ میں سب سے اہم گروہ حکمران طبقہ کا تھا اس میں خلیفہ شہزادے اموی خاندان کے سرکردہ اراکین ، اراکین حکومت ، اعلیٰ فوجی جرنیل اور صوبوں کے والی بھی تھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور خلفائے راشدین کا نظام جس میں چھوٹے بڑے کی کوئی تفریق روا نہ رکھی جاتی تھی اب ختم ہو چکا تھا اور اس کی جگہ پہلی بار جاگیرداری نظام نے لے لی تھی ملک کی تمام بڑی بڑی جاگیریں امویوں کی ذاتی ملکیت تھیں اس آمدنی پر وہ عیش و آرام کی زندگی بسر کر رہے تھے دنیا کی کوئی نعمت ایسی نہ تھی جو انھیں میسر نہ تھی اعلیٰ سماجی رتبہ اور وقار کے علاوہ یہ لوگ صاحب اقتدار بھی تھے اور بعض اوقات اپنی اس سیاسی اور سماجی حیثیت سے ناجائز فائدہ اٹھا کر اپنے مخالفین کو ظلم و ستم کا نشانہ بنانے سے بھی دریغ نہ کرتے تھے اس گروہ سے تعلق رکھنے والے سب لوگ عربی النسل تھے ۔

۲۔ عام عرب اس گروہ میں فوجی اور عام عرب شامل تھے حکومتی وفاداریوں اور فوجی خدمات کے عوض ان کو وظائف اور تنخواہیں دی جاتی تھیں اس کے علاوہ بھی خلفا ان کو انعام و اکرام سے نوازا کرتے تھے سماجی درجہ بندی کے لحاظ سے وہ دیگر افراد سے ممتاز حیثیت رکھتے تھے ۔

۳۔ موالی مفتوحہ علاقوں کے نومسلم موالی کہلاتے تھے ان موالیوں میں غلاموں کی ایک کثیر تعداد شامل تھی شروع شروع میں جب کوئی غلام آزاد ہوتا یا کوئی غیر مسلم ایمان لاتا تو وہ عربی معاشرہ کا جزو بننے کے لیے عرب قبیلہ کے ساتھ منسلک ہو جاتا لیکن آہستہ آہستہ جب عجمیوں نے اپنی قوت جمع کرنا شروع کی اور ان میں سیاسی شعور بیدار ہوا تو انھوں نے اپنے آپ کو عربوں سے کم حیثیت دیئے پر احتجاج کیا قبائلی تعصب کی بنا پر بنو امیہ نے ان موالیوں یا نومسلموں کے ساتھ عربوں کا سا

Marfat.com

سلوک نہ کیا اسلام لانے کے باوجود ان سے جزیہ اور خراج لیا جاتا اور مختلف عہدوں پر فائز کرتے وقت ان کے درمیان تفریق روا رکھی جاتی ان زیادتیوں اور سماجی ناانصافیوں کی بدولت بالآخران نومسلموں نے امویوں کے خلاف نہ صرف بغاوتیں کیں بلکہ بنوامیہ کی تمام مخالف تحریکوں کا ساتھ دیا۔

۴۔ ذمی وہ لوگ جنھوں نے مسلمانوں کے مفتوحہ علاقوں میں اسلام قبول نہ کیا لیکن اطاعت اختیار کرلی انھیں ذمی کہا جاتا تھا ان کی جان ومال، عزت اور آبرو کی حفاظت اسلامی حکومت کے ذمہ تھی ذمی فوجی خدمت سے مبرا تھے چنانچہ اس کے عوض انھیں ایک ٹیکس ادا کرنا پڑتا تھا جسے جزیہ کہا جاتا تھا یہ لوگ پورے امن وامان اور خوشحالی سے زندگی گزارتے تھے قانون کی نظر میں ان کا درجہ برابر تھا ان میں مختلف مذاہب کے لوگ شامل تھے جیسے عیسائی، یہودی، آتش پرست وغیرہ۔

مذہبی نقطہ نظر سے ان کو ہر طرح سے آزادی حاصل تھی ان کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں اور ان کا تقدس قائم تھا اکثر وبیشتر ذمی اور موالی زراعت کا پیشہ اختیار کیے ہوئے تھے تجارت اور صنعت وحرفت میں بھی انھیں خاصا دخل تھا گویا ہر لحاظ سے ان لوگوں کی زندگیاں خوشحال تھیں۔

غلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں غلاموں کو معاشرہ میں نہایت ہی باعزت مقام حاصل تھا عہد بنوامیہ میں جب فتوحات کا دور شروع ہوا تو بہت سے جنگی قیدی غلام بنا کر لائے گئے یہ لوگ اکثر وبیشتر امراء کے گھروں میں کام کرتے اور اعلیٰ طبقہ کی خدمات بجالاتے عورتیں بھی ان کے گھروں میں گھریلو خدمات بجالاتیں بنوامیہ کے دور حکومت میں ان کی باقاعدہ تجارت نہ ہوتی تھی۔

عورت کا مقام اموی معاشرہ میں عورت کو نہایت اعلیٰ اور اونچا مقام حاصل تھا دنیا کی دیگر مہذب قوموں کے مقابلہ میں انھیں بہت زیادہ آزادی حاصل تھی وہ معاشرہ میں قدرومنزلت اور عزت کی نگاہ سے دیکھی جاتی تھیں تعلیمی فعالیتوں میں وہ سرگرم حصہ لیتی تھیں شعروسخن کی محفلوں میں بھی ان کا خاصا مقام تھا

ولید اوّل کی بیوی ام البنین اس دور کی اہم اور نمایاں شخصیتوں میں سے تھی۔

معرفت وعرفان کی دنیا میں حضرت رابعہ کا مقام بہت بلند تھا انھوں نے اس دور کے

Marfat.com

تہذیب اور کلچر کو سنوارنے اور نکھارنے میں اہم کردار ادا کیا ام البنین کا اثر خلیفہ ولید پر بہت زیادہ تھا ایک بار اس نے حجاج بن یوسف کو اس کے ظالمانہ افعال پر سخت تنبیہ کی خلفائے بنوامیہ کے آخری دور میں جب غلام کنیزوں کا حرم سرا میں دخل ہوا تو حکمران طبقہ اخلاقی تنزل کا شکار ہوا چنانچہ جب عورت اور عیاشی ان متاخر خلفاء کے کردار پر چھا گئیں تو ان کا نام و نشان تک مٹ گیا

سوالات

۱۔ بنوامیہ کے مرکزی اور صوبائی نظم و نسق کا تفصیلی حال بیان کیجئے ؟
۲۔ دمشق کے امویوں کے زوال کے اسباب مختصر طور پر بیان کیجئے ؟
۳۔ اموی دور حکومت میں علوم و فنون کی ترقی پر ایک مضمون لکھئے
۴۔ دور بنوامیہ میں لوگوں کے سماجی حالات پر نوٹ لکھئے ۔
۵۔ بنوامیہ کے عہد حکومت میں دینی تعلیم، ادب اور تعمیرات کے ضمن میں جو ترقی ہوئی بیان کریں ۔

متعامات فکر و نظر کہاں دیکھے
یہاں لوگ نقشِ قدم دیکھتے ہیں

Marfat.com

تاریخ اسلام

برائے طلباء بی۔اے

DATA ENTERED

از

شیخ محمد رفیق۔ ایم۔اے
اسسٹنٹ پروفیسر اسلامیہ کالج سول لائنز لاہور
سید مسعود حیدر بخاری، ایم۔اے
شعبہ تاریخ گورنمنٹ کالج ساہیوال

خریدہ 376

سٹینڈرڈ بک ہاؤس۔ اردو بازار لاہور

Marfat.com